معرفت و محبت الٰہیہ کے بیش بہا
علوم کا خزانہ
کشکولِ معرفت
شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ
حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب

معرفت و محبتِ الٰہیہ کے بیش بہا علوم کا خزانہ
قرآنِ پاک اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں

کشکولِ معرفت

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ
حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسبِ ہدایت و ارشاد

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبّت ہے
بہ اُمّیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

محبّت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتسابؔ

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدّدِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمّد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف و تالیفات

محی السُّنّہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمّد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

ضروری تفصیل

نام کتاب : کشکولِ معرفت

مؤلف : عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ اشاعت : ۸ ربیع الاوّل ۱۴۳۸ھ مطابق ۸ دسمبر ۲۰۱۶ء بروز پیر

زیرِ اہتمام : شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی

پوسٹ بکس:11182 رابطہ:92.21.34972080+ اور 92.316.7771051

ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com

ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی اپنی زیرِ نگرانی شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شایع کردہ تمام کتابوں کی ان کی طرف منسوب ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی تحریری اجازت کے بغیر شایع ہونے والی کسی بھی تحریر کے مستند اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے کی ذمہ داری خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی نہیں۔

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمد للہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل
نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ
ناظم شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

عرضِ مؤلف ۲۵
اہل اللہ کی محبت و صحبت کے فیوض وبرکات ۲۶
حلاوتِ ایمانی اور جنت کی بشارت ۲۶
تحقیق لفظ دُرویش و لفظ خانقاہ ۲۶
خانقاہ کے معنٰی کیا ہیں؟ ۲۷
دُرویشوں کی محبت جنت کی کنجی ہے ۲۷
استقامت کی دعا حدیث سے ۳۰
محبت کی عظیم الشان کرامت ۳۱
محبت و اطاعت پر معیتِ موعودہ کی تفصیلی تحقیق ۳۳
ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق ۳۳
حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق ۳۳
محبت پر ثمرۂ معیت کے متعلق علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق ۳۵
امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق ۳۶
علامہ ابنِ کثیر حافظ عماد الدین رحمۃ اللہ علیہ دمشقی کی تفسیر ۳۷
از علامہ محمود نسفی رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ تفسیر خازن ۳۷
علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق ۳۹
ایک تفسیری اصولی غلطی کی اصلاح ۴۱
مسئلہ الحاقِ ناقصین مع الکاملین کی تحقیق ۴۴
اہل اللہ کی محبت اور صحبت میں جنت کا لطف ہے ۴۵

دوستوں کی ملاقات کے لیے جنت الگ ہوگی ۴۸
جنت کی ایک خاص بہار ۴۸
چند مسائلِ سلوک ۴۹
سالکین کے لیے ایک تنبیہ ۵۰
ایک عجیب عبرت آموز حکایت ۵۱
ضرورتِ مرشد پر فائدۂ علمیہ برائے اہلِ علم ۵۲
سنگین مقدّمہ اور سخت پریشانی کا ایک مجرّب وظیفہ ۵۳
اہلِ جنت کی عمر اور شباب کی کیفیت ۵۳
جنتی مرد کی طاقت ۵۴
جنت میں مسلمان عورتوں کا حسن ۵۴
حوروں کی صفات ۵۵
سورۂ یٰسین کے نام اور اس کی تلاوت کے فوائد ۵۷
طریقۂ دُعا بعد از تلاوت سورۂ یٰسین ۵۹
سورۂ ملک کے نام اور اس کی تلاوت کے فوائد ۵۹
معمولِ حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ ۶۰
اہل اللہ کی صحبت مردودیت سے حفاظت کا ذریعہ ہے ۶۱
تاثیرِ صحبتِ اہل اللہ محتاجِ دلیل نہیں ۶۲
صحبتِ اولیاء اللہ مثل کیمیا بوٹی ہے ۶۳
عاشقانِ حق کی صحبت حصولِ حلاوتِ ایمان کا ذریعہ ہے ۶۳
ایک عجیب لطیفہ ۶۷
افنائے رائے کی ضرورت وحقیقت ۶۸
فوائدِ علمیہ متفرقہ ۶۹

۱۔نیکیوں سے چھوٹے گناہوں کا مٹ جانا ۶۹
۲۔حق تعالیٰ کی طرف سے قرآن کی حفاظت کا اعلان ۶۹
۳۔تلوین و تمکین ۷۰
۴۔دو شخصوں کا ایک ساتھ سلام کرنے کا حکم ۷۲
۵۔بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں رکوع کا طریقہ ۷۲
۶۔سجدہ کرنے کا مسنون طریقہ ۷۳
۷۔وجوبِ سجدۂ سہو کی ایک صورت ۷۳
۸۔عالم بے عمل بالاجماع جاہل ہے ۷۳
۹۔بیت الخلاء سے نکلنے پر "غُفْرَانَكَ" کہنے کی حکمتیں ۷۳
۱۰۔حدیث پاک "مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ" کی شرح ۷۴
۱۱۔مسکین کے معنیٰ ۷۵
۱۲۔اسبالِ ازار کے حرام ہونے کی وجوہات ۷۵
۱۳۔بدون شملہ بھی عمامہ باندھنا مسنون ہے ۷۶
۱۴۔حُسنِ اخلاق ۷۶
۱۵۔حسین اَمرد کو دیکھنا حرام ہے ۷۶
۱۶۔خطبۂ جمعہ کے وقت امام سلام نہ کرے ۷۷
۱۷۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ۷۷
۱۸۔جمہوریت اور سوادِ اعظم کیا ہے؟ ۷۷
۱۹۔ایک نصرانی کا اسلام لانا ۷۷
۲۰۔چند اسمائے الٰہیہ کے مفاہیم اور معانی ۷۷
۲۱۔حضرت خضر علیہ السلام کی دعا ۷۹
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے وِرد سے حصولِ مغفرت ۸۰

شکود کی تعریف اور حکایتِ عجیب ۸۲
لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کا ثواب ۸۲
تسبیح کا ثبوت ۸۳
ذکر میں دل لگانے کا طریقہ ۸۴
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ۸۴
ولی کس کو کہتے ہیں؟ ۸۵
خطبۂ نکاح کی روایت ۸۷
بعض اقوال کی تحقیق ۸۷
مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ ۸۷
حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ ۸۸
مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا ۸۸
چند فوائدِ علمیہ ارشاد فرمودہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ۸۸
گناہ گار اولاد یا بیوی سے ترک تعلق واجب نہیں ۸۸
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات ۸۹
کفارۂ غیبت ۸۹
عفیف کون رہتا ہے؟ ۹۰
عافیتِ کاملہ ۹۰
نیند سے جلد بیدار ہونے کا وظیفہ ۹۰
کیفیاتِ روحانیہ اور مادّیہ کا فرق ۹۱
علماء کا لباس ۹۱
آیت ''فَفِرُّوْآ اِلَی اللہِ'' کے معنٰی ۹۱
دہریت اور بددینی کی راہ سے راہِ حق کی طرف گمراہ کن زندگی کا علاج ۹۲

اہلِ حق اور اہلِ باطل کا فرق عقل کی کسوٹی پر ۹۳
ڈارون کی تھیوری کا انجام ۹۴
ایک مجرّب وظیفہ برائے عافیتِ اہل و عیال ۹۵
ٹی وی کے نقصانات ۹۶
حبیب نجّار کی عاشقانہ جرأت ۹۷
علماء کا ادب علومِ وحی کا ادب ہے ۹۸
خشوع کی تعریف ۹۹
خشوع کی حقیقت از حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۰
حضرت آدم علیہ السلام کے لائق فرزند ۱۰۱
جنّتُ الفردوس کیا ہے؟ ۱۰۲
اولیاء اللہ کے خوف کی وجہ ۱۰۲
اِیَّاکَ نَعۡبُدُ میں صیغہ جمع متکلم کی حکمت ۱۰۳
پیر افضل ہے یا باپ؟ ۱۰۴
مصافحہ کا حکم ۱۰۴
تصوّرِ شیخ کا جواز ۱۰۴
نمازِ جنازہ کی امامت ۱۰۴
جگہ بدل بدل کر نماز پڑھنے کی وجہ ۱۰۴
چند روایات کی تحقیق ۱۰۵
دنیا کے متاعِ غرور ہونے کا مطلب ۱۰۶
تخلیقِ انسانی کا مقصد ۱۰۶
ایذائے خلق کونین ہے جس سے دولتِ کَوْنَین عطا ہوتی ہے ۱۰۷
کہاں جائے بندہ گناہ گار تیرا؟ ۱۰۸

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کا عاشقانہ ترجمہ ۱۰۸
ایک اہم حجابِ سلوک ۱۰۸
شیخ کی محبت پر عظمت غالب رہے ۱۰۹
منشائے محمود سے قابلِ زجر قابلِ اَجر ہوجاتا ہے ۱۰۹
حق تعالیٰ کی ایک خاص صفت اپنے خاص بندوں پر ۱۱۰
ذکراللہ دل کے تالوں کی کنجی ہے ۱۱۰
ربوبیت کی صفت کا استغفار سے خاص تعلق ہے ۱۱۰
احقر کا ایک شعر جو خواب میں موزوں ہوا ۱۱۱
روح اور جسم کے مراکز ۱۱۱
تفسیر لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ۱۱۲
سننِ مؤکدہ کہاں پڑھنا افضل ہے؟ ۱۱۳
صدّیق کی تعریف ۱۱۴
حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا عجیب واقعہ ۱۱۵
گیارہ ستاروں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب میں سجدہ کیا ۱۱۶
آیت وَلَا تَشۡتَرُوۡا بِاٰیٰتِیۡ کی تفسیر ۱۱۷
اُجرت تعلیم القرآن بہترین اُجرت ہے ۱۱۷
علمائے بے عمل کا وعظ کہنا جائز ہے ۱۱۸
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی مبارک ۱۱۹
حرمتِ اسبالِ ازار ۱۲۰
ولایتِ عامّہ اور ولایتِ خاصّہ ۱۲۰
جنت کی طرف سب سے پہلے پکارے جانے والے لوگ ۱۲۲
جذب و سُلوک کیا ہے؟ ۱۲۲

اُولوا الامر کی اطاعت کا حکم ۱۲۲

اللہ والا بننے کا ایک عظیم الشان نسخہ ۱۲۳

مشایخ کا بعض مریدین کو خلافت دینے کا ثبوت ۱۲۵

بعض مریدین کو عدمِ مناسبت کے سبب خانقاہ سے نکال دینا ۱۲۶

صالحین کی اولاد کا اکرام کرنا ۱۲۶

انقطاعِ خلق اور تعلق مع اللہ سے کیا مراد ہے؟ ۱۲۷

ہجرانِ جمیل اور صبر جمیل ۱۲۷

شیخ کو عارف ہونا چاہیے ۱۲۸

رحمتِ حق کے سامنے شیطان کا ضعف ۱۲۸

حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق آیت کی تفسیری تحقیق ۱۲۹

ماں کا حق باپ سے زیادہ ہے ۱۳۱

تختِ سلیمانی کی رفتار ۱۳۳

کامل مسلمان کون ہے؟ ۱۳۴

مہاجرین کے لیے تازیانۂ عبرت ۱۳۸

اچھی نیت پر مفت ثواب حاصل کیجیے ۱۳۸

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات ۱۳۹

مخالفینِ اہل اللہ کا فسادِ استعداد ۱۴۰

چند مسائلِ سلوک اہل اللہ کا مشاہدۂ تجلیات ۱۴۲

مرشد کا بعض مریدین سے زیادہ محبت کرنا ۱۴۲

مرید صرف اپنے شیخ کو حالات کی اطلاع کرے ۱۴۲

متقی عالم کا اپنے اوصاف انتفاعِ طالبین کے لیے بیان کرنا ۱۴۳

کاملین کو محبتِ طبعیہ حق تعالیٰ سے غافل نہیں کرتی ۱۴۴

تدابیرِ شرعیہ کا اہتمام منافی کمال نہیں ۱۴۴
حضرت حواء علیہاالسلام کی تاریخ ۱۴۴
دوستی کا اصل معیار امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے ۱۴۶
مشایخ کے لیے مریدین پر عفو وکرم کی تعلیم ۱۴۷
مسائل السُّلوک از بیان القرآن ۱۴۸
اصلاحِ نفس کا مدار ۱۴۹
اصلاحِ قلب کی اہمیت ۱۵۰
قلب کا مفہوم ۱۵۲
قلبِ سلیم کی تفسیر ۱۵۳
حقوقِ مصلح اور آدابِ اصلاح ۱۵۶
آدابِ سلوک کے متعلق چند اشعار مع تشریح ۱۸۰
ادعیہ خزائنِ قرآن و حدیث ۲۰۱
خزائنِ قرآن ۲۰۱
خزائنِ احادیث ۲۰۷
ہر پریشانی کو دُور کرنے کی دعا ۲۱۹
سوئے قضا سے حفاظت کی دعا ۲۲۰
مزاح سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ۲۲۱
پرندوں کو دل بہلانے کے لیے پالنا ۲۲۳
شرائطِ مزاح ۲۲۴
بابِ اوّل.... سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے چند روشن منارے ۲۲۵
کمالِ ایجازِ کلام اور علاجِ غضب ۲۲۵
کمالِ عقلِ نبوت کی ایک تابندہ مثال ۲۲۶

رِسالت اور بادشاہت میں فرق ۲۲۷

فتح مکہ اور کمالِ عبدیت ۲۲۷

تیئس سالہ دورِ نبوت کی جامع دُعا ۲۲۸

زبانِ رسالت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا ۲۲۹

سنتِ نبوی کی قیمت ۲۳۰

بابِ دوم: خصوصیاتِ اُمّتِ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ۲۳۱

خصوصیت نمبر۱: جماعت کی نماز ۲۳۱

خصوصیت نمبر ۲: اَلْاِسْتِرْجَاعُ ۲۳۲

خصوصیت نمبر ۳ .... ۲۳۴

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اُمت کی مزید پانچ خصوصیات ۲۳۵

علمِ نحو سے صحبتِ اہل اللہ کی ضرورت پر عجیب استدلال ۲۳۶

تاثیرِ صحبت کی دوسری عجیب و غریب مثال ۲۳۷

اسمِ ذاتِ حق اور ہماری آہ کا تعلق ۲۳۷

شانِ محبوبیتِ باری تعالیٰ کی عجیب دلیل ۲۳۹

تقویٰ پر فجور کی تقدیم کا سبب ۲۴۰

نمازِ عیدین کے راستوں کو بدلنے کے اَسرار ۲۴۰

خوفِ استدراج سے استدراج نہیں ہوتا ۲۴۱

مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاٰنِیْ سے کوئی صحابی نہیں بن سکتا ۲۴۲

علمی استعداد کے لیے مجرب تدبیر ۲۴۲

غمِ مجاہدہ قربِ حق تعالیٰ کا ذریعہ ہے ۲۴۲

حسنِ فانی پر عشق کا جنازہ ۲۴۳

مفت دینی خدمت کرنا اہلِ حق ہونے کی دلیل نہیں ۲۴۳

علماء پر دین کی جاگیرداری کا باطل الزام ۲۴۳
استقامت اور حسنِ خاتمہ کے لیے نو مدلل نسخے ۲۴۴
اللہ والی محبت کی پانچ شرطیں ۲۵۲
حلاوتِ ایمانی کی پانچ علامات ۲۵۲
اصلاحِ نفس اور حصولِ نسبت مع اللہ کی تدابیر ۲۵۶
آیت وَعَصٰۤی اٰدَمُ رَبَّهٗ کی تفسیر ۲۶۰
آیت مَعِيْشَةً ضَنْكًا کی تفسیر ۲۶۱
آیت وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ کی تفسیر ۲۶۲
حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم الشان کرامت ۲۶۳
فضیلتِ علم اور علماء قرآن و حدیث کی روشنی میں ۲۶۸
علماء کی فضیلت میں چند احادیثِ مبارکہ ۲۶۹
علماء سے کیا مراد ہے؟ ۲۷۴
فضیلتِ علم ۲۷۷
قرآنِ پاک میں علماء کے پانچ اوصاف ۲۷۸
گلشنِ دنیا کی زینت پانچ چیزوں سے ہے ۲۸۰
حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی فضیلت ۲۸۰
علمِ نافع کے لیے پانچ شرائط ۲۸۱
پانچ چیزوں کی طلب ۲۸۱
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ۲۸۱
مجالسِ علماء کی فضیلت ۲۸۲
مختلف لوگوں کی صحبتوں کے اثرات ۲۸۳
سات چیزوں کا علم سات حضرات کو دیا گیا ۲۸۳

قیامِ لیل کی فضیلت مع فضیلتِ علم ۲۸۴
اہلِ علم کے لیے خصوصی نصیحت ۲۸۶
اہلِ علم کی مقبولیت کی علامت ۲۸۷
حقیقی علم پر خشیت کے آثار لازم ہیں ۲۸۹
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خشیت ۲۸۹
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خشیت ۲۸۹
حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خشیت ۲۸۹
حکایت حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ۲۹۰
حکایت حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ ۲۹۰
حکایت حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۲۹۱
ارشاداتِ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ ۲۹۱
ارشاد حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ۲۹۲
عالم اور عارف کا فرق ۲۹۲
خلاصۃ المقالہ ۲۹۲
خشیت اور خوف کا فرق ۲۹۳
علم اور ذکر کا تعلق ۲۹۳
انعامِ ذکر ۲۹۴
سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا نو سیکنڈ کا عجیب جامع وعظ ۲۹۵
بیوی کے متعلق تمام پریشانیوں کا علاج ۲۹۸
بیوی کی نااتفاقی کی وجہ سے کلفت اُٹھانا بھی مجاہدہ ہے ۲۹۸
نوافل میں بیوی کی طرف میلان میں حرج نہیں ۲۹۹
محبوبہ بیوی کی موت سے صدمہ کا علاج ۳۰۰

بیوی سے محبت بڑھنا علامتِ تقویٰ ہے ۳۰۰
شوہر کی چیز بلااجازت چندہ وغیرہ میں دینا جائز نہیں ۳۰۱
بیوی کا ستانا بھی مجاہدہ ہے ۳۰۱
مباشرتِ اہل کا خلاف نفس کشی نہ ہونا ۳۰۱
بی بی سے محبت کا غیر مضر ہونا ۳۰۲
بی بی اور بچوں کے پاس ذکر کرنا ۳۰۳
شوہر مرحوم پر صبر اختیاری ہونا چاہیے ۳۰۴
عورت کو عمدہ کپڑے پہننے کے متعلق ہدایات ۳۰۴
بیوی کاہمراہ آنا نفع باطن کے منافی نہیں ۳۰۵
فساد بین الزوجین اصل ہے سینکڑوں فساد کی ۳۰۵
بیبیاں حوروں سے افضل ہوں گی ۳۰۵
بی بی کا ایک حق جیب خرچ بھی ہے ۳۰۶
عورتوں کی اصلاح کا بہترین طریقہ ۳۰۶
اللہ تعالیٰ کی سفارش عورتوں کے بارے میں ۳۰۷
ہر صورت میں مردوں کو اپنی بیبیوں کی قدر کرنا چاہیے ۳۰۷
آج کل عورتوں کی اصلاح کا طریق ۳۰۸
عورتوں کی دو صفات قابلِ تعریف ہیں ۳۰۸
عیب جوئی، عجب اور تکبر کا علاج ۳۰۹
غرور و تکبر کا علاج ۳۰۹
علمی و عملی عجب کا علاج ۳۱۰
عجب کا علاج ۳۱۰
کبر کا علاج ۳۱۱

کبر کی علامت ٣١٢
عجب کا علاج ٣١٣
کبر کیا ہے؟ ٣١٦
کبر کا علاج ٣١٦
وسوسۂ کبر کا علاج ٣١٦
عجب و کبر کا علاج ٣١٧
علاجِ کبر از مرقاۃ ٣١٩
اہل اللہ اور مشایخ کی صحبت کے برکات اور فوائد ٣١٩
کاملین کی صحبت کتنی ہو؟ ٣٢٠
اہل اللہ کی صحبت فرضِ عین ہے ٣٢١
اہل اللہ کی نظر کے برکات ٣٢٢
حیاتِ ایمانی ٣٢٣
اہل اللہ کی صحبتیں جنت کے باغ ہیں ٣٢٣
صحبتِ اہل اللہ کے منکرین علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں ٣٢٤
صراطِ مستقیم اور اہل اللہ کی رفاقت ٣٢٤
حسنِ رفاقت مطلوب ہے ٣٢٥
منعم علیہم صراطِ مستقیم کے بدل الکُل ہیں ٣٢٦
صحبت کے برکات کی حسّی مثالیں ٣٢٦
صحبت کے باوجود نفع نہ ہونے کی وجہ ٣٢٧
حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ٣٢٨
حضرت مولانا پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ٣٢٨
علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ٣٢٩

علامہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ۳۲۹
حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ۳۲۹
حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ۳۳۰
حضرت خواجہ معصوم باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ۳۳۰
علامہ سیّد سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ۳۳۰
حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ۳۳۱
شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ۳۳۱
حضرت مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ۳۳۲
ارشادِ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ۳۳۲
تربیت اور صحبتِ اہل اللہ کی تفہیم کے لیے دو عجیب مثالیں ۳۳۳
ایک سبق آموز واقعہ ۳۳۶
صحبتِ اہل اللہ سے متعلق حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے چند ارشادات ۳۳۷
فیضِ مرشد کا ثبوت (قرآنِ پاک کی روشنی میں) ۳۴۰
ذکر اور فکر کے برکات و ثمرات ۳۴۰
کثرتِ ذکر پر وعدۂ فلاح ۳۴۳
ذکر اللہ کے انوار شہوتِ نفسانیہ کی آگ کو ٹھنڈا کردیتے ہیں ۳۴۴
ہزاروں بار گناہ کرنے سے بھی سکون نہیں مل سکتا ۳۴۴
بدنگاہی آنکھوں کا زنا ہے ۳۴۶
نفس کا مزاج گناہ کے باب میں مثل دوزخ کے ہے ۳۴۶
ذکر سے کیا مراد ہے؟ ۳۴۹
ذکرِ قلبی پر چند اشعار ۳۵۱
ذکرِ قلبی کا ایک خاص انعام ۳۵۲

ذکر کو شکر پر مقدم کرنے کی حکمت ۳۵۴
مجلسِ ذکر کے فوائد ۳۵۶
سکینہ کی تفسیر ۳۵۷
اہل اللہ کا ذکر ملائکہ کے ذکر سے افضل ہے ۳۵۸
مفہوم ذکر اللہ جل شانہٗ ۳۵۹
صدورِ معاصی کے بعد "ذَکَرُوا اللّٰہَ" سے کیا مراد ہے؟ ۳۶۰
ذکری فرقہ کا ابطال ۳۶۲
ذکرِ مقبول کی علامت ۳۶۲
استغفارِ حقیقی سے کیا مراد ہے؟ ۳۶۲
حضورِ استغفاری ۳۶۳
جو حیا مانعِ استغفار و توبہ ہو وہ مردود و مذموم ہے ۳۶۵
اصرار علی الذنب کی صحیح تعریف ۳۶۶
عاشقانہ ذکر کی تیز رفتاری اور جلد منزل رسی ۳۶۸
والہانہ ذکر اور حالتِ ذکر میں وجد کا ثبوت ۳۶۹
ذکر سے حیاتِ حقیقی عطا ہوتی ہے ۳۷۰
ذکر اللہ سے رتبۂ انسانیت کی معراج ۳۷۲
اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذوق اور ذکر اللہ کا نفع کامل ۳۷۴
کظم اور غیظ کی تعریف ۳۷۵
غیظ و غضب کا علاج (احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں) ۳۷۷
وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ۳۷۸
حقیقتِ غضب جب بندوں کی طرف منسوب ہو ۳۷۹
غضب کی حقیقت جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو ۳۷۹

بے جا غصہ اور اس کا علاج دَافِعُ الْغَضَبِ ۳۸۰
مسائل السلوک از بیان القرآن ۳۸۲
اہل اللہ اور اہلِ نفس کے غضب میں فرق ۳۸۳
نسخۂ اکسیرِ غضب ۳۸۵
اللہ تعالیٰ کے غضب اور مخلوق کے غضب میں فرق ۳۸۶
غضب کے متعلق چند احادیثِ مبارکہ ۳۸۷
اہلِ غضب کی چار قسمیں ۳۸۸
معالجات الغضب ۳۸۹
اہل اللہ سے محبت کے دس انعام (احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں)............ ۳۹۰
انعامِ اوّل... اللہ تعالیٰ کی محبت کا عطا ہونا ۳۹۱
انعامِ ثانی... حلاوتِ ایمانی ۳۹۶
حلاوتِ ایمانی کی پانچ علامات ۳۹۶
انعامِ ثالث ...حُسنِ خاتمہ کا مقدر ہونا ۳۹۷
انعامِ رابع... ستّر ہزار فرشتوں کی دعا ۳۹۷
فضیلت زیارتِ صالحین ۳۹۹
انعامِ خامس ... متحابّین فی اللہ کا محشر اور جنت میں ساتھ ہونا ۳۹۹
انعامِ سادس... روزِ محشر عرش کا سایہ نصیب ہونا ۴۰۱
انعامِ سابع ... مخلوق میں اکرام اور محبوبیت ۴۰۳
انعامِ ثامن ... قلیل مدت میں دیندار اور صالح بن جانا ۴۰۶
انعامِ تاسع ... جنّت میں معیّت ۴۰۸
انعامِ عاشر ... نور اور موتی کے منابر پر بیٹھنا نصیب ہو گا........................ ۴۱۰
غبطہ اور حسد میں فرق ۴۱۳

محبتِ الٰہیہ کے حصول کے لیے چار اعمال ۴۱۴
تَقَدُّمِ تَحَابُب کا فائدۂ عظیمہ ۴۱۶
اہل اللہ کی صحبت کا ایک عظیم الشان انعام ۴۱۸
صالحین کی بستی کے برکات ۴۲۱
صالحین کی بستی پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے ۴۲۱
ذاکرین کی مجالس جنت کے باغ ہیں ۴۲۲
اللہ تعالیٰ سے تعلقِ خاص کی علامات ۴۲۳
صالحین کی بستی اور سامانِ مغفرت ۴۲۴
تشریح حدیثِ مذکور از فتح الباری ۴۲۶
تشریح حدیثِ مذکور از شرح مسلم ۴۲۸
خوف و خشیتِ الٰہیہ ۴۳۰
حکمِ بُکاء یعنی رونے کا حکم ۴۳۰
آنسوؤں کی فضیلت ۴۳۱
حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے حالات ۴۳۲
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حالات ۴۳۳
نجات کا راستہ ۴۳۴
سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا رونے والی آنکھوں کے لیے ۴۳۵
حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ۴۴۰
گریۂ ندامت اور گناہ گاروں کے آنسوؤں کی قیمت ۴۴۰
خشیت اور محبت کے آنسوؤں پر بروزِ محشر سایۂ عرش کی بشارت ۴۴۱
تنہائی کے آنسوؤں کی قدر و منزلت ۴۴۴
ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ۴۴۵

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خشیت ۴۴۵
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ۴۴۵
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ۴۴۶
حکایت حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۴۴۶
ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا واقعہ ۴۴۷
اللہ کے نزدیک دو محبوب قطرے ۴۴۸
بے حساب مغفرت کی تدبیر ۴۴۸
حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ کا ارشاد ۴۴۹
بیان نالۂ گناہ گاراں ۴۵۰
اسمِ اعظم کی تحقیق ۴۵۴
صمد کی تعریف ۴۶۱
قبولیتِ دعا کی عظیم الشان تدبیر ۴۶۲
ہر پریشانی میں نمازِ حاجت کا معمول بنانا چاہیے ۴۶۴
حلیم و کریم کی تعریف ۴۶۵
دعا مانگنے کا مسنون طریقہ ۴۶۵
چلتے پھرتے نعرۂ مغفرت ۴۶۶
گناہ گاروں کے دعا مانگنے میں حجاب اور اس کا علاج ۴۶۷
بزمِ اشرف کا چراغ ۴۷۰
زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے ۴۷۰
مقامِ تَبَتُّل کی تفسیر ۴۷۰
حسنِ اخلاق کی تعریف ۴۷۱
روحانی طاقت کا استعمال نفس کے ساتھ جہاد میں ہے ۴۷۲

شانِ رحمتِ حق ۴۷۲
شیطان محبت سے محروم تھا ۴۷۲
کیا سلوک صرف بزرگوں کی نظر سے تکمیل پاتا ہے؟ ۴۷۳
ہر پریشانی کا علاج ۴۷۴
علاجِ بلا ۴۷۴
تدبیرِ مغفرت ۴۷۴
اتباعِ سنّت کا انعام ۴۷۵
دعا مانگنے کا عجیب مضمون ۴۷۵
تربیتِ روحانی اور ذکر ۴۷۵
نعمتِ الٰہیہ کی قدر ۴۷۶
تکلیف سے نجات کا ایک وظیفہ ۴۷۶
حضرت علامہ سیّد سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ۴۷۶
علماء کی تربیت کے لیے عجیب اور مفید مثال ۴۷۷
تاثیر صحبتِ اہلِ دل ۴۷۸
دولتِ عشق ۴۷۹
حاصلِ تصوف ۴۷۹
دورِ حاضر کی ترقی کا مفہوم ۴۸۰
کثرتِ مصافحہ سے عجب کا علاج ۴۸۰
ایک عبرتناک واقعہ ۴۸۰
تلافی مافات ۴۸۱
تعمیرِ باطن کی اہمیت ۴۸۱
استغراق اور اختیار ۴۸۱

بعض مشہور مصرعہ کا تکملہ ۴۸۱

حقِ عظمت اور حقِ محبت ۴۸۲

بزرگوں سے تعلق ۴۸۲

جملہ پریشانیوں کا عجیب حکیمانہ علاج ۴۸۳

تکرارِ نصائح کا اِفادہ ۴۸۳

طرزِ اصلاح کے متعلق ضروری تنبیہ ۴۸۴

مشائخ بھی اپنی اصلاح سے مستثنیٰ نہیں ۴۸۴

صحبتِ اہل اللہ اس زمانے میں فرضِ عین ہے ۴۸۴

خبردار! آنے والا وقت قریب آرہا ہے ۴۸۷

دنیا کیا ہے؟ ۴۹۰

درسِ مثنوی حضرت جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ ۴۹۴

علاج عشقِ مجازی سے متعلق خصوصی ہدایات ۴۹۸

علاجِ عشقِ مجازی ۵۰۰

نفس کی تعریف اور اس کی اَقسام ۵۰۲

نفس امّارہ بالسوء ۵۰۳

اولیائے کرام کے تحفظ کا سبب ۵۰۳

ارشاد امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ۵۰۳

ارشاد حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ ۵۰۴

نفسِ لوّامہ ۵۰۴

تفسیر نفسِ مطمئنہ ۵۰۷

اطمینان کی لغوی تحقیق ۵۰۹

نفسِ مطمئنہ کی ایک عارفانہ تفسیر ۵۰۹

سکینہ کی تعریف ۵۱۱
نفسِ مطمئنہ کو لوٹنے کا حکم ''اِلٰی رَبِّکِ'' کے عنوان سے کیوں ہے؟ ۵۱۳
وصیت نامہ برائے اولادِ نسبی و احبابِ خصوصی ۵۱۷
مؤمن کی استقامت پر انعاماتِ الٰہیہ ۵۲۱
خوف اور حزن کی تعریف ۵۲۴
تَشْتَهِیْ اور تَدَّعُوْنَ میں فرق ۵۲۷
مجاہدہ کا مفہوم اور اس کے ثمرات ۵۲۹
وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا کی تفسیر ۵۲۹
نفس کے ساتھ جہاد جہادِ اکبر ہے ۵۳۰
نفس کی تین جامع تعریفیں ۵۳۱
فِیْنَا کی تفسیر ۵۳۲
لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا کی تفسیر ۵۳۳

عرضِ مؤلف

احقر حکیم محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتا ہے کہ مختلف ایّام میں مختلف مضامین ''محبت و معرفت'' کے حق تعالیٰ شانہٗ کی توفیقات سے جمع ہوتے رہے۔ چوں کہ معرفت کے لیے محبت لازم ہے، اس لیے صرف لفظِ معرفت پر اکتفا کیا گیا اور اس مجموعہ کا نام ''کشکولِ معرفت'' رکھا گیا اور لفظِ کشکول میں مضامینِ متفرقہ کی رعایت رکھی گئی۔

آخر میں مولوی محمد اسماعیل سلمہٗ کے ترتیب دیے ہوئے دو مضمون منسلک ہیں، جن کو احقر نے من و عن دیکھ لیا ہے اور مناسب اصلاح بھی کر دی ہے، یہ مضمون بھی دراصل احقر کے ہی مضمون ہیں جن کو سن کر موصوف نے قلمبند کیے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کتاب کو شرف حسنِ قبول فرما کر امتِ مسلمہ کے لیے نافع فرماویں اور احقر کے لیے اور اس کے والدین کے لیے اور اس کے اساتذہ ومشائخ کے لیے صدقۂ جاریہ بنائیں، آمین۔

اے خداوندا اینخم و کوزہ مرا
در پذیر از فضل اللہ اشترا
(رومیؒ)

العارض
محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ
۱۴ / ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ

کشکولِ معرفت

اہل اللہ کی محبت وصحبت کے فیوض وبرکات

قرآنِ پاک اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں

حلاوتِ ایمانی اور جنت کی بشارت

حُبِّ درویشاں کلید جنت است
دُشمنی ایشاں سزائے لعنت است

(بابا فرید عطار رحمۃ اللہ علیہ)

دُرویشوں کی محبت جنت کی کنجی ہے اور ان سے عداوت لعنت کی سزا ہے۔

تحقیق لفظ دُرویش ولفظ خانقاہ

دُرویش کے دال پر پیش ہے اور ویش کے معنیٰ مثل ہے، جیسے پری وش، پری کی طرح۔ اسی طرح ویش دراصل وش تھا۔ دُروش، موتی کی طرح، اللہ والے موتی کی طرح ہیں، اس لیے ان کو دُرویش کہا جاتا ہے۔ اور اگر دال پر زبر کے ساتھ دَرویش ہو تو یہ لفظ دراصل درویز تھا اور ویز آویز تھا، درآویز کا مفہوم ہے دروازوں پر لٹکنے والے، پس یہ لفظ زبر کے ساتھ گداگروں اور بھک منگوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، یہ اللہ والوں کے لیے نامناسب ہے، جیسا کہ خواجہ صاحب کا شعر ہے ؎

شاہ صاحب جو سمجھتا ہے تو بھک منگوں کو
تونے دیکھی ہی نہیں وہ صورتِ شاہانہ ابھی

اللہ والوں کے لیے دُرویش پیش کے ساتھ کی تائید اس شعر مثنوی سے بھی ہوتی ہے۔

گر تو سنگِ خارا و مرمر بوی
چوں بصاحبِ دل رسی گوہر شوی

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اے شخص! اگر تو سنگِ خارہ اور سنگِ مرمر ہے یعنی سینے میں غفلت زدہ دل رکھتا ہے، تو کسی اللہ والے اہلِ دل کے پاس بیٹھا کر تاکہ گوہر (موتی) ہو جاوے۔ اللہ والوں کا دل واقعی موتی بلکہ اس سے بھی قیمتی ہوتا ہے، کیوں کہ ان کا دل اپنے دردِ محبت کے فیض سے دوسروں کے دلوں کو بھی درد بھرا دل بنا دیتا ہے۔

جو دل کہ تیری خاطر فریاد کر رہا ہے
اُجڑے ہوئے دلوں کو آباد کر رہا ہے

خانقاہ کے معنیٰ کیا ہیں؟

صاحبِ ''غیاث اللغات'' لکھتے ہیں کہ ''مکان بودن دُرویشاں و مشائخ'' یعنی جس جگہ چند اللہ والے رہتے ہوں، اسی جگہ کو ''خانقاہ'' کہتے ہیں، خواہ صحرا ہو یا چمن ہو۔

پھرتا ہوں دل میں درد کا نشتر لیے ہوئے
صحرا و چمن دونوں کو مضطر کیے ہوئے

دُرویشوں کی محبت جنت کی کنجی ہے

اللہ والوں کی محبت جنت کی کنجی ہونے پر ایک حدیث سے استدلال احقر پیش کرتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

ثَلَاثٌ مَنْ کُنَّ فِیْهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْاِیْمَانِ

تین باتیں جس کے اندر ہوں گی وہ ان کے سبب ایمان کی حلاوت پائے گا۔ ان تین میں سے ایک سبب یہ ہے:

مَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهُ اِلَّا لِلّٰهِ[1]

جو شخص کسی بندے سے صرف اللہ کے لیے محبت کرے۔

حضرت ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ

وَقَدْ وَرَدَ أَنَّ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ إِذَا دَخَلَتْ قَلْبًا لَا تَخْرُجُ مِنْهُ اَبَدًا، فَفِيْهِ اِشَارَةٌ إِلٰى بَشَارَةِ حُسْنِ الْخَاتِمَةِ لَهٗ[2]

تحقیق وارد ہے کہ بے شک حلاوت ایمان کی جب کسی دل میں داخل ہوتی ہے تو پھر کبھی اس سے نہیں نکلتی اور اس کے اندر حسنِ خاتمہ کی بشارت کا اشارہ ہے۔

پس اہل اللہ سے محبت کا جنت کی کنجی ہونا معلوم ہوگیا، جب حسنِ خاتمہ ملے گا تو جنت بھی ملے گی۔

حکیم الامت حضرت تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ حسنِ خاتمہ کے لیے تین عمل مجرب ہیں:

۱) پہلا طریقہ یہ ہے کہ موجودہ ایمان پر شکر ادا کرتا رہے، تاکہ بقاعدہ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ[3] ..الخ اگر تم شکر ادا کروگے تو ہم اس نعمت کو زیادہ کریں گے۔ پس ایمان میں ترقی کا نسخہ بھی یہی ہے، یہ شکر ایمان کے صرف بقاء کا ذریعہ ہی نہیں بلکہ ترقی کا بھی ذریعہ ہے۔

۲) دوسرا طریقہ حسنِ خاتمہ کا یہ ہے کہ ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا الحاح سے مانگ لیا کرے:

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ[4]

اے ہمارے رب! ہمارے دِلوں کو حق سے نہ ہٹایئے بعد اس کے کہ آپ نے حق کی

---

[1] صحیح البخاری:۱/۷، کتاب الایمان، باب من کرہ ان یعود فی الکفر، المکتبۃ المظھریۃ
[2] مرقاۃ المفاتیح:۱/۴۷، کتاب الایمان، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان
[3] ابرٰھیم:۷
[4] اٰل عمرٰن:۸

طرف راہ دکھایا اور ہم کو اپنے پاس سے رحمتِ خاصّہ عطا فرمائیے (یعنی راہِ مستقیم پر جما کر رکھیے) اور آپ بڑے عطا فرمانے والے ہیں۔

علامہ آلوسی سید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ عدمِ ازاغت کے مقابلے میں جس رحمت کو طلب کرنے کا ذکر ہے، اس سے مراد رحمتِ عام کے ساتھ یہاں رحمتِ خاص بھی ہے:

اَلْمُرَادُ بِالرَّحْمَةِ الْإِنْعَامُ الْخَاصُّ وَهُوَ التَّوْفِيْقُ لِلثَّبَاتِ عَلَى الْحَقِّ، وَفِيْ سُؤَالِ ذَالِكَ بِلَفْظِ الْهِبَةِ إِشَارَةٌ إِلٰى أَنَّ ذَالِكَ مِنْهُ تَعَالٰى تَفَضُّلٌ مَّحْضٌ مِنْ غَيْرِ شَائِبَةِ وُجُوْبٍ عَلَيْهِ عَزَّ شَأْنُهٗ[۵]

اس رحمت سے مراد رحمتِ خاصّہ ہے اور وہ حق پر رہنے کی توفیق ہے، اور لفظِ ہبہ سے سوال سکھانے میں تعلیم ہے کہ جس طرح ہبہ بدون معاوضہ ہوتا ہے اور صرف عنایاتِ واہب سے ہوتا ہے اسی طرح استقامت کی نعمت محض عطائے حق ہے، فضلِ محض ہے، ضابطہ سے نہیں ملے گا، صرف زاری اور الحاح سے دعا کرنے سے ملے گا۔

کما قال العارف الرومی رحمہ اللہ تعالٰی؎

زور را بگذار و زاری را بگیر
رحم سوئے زاری آید اے فقیر

طاقت سے یہ دولت نہیں ملتی، رونے سے کام بنتا ہے، اے فقیر! رحمتِ حق سوئے گریہ وزاری متوجہ ہوتی ہے۔

اور اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ سوال کی تعلیل ہے۔ یعنی لِأَنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ہم آپ سے اس رحمتِ خاصّہ کو بطورِ ہبہ اس لیے مانگتے ہیں کہ آپ بہت بخشش کرنے والے اور بہت عطا کرنے والے ہیں۔ واہ رے میرے کریم مالک! مانگنے والوں کے لیے اپنی کیسی صفت بیان فرمادی کہ ہر گناہ گار یہ دولت مانگ لے، حجاب نہ ہو۔

---

۵ روح المعانی: ۹۰/۳، اٰل عمرٰن (۸)، دار احیاء التراث، بیروت

یہ نعمتِ ہدایت اور توفیق حق تعالیٰ کی ولایت کی تفسیر ہے۔ حضرت آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس آیت اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ کی تفسیر میں کہ حق تعالیٰ کی طرف سے ظلمات سے اخراج بذریعۂ ہدایت وتوفیق یہ ولایت کی تفسیر ہے يُخْرِجُهُمْ بِهِدَايَتِهٖ وَتَوْفِيْقِهٖ وَهُوَ تَفْسِيْرُ الْوِلَايَةِ اور ولی کی تفسیر میں فرمایا أَيْ مُعِيْنُهُمْ وَمُحِبُّهُمْ وَمُتَوَلِّيْ أُمُوْرِهِمْ وَأَفْرَدَ النُّوْرَ لِوَحْدَةِ الْحَقِّ وَجَمَعَ الظُّلُمَاتِ لِتَعَدُّدِ فُنُوْنِ الضَّلَالِ[۶] یعنی اللہ تعالیٰ ان کا معین ہے اور ان کا محب ہے اور ان کے امور کا متولی ہے، اور نور کو مفرد بیان فرمایا بوجہ اس کے کہ حق ایک ہوتا ہے اور ظلمات کو جمع کے صیغہ سے بیان فرمایا بوجہ اس کے کہ گمراہی کے انواع متعدد ہوتے ہیں۔

استقامت کی دعا حدیث سے

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثِيْرًا مَّا يَدْعُوْ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ[۷]

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ اے دِلوں کے بدلنے والے! ہمارے دل کو اپنے دین پر قائم رکھیے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ اکثر یہ دعا کیوں مانگا کرتے ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ

لَيْسَ مِنْ قَلْبٍ إِلَّا وَهُوَ بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ إِنْ شَاءَ أَنْ يُّقِيْمَهٗ أَقَامَهٗ وَإِنْ شَاءَ أَنْ يُّزِيْغَهٗ أَزَاغَهٗ[۸]

نہیں کوئی قلب مگر وہ اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے۔ اگر چاہے قائم رکھے حق پر اور اگر چاہے ٹیڑھا کرنا تو ٹیڑھا کردے۔

---

۶ روح المعانی: ۳/۱۴، البقرۃ (۲۵۷)، دار احیاء التراث، بیروت

۷ جامع الترمذی: ۲/۳۶، باب ما جاء ان القلوب بین اصبعی الرحمٰن، ایچ ایم سعید

۸ کنز العمال: ۱۱/۲۳۳ (۱۱۶۸)، مؤسسۃ الرسالۃ

۳) تیسرا طریقہ حسنِ خاتمہ نصیب ہونے کا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ گاہ گاہ اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کے پاس جاتے رہو اور ان کی صحبت میں رہو۔ یہ ہے **کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ اَیْ خَالِطُوْھُمْ لِتَکُوْنُوْا مِثْلَھُمْ**[۹] جس ولی کے پاس طالب رہتا ہے اس کی صحبت کی برکت سے ویسا ہی ولی بن جاتا ہے۔ حسنِ خاتمہ جس طرح اللہ والوں کی محبت اور صحبت سے نصیب ہوتا ہے اسی طرح ان کی عداوت سے سوئے خاتمہ کا اندیشہ ہوتا ہے۔

محبت کی عظیم الشان کرامت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ[۱۰]

آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ محبت کرے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور سوال کیا کہ جو آدمی کسی قوم سے محبت رکھے (یعنی علماء وصلحاء سے محبت رکھتا ہے۔ مرقاۃ) **وَلَمْ یَلْحَقْ بِھِمْ** اور ان کے اعمالِ نافلہ اور ریاضاتِ شاقّہ میں ان کا ساتھ نہ دے سکا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ **اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ**۔

مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

أَیْ یُحْشَرُ مَعَ مَحْبُوْبِہٖ وَیَکُوْنُ رَفِیْقًا لِّمَطْلُوْبِہٖ قَالَ تَعَالٰی: وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ[۱۱]

۹؎ روح المعانی:۱۱/۵۶، التوبۃ (۱۱۹)، دار احیاء التراث، بیروت

۱۰؎ صحیح البخاری:۲/۹۱۱ (۶۱۹۸)، باب علامۃ الحب فی اللہ، المکتبۃ المظھریۃ

۱۱؎ مرقاۃ المفاتیح:۹/۲۱۳ (۵۰۰۸)، باب الحب فی اللہ ومن اللہ، المکتبۃ العلمیۃ، بیروت

محبت کی برکت سے اس محب کا حشر اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا اور اسی کا رفیق ہوگا، جیسا کہ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے کہ جو اللہ اور رسول کا مطیع ہوگا وہ ان ہی منعم علیہم انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوگا۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

محبت کی کرامت سے محبوب کی معیت کی تائید میں ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو آیت پیش کی ہے، اس میں تو اطاعت کی قید ہے محبت کا لفظ ہی نہیں۔ جواب یہ ہے کہ اطاعت محبتِ کاملہ صادقہ کے لیے لازم ہے، پس اس آیت میں ملزوم کی تعبیر لازم سے کی گئی ہے جو فنِ بلاغت میں علاقہ مجازِ مرسل کہلاتا ہے۔ اور اصطلاح میں اس کو تَسْمِیَۃُ الْمَلْزُوْمِ بِاسْمِ اللَّازِمِ کہتے ہیں۔ چناں چہ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَمِنْ عَلَامَةِ الْمَحَبَّةِ الصَّادِقَةِ أَنْ يَّخْتَارَ أَمْرَ الْمَحْبُوْبِ وَنَهْيَهٗ عَلٰى مُرَادِ غَيْرِهٖ وَلِذَا قَالَتْ رَابِعَةُ الْعَدَوِيَّةُ

تَعْصِي الْاِلٰهَ وَأَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهٗ
هٰذَا لَعَمْرِيْ فِي الْقِيَاسِ بَدِيْعٌ

لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَّأَطَعْتَهٗ
إِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُّحِبُّ مُطِيْعٌ[۱۲]

محبتِ صادقہ کی علامت یہ ہے کہ محبوب کے حکم کو بجالائے اور نہی سے رُک جاوے اور غیر محبوب کو کبھی ترجیح نہ دے، جیسا کہ رابعہ عدویہ فرماتی ہیں کہ تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اور محبت بھی ظاہر کرتا ہے، یہ عجیب بات ہے! اگر تیری محبت صادق ہوتی تو اطاعتِ محبوب بھی ضرور کرتا، کیوں کہ ہر محب اپنے محبوب کی اطاعت کرتا ہے۔

---

۱۲ مرقاۃ المفاتیح: ۹/۲۱۴ (۵۰۰۹)، باب الحب فی اللہ ومن اللہ، المکتبۃ العلمیۃ، بیروت

محبت واطاعت پر معیتِ موعودہ کی تفصیلی تحقیق

تفاسیر اور احادیث کی روشنی میں

کیا محبت پر معیت سے یہ مراد ہے کہ جنت میں سب ایک ہی درجہ میں جمع ہوں گے اور فاضل اور مفضول میں فرق نہ رہے گا؟

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

جب اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! جنت میں کس طرح بعض کو بعض دیکھیں گے؟ تو یہ آیت نازل ہوئی مَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اِنَّ الۡاَعَلِّيۡنَ يَنۡحَدِرُوۡنَ اِلٰى مَنۡ هُوَ اَسۡفَلُ مِنۡهُمۡ فَيَجۡتَمِعُوۡنَ فِىۡ رِيَاضِهَا اعلیٰ جنت کے لوگ اسفل والوں کے پاس نزول فرماویں گے اور جنت کے باغوں میں جمع ہوا کریں گے۔ وَاِنَّ هٰذِهِ الۡمَعِيَّةَ وَالۡمُوَاجَهَةَ وَالۡمُجَامَلَةَ تَخۡتَلِفُ بِاخۡتِلَافِ حُسۡنِ الۡمُعَامَلَةِ۔ وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ اور ہر شخص کی معیت اپنے بزرگوں کے ساتھ حسبِ اختلاف حسنِ معاملہ مختلف ہوگی۔[۱۳]

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ "بیان القرآن" میں اس معیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ ساتھ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ یہ اشخاص ان حضرات کے درجہ میں چلے جاویں گے، کیوں کہ یہ اس نصِ قطعی کے خلاف ہے هُمۡ دَرَجَاتٌ عِنۡدَ اللّٰهِ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اپنے درجہ سافلہ سے ان کے درجہ عالیہ میں پہنچ کر ان کی زیارت سے اور اس درجہ کے برکات سے مشرف ہوا کریں گے۔[۱۴]

---

[۱۳] مرقاۃ المفاتیح:۲۱۵/۹(۵۰۰۹)، باب الحب فی اللہ ومن اللہ، المکتبۃ العلمیۃ، بیروت

[۱۴] بیان القرآن : ۱۳۴، سورۃ النسآء

ایک استثنا

وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَاتَّبَعَتۡهُمۡ ذُرِّیَّتُهُمۡ بِاِیۡمَانٍ اَلۡحَقۡنَا بِهِمۡ ذُرِّیَّتَهُمۡ[۱۵]

سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مؤمنین کی وہ اولاد جو ایمان لائی ہوگی اور اعمال میں اپنے آباء واجداد سے کم ہوگی، ان کو ان کے درجے میں شامل فرمادیں گے۔ جیسا کہ احادیث میں مصرح ہے:

کَانُوۡا دُوۡنَهٗ فِی الۡعَمَلِ وَلَمۡ یَبۡلُغُوۡا دَرَجَتَكَ وَعَمَلَكَ
وَکَانَتۡ مَنَازِلُ اٰبَاءِهِمۡ اَرۡفَعَ[۱۶]

تو گو مقتضا ان کے انحطاطِ عمل کا انحطاطِ درجہ تھا، لیکن ان آباء مؤمنین کے اکرام و سرور کے لیے ہم ان کی اولاد کو بھی درجہ میں ان کے ساتھ شامل کردیں گے اور اس شامل کرنے میں ہم ان اہلِ جنت متبوعین کے عمل میں سے کچھ کم نہیں کریں گے۔[۱۷]

تمام مضامینِ بالا روح المعانی میں موجود ہیں۔ حضرت آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر روح المعانی میں ملاحظہ فرمایئے:

وَاتَّبَعَتۡهُمۡ ذُرِّیَّتُهُمۡ بِاِیۡمَانٍ اَلۡحَقۡنَا بِهِمۡ ذُرِّیَّتَهُمۡ (فِی الدَّرَجَةِ) عَنِ الۡبَیۡهَقِیِّ عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللهُ عَنۡهُمَا: إِنَّ اللهَ لَیَرۡفَعُ ذُرِّیَّةَ الۡمُؤۡمِنِ مَعَهٗ فِیۡ دَرَجَاتِهٖ فِی الۡجَنَّةِ وَإِنۡ کَانُوۡا دُوۡنَهٗ فِی الۡعَمَلِ لِتُقَرَّ بِهِمۡ عَیۡنُهٗ ثُمَّ قَرَأَ الۡاٰیَةَ۔ وَظَاهِرُ الۡاَخۡبَارِ أَنَّ الۡمُرَادَ بِاِلۡحَاقِهِمۡ بِهِمۡ اِسۡکَانُهُمۡ مَعَهُمۡ لَا مُجَرَّدَ رَفۡعِهِمۡ اِلَیۡهِمۡ وَاتِّصَالِهِمۡ بِهِمۡ اَحۡیَانًا وَلَوۡ لِلزِّیَارَةِ وَلَا یَبۡعُدُ مِنۡ فَضۡلِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ[۱۸]

---

[۱۵] الطور:۲۱

[۱۶] الدر المنثور:۷/۶۳۲، الطور (۲۱)، دار الفکر، بیروت

[۱۷] بیان القراٰن:۶۰، سورۃ الطور

[۱۸] روح المعانی:۲۷/۳۲، الطور (۲۱)، دار إحیاء التراث، بیروت

حضرت عبد اللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤمنین کی ذرّیات کو (بشرطِ ایمان) ان کے درجات میں جنت میں جمع فرمادیں گے، اگرچہ وہ اعمال میں کم ہوں گے، تاکہ وہ اپنی آنکھیں اپنی ذرّیات سے ٹھنڈی کریں۔ اور الحاق سے مراد مستقل سکونت ہے نہ کہ محض ان سے ملاقات اور زیارت کی اجازت۔

محبت پر ثمرۂ معیت کے متعلق علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ وَلَيْسَ الْمُرَادُ بِالْمَعِيَّةِ اتِّحَادُ الدَّرَجَةِ وَلَا مُطْلَقُ الْاِشْتِرَاكِ فِيْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ بَلْ كَوْنُهُمْ فِيْهَا بِحَيْثُ يَتَمَكَّنُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ مِنْ رُّؤْيَةِ الْاٰخَرِ وَزِيَارَتِهٖ مَتٰى أَرَادَ وَإِنْ بَعُدَتِ الْمَسَافَةُ بَيْنَهُمَا، وَذَكَرَ غَيْرُ وَاحِدٍ اَنَّهٗ لَا مَانِعَ مِنْ أَنْ يَّرْفَعَ الْأَدْنٰى إِلٰى مَنْزِلَةِ الْأَعْلٰى مَتٰى شَاءَ تَكْرِمَةً لَّهٗ ثُمَّ يَعُوْدُ وَلَا يَرٰى أَنَّهٗ أَرْغَدُ مِنْهُ عَيْشًا وَلَا أَكْمَلُ لَذَّةً لِأَنْ لَّا يَكُوْنَ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قَلْبِهٖ وَكَذَا لَا مَانِعَ مِنْ أَنْ يَّنْحَدِرَ الْأَعْلٰى إِلٰى مَنْزِلَةِ الْأَدْنٰى ثُمَّ يَعُوْدُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَّرٰى ذٰلِكَ نُقْصًا فِيْ مُلْكِهٖ أَوْ حَطًّا مِّنْ قَدْرِهٖ[١٩]

ترجمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ معیت سے یہ مراد نہیں کہ سب ایک درجہ میں ہوں گے، بلکہ اعلیٰ منزل والے اسفل میں آسکیں گے اور اسفل والے اعلیٰ منزل میں جاسکیں گے اور ایک دوسرے کو یہ احساس نہ ہوسکے گا کہ ہم سے اعلیٰ والے زیادہ عیش میں ہیں، تاکہ ان کے دل میں حسرت کا صدمہ نہ ہو اور اعلیٰ والے احساس نہ کرسکیں گے کہ ادنیٰ والے ہم سے کم اور بے قدر ہیں تاکہ اپنے متعلقین کے کم عیش میں ہونے سے صدمہ نہ ہو۔

شانِ نزول

معیت پر جس آیت کی تفسیر ہورہی ہے اس کے بارے میں ایک روایت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا

[١٩] روح المعانی:۵/۸۷، النسآء (۶۹)، دار إحیاء التراث، بیروت

يَا رَسُوْلَ اللهِ! إِنَّكَ لَأَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَّفْسِيْ آپ مجھے میری جان سے زیادہ محبوب ہیں اور اولاد سے بھی زیادہ اور إِنِّيْ لَأَكُوْنُ فِي الْبَيْتِ فَأَذْكُرُكَ فَمَا أَصْبِرُ اور میں گھر میں جب ہوتا ہوں اور آپ کو یاد کرتا ہوں تو صبر نہیں ہوتا حَتّٰى اٰتِيَ فَأَنْظُرَ إِلَيْكَ یہاں تک کہ حاضر ہو کر آپ کا دیدار کرلیتا ہوں، لیکن آخرت میں آپ اعلیٰ درجہ میں انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہوں گے تو ہم اپنی ادنیٰ جنت میں آپ کو کیسے پائیں گے اور کیسے دیکھیں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوگئے یہاں تک کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اس آیت کو لے کر نازل ہوئے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللهَ وَالرَّسُوْلَ فَأُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ... الخ[20]

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

اس معیت کے متعلق امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

لَيْسَ الْمُرَادُ بِكَوْنِ مَنْ أَطَاعَ اللهَ وَأَطَاعَ الرَّسُوْلَ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ كَوْنَ الْكُلِّ فِيْ دَرَجَةٍ وَّاحِدَةٍ لِأَنَّ هٰذَا يَقْتَضِي التَّسْوِيَةَ فِي الدَّرَجَةِ بَيْنَ الْفَاضِلِ وَالْمَفْضُوْلِ وَإِنَّهٗ لَا يَجُوْزُ بَلِ الْمُرَادُ كَوْنُهُمْ فِي الْجَنَّةِ بِحَيْثُ يَتَمَكَّنُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ مِنْ رُّؤْيَةِ الْاٰخَرِ وَإِنْ بَعُدَ الْمَكَانُ لِأَنَّ الْحِجَابَ إِذَا زَالَ شَاهَدَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا وَإِذَا أَرَادُوا الزِّيَارَةَ وَالتَّلَاقِيَ قَدَرُوْا عَلَيْهِ فَهٰذَا هُوَ الْمُرَادُ مِنْ هٰذِهِ الْمَعِيَّةِ[21]

خلاصہ یہ ہے کہ معیت سے مراد ایک درجہ میں جمع ہوجانا نہیں کیوں کہ اس سے فاضل اور مفضول میں مساوات اور برابری لازم آتی ہے جو جائز نہیں۔ پس معیت سے مراد یہ ہے کہ ہر شخص کے لیے ایک دوسرے کی ملاقات اور دیدار ہر وقت ممکن ہوسکے گا۔

---

[20] روح المعانی: ۵/۵۷، النسآء (۶۹)، دار إحیاء التراث، بیروت

[21] التفسیر الکبیر للرازی: ۱۰/۱۷۶، النسآء (۶۹)، دار الفکر، بیروت

علامہ ابنِ کثیر حافظ عماد الدین رحمۃ اللہ علیہ دمشقی کی تفسیر

علامہ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ دمشقی اپنی تفسیر ابنِ کثیر میں ذَالِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللهِ وَكَفٰى بِاللهِ عَلِيْمًا کی تفسیر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ نعمتِ معیت محض اللہ کا فضل ہو گا۔ أَيْ مِنْ عِنْدِ اللهِ بِرَحْمَتِهٖ وَهُوَ الَّذِيْ اَهَّلَهُمْ لِذَالِكَ لَا بِاَعْمَالِهِمْ یہ نعمت اعمال کے بدلے میں نہ ملے گی، اور وہ علیم ہیں کہ کون اس ہدایت اور توفیق کا مستحق ہے۔ أَيْ هُوَ عَلِيْمٌ بِمَنْ يَّسْتَحِقُّ الْهِدَايَةَ وَالتَّوْفِيْقَ [۲۲]

از علامہ محمود نسفی رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ تفسیر خازن

اس معیت کے بارے میں صاحبِ تفسیرِ خازن نے روایت لکھی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے سوال کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ قیامت کب آوے گی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کی کیا تیاری کی ہے؟ عرض کیا کہ کچھ تیاری نہیں کی إِلَّا أَنِّيْ أُحِبُّ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ مگر میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ تم اسی کے ساتھ ہو گے جس کے ساتھ محبت ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فَمَا فَرِحْنَا بِشَيْءٍ أَشَدَّ فَرَحًا بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ ایسی خوشی ہم لوگوں کو کبھی نہیں ہوئی جیسا کہ اس ارشاد سے ہوئی۔ اس کے بعد حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہوں۔ اَرْجُوْ أَنْ أَكُوْنَ مَعَهُمْ بِحُبِّيْ إِيَّاهُمْ اُمید ہے کہ میں ان سب حضرات کے ساتھ ہوں گا بہ سبب ان کی محبت کے۔ وَإِنْ لَّمْ أَعْمَلْ بِأَعْمَالِهِمْ اگرچہ ہمارے اعمال اس درجہ کے نہیں۔ [۲۳] وَحَسُنَ أُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا وَفِيْهِ مَعْنَى التَّعَجُّبِ كَأَنَّهٗ قَالَ

---

۲۲ التفسیر لابن کثیر: ۲/۳۱۳، النسآء (۷۰)، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۲۳ تفسیر الخازن: ۱/۳۹۷، النسآء (۶۹)، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

وَمَا اَحْسَنَ أُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا کیا ہی اچھے یہ حضرات رفیق ہیں! یعنی جنت میں۔ سُمِّیَ رَفِيْقًا لِارْتِفَاقِكَ بِهٖ وَلِصُحْبَتِهٖ۔

حلِ لغت

رفیق اگرچہ واحد ہے، مگر اسمِ جمع ہے یعنی لفظاً واحد اور معناً جمع ہے، جیسے صدیق۔ (مختار الصحاح) رفاقۃ: نرمی، مہربانی، حسنِ سلوک۔ (منجد)

ایک تفسیری غلط فہمی کا اِزالہ

بعض لوگ توسّل بالصالحین کو اس آیت سے ثابت کرتے ہیں: وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ۔ لیکن اس آیت کو اس مقصد کے ثبوت میں کوئی دخل نہیں۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر بیان القرآن کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ وَسَلَ بمعنٰی تَقَرَّبَ جس کا ذریعہ طاعات کا کرنا اور معاصی کا چھوڑنا ہے۔ آیت میں دو جملے ہیں: يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت سے ڈرو اور طاعات کے ذریعے خدا تعالیٰ کا قرب ڈھونڈو۔ (اور ابتغاءِ وسیلہ کی صورت طاعات کا اہتمام ہے۔)[۲۴]

تفسیر خازن میں بھی یہی تفسیر ہے:

''يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ'' أَيْ خَافُوا اللهَ بِتَرْكِ الْمَنْهِيَّاتِ ''وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ'' يَعْنِيْ أُطْلُبُوْا إِلَيْهِ الْقُرْبَ بِطَاعَتِهٖ وَالْعَمَلِ بِمَا يَرْضٰى

یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرو (ترکِ معاصی میں اہتمام کرو) اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو یعنی طاعت اور عمل رضائے حق کے اہتمام سے قُرب تلاش کرو۔ (وَسَلَ اِلَيْهِ اَيْ تَقَرَّبَ اِلَيْهِ)[۲۵]

---

[۲۴] بیان القرآن: ۲۷/۳، المآئدۃ (۳۵)، ایچ ایم سعید

[۲۵] تفسیر الخازن: ۳۹/۲، المآئدۃ (۳۵)، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

تفسیر روح المعانی میں ہے:

وَاسْتَدَلَّ بَعْضُ النَّاسِ بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ عَلٰى مَشْرُوْعِيَّةِ الْاِسْتِغَاثَةِ بِالصَّالِحِيْنَ ... وَكُلُّ ذَالِكَ بَعِيْدٌ عَنِ الْحَقِّ بِمَرَاحِلَ۔ وَقَالَ الْجُمْلَةُ الْاُوْلٰى اِتَّقُوا اللّٰهَ أَمْرٌ بِتَرْكِ الْمَعَاصِيْ وَالثَّانِيَةُ وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ أَمْرٌ بِفِعْلِ الطَّاعَاتِ، وَسِيْلَةٌ فَعِيْلَةٌ بِمَعْنٰى مَا يُتَوَسَّلُ بِهٖ وَيُتَقَرَّبُ إِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مِنْ فِعْلِ الطَّاعَاتِ وَتَرْكِ الْمَعَاصِيْ[۲۶]

یعنی اس آیت سے استدلال کرنا توسّل بالصالحین کا، حق سے بہت دور ہے، اور ابتغاءِ وسیلہ سے مراد اس آیت میں اعمالِ صالحہ کا اہتمام ہے۔ توسّل بالصالحین کا ثبوت تفصیل سے اہلِ حق کی کتابوں میں موجود ہے اور روح المعانی میں اسی آیت کے ذیل میں موجود ہے، مَنْ شَاءَ فَلْيُرَاجِعْ البتہ ایک عجیب استدلال جو احقر نے حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے وہ تحریر کرتا ہوں۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

جوازِ توسّل بالصالحین کے متعلق ایک عجیب استدلال

حضرت مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، اس وقت مرشدنا حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم بھی تشریف رکھتے تھے، فرمایا کہ حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بخاری شریف میں روایت ہے کہ تین آدمی پہلی اُمت کے کہیں سفر کررہے تھے کہ ایک پہاڑ کے غار میں آرام کرنے لگے، اچانک ایک بڑا پتھر گر گیا، جس سے وہ تینوں اشخاص بند ہوگئے اور نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ پھر ان لوگوں نے کہا کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے اپنے عملِ صالح کے وسیلہ سے دعا کرے:

---

[۲۶] روح المعانی: ۱۲۴/۶، المآئدۃ (۳۵)، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

فَقَالُوْا: إِنَّهٗ لَا يُنْجِيْكُمْ مِّنْ هٰذِهِ الصَّخْرَةِ إِلَّا أَنْ تَدْعُوا اللّٰهَ بِصَالِحِ أَعْمَالِكُمْ[۲۷]

ایک نے کہا کہ اے اللہ! میں اپنے بوڑھے ماں باپ کو رات میں دودھ پلا کر سلاتا تھا پھر اپنے اہل و عیال کو، لیکن ایک دن مجھے دیر ہوگئی، پس میں نے ان کو سوتا ہوا پایا اور میں دودھ کا پیالہ لے کر رات بھر کھڑا رہا۔ جب صبح کو بیدار ہوئے تو پلا دیا، پھر اپنے اہل و عیال کو پلایا۔ آپ جانتے ہیں کہ اگر یہ عمل میں نے صرف آپ کی رضا کے لیے کیا ہے تو اس عمل کی برکت سے اس پتھر کی چٹان کو ہٹا دیجیے۔ بس وہ پتھر اس قدر ہٹ گیا کہ نکلنا ممکن نہ تھا۔ پھر دوسرے نے دعا کی کہ اے اللہ! میری چچازاد بہن تھی، جو کَانَتْ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيَّ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ میرے نزدیک محبوب تھی، اس سے میں نے اپنا مطلب چاہا، لیکن اس نے میری خواہش سے انکار کر دیا۔ پھر بعد مدت میرے پاس آئی، میں نے اس کو ایک سو بیس دینار دیے کہ وہ میری خواہش پوری کر دے، بس وہ راضی ہوگئی، لیکن جب تنہائی میں اس پر پوری قدرت پالی، تو اس نے کہا میں تیرے لیے حلال نہیں ہوں۔ پس میں الگ ہوگیا اور وہ مجھے أَحَبَّ النَّاسْ تھی، حالاں کہ وہ میرے لیے دنیا میں سب سے زیادہ محبوب تھی اور میں نے وہ دینار بھی اس سے واپس نہیں لیے۔ اے اللہ! آپ جانتے ہیں کہ اگر یہ کام میں نے صرف آپ کے لیے کیا ہے تو آپ اس چٹان کو الگ فرما دیجیے۔ اس عمل کی برکت سے پتھر اور ہٹ گیا، لیکن پھر بھی خروج ممکن نہ تھا۔ پھر تیسرے شخص نے دعا کی کہ اے اللہ! میں نے مزدور رکھے تھے کسی کام کے لیے، سب کو مزدوری دی تھی، ایک مزدور کی مزدوری باقی رہ گئی تھی اور وہ بدون مزدوری لیے چلا گیا۔ میں نے اس کے اس مال کو بڑھایا، یہاں تک کہ جب ایک عرصہ بعد وہ آیا اور اس نے مزدوری طلب کی، تو میں نے کہا کہ یہ اونٹ اور بیل اور بکریاں اور غلام سب تیری ملک ہیں یعنی تیری مزدوری سے یہ سب ہیں۔ اس نے مذاق سمجھا، لیکن جب میں نے پیش کر دیا تو وہ سب لے کر چلا گیا۔ اے اللہ! اگر یہ عمل میں

---

[۲۷] صحیح البخاری: ۱/۳۰۲ (۲۲۶۹)، باب من استأجر اجیرا فترك اجرہ فعمل فیہ المستاجر، المکتبۃ المظہریۃ

نے صرف آپ کی رضا کے لیے کیا ہے تو اس کی برکت سے یہ پتھر ہٹا دیجیے۔ پس وہ اس قدر ہٹ گیا کہ بآسانی یہ سب نکل گئے اور اس غم سے نجات پا گئے۔

پس اعمالِ صالحہ سے دعا میں توسّل جب بخاری شریف سے ثابت ہے، تو اسی حدیث سے استدلال کرتا ہوں کہ یہ اعمالِ صالحہ تو قالب کے اعمال ہیں اور اہل اللہ اور مقبولانِ بارگاہِ حق سے ہم کو جو محبت ہے یہ قلب کا عمل ہے اور قلب کا عمل قالب کے عمل سے افضل ہے، کیوں کہ قلب جوارح کا بادشاہ ہے، لہٰذا بدرجۂ اولیٰ اعمالِ قلب یعنی محبتِ مشایخ کا واسطہ اور وسیلہ دعا میں جائز ہے، کیوں کہ بزرگوں کا وسیلہ دراصل اس محبت کا وسیلہ ہے جو ہمارے قلوب کو ان کے ساتھ ہے۔

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم بھی حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے اس استدلال سے بہت مسرور ہوئے۔

ایک تفسیری اصولی غلطی کی اصلاح

بعض نادان دوست لٹریچر نویس لکھتے ہیں کہ ہر پروفیسر قرآنِ پاک کو لغت کی مدد سے سمجھ سکتا ہے، متقدمین کے ذخیرۂ تفاسیر کی کوئی ضرورت نہیں۔ احقر ایسے لوگوں سے دریافت کرتا ہے کہ اچھا وَالنَّجۡمُ وَالشَّجَرُ یَسۡجُدَانِ کا ترجمہ کیجیے۔ تو کہتے ہیں کہ ”اور ستارے اور درخت سجدہ کرتے ہیں۔“ میں کہتا ہوں کہ دیکھ لیا اپنی حماقت! اس کا ترجمہ صحیح یہ ہے کہ اور بغیر تنے کے پودے اور تنہ دار درخت سب حق تعالیٰ کے مطیع ہیں۔ تفسیر روح المعانی، پارہ ۲۷، صفحہ ۱۰۰ پر اس آیت کی تفسیر یوں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

وَالْمُرَادُ بِالنَّجْمِ النَّبَاتُ الَّذِیْ لَا سَاقَ لَهٗ وَبِالشَّجَرِ النَّبَاتُ الَّذِیْ لَهٗ سَاقٌ وَالْمُرَادُ بِسُجُوْدِهِمَا انْقِیَادُهُمَا لِمَا یُرِیْدُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی بِهِمَا طَبْعًا

یعنی نجم سے مراد وہ درخت جو تنے دار نہیں اور شجر سے مراد تنے دار درخت ہیں۔ اس تفسیر پر جمہور کا اجماع نقل فرمایا ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے

بھی تفسیر بیان القرآن میں اسی تفسیر کو لیا ہے۔ وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ اور بے تنے کے درخت اور تنہ دار درخت دونوں مطیع ہیں۔ شجر کو یہاں ستاروں سے مناسبت بھی نہیں ہے۔

اَلنَّجْمُ مَا لَيْسَ لَهٗ سَاقٌ مِّنَ النَّبَاتِ كَالْبُقُوْلِ وَالشَّجَرُ مَا لَهٗ سَاقٌ وَهٰذَا الْقَوْلُ اَظْهَرُ[۲۸]

پھر احقر نے سوال کیا اچھا اس آیت وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ میں يُصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ کا ترجمہ کیجیے۔ کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی اصلاح فرماویں گے۔ احقر نے عرض کیا کہ آپ نے دیکھا لغت کی اعانت کی حماقت! اب اس کی تفسیر علماء ربّانیّین کی تفسیر سے سمجھیے۔ یہاں اصلاح بمعنٰی قبول ہے۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بیانُ القرآن، پارہ ۲۲، صفحہ ۶۸ پر فرماتے ہیں يُصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو قبول فرمائیں گے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی، پارہ ۲۲، صفحہ ۹۵ پر تحریر فرماتے ہیں بِالْقَبُوْلِ وَالْاِثَابَةِ عَلَيْهَا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے صاحبِ تفسیر خازن جلد ۳، صفحہ ۴۸۰ پر تحریر فرماتے ہیں يُصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: يَتَقَبَّلْ حَسَنَاتِكُمْ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ يُصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ سے مراد ہے کہ حق تعالیٰ تمہارے اعمال قبول فرماویں گے۔[۲۹]

ان دو مثالوں سے یہ بات خوب سمجھ میں آگئی ہوگی کہ قرآنِ پاک کی تفسیر سمجھنے کے لیے ہم کو لغت کافی نہیں، بلکہ حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کی ان روایات سے جو دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو پہنچی ہیں سمجھنا چاہیے،

۲۸؎ روح المعانی: ۱۰۰/۲۷، الرحمٰن (۶)، دار إحياء التراث، بيروت

۲۹؎ بیان القرآن: ۶۸/۹، الاحزاب (۷۱)، ایچ ایم سعید/ روح المعانی: ۹۵/۲۲، الاحزاب (۷۱)، دار إحياء التراث، بيروت/ تفسير الخازن: ۴۳۸/۳، الاحزاب (۷۱)، دار الكتب العلمية، بيروت

جن کو ہمارے متقدمین مفسرین نے جمع فرمایا ہے۔ اب اس حقیقت کے بعد روافض کا کیا حال ہو گا جو حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض رکھتے ہیں، کیا وہ قرآنِ پاک کی تفسیر کی حقیقت کو پاسکتے ہیں؟ ہر گز نہیں۔ اس پر مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ جلد ۹، صفحہ ۱۳۷ پر تحریر فرماتے ہیں:

فَإِنَّ الرَّافِضَةَ الْخَارِجَةَ فِيْ زَمَانِنَا فَإِنَّهُمْ يَعْتَقِدُوْنَ كُفْرَ اَكْثَرِ الصَّحَابَةِ فَضْلًا عَنْ سَايِرِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ فَهُمْ كَفَرَةٌ بِالْاِجْمَاعِ بِلَا نِزَاعٍ[30]

یہ روافض بالاجماع کافر ہیں جو اکثر حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور اہلِ سنّت والجماعت کو کافر سمجھتے ہیں۔

حضرت آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں تحریر فرماتے ہیں: مَنْ غَاظَ الصَّحَابَةَ فَهُوَ كَافِرٌ[31] جو شخص صحابہ سے غیظ رکھتا ہے، جلتا ہے وہ کافر ہے۔ صحابہ کی شان میں حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ[32]

وَفِي الْمَوَاهِبِ إِنَّ الْاِمَامَ مَالِكًا قَدِ اسْتَنْبَطَ مِنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ تَكْفِيْرَ الرَّوَافِضِ الَّذِيْنَ يَبْغَضُوْنَ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ فَإِنَّهُمْ يَغِيْظُوْنَهُمْ، وَمَنْ غَاظَ الصَّحَابَةَ فَهُوَ كَافِرٌ وَوَافَقَهُ كَثِيْرٌ مِّنَ الْعُلَمَاءِ[33]

علامہ ابوحیان اندلسی کا تفسیر **البحر المحیط** میں قول ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جو شخص صحابی کی تنقیص کرتا، تو آپ یہی آیت تلاوت فرماتے لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ، وَفِي الْبَحْرِ: ذُكِرَ عِنْدَ مَالِكٍ رَجُلٌ يَّنْتَقِصُ الصَّحَابَةَ فَقَرَأَ مَالِكٌ هٰذِهِ الْاٰيَةَ فَقَالَ: مَنْ أَصْبَحَ مِنَ النَّاسِ فِيْ قَلْبِهٖ غَيْظٌ مِّنْ اَصْحَابِ

۳۰؎ مرقاۃ المفاتیح: ۹/۵۶، باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۳۱؎ روح المعانی: ۲۶/۱۲۷، الفتح (۲۹)، دار إحیاء التراث، بیروت

۳۲؎ الفتح: ۲۹

۳۳؎ روح المعانی: ۲۶/۱۲۷، الفتح (۲۹)، دار إحیاء التراث، بیروت

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَدْ أَصَابَتْہُ ھٰذِہِ الْاٰیَةُ[۳۴]

مسئلہ الحاقِ ناقصین مع الکاملین کی تحقیق

مؤمنین کاملین کی وہ ذرّیات جو ایمان پر انتقال کریں گی وہ اپنے باپ دادا کے ساتھ لاحق کردی جاویں گی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْھُمْ ذُرِّیَّتُھُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ وَمَآ اَلَتْنٰھُمْ مِّنْ عَمَلِھِمْ مِّنْ شَیْءٍ[۳۵]

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا، ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے ساتھ شامل کردیں گے، اور ہم ان کے عمل میں سے کوئی چیز کم نہیں کریں گے۔

خلاصۂ تفسیر بیان القرآن یہ ہے کہ کاملین کی اولاد کو اعمال میں کمی کے باوجود ان کے درجے میں شامل کردیں گے۔ یہ کاملین مؤمنین کا اکرام اور ان کے قلب کو مسرور کرنے کے لیے ہوگا، جیسا کہ احادیث میں مصرّح ہے:

کَانُوْا دُوْنَہٗ فِی الْعَمَلِ وَلَمْ یَبْلُغُوْا دَرَجَتَکَ وَعَمَلَکَ وَکَانَتْ مَنَازِلُ اٰبَاۗئِھِمْ اَرْفَعَ[۳۶]

اور کاملین کے اعمال سے کوئی کمی نہ کریں گے۔

فائدہ: ذرّیت کے بارے میں جس عنوان سے فرمایا گیا ہے، بظاہر اس سے بالغ اولاد ایمان والی معلوم ہوتی ہے اور صغار کا حکم احادیث میں ہے جس میں کلام طویل ہے، اور اس آیت میں ذرّیات کا بیان ہے اور حدیث میں اس آیت کی تفسیر میں آباء کا حکم بھی یہی آیا ہے۔

۳۴؎ روح المعانی: ۲۶/۱۲۷، الفتح (۲۹)، دار إحیاء التراث، بیروت

۳۵؎ الطور: ۲۱

۳۶؎ الدر المنثور: ۱۳/۷۰۳، الطور (۲۱)، مرکز ھجر لبحوث الدراسات العربیة والاسلامیة

اور اس حدیث میں ذرّیت پر لفظِ ولد معطوف ہوا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ذرّیت سے مراد مطلق توابع ہے، پس بیویاں اور شاگرد اور مریدین اور احباب بھی مراد ہیں، اس طرح سے اس آیت کا مفہوم بہت وسیع ہو جاتا ہے۔

احقر عرض کرتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت سے کیا بعید ہے، جبکہ وہ کریم ہیں اور کریم کی شان مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ میں فرماتے ہیں:

اَلْکَرِیْمُ ھُوَالَّذِیْ یُعْطِیْ بِدُوْنِ الْاِسْتِحْقَاقِ وَالْمِنَّۃِ[۳۷]

کریم وہ ذات ہے جو بدون استحقاق اور منت کے عطا فرماتا ہے۔

اہل اللہ کی محبت اور صحبت میں جنت کا لطف ہے

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

میں رہتا ہوں دن رات جنت میں گویا
مرے باغِ دل میں وہ گلکاریاں ہیں

احقر کا فارسی شعر ؎

میسر چوں مرا صحبت بہ جانِ عاشقاں آید
ہمیں بینم کہ جنت بر زمیں از آسماں آید

جب کبھی اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کی صحبت نصیب ہو جاتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جنت آسمان سے زمین پر آگئی ہے۔

حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

بوستانِ عاشقاں سرسبز باد
آفتابِ عاشقاں تابندہ باد

اے خدا! آپ کے عاشقوں کا باغ ہمیشہ سرسبز، ہرا بھرا یعنی سدا بہار رہے اور آپ کے

۳۷؎ مرقاۃ المفاتیح: ۲۱۲/۳، باب التطوع، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

عاشقوں کا آفتاب ہمیشہ روشن اور چمکتار ہے۔

اہلِ درد و محبت اللہ والے جہاں ہوں زندگی وہاں پُر کیف و پُر بہار گزرتی ہے ؎

دل چاہتا ہے ایسی جگہ میں رہوں جہاں
جیتا ہو کوئی درد بھرا دل لیے ہوئے

(اخترؔ)

اللہ تعالیٰ کی محبت اور ان کے نام میں ایسی مٹھاس ہے کہ جس کے قلب کو یہ نصیب ہوتی ہے وہی سمجھ سکتا ہے۔ حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اے دل ایں شکر خوشتر یا آنکہ شکر سازد
اے دل ایں قمر خوشتر یا آنکہ قمر سازد

اے دل! یہ شکر زیادہ میٹھی ہے یا شکر کا خالق اور شکر کا بنانے والا؟ اے دل! یہ چاند زیادہ روشن ہے یا چاند کا بنانے والا؟

عقلی استدلال: جنت مخلوق ہے تو جنت کے خالق کے نام میں جنت کا لطف آنا کیا بعید ہے، بلکہ جنت سے بڑھ کر لطف ان کے نام میں آتا ہے۔ حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نامِ او چو بر زبانم می رود
ہر بُنِ مو از عسل جوے شود

اللہ تعالیٰ کے نام میں ایسی مٹھاس ہے کہ جب ان کا نام پاک زبان پر جاری ہوتا ہے تو میرے بدن کے بال بال سے شہد کے دریا جاری ہو جاتے ہیں۔

احقر کو ایک شعر یاد آیا ؎

زندگی پُر کیف پائی گرچہ دل پُر غم رہا
اُن کے غم کے فیض سے میں غم میں بھی بے غم رہا

احقر کا دوسرا شعر ہے ؎

ہر تلخی فراقِ حسینانِ کائنات
اپنی مٹھاسِ ذکر سے شیریں بنادیا

تیسرا شعر ؎

ہر لمحۂ حیات گزارا ہم نے
آپ کے نام کی لذت کا سہارا لے کر

پھر سوچئے کہ جب اللہ والوں کے دل میں جنت کے خالق کا نورِ خاص جلوہ آفریں ہے تو ان کا قلب سرچشمۂ لذاتِ کائنات نہ ہوگا اور ان کے پاس بیٹھ کر جنت کی بہار نہ معلوم ہوگی! اور حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر نہ پڑھوگے ؎

چوں حافظ گشت بیخود کے شمارد
بیک جو مملکت کاؤس وکے را

جب حافظ شیرازی اللہ تعالیٰ کی محبت میں مست وشاد ہوتا ہے تو پھر تمام عالم اور کائنات کے تخت و تاج نگاہوں سے گر جاتے ہیں۔ مملکتِ کاؤس وکے کو ایک جو کے برابر بھی نہیں شمار کرسکتا، مصاحبِ خورشید ستاروں کو نگاہ میں کب لاسکتا ہے ؎

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑگئی لَو شمعِ محفل کی
پتنگوں کے عوض اُڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

حضرت ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح مرقاۃ میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کو ایک جنت دنیا میں عطا فرماتے ہیں اور ایک جنت آخرت میں۔ دنیا میں جنت تعلق مع اللہ کی لذت ہے اور آخرت کی جنت لقائے مولیٰ اور دیدارِ حق کی لذت ہے۔ عربی عبارت کی نقل یہ ہے: وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ قَالَ بَعْضُ الصُّوفِيَّةِ: جَنَّةٌ مُعَجَّلَةٌ فِي الدُّنْيَا بِالْحُضُوْرِ مَعَ الْمَوْلٰى وَجَنَّةٌ مُؤَجَّلَةٌ فِي الْاٰخِرَةِ بِلِقَاءِ الْمَوْلٰى وَالدَّرَجَاتِ الْعُلٰى اور ایک جنت دنیا میں توفیقِ ذکر اور اعمالِ صالحہ کی حلاوت کی ہوتی ہے اور ایک جنت ترکِ معاصی کی حلاوت اور لذت کی ہوتی ہے، کیوں کہ معاصی انسان کو دوزخ کی کلفت میں مبتلا کردیتے ہیں۔ جَنَّةٌ لِّعَمَلِ الطَّاعَةِ

وَجَنَّةٌ لِّتَرْكِ السَّيِّئَةِ وَقِيْلَ: جَنَّةٌ لِّلثَّوَابِ بِطَرِيْقِ الْعَدْلِ وَجَنَّةٌ لِّلْاِقْتِرَابِ بِطَرِيْقِ الْفَضْلِ[۳۸]

دوستوں کی ملاقات کے لیے جنت الگ ہو گی

ایک زمانہ تک احقر سوچا کرتا تھا کہ جنت میں جب کسی سے ملنا ہو گا اور وہ جنتی وہاں اپنی حوروں کے ساتھ مشغول ہو گا تو ملاقات میں تاخیر ہو گی، لیکن تفسیر روح المعانی میں دیکھا کہ ہر جنتی کو دو جنت ملیں گی، دوستوں کی ملاقات کی جنت الگ ہو گی اور حوروں کے ساتھ رہنے کی جنت الگ ہو گی۔ تفسیر روح المعانی ملاحظہ ہو وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ فَقِيْلَ: إِحْدَاهُمَا مَنْزِلُهٗ وَمَحَلُّ زِيَارَةِ أَحْبَابِهٖ لَهٗ وَالْأُخْرٰى مَنْزِلُ أَزْوَاجِهٖ وَخَدَمِهٖ[۳۹] ایک جنت اپنے رہنے کے لیے اور اپنے دوستوں کی ملاقات کے لیے ہو گی اور ایک جنت اس کی بیویوں اور خادموں کے لیے ہو گی۔

جنت کی ایک خاص بہار

یعنی حق تعالیٰ شانہٗ اپنا کلام خود سنائیں گے: إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ يَدْخُلُوْنَ عَلَى الْجَبَّارِ كُلَّ يَوْمٍ مَرَّتَيْنِ فَيَقْرَأُ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنَ[۴۰] اہلِ جنت ہر روز دو مرتبہ حق تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہِ جلالتِ شان میں حاضر ہوں گے اور حق تعالیٰ شانہٗ اپنا کلام خود تلاوت فرمائیں گے اور اہلِ جنت موتی، یاقوت، زمرد کے منابر پر بیٹھے ہوں گے اور جنت کی کسی نعمت میں ایسا لطف محسوس نہ کریں گے جیسا کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی تلاوت سے محسوس کریں گے۔ گویا بزبان حال کہہ اُٹھیں گے ؎

جی اُٹھے مُردے تری آواز سے

اور ملیک مقتدر کے پاس بیٹھے ہوں گے۔

۳۸؎ مرقاۃ المفاتیح: ۵/۲۸۴(۲۳۷۶)، باب سعة الرحمة، دار الکتب العلمية، بيروت

۳۹؎ روح المعانی: ۲۷/۱۱۶، الرحمٰن (۴۶)، دار إحياء التراث، بيروت

۴۰؎ روح المعانی: ۲۷/۹۶، القمر (۲۲)، دار إحياء التراث، بيروت

چند مسائلِ سلوک

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ سے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے سالکین کے لیے اصلاحِ اخلاق کا یہ مسئلہ تفسیر روح المعانی کے حوالہ سے تحریر فرمایا ہے: مَنْ نَظَرَ إِلَى الْخَلْقِ بِعَيْنِ الْحَقِّ لَمْ يَعْبَأْ بِمُخَالَفَتِهِمْ وَمَنْ نَظَرَ إِلَيْهِمْ بِعَيْنِهٖ أَفْنٰى أَيَّامَهٗ بِمُخَاصَمَتِهِمْ أَلَا تَرٰى يُوْسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِمَا عَلِمَ مَجَارِيَ الْقَضَاءِ كَيْفَ عَذَرَ إِخْوَتَهٗ[۴۱] جو شخص مخلوق کو نظرِ حق سے دیکھے گا وہ ان کی مخالفت کی پروانہ کرے گا۔ اور جو شخص ان کو اپنی نظر سے دیکھے گا، اپنی عمران کی بحث و تکرار میں ختم کردے گا۔ دیکھیے یوسف علیہ السلام کو چوں کہ مجاریِ قضاء کا علم تھا، انہوں نے اپنے بھائیوں کا عذر کس طرح قبول کیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے جو دعا مانگی:

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۟ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ[۴۲]

اے خالق آسمانوں کے اور زمین کے! آپ میرے کارساز ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، مجھ کو پوری فرماں برداری کی حالت میں دنیا سے اُٹھا لیجیے اور مجھ کو خاص نیک بندوں میں شامل کردیجیے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے دو مسئلے ثابت ہوئے:

اَلْمَسْئَلَةُ الْأُوْلٰى خَوْفُ الْأَنْبِيَاءِ مَعَ عِصْمَتِهِمْ وَامْتِنَاعِ الْكُفْرِ عَلَيْهِمْ فَكَيْفَ يَصِحُّ لِغَيْرِهِمْ أَنْ يَّغْتَرَّ بِصَلَاحِهٖ؟

پیغمبروں کا خوف باوجود اپنی عصمت اور کفر کے محال ہونے اور حسنِ خاتمہ کے یقینی ہونے کے، پھر کیسے صحیح ہوسکتا ہے غیر نبی کے لیے کہ وہ اپنی وقتی صلاحیت سے دھوکا کھا کر اپنے خاتمہ سے بے خوف ہوجاوے۔

---

۴۱ بیان القرآن:۹۵/۵، یوسف(۹۲)، ایچ ایم سعید

۴۲ یوسف:۱۰۱

وَالْمَسْئَلَةُ الثَّانِيَةُ جَوَازُ تَمَنِّى الْمَوْتِ اِشْتِيَاقًا إِلٰى لِقَاءِ اللهِ تَعَالٰى عَلٰى تَفْسِيْرِ بَعْضِهِمْ[۴۳]

موت کی تمنا کا جائز ہونا بشرطیکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے شوق میں ہو۔

سالکین کے لیے ایک تنبیہ

بعض سالکین اللہ تعالیٰ کے انعاماتِ ظاہرہ وباطنہ کو اپنے مجاہدات کا ثمرہ سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے بڑے مجاہدے کیے ہیں تب یہ نعمت ملی ہے، لیکن حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ''بیان القرآن'' میں تحریر فرماتے ہیں:

فَإِنَّ بَعْضَ الْمُغْتَرِّيْنَ الْمُعْجِبِيْنَ يُنْسِبُوْنَ كَمَالَاتِهِمْ إِلٰى مُجَاهَدَاتِهِمْ وَهُوَ عَيْنُ الْكُفْرَانِ[۴۴]

پس بعض بے عقل صوفی لوگ عُجب اور خود بینی میں مبتلا ہو کر حق تعالیٰ شانہٗ کی عطایا کو اپنے مجاہدات اور اعمال کی طرف منسوب کرتے ہیں، جو سخت ناشکری اور کفران ہے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

کوئی کہے کہ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تو اپنے اشعار میں اس طرح فرمایا ہے۔

مے یہ ملی نہیں ہے یوں قلب و جگر ہوئے ہیں خوں
کیوں میں کسی کو مفت دوں مے مری مفت کی نہیں

تو اس شعر کے اندر یہ بتایا گیا ہے کہ نسبت اور دولتِ باطنی تعلق مع اللہ کے اہتمام، تقویٰ اور مجاہدات سے ملتی ہے اور اہل اللہ کے ناز اُٹھانے سے ملتی ہے، جو اہلِ محبت ہی برداشت کرسکتے ہیں۔

۴۳؎ بیان القرآن:۵/۹۹،یوسف(۱۰۱)،ایچ ایم سعید

۴۴؎ بیان القرآن:۲۶/۶،ابرٰھیم،ایچ ایم سعید

لاکھ جھڑکوں اب کہاں پھرتا ہے دل
ہوگئی اب تو محبت ہوگئی
میں ہوں نازک طبع اور وہ تندخُو
خیر یہ گزری محبت ہوگئی
قید کر صیّاد یا اب ذبح کر
جان بلبل گل کی نکہت ہوگئی

مجاہدات تو ضروری ہیں لیکن عطائے حق کے لیے صرف بھیک کے پیالے ہیں، کوئی کریم اگر عطا کے لیے بھیک کا پیالہ لانے کی شرط لگادے، تو اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ بھیک کا پیالہ سببِ عطا ہے، سببِ عطا محض ان کا کرم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی بدون پیالہ بھی عطا فرمادیتے ہیں اور پیالہ بھی دے دیتے ہیں۔

پیاسے کو پانی ملے اور بے پیاسے کو پیاس
اختؔر ان کے دَر سے ہے کوئی نہیں بے آس

بس سالک کو یہی کہنا چاہیے کہ جو کچھ عطا ہوا وہ سب حق تعالیٰ کے کرم سے عطا ہوا، ہمارے اعمال ہر گز اس عطا کے لیے عوض بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ کالی، چیچک رو، پائریا والی، بوڑھی اور بے دانت کی کھوسٹ عورت کو اگر اس کا چاند جیسا شوہر پیار کرلے، تو یہ شہزادے کا کرم اور حوصلہ اور بلندیِ اخلاق ہے نہ کہ وہ مکروہ شکل بے کشش اس کا سبب ہے۔

ایک عجیب عبرت آموز حکایت

ایک لڑکی کی شادی ہوگئی، رخصتی سے قبل محلہ کی لڑکیوں نے اس کو خوب سجایا، زیور پہنایا اور کہا کہ بہن! تم کو مبارک ہو کہ تم بہت ہی اچھی معلوم ہورہی ہو۔ وہ رونے لگی اور کہا کہ تمہاری تعریف سے کیا خوشی ہو، جب شوہر اپنی نظر سے دیکھ کر خوش ہوجاوے پھر خوشی ہوگی، فیصلہ تو اس کی نظر پر ہے نہ کہ تمہاری نظر پر۔ اس واقعہ

کو بیان کر کے حضرت مرشدی شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ رونے لگے اور فرمایا کہ جب میدانِ محشر میں اللہ تعالیٰ ہم سے خوش ہو جاویں گے اُس وقت کی ہماری خوشی اصلی ہوگی، اِس وقت مخلوق کی تعریف سے کیا ہوتا ہے، فیصلہ حق تعالیٰ کی نظر سے ہوگا۔ غلام کی کوئی قیمت نہیں اگر مالک ناراض ہو ؎

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے
حیاتِ دو روزہ کا کیا عیش و غم
مسافر رہے جیسے تیسے رہے

(سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ)

نگاہِ اقربا بدلی مزاجِ دوستاں بدلا
نظر اِک ان کی کیا بدلی کہ کُل سارا جہاں بدلا

(خواجہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ)

ضرورتِ مرشد پر فائدۂ علمیہ برائے اہلِ علم

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ [۴۵]

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ولایت کی تفسیر **يُخْرِجُهُمْ** سے ہے۔ یعنی حق تعالیٰ شانہٗ جس کو اپنا ولی بناتے ہیں اس کو اندھیرے سے نور کی طرف نکالتے رہتے ہیں۔ مضارع کے صیغے سے یہ انعام عطا فرمایا ہے، جس میں خاصیت تجدّدِ استمراری کی ہے۔ ایسے حالات کو ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

ہم نے طے کیں اس طرح سے منزلیں
گر پڑے گر کر اُٹھے اُٹھ کر چلے

۴۵؎ البقرۃ:۲۵۷

یعنی حق تعالیٰ شانہٗ اپنے دوستوں کو توفیقِ توبہ سے پاک فرماتے رہتے ہیں۔ اور دوسری آیت میں ارشاد ہے:

وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مُوۡسٰی بِاٰیٰتِنَاۤ اَنۡ اَخۡرِجۡ قَوۡمَکَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ [۴۶]

اے موسیٰ! اپنی قوم کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لاؤ۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مقام پر حق تعالیٰ شانہٗ نے تاریکیوں سے نکالنے کی نسبت اپنی طرف فرمائی اور اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف فرمائی إِسْنَادُ الْاِخْرَاجِ إِلَى النَّبِيِّ مَعَ كَوْنِ الْمُخْرِجِ الْحَقِيْقِيِّ هُوَ اللهُ تَعَالٰى أَقْوٰى دَلِيْلٍ عَلٰى أَنَّ لِلشَّيْخِ مَدْخَلًا عَظِيْمًا فِيْ تَكْمِيْلِ الْمُرِيْدِ [۴۷] باوجود اس کے کہ مخرج حقیقی اللہ تعالیٰ ہے پھر اخراج کی نسبت نبی کی طرف کرنا قوی دلیل ہے اس بات کی کہ تکمیلِ مرید میں شیخ کو عظیم دخل ہے۔

سنگین مقدّمہ اور سخت پریشانی کا ایک مجرّب وظیفہ

حضرت مجدد الملت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے برائے سنگین مقدمہ مجرب کی سرخی سے اس طرح لکھا ہے کہ سخت سے سخت مقدمہ کے لیے ان اسماء کا پڑھنا مفید ہے، کئی مرتبہ کا آزمودہ ہے۔ یہ وظیفہ ایک لاکھ اکیاون ہزار مرتبہ بطورِ ختم پڑھے، ان شاء اللہ تعالیٰ کامیاب ہوگا۔ یہ عمل برائے افادۂ عام درج ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ بعد تجربہ کے بہت مفید ثابت ہوگا۔ مکان اور کپڑے پاک ہونا چاہیے، خوشبو لگاویں، وہ اسماء یہ ہیں: يَا حَلِيْمُ يَا عَلِيْمُ يَا عَلِيُّ يَا عَظِيْمُ۔

اہلِ جنت کی عمر اور شباب کی کیفیت

جنت میں داڑھی مونچھ نہ ہوگی، نوعمر و نوخیز اَمرد کی طرح کمالِ عالَمِ شباب ہوگا۔ ترمذی شریف میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ

[۴۶] ابرٰھیم: ۵

[۴۷] بیان القراٰن: ۶/۳، ابرٰھیم (۵)، ایچ ایم سعید

يَدْخُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ جُرْدًا مُّرْدًا مُكَحَّلِينَ أَبْنَاءَ ثَلَاثِيْنَ اَوْ ثَلٰثٍ وَّثَلَاثِيْنَ[۴۸]

جنت میں اہلِ جنت اس طرح داخل ہوں گے کہ وہ مجرد ہوں گے یعنی بال نہ ہوں گے، اَمرد ہوں گے یعنی بالغ ہونے پر داڑھی مونچھ نکلنے سے پہلے جو پُرکشش پری رو شکل ہوتی ہے، اور آنکھیں کجلائی ہوں گی، یعنی کاجل لگی ہوئی معلوم ہوں گی، اور عمریں تیس سال یا تینتیس سال کی ہوں گی۔

جنتی مرد کی طاقت

روایت میں ہے کہ ایک جنتی مرد کو سو مردوں کے برابر قوتِ مردانہ عطا کی جائے گی۔[۴۹] بعض اہلِ محبت اور حسن کے عاشقین نے اشکال کیا کہ یہاں تو ہم اٹھارہ سال سے بیس سال تک کا شباب زیادہ پسند کرتے ہیں جو بقول جگر ؎

ہائے وہ وقت کہ جب حسن پر آتا ہے شباب
اُف وہ ہنگام کہ جب عشق جواں ہوتا ہے

اور وہاں جنت میں تیس اور تینتیس سال کی عمر میں تو عالمِ شباب علیٰ معرضِ زوال ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر وہاں کی نعمت کو قیاس نہ کیا جاوے، وہاں اس عمر سے زیادتی عمر کا جو شبہ ہو سکتا تھا اس کا جواب علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے روح المعانی میں اس طرح دیا ہے، مذکورہ روایت کے آگے تحریر فرماتے ہیں: اَلْمُرَادُ بِذَالِكَ كَمَالُ الشَّبَابِ یعنی اس سے مراد کمالِ شباب ہے (نہ کہ زیادتی عمر)۔[۵۰]

جنت میں مسلمان عورتوں کا حسن

ہماری مسلمان بیویاں جنت کی حوروں سے زیادہ حسین ہوں گی۔ حدیث شریف میں ہے:

۴۸؎ جامع الترمذی: ۸۱/۲، باب ماجاءَ فی سن اهل الجنة، ایچ ایم سعید
۴۹؎ کنزالعمال: ۴۶۸/۱۴ (۳۹۲۹۰)، ذکر اهل الجنة ومراتبهم، مؤسسة الرسالة
۵۰؎ روح المعانی: ۱۴۳/۲۷، الواقعة (۳۹)، دار إحياء التراث، بيروت

أَنِسَاءُ الدُّنْيَا أَفْضَلُ أَمِ الْحُوْرُ الْعِيْنُ؟ قَالَ: نِسَاءُ الدُّنْيَا أَفْضَلُ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ كَفَضْلِ الظِّهَارَةِ عَلَى الْبِطَانَةِ قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللهِ! وَبِمَ ذَاكَ؟ قَالَ: بِصَلَاتِهِنَّ وَصِيَامِهِنَّ وَعِبَادَتِهِنَّ أَلْبَسَ اللهُ وُجُوْهَهُنَّ النُّوْرَ وَأَجْسَادَهُنَّ الْحَرِيْرَ بِيْضُ الْوُجُوْهِ خُضْرُ الثِّيَابِ...الخ[۵۱]

حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ دنیا کی مسلمان عورتیں افضل ہوں گی یا جنت کی حوریں؟ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ مسلمان عورتیں جنت میں حوروں سے افضل ہوں گی، جیسا کہ اوپر کا کپڑا نیچے کے استر سے افضل ہوتا ہے۔ عرض کیا اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہ کس سبب سے ایسا ہوگا؟ ارشاد فرمایا کہ ان مسلمان عورتوں کے نماز اور روزے اور عبادات کے سبب ان کے چہروں پر حق تعالیٰ خاص نور کا لباس ڈال دیں گے اور ان کے جسم کو ریشم کا لباس جو سبز رنگ کا ہوگا پہنا دیا جاوے گا اور روشن چہرے ہوں گے، اور ان کا یہ ترانہ ہوگا:

أَلَا نَحْنُ الْخَالِدَاتُ فَلَا نَمُوْتُ أَبَدًا أَلَا وَنَحْنُ النَّاعِمَاتُ فَلَا نَبْأَسُ أَبَدًا، طُوْبٰى لِمَنْ كُنَّا لَهٗ وَكَانَ لَنَا[۵۲]

خبردار! ہم ہمیشہ مع اپنے کمالِ حسن کے جنت میں رہیں گی اور کبھی ہم کو موت نہ آوے گی اور ہمیشہ نعمتوں میں رہیں گی کبھی تنگدستی نہ آوے گی، اور مبارک ہے وہ جنتی جس کے لیے ہم منتخب ہیں اور وہ ہمارے لیے ہے۔

حوروں کی صفات

جنت میں بیویاں ہمیشہ بعدِ جماع باکرہ ہوجایا کریں گی اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا اور ہم نے ان کو کنواریاں بنایا ہے۔ ترمذی شریف کی روایت ہے کہ

---

۵۱ روح المعانی: ۱۲۶/۲۷، الرحمٰن (۷۲)، دار إحیاء التراث، بیروت

۵۲ روح المعانی: ۱۲۶/۲۷، الرحمٰن (۷۲)، دار إحیاء التراث، بیروت

إِنَّ مِنَ الْمُنْشَاٰتِ اللَّائِیْ کُنَّ فِی الدُّنْیَا عَجَائِزَ عُمْشًا رُمْصًا [۵۳]

جو عورتیں دنیا میں بوڑھی اور کم نظر، کیچڑ بہانے والی آنکھوں والی ہوں گی ان کو حق تعالیٰ جنت میں خاص عالمِ شباب عطا فرماویں گے۔ اور حدیث میں ہے کہ إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ إِذَا جَامَعُوْا نِسَائَهُمْ عُدْنَ أَبْكَارًا اہلِ جنت جب اپنی بیویوں سے جماع کریں گے تو بعد صحبت پھر وہ باکرہ ہو جاویں گی۔ [۵۴]

حلِّ لغت

رمص: کیچڑ بہانا۔ عمش: چوندھیانا۔

علامہ ابو حیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر ''البحر المحیط'' میں لکھا ہے کہ ان سے مراد حوریں ہیں۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کی تفسیر میں ہر دو روایات کے پیشِ نظر تفسیر فرماتے ہیں کہ یہ خصوصیات حوروں کے لیے اور دنیا کی عورتوں کے لیے دونوں کے لیے عام ہیں۔

عُرُبًا

مُتَحَبِّبَاتٌ إِلٰی أَزْوَاجِهِنَّ یہ عورتیں اپنے شوہروں کو اپنے حرکات و شمائل اور ناز و انداز، حسن و جمال کے اعتبار سے نہایت دلکش معلوم ہوں گی۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے مُتَحَبِّبَاتٌ إِلٰی أَزْوَاجِهِنَّ سے تفسیر کی ہے، جس کا ترجمہ بھی نہایت ہی حسین کرتا ہوں۔ اپنے شوہروں سے اظہارِ محبت کرنے والی ہوں گی۔

تَحَبُّبْ: اظہارِ محبت کرنا۔

اَتْرَابًا: مُسْتَوِیَاتٌ فِیْ سِنٍّ وَّاحِدٍ یعنی ہم عمر ہوں گی۔ [۵۵]

---

۵۳ جامع الترمذی: ۲/۱۶۵، ابواب التفسیر و سورۃ الواقعۃ، ایچ ایم سعید

۵۴ روح المعانی: ۲۷/۱۴۲، الواقعۃ (۳۹)، دار إحیاء التراث، بیروت

۵۵ بیان القرآن: ۱۱/۹۶، ۹۷، الواقعۃ (۳۵-۳۹)، ایچ ایم سعید / روح المعانی: ۲۷/۱۴۲، الواقعۃ (۳۹)، دار إحیاء التراث، بیروت

حُوْرٌ عِیْنٌ: گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والی ہوں گی **کَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَکْنُوْنِ** جیسے پوشیدہ رکھا ہوا موتی چمکدار ہوتا ہے۔

العین: جمع **عَیْنَاء وَھِیَ عَظِیْمَۃُ الْعَیْنَیْنِ**۔

’’حور‘‘ کے لغوی معنیٰ

حُوْر (**سَمِعَ** سے) آنکھ کی سفیدی کا بہت سفید ہونا اور سیاہی کا بہت سیاہ ہونا۔

حُور جمع **حَوراء** اور **عِیْن** جمع **عَیْنَاء وَھِیَ الْبَیْضَاءُ**۔[۵۶]

حور (**نَصَرَ** سے) حیرت میں ڈال دینا۔ (المنجد) یعنی ان کا حسن ناظرین کو حیرت میں ڈال دے گا۔ چوں کہ حوروں کا حسن حیرت زدہ کر دے گا، اس لیے ان کا نام حور ہے اور آنکھوں کی سفیدی اور سیاہی کمال درجہ کی ہو گی، یہ بھی وجہ تسمیہ ہے۔

سورۂ یٰسین کے نام اور اس کی تلاوت کے فوائد

۱) **قَلْبُ الْقُرْاٰن** ۲) **اَلْعَظِیْمَۃُ** ۳) **اَلْمُعِمَّۃُ** ۴) **اَلْمُدَافِعَۃُ** ۵) **اَلْقَاضِیَۃُ**۔ تفسیر روح المعانی، پارہ ۲۲، صفحہ ۲۰۸ سے حسبِ ذیل فوائد درج کیے جا رہے ہیں:

اِنَّ لِکُلِّ شَیْءٍ قَلْبًا وَقَلْبُ الْقُرْاٰنِ یٰسٓ[۵۷]

اور **یٰسین قَلْبُ الْقُرْاٰن** بحوالہ ابوداؤد، نسائی، ابنِ ماجہ اور مسند امام احمد و طبرانی میں حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی روایت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر شے کا دل ہوتا ہے اور سورۂ یٰسین قرآن پاک کا دل ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سورۂ یٰسین کا نام عالَمِ غیب میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک ’’عظیمہ‘‘ ہے اور

---

[۵۶] روح المعانی: ۲۵/۱۳۵، الرحمٰن (۵۹)، دار إحیاء التراث، بیروت

[۵۷] مصنف عبد الرزاق: ۳/۳۷۲ (۶۰۰۹)، باب تعلیم القرآن وفضلہ، المکتب الاسلامی، بیروت / مسند احمد: ۳۳/۴۱۷ (۲۰۳۰۰)، مؤسسۃ الرسالۃ

اس کی تلاوت کرنے والوں کا نام وہاں ''شریف'' ہے، اور شفاعت کرے گا اس کی تلاوت کرنے والا قیامت کے دن قبیلہ ربیعہ اور مضر سے زیادہ۔ اور اس سورت کا نام اَلْمُعِمَّۃ، اَلْمُدَافِعَۃ اور اَلْقَاضِیَۃ بھی ہے۔[۵۸]

اَلْمُعِمَّۃ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سورۂ یٰسین کا نام توریت میں اَلْمُعِمّۃ ہے کیوں کہ یہ سورت تَعُمُّ صَاحِبَهَا خَيْرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ یہ سورت اپنے تلاوت کرنے والوں پر دنیا اور آخرت کی بھلائیاں عام کر دیتی ہے۔ وَتُكَابِدُ عَنْهُ بَلْوَى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اور یہ سورت اپنے تلاوت کرنے والے کی طرف سے تمام بلائیں دنیا و آخرت کی اپنے اوپر اُٹھالیتی ہے۔ وَتَدْفَعُ عَنْهُ أَهَاوِيْلَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اور دنیا اور آخرت کی ہولناکیوں کو دفع کرتی ہے۔[۵۹]

اَلْمُدَافِعَۃ: اس سورت کا نام مدافعہ بھی ہے یعنی تَدْفَعُ عَنْ صَاحِبِهَا كُلَّ سُوْءٍ ہر بُرائی اپنے تلاوت کرنے والے سے دفع کرتی ہے۔

اَلْقَاضِيَةُ: أَيْ تَقْضِيْ لَهٗ كُلَّ حَاجَةٍ اس سورت کی برکت سے حق تعالیٰ شانہٗ حاجتیں بھی پوری فرمادیتے ہیں۔

وَصَحَّ مِنْ حَدِيْثِ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ لَا يَقْرَأُهَا عَبْدٌ يُّرِيْدُ اللهَ تَعَالٰى وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ إِلَّا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ اور روایت میں ہے کہ جو بندہ رضائے حق اور آخرت کے لیے اس کی تلاوت کرتا ہے اس کے تمام ماتقدّم (اگلے) گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔[۶۰]

مَنْ قَرَأَ يٰسِيْنَ كَتَبَ اللهُ تَعَالٰى بِقِرَائَتِهَا قِرَائَةَ الْقُرْاٰنِ عَشَرَ مَرَّاتٍ وَلَا يَلْزَمُ مِنْ هٰذَا تَفْضِيْلُ الشَّيْءِ عَلٰى نَفْسِهٖ إِذِ الْمُرَادُ بِقِرَائَةِ الْقُرْاٰنِ قِرَائَتُهٗ دُوْنَ يٰسِيْنَ۔[۶۱]

۵۸؎ کنزالعمال: ۱/۵۲۸ (۲۳۶۲)، باب فی فضائل تلاوۃ القراٰن، مؤسسۃ الرسالۃ

۵۹؎ کنزالعمال: ۱/۵۹۰ (۲۶۸۶)، فضائل السور الباقیۃ من الإکمال، مؤسسۃ الرسالۃ

۶۰؎ إتحافُ الخِيرة المَهَرة: ۶/۲۵۸ (۵۷۹۵)، کِتَابُ الأدب، دارُ الوطن

۶۱؎ جامع الترمذی: ۲/۱۱۶ فضائلُ القراٰن، باب فضل یٰس، ایچ ایم سعید

جو شخص ایک بار سورۂ یٰسین کی تلاوت کرے گا اس کو دس قرآن شریف کا ثواب ملے گا۔

طریقۂ دُعا بعد از تلاوت سورۂ یٰسین

جب تلاوت کرلے تو درود شریف پڑھ کر اس کا ثواب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح مبارک کو ایصال کردے پھر یوں دعا کرے کہ اے اللہ! ہم نے آپ کے قرآن پاک کے قلب کی تلاوت کی ہے، اس کی برکت سے ہمارے دل کو اللہ والا بنادیجیے اور ہمارا نام عالمِ غیب میں شریفوں کے ساتھ درج فرمادیجیے اور دنیا و آخرت کی بھلائیاں ہم پر عام فرمادیجیے کہ اس سورت کا نام ''معمّہ'' ہے اور ہماری تمام بلائیں اور پریشانیاں دور فرمادیجیے کہ اس کا نام ''مدافعہ'' ہے اور اس کی برکت سے ہماری تمام حاجتیں پوری فرما دیجیے کہ اس کا نام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ''قاضیہ'' بھی فرمایا ہے۔

سورۂ ملک کے نام اور اس کی تلاوت کے فوائد

سورۂ ملک کے اور نام یہ ہیں:

۱) اَلْمَانِعَة ۲) اَلْمُنْجِيَة ۳) اَلْمُجَادِلَة ۴) اَلْوَاقِيَة ۵) اَلْمَنَّاعَة۔[۶۲]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عہدِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں اس سورت کو ہم ''مانعہ'' کہا کرتے تھے۔[۶۳] ترمذی شریف کی روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک قبر پر نادانستہ طور پر مکان بنالیا گیا تھا کہ ایک دن قبر سے سورۂ ملک کی آواز آئی اور پوری سورت کی تلاوت صاحبِ قبر سے سنی گئی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی تو ارشاد فرمایا کہ یہ سورت مانعہ اور منجیہ ہے، جو اس کی تلاوت کرتا ہے اس کو عذابِ قبر سے نجات دلاتی ہے۔[۶۴]

طبرانی اور حاکم سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے

---

۶۲ روح المعانی:۲۹/۲، سورة الملك، دار إحياء التراث، بيروت

۶۳ المعجم الاوسط للطبرانی:۶/۲۱۲(۶۲۱۶)، دار الحرمين بالقاهرة

۶۴ جامع الترمذی:۲/۱۱۷، ابواب فضائل القرآن، فضل سورة الملك، ایچ ایم سعید

ایک شخص سے فرمایا کہ کیا ہم تجھ کو ایک تحفہ کی بشارت نہ دیں کہ تو اس سے خوش ہو جاوے؟ پھر فرمایا کہ سورۂ ملک کی تلاوت کیا کر وَعَلِّمْهَا أَهْلَكَ وَجَمِيْعَ وَلَدِكَ وَصِبْيَانَ بَيْتِكَ وَجِيْرَانَكَ اور تو اپنے اہل اور جمیع اولاد اور گھر کے بچوں کو اور پڑوسیوں کو بھی سکھادے فَإِنَّهَا الْمُنْجِيَةُ وَالْمُجَادِلَةُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّهَا لِقَارِئِهَا وَتَطْلُبُ لَهٗ أَنْ تُنْجِيَهٗ مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَيَنْجُوْ بِهَا صَاحِبُهَا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ [٦٥] پس تحقیق یہ سورت اپنے قاری کے لیے نجات دلانے والی ہے اور قیامت کے دن حق تعالیٰ سے جھگڑا کرکے بخشوانے والی ہے اور جہنم سے نجات کا اس کے لیے مطالبہ کرنے والی ہے اور اس کی تلاوت کی برکت سے تلاوت کرنے والا عذابِ قبر سے نجات پاجاوے گا۔ اور اس سورت کا نام ''واقیہ اور منّاعہ'' ہے۔[٦٦]

بحوالہ ترمذی، امام احمد، ابوداؤد، ابنِ ماجہ اور نسائی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کتاب اللہ میں ایک سورت ہے جس میں تیس آیات ہیں اور وہ تَبَارَكَ الَّذِیْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ہے، اپنے پڑھنے والے کے لیے شفاعت کرے گی، یہاں تک کہ وہ بخش دیا جاوے۔[٦٧]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ہر رات میں سورۂ الٓمّٓ سجدہ اور سورۂ تَبَارَكَ الَّذِیْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ تلاوت فرمایا کرتے تھے اور کبھی نہیں چھوڑتے تھے اس کی تلاوت، نہ سفر میں نہ وطن میں اور اسی سبب سے کہا گیا ہے کہ ان دونوں سورتوں کی تلاوت مستحب ہے۔

معمولِ حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ ہمارا معمول بھی ہے کہ یہ سورتیں پڑھا کرتا ہوں وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَفَّقَنَا لِقِرَائَتِهَا كَذَالِكَ مُنْذُ بَلَغْتُ سِنَّ التَّمْيِيْزِ إِلَى الْيَوْمِ

---

[٦٥] إتحاف الخيرة المهرة: ٢٩٠/٦ (٥٨٧١)، كتاب الأدب، دار الوطن

[٦٦] روح المعانی: ٢/٢٩، الملك، دار إحياء التراث، بيروت

[٦٧] إتحاف الخيرة المهرة: ٢٠٩/٦ (٥٨٧٠)، دار الوطن

وَأَسْأَلُ اللهَ تَعَالَى التَّوْفِيقَ لِمَا بَعْدُ وَالْقَبُوْلَ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے بعض شُروحِ بخاری میں دیکھا ہے کہ اگر اس سورۂ تبارک کو کوئی چاند دیکھتے وقت پڑھ لے تو پورے مہینہ کی تمام بلاؤں سے محفوظ رہے گا۔

قَالَ الْوُسِیْ رَحِمَهُ اللهُ: وَرَأَيْتُ فِي بَعْضِ شُرُوحِ الْبُخَارِيّ نُدْبَ قِرَائَتِهَا عِنْدَ رُؤْيَةِ الْهِلَالِ رَجَاءَ الْحِفْظِ مِنَ الْمَكَارِهِ فِي ذَالِكَ الشَّهْرِ بِبَرَكَةِ اٰيَاتِهَا الثَّلَاثِيْنَ۔[۶۸]

اہل اللہ کی صحبت مردودیت سے حفاظت کا ذریعہ ہے

اہل اللہ کی صحبت اور محبت کا ایک انعام یہ ہے کہ مردودیت سے تحفظ عطا ہوتا ہے۔ حضرت مجدد الملت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا ”حسن العزیز اور ملفوظاتِ اشرفیہ“ صفحہ ۱۵۔۱۶ پر عجیب ارشاد ہے۔ ایک صاحب نے دریافت کیا کہ اس شعر کا کیا مفہوم ہے؟

یک زمانے صحبتے با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا

ایک ساعت اولیاء اللہ کی صحبت سو برس کی بے ریا عبادت سے افضل ہے۔

فرمایا کہ صحبتِ اولیاء سے ایک خاص بات قلب میں ایسی پیدا ہوجاتی ہے جس سے خروج عن الاسلام (دائرۂ اسلام و ایمان سے نکل جانا) کا احتمال نہیں رہتا، خواہ گناہ اور فسق و فجور سب کچھ اس سے واقع ہوجاوے، لیکن ایسا نہیں ہوتا کہ دائرۂ اسلام سے خارج ہوجاوے، مردودیت تک نوبت کبھی نہیں پہنچتی، برخلاف اس کے ہزار برس کی عبادت میں بھی بذاتہٖ یہ اثر نہیں کہ وہ کسی کو مردودیت سے محفوظ رکھ سکے، چناں چہ شیطان نے لاکھوں برس عبادت کی، لیکن وہ اس کو مردودیت سے نہ روک سکی۔ یہی معنیٰ ہیں اس شعر کے ؎

یک زمانے صحبتے با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا

---

۶۸ روح المعانی:۲۹/۳، الملک، دار احیاء التراث، بیروت

کیوں کہ ظاہر ہے کہ ایسی چیز (یعنی اولیاء اللہ کی صحبت) جو مردودیت سے ہمیشہ کے لیے محفوظ کردے (یعنی سوئے خاتمہ سے نجات دلادے اور حسنِ خاتمہ کی دولت بخشے) ہزاروں سال کی ایسی عبادت سے بڑھ کر ہے جس میں یہ اثر نہ ہو۔

اور فرمایا کہ اکثر لوگ کہتے ہیں کہ حدیثوں میں تصوف نہیں اور میں کہتا ہوں کہ وہ حدیث ہی نہیں جس میں تصوف نہیں۔ یعنی ہر حدیث میں تصوف ہے، مگر لوگ تصوف کی حقیقت نہیں جانتے (یعنی ظاہر اور باطن کو سنت اور شریعت کے مطابق رکھنے کا اہتمام)۔ اور فرمایا کہ پہلے میرا یہ خیال تھا کہ شیخ کے پاس رہنے کی ایسی ضرورت نہیں، ذکر و شغل کرتا رہے تو گو شیخ دور ہو کافی ہے، لیکن تجربہ سے اب یہ معلوم ہوا کہ جو نفع ذکر و شغل کا شیخ کے پاس رہ کر ہوتا ہے وہ دور رہ کر نہیں ہوتا۔

تاثیرِ صحبتِ اہل اللہ محتاجِ دلیل نہیں

حضرت حکیم الامت مجدد الملّت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ''حسن العزیز'' صفحہ ۱۶ پر فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کی صحبت میں بالخاصّہ اثر ہے، جیسے مقناطیس میں لوہے کو کھینچنے کا اثر ہے، کوئی خاص وجہ اس اثر کی نہیں بتلائی جاسکتی (بس یہی کہیں گے اللہ تعالیٰ نے مقناطیس میں کشش کا یہ اثر رکھا ہے) اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اللہ والوں کی صحبت میں یہ اثر رکھا ہے کہ ان کی صحبت اثر کر ہی جاتی ہے۔ واقعی خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ اور فرمایا کہ شیخ کے پاس رہ کر ذکر و شغل کرنا ایسا ہے جیسا کہ کوئی مریض طبیب کے پاس رہ کر علاج کرائے اور دوسرا دور رہ کر صرف خط و کتابت سے علاج کرائے، تو نفع میں زمین و آسمان کا فرق ہوگا۔ صحبتِ شیخ میں انسان بدون ارادہ غیر شعوری طور پر اس کے اخلاق کو جذب کرتا رہتا ہے۔ اور ایک مثال اور ہے وہ یہ کہ شوہر اور بیوی دور دور رہ کر خط و کتابت سے محبت کرتے رہیں تو کیا اولاد ہوسکتی ہے؟ اسی طرح شیخ کے ساتھ صرف خط و کتابت رکھنے سے کوئی معتدبہٖ نتیجہ نہیں پیدا ہوسکتا، البتہ ایک مرتبہ ایک عرصہ تک پاس رہ لے پھر خط و کتابت سے کام چل سکتا ہے، پھر ثمراتِ خاصّہ کے لیے گاہے گاہے صحبتِ شیخ ضروری ہے۔

صحبتِ اولیاء اللہ مثل کیمیا بوٹی ہے

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ان ہی ملفوظات کے آگے فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کی صحبت میں کیمیا کا اثر ہے، جس طرح تانبہ پگھلا کر کیمیا کی بوٹی اس میں ڈال دیتے ہیں تو سب سونا بن جاتا ہے، اسی طرح ان حضرات کی صحبت میں اسی بوٹی کی طرح اثر ہے کہ پتھر جیسے دل موتی بن جاتے ہیں۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ؎

گر تو سنگِ خارہ و مرمر بوی
چوں بصاحبِ دل رسی گوہر شوی

اگر تم پتھر کی طرح بے حس ہو، لیکن کسی اہلِ دل کے پاس جب رہوگے تو موتی ہو جاؤگے۔

عاشقانِ حق کی صحبت حصولِ حلاوتِ ایمان کا ذریعہ ہے

اللہ والوں کی صحبت اور عاشقانِ حق کی معیت سے ایمان کی حلاوت کے علاوہ اعمال میں بھی حلاوت اور ذکرِ عاشقانہ کی توفیق ہوتی ہے۔ مسلم شریف کی روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ قَالُوْا: وَمَا الْمُفَرِّدُوْنَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟
قَالَ: اَلذَّاکِرُوْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذَّاکِرَاتُ[۶۹]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سبقت لے گئے مفرّدون لوگ۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ مفرّدون کون لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور کثرت سے ذکر اللہ کرنے والی عورتیں۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ترجمہ فضائلِ ذکر میں یہ کیا ہے "جو عاشقانہ ذکر کرنے والے ہیں وہ لوگ بازی لے گئے۔"

۶۹ جامع الترمذی: ۲/۲۰۰، باب من ابواب جامع الدعوات، ایچ ایم سعید / شعب الایمان للبیھقی: ۱/۳۸۹، فصل فی ادامۃ ذکر اللہ تعالی، مطبوعۃ بیروت

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں۔

عام میخوانند ہر دم نامِ پاک
ایں اثر نہ کند چوں نبود عشقناک

عام لوگ تو ہر وقت اللہ تعالیٰ کا نام پاک رٹتے ہیں، مگر حلق کے اوپر سے۔

مر اواری ولے بر لب نہ در دل
بہ لب ایماں بہ دل ایمانداری

یہ ذکر جو صرف حلق کے اوپر سے نکلتا ہے اور درد بھرے دل سے نہیں نکلتا۔ نفع تو یہ بھی دیتا ہے، مگر نفع کامل نہیں ہوتا، لیکن جب یہ ذکر عشق سے بھرا نکلتا ہے تو پورا اثر کرتا ہے۔

"عشقناک" مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کی خاص لغت ہے، آپ نے خوفناک، غمناک، تشویشناک، دردناک، اندوہناک، تابناک، افسوسناک، شرمناک، غرض بہت سے ناک سنے ہوں گے۔ لیکن واہ رے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ! کیا لغت بیان فرمائی "عشقناک" بے شک مولانا اس کے مصداق تھے، سراپا عاشق حق تھے۔

مُفَرِّدُوْنَ کا ترجمہ "عاشقانہ ذکر کرنے والے" نہایت عمدہ ترجمہ ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ عاشقانِ خدا بازی لے گئے۔

لوٹ آئے جتنے فرزانے گئے
تا بہ منزل صرف دیوانے گئے
مستند رستے وہی مانے گئے
جن سے ہو کر تیرے دیوانے گئے
آہ کو نسبت ہے کچھ عشاق سے
آہ نکلی اور پہچانے گئے

علامہ محی الدین ابوزکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں اس روایت کو دوسری

روایت سے حل فرمایا۔ سبحان اللہ! الفاظِ نبوت کو الفاظِ نبوت سے حل فرمایا ہے:

وَجَاءَ فِیْ رِوَایَۃٍ ھُمُ الَّذِیْنَ اھْتَزُّوْا فِیْ ذِکْرِ اللہِ اَیْ لَھِجُوْا بِہٖ [۷]

مفردون وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں جھوم جاتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے نام پر فریفتہ ہو جاتے ہیں۔

حلِ لغت: **اِھْتِزَاز**: حرکت میں آجانا۔ **لَھِجَ یَلْھَجُ** (س) فریفتہ ہونا، عاشق ہونا۔

ہر وادیٔ ویراں میں گلستاں نظر آیا
قرباں میں تیرے نام کی لذت پہ خدایا

نام لیتے ہی نشہ سا چھا گیا
ذکر میں تاثیرِ دورِ جام ہے
وعدہ آنے کا شبِ آخر میں ہے
صبح سے ہی انتظارِ شام ہے
(سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ)

نامِ حق چوں بر زبانم می رود
ہر بُنِ مو از عسل جوے شود
(مثنوی رومی)

جب حق تعالیٰ کا نامِ پاک زبان پر جاری ہوتا ہے تو ہر بُنِ مو ہمارا شہد کا دریا بن جاتا ہے۔

ہر لمحۂ حیات گزارا ہم نے
آپ کے نام کی لذت کا سہارا لے کر
(اختر)

اے دل ایں شکر خوشتر یا آنکہ شکر سازد
اے دل ایں قمر خوشتر یا آنکہ قمر سازد

[۷] شرح مسلم للنووی: ۲/۱۷، باب الحث علیٰ ذکر اللہ تعالیٰ، دار احیاء التراث، بیروت

اے دل! یہ شکر زیادہ میٹھی ہے یا جو شکر کا خالق ہے؟ اے دل! یہ قمر زیادہ حسین ہے یا قمر کا بنانے والا؟ ؎

لذتِ دو جہاں ملی مجھ کو تمہارے نام سے
دونوں جہاں لٹا کے بھی تیرا نہ حق ادا ہوا

ایسے عاشقانہ ذکر کرنے والوں کی صحبت میں جو رہتے ہیں، ان کو بھی عاشقانہ ذکر نصیب ہو جاتا ہے اور عاشقانہ عبادت کی مٹھاس مل جاتی ہے۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح بے نمازی نمازیوں میں رہنے سے نمازی بن جاتا ہے، اسی طرح غیر عاشقِ حق جب عاشقانِ خدا کی صحبت میں رہتا ہے تو ان کی صحبت کے فیضان سے عاشقِ حق ہو جاتا ہے۔ مناجات کی لذت، سجدوں کی لذت، تلاوت کی لذت ان حضرات سے ملتی ہے، ان حضرات سے پوچھیے ؎

کس طرح فریاد کرتے ہیں بتادو قاعدہ
اے اسیرانِ قفس میں نو گرفتاروں میں ہوں

ان حضرات سے پوچھیے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کیسے محبوب ہیں؟ اَلرَّحۡمٰنُ فَسۡـَٔلۡ بِهٖ خَبِيۡرًا حق تعالیٰ فرماتے ہیں ہماری شان کو ہمارے عاشقین و عارفین سے دریافت کرو، کافر مشرک بے خبر کیا جانیں۔

حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ أَيْ فَاسْأَلْ بِرَحْمَتِهٖ وَتَفَاصِيْلِهَا عَارِفًا يُخْبِرُكَ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی تفاصیل کسی عارف سے معلوم کرو جو تمہیں آگاہ کرے گا۔[اکـ]

حضرت شاہ فضل رحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب میں سجدہ کرتا ہوں تو ہم کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا پیار کر لیا، اور ہم کو جو تلاوت میں لطف آتا ہے اگر تم لوگوں کو ملنے لگے تو گریبان پھاڑ کر جنگل بھاگ جاؤ۔ اور

اکـ روح المعانی: ١٩/٢٩، الفرقان (٦٠)، دار إحياء التراث، بيروت

فرماتے تھے کہ جب جنت میں حوریں آئیں گی تو میں ان سے کہوں گا: بی! اگر قرآن سننا ہے تو سنو ورنہ اپنا راستہ لو۔

چو حافظ گشت بیخود کے شمارد
بیک جو مملکت کاؤس وکے را

جب حافظ شیرازی اللہ تعالیٰ کے نام پاک کی لذت سے مست و سرشار ہوتا ہے تو سلطنتِ کاؤس وکے کو ایک جو کے بدلے بھی شمار نہیں کرتا۔

ولے دارم جواہر پارۂ عشق است تحویلش
کہ دارد زیر گردوں میر سامانے کہ من دارم

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ولی اللہ دہلوی سینے میں ایک ایسا دل رکھتا ہے جو حق تعالیٰ کی محبت کے موتی رکھتا ہے، مجھ سے بڑھ کر آسمان کے نیچے کوئی امیر ساماں ہے جو میں رکھتا ہوں؟ ہائے! لیکن یہ دولت متکبروں کو نہیں ملتی اور دنیا پرستوں کو بھی نہیں ملتی۔

سرمد غمِ بوالہوس را ندہند
سوزِ غمِ پروانہ مگس را ندہند

اے سرمد! عشقِ حق کا غم لالچی دنیا پرست کو نہیں عطا فرماتے، جس طرح پروانہ کا سوزِ غم مکھیوں کو نہیں ملتا۔

ایک عجیب لطیفہ

مکھی کے پر ہیں مگر اس کا نام پروانہ اہلِ لغت نے نہیں رکھا، کیوں کہ اس کے پر گندگی پر فدا ہوتے ہیں، اور پروانہ کو پروانہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے پروں کی پرواز روشنی پر ہے، اس کے پر اس قابل ہیں کہ اس کو پروانہ کہا جائے۔ اسی طرح جو دنیادار ہوتا ہے اس کو اہلِ دل نہیں کہتے اور جو اپنا دل اللہ تعالیٰ پر فدا کرتے ہیں ان کو اہلِ دل کہتے ہیں کہ دل کا حق ادا کیا گیا۔ احقر کا شعر ہے۔

کسی خاکی پہ مت کر خاک اپنی زندگانی کو
جوانی کر فدا اس پر کہ جس نے دی جوانی کو
(اختؔر)

یہ سب کچھ علوم کی باتیں تو ہیں، مگر کام جبھی بنتا ہے جب کسی اللہ والے سے تعلق ہو گا۔

جب کسی سے لَو لگائی جائے گی
تب یہ آشفتہ خیالی جائے گی

تنہا نہ چل سکیں گے محبت کی راہ میں
میں چل رہا ہوں آپ میرے ساتھ آئیے
جب تک فنائے رائے کی ہمت نہ پائیے
کیوں آپ اہلِ عشق کی محفل میں آئیے

افنائے رائے کی ضرورت و حقیقت

اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ سے مسئلۂ تصوف (از علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ)

اہل اللہ اور مشائخ اور مرشدین کی صحبت کی نافعیت کے لیے چار شرائط ہیں:

۱) اطلاعِ حالات ۲) اتباعِ تجویزات ۳) انقیاد ۴) اعتماد۔

چار شرطیں لازمی ہیں استفادہ کے لیے
اطلاع و اتباع و انقیاد و اعتماد

نوٹ: یہ افنائے رائے تربیت اور اذکار و نوافل میں مطلوب ہے، نہ کہ فرائض اور سنتِ مؤکدہ اور واجبات میں، جیسا کہ بعض حقیقت سے بے خبر اس افنائے رائے کو شریعت میں دخل سے تعبیر کرتے ہیں۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں **باب الاشارات** کے ذیل میں لکھتے ہیں:

''وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ'' ھُمُ الْمَشَایِخُ الْمُرْشِدُوْنَ بِامْتِثَالِ اَمْرِھِمْ فِیْمَا یَرَوْنَہٗ صَلَاحًا لَّکُمْ وَتَھْذِیْبًا لِّاَخْلَاقِکُمْ[۲]

اولی الامر کی اطاعت سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ اپنے مشایخ اور مرشدوں کے ان احکام کی اطاعت کی جاوے جو طالبین کی اصلاح اور تہذیبِ اخلاق کے لیے وہ کرتے ہیں۔

فوائدِ علمیہ متفرقہ

۱۔ نیکیوں سے چھوٹے گناہوں کا مٹ جانا

اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّئَاتِ (الاٰیۃ) اَلْمُرَادُ بِالسَّیِّئَاتِ الصَّغَائِرُ بِشَرْطِ اجْتِنَابِ الْکَبَائِرِ

نیکیاں سیئات کو مٹادیتی ہیں، اس سے مراد صغیرہ ہیں بشرطیکہ کبائر سے اجتناب کیا جاوے۔ فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ سے تبدیل سیئات کے متعلق یہی جمہور اہلِ سنّت کا اعتقاد لکھا ہے جو اوپر مذکور ہے۔[۳]

۲۔ حق تعالیٰ کی طرف سے قرآن کی حفاظت کا اعلان

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ أَیْ مِنْ کُلِّ مَا یَقْدَحُ فِیْہِ کَالتَّحْرِیْفِ وَالزِّیَادَۃِ وَالنُّقْصَانِ وَغَیْرِ ذَالِكَ حَتّٰی أَنَّ الشَّیْخَ الْمُھِیْبَ لَوْ غَیَّرَ نُقْطَۃً یَرُدُّ عَلَیْہِ الصِّبْیَانُ وَیَقُوْلُ لَہٗ مَنْ کَانَ الصَّوَابُ کَذَا۔ وَجَوَّزَ غَیْرُ وَاحِدٍ أَنْ یُّرَادَ حِفْظُہٗ بِالْاِعْجَازِ فِیْ کُلِّ وَقْتٍ کَمَا تَدُلُّ عَلَیْہِ الْجُمْلَۃُ الْاِسْمِیَّۃُ مِنْ کُلِّ زِیَادَۃٍ وَّنُقْصَانٍ وَتَحْرِیْفٍ وَتَبْدِیْلٍ، وَلَمْ یَحْفَظْ سُبْحَانَہٗ کِتَابًا مِّنَ الْکُتُبِ کَذَالِكَ، بَلِ اسْتَحْفَظَھَا جَلَّ وَعَلَا الرَّبَّانِیِّیْنَ وَالْأَحْبَارَ، فَوَقَعَ فِیْھَا

۲؎ روح المعانی: ۵/۸۳، النسآء (۵۹)، دار إحیاء التراث، بیروت

۳؎ روح المعانی: ۴/۱۶۹، اٰل عمرٰن (۱۹۵)، دار إحیاء التراث، بیروت

مَاوَقَعَ، وَتَوَلّٰی حِفْظَ الْقُرْاٰنِ بِنَفْسِہٖ سُبْحَانَہٗ، فَلَمْ یَزَلْ مَحْفُوْظًا أَوَّلًا وَّاٰخِرًا-نَحْنُ نَزَّلْنَا بِصِیْغَۃِ الْجَمْعِ تَعْظِیْمًا لِّشَأْنِہٖ ''وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ'' أَیْ فِیْ قُلُوْبِ أَوْلِیَاءِنَا فَھِیَ خَزَائِنُ أَسْرَارِنَا[۷۴]

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی ہر تحریف، زیادتی و نقصان وغیرہ سے حفاظت کریں گے، یہاں تک کہ اگر کوئی ہیبت ناک شیخ بھی ایک نقطہ قرآن پاک میں تبدیل کردے تو ایک بچہ حافظِ قرآن اس کی غلطی کو رد کردے گا اور بتادے گا کہ صحیح اس طرح ہے۔ چوں کہ جملہ اسمیہ سے حفاظت کا وعدہ ہے، اس لیے قیامت تک قرآن پاک کے الفاظ اور معانی میں تحریف نہ ہو سکے گی۔ قرآن پاک سے قبل کسی آسمانی کتاب کا اللہ تعالیٰ نے حفاظت کا ذمہ نہیں لیا تھا، بلکہ ان کی حفاظت وقت کے علماء اور احبار کیا کرتے تھے، لیکن قرآن پاک کی حفاظت کا ذمہ حق تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لیا ہے، اس لیے ہمیشہ محفوظ رہے گا اوّل تا آخر۔ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ یعنی اس کی حفاظت ہم اپنے اولیاء کے قلوب میں کریں گے جو ہمارے اسرار کے خزانے ہیں۔

۳۔ تلوین و تمکین

ہر تلوین مذموم نہیں، بعض تلوین تمکین سے افضل ہے۔ قَالَ اللہُ تَعَالٰی شَأْنُہٗ: کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَأْنٍ[۷۵] کُلَّ یَوْمٍ أَیْ کُلَّ وَقْتٍ مِّنَ الْاَوْقَاتِ وَلَحْظَۃٍ مِّنَ اللَّحْظَاتِ، وَأَخْرَجَ الْبُخَارِیُّ فِیْ تَارِیْخِہٖ وَابْنُ مَاجَۃَ وَابْنُ حَبَّانٍ وَجَمَاعَۃٌ عَنْ أَبِی الدَّرْدَاءِ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَنَّہٗ قَالَ فِیْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ: مِنْ شَأْنِہٖ أَنْ یَّغْفِرَ ذَنْبًا وَیُفَرِّجَ کَرْبًا وَیَرْفَعَ قَوْمًا وَیَضَعَ

۷۴؎ روح المعانی: ۱۴/۱۶، الحجر (۹)، دار إحیاء التراث، بیروت

۷۵؎ الرحمٰن: ۲۹

اٰخَرِيْنَ[۷۶] زَادَ الْبَزَّارُ وَيُجِيْبُ دَاعِيًا[۷۷] وَقِيْلَ إِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى فِيْ كُلِّ يَوْمٍ ثَلٰثَ عَسَاكِرَ عَسْكَرٌ مِنَ الْأَصْلَابِ إِلَى الْأَرْحَامِ وَعَسْكَرٌ مِنَ الْأَرْحَامِ إِلَى الدُّنْيَا وَعَسْكَرٌ مِنَ الدُّنْيَا إِلَى الْقُبُوْرِ. وَالظَّاهِرُ أَنَّ الْمُرَادَ بَيَانُ كَثْرَةِ شُئُوْنِهٖ تَعَالٰى فِي الدُّنْيَا فَكُلَّ يَوْمٍ عَلٰى مَعْنٰى كُلِّ وَقْتٍ مِّنْ أَوْقَاتِ الدُّنْيَا۔ وَاسْتَدَلَّ الشَّيْخُ الْأَكْبَرُ مُحِيُّ الدِّيْنِ قُدِّسَ سِرُّهٗ بِقَوْلِهٖ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى (كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ) عَلٰى شَرَفِ التَّلْوِيْنِ[۷۸]

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت اپنی اک نئی شان کا ظہور فرماتے ہیں، پس یوم بمعنیٰ دن نہیں ہے، بلکہ ہر وقت اور ہر لحظہ تجلیات نو بہ نو کا ظہور مراد ہے۔ امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابنِ ماجہ اور ابنِ حبان اور کثیر جماعت نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت کسی کی خطائیں معاف فرماتے ہیں، کسی کی تکلیف دور فرماتے ہیں، کسی قوم کو عزت و بلندی عطا فرماتے ہیں اور کسی قوم کو ذلیل فرماتے ہیں۔ اور بزار نے یہ زیادہ کیا ہے کہ اور دعا کرنے والے کی دعا قبول فرماتے ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ ہر روز اللہ تعالیٰ کے تین لشکر ہیں: ایک لشکر باپ کے اصلاب سے ماں کے ارحام میں آتا ہے، دوسرا لشکر ماں کے پیٹ سے دنیا میں وجود پاتا ہے اور تیسرا لشکر دنیا سے قبروں میں جاتا ہے۔

مراد اس آیت سے یہ ہے کہ ہر وقت شئونِ مختلفہ کا ظہور بارگاہِ حق سے دنیا میں ہوتا رہتا ہے۔

۷۶؎ صحیح البخاری: ۲/۲۳ ۷، کتاب التفسیر، سورۃ الرحمٰن، المکتبۃ المظہریۃ/ سنن ابن ماجۃ: ۱۱۴ (۲۰۲)، باب فیما أنکرت الجہمیۃ، المکتبۃ الرحمانیۃ/ صحیح ابن حبان: ۲/۴۶۴ (۶۸۹)، باب الفقر والزہد والقناعۃ، مؤسسۃ الرسالۃ

۷۷؎ مسند البزار: ۱۰/۳ ۷ (۴۱۳۷)، مسند ابی الدرداء رضی اللہ عنہ، مؤسسۃ علوم القرآن، بیروت

۷۸؎ روح المعانی: ۲۷/۱۱۰، الرحمٰن (۲۹)، دار إحیاء التراث، بیروت

حضرت شیخ محی الدین اکبر نے اسی آیت سے استدلال کیا ہے شرفِ تلوین پر۔

تشریح از احقر: ہر تلوین مذموم نہیں، جو تلوین حسن سے قبیح کی طرف ہوتی ہے وہ مذموم ہے، اور جو تلوین حسن سے احسن کی طرف ہو تو وہ احسن ہے، پس اِنْتِقَالُ لَوْنٍ مِّنْ لَّوْنٍ اٰخَرَ اِذَا کَانَ مِنَ الْحَسَنِ اِلَی الْقَبِیْحِ فَھُوَ مَذْمُوْمٌ وَ اِذَا کَانَ مِنَ الْحَسَنِ اِلَی الْاَحْسَنِ فَھُوَ مَحْمُوْدٌ شیخ اکبر نے صوفیائے کرام کے اس قول کی اصلاح فرمائی ہے کہ ہر تلوین تمکین سے افضل نہیں، اگر نئی نئی شان ماضی کی شان سے احسن ہو تو وہ افضل اور اشرف ہے۔

۴۔ دو شخصوں کا ایک ساتھ سلام کرنے کا حکم

اِذَا سَلَّمَ الْمُتَلَاقِیَانِ دَفْعَةً وَّاحِدَةً یَجِبُ عَلٰی کُلِّ وَّاحِدٍ اَنْ یَّرُدَّ عَلٰی صَاحِبِہٖ[79]

جب دو آدمی بوقت ملاقات ایک ہی وقت میں ایک دوسرے کو السلام علیکم کہیں تو ہر ایک پر جواب وعلیکم السلام واجب ہو جائے گا۔

۵۔ بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں رکوع کا طریقہ

جب کوئی نماز بیٹھ کر پڑھے تو رکوع میں کتنا جھکنا چاہیے؟ اس مسئلہ کو نہ جاننے کے سبب اکثر لوگ بالخصوص صاحبِ توند بلا وجہ مشقت اُٹھاتے ہیں اور بہت زیادہ جھکتے ہیں کہ پیٹ دبنے لگتا ہے اور بعضے تو سُرین بھی اُٹھاتے ہیں، حالاں کہ مسئلہ صرف یوں ہے کہ اتنا جھکے کہ سر گھٹنوں کے مقابلے میں آجاوے جو بہت آسان ہے، علمِ صحیح سے آرام اُٹھائیے۔ فَاِنْ رَکَعَ جَالِسًا یَنْبَغِیْ اَنْ یُّحَاذِیَ جَبْھَتَہٗ رُکْبَتَیْہِ لِیَحْصُلَ الرُّکُوْعُ وَلَعَلَّ مُرَادَہٗ اِنْحِنَاءُ الظَّھْرِ عَمَلًا بِالْحَقِیْقَةِ لَا اَنَّہٗ یُبَالِغُ فِیْہِ حَتّٰی یَکُوْنَ قَرِیْبًا مِّنَ السُّجُوْدِ[80]

۷۹؎ مرقاة المفاتیح: ۴۶۷/۸ (۴۶۴۵)، باب السلام، دار الکتب العلمیة، بیروت

۸۰؎ حاشیة الطحاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح: ۲۲۹/۱، باب شروط الصلوٰة وأرکانها، دار الکتب العلمیة، بیروت

۶۔ سجدہ کرنے کا مسنون طریقہ

سجدہ کی طرف جانے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کمر کو بالکل سیدھا رکھے، گھٹنے زمین پر رکھنے سے پہلے کمر میں خم نہ آنے پاوے، اگر تھوڑا سا بھی جھکا تو تکرارِ رکوع لازم آوے گا، ضعفاء اور بوڑھے مستثنیٰ ہیں۔ قَالَ فِی الشَّامِیَّۃِ: وَیَخِرُّ لِلسُّجُوْدِ قَائِمًا مُسْتَوِیًا لَا مُنْحَنِیًا لِئَلَّا یَزِیْدَ رُکُوْعًا أُخْرٰی[۸۱]

۷۔ وجوبِ سجدۂ سہو کی ایک صورت

جہری نماز میں سرّاً اور سرّی نماز میں جہراً پڑھنا تیس حروف کے برابر یا تیس سے زائد پر سجدۂ سہو واجب ہوگا۔ پس ۲۹ حروف تک سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا اور ۲۹ حروف الحمد للہ سے الرحمٰن تک ہوتے ہیں، اگر اس کے آگے ایک حرف بھی پڑھ گیا تو سجدۂ سہو واجب ہوگا۔[۸۲]

۸۔ عالم بے عمل بالاجماع جاہل ہے

قَالَ قَتَادَۃُ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ: أَجْمَعَ أَصْحَابُ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، کُلُّ مَنْ عَصَی اللہَ فَھُوَ جَاھِلٌ[۸۳]

حضراتِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا اجماع ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے وہ جاہل ہے۔

۹۔ بیت الخلاء سے نکلنے پر "غُفْرَانَکَ" کہنے کی حکمتیں

بیت الخلاء سے نکلنے کے بعد غُفْرَانَکَ یعنی مغفرت طلب کرنے کی ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے دو حکمتیں بیان کی ہیں:

۸۱۔ ردالمحتار علی الدر المختار: ۲۰۲/۲، باب صفۃ الصلوٰۃ، دار عالم الکتب، الریاض

۸۲۔ احسن الفتاوٰی: ۳۱/۴

۸۳۔ مرقاۃ المفاتیح: ۴۸/۹ (۴۸۰۴)، باب البیان والشعر، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۱) اتنی دیر تک ذکر سے محروم رہنے پر استغفار کیا گیا۔
۲) غذا کا معدہ میں داخل ہونے کے بعد راحت سے ہضم ہو کر گندی چیزوں کے خارج ہونے تک جسم کے اندر جو عجیب انتظام رکھا گیا ہے اور ہم کو اس میں کچھ دخل بھی نہیں، اس نعمتِ عظمیٰ کا شکر ہم سے ادا نہیں ہو سکتا، اس لیے استغفار کیا گیا۔
تیسری وجہ احقر عرض کرتا ہے۔ وہ یہ کہ ستر کھلنے پر وساوس شہوات وغیرہ آ گئے ہوں اور نفس نے ناجائز استلذاذ کر لیا ہو تو اس پر بھی استغفار کیا جاوے۔

۱۰۔ حدیث پاک ”مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ“ کی شرح

رُبَّ اَشْعَثَ الرَّاْسِ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهٗ [۸۴]

بہت سے مقبول بندے جو پراگندہ بال، پراگندہ حال، گرد و غبار والے، ہر دروازے سے دفع کیے ہوئے، اگر قسم کھالیں کسی بات پر تو حق تعالیٰ ان کی قسم کو پورا فرما دیتے ہیں۔
اس پر اشکال ہوتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو دروازہ دروازہ دھکّے کھلاتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہرگز یہ مطلب اس حدیث کا نہیں۔ مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ الْمُرَادُ مِنْهُ اَنَّهٗ يَأْتِيْ أَبْوَابَ أَرْبَابِ الدُّنْيَا فَيَدْفَعُوْنَهٗ فَإِنَّ الْأَوْلِيَاءَ مَحْفُوْظُوْنَ عَنْ هٰذِهِ الْمَذَلَّةِ وَالْمَعْنٰى أَنَّهٗ لَا يُدْخِلُهٗ أَحَدٌ فِيْ بَيْتِهٖ لَوْ فُرِضَ وُقُوْفُهٗ عَلٰى بَابِهٖ مِنْ غَايَةِ حَقَارَتِهٖ فِيْ نَظَرِ النَّاسِ، وَذَالِكَ لَمَا أَرَادَ اللهُ سَتْرَ حَالِهٖ عَنِ الْخَلْقِ [۸۵]

اس حدیث سے یہ مراد نہیں کہ نعوذ باللہ تعالیٰ، اولیاء اللہ دروازہ دروازہ پھرتے اور دھکّے کھاتے ہیں، کیوں کہ اولیاء اللہ ایسی ذلتوں سے محفوظ ہیں، بلکہ مطلب حدیث کا یہ ہے کہ

۸۴؎ صحیح مسلم: (۲۸۵۴) الدر المنثور: ۹/۵۲۳، الکھف (۲۸)، مرکز ھجر لبحوث العربیۃ
۸۵؎ مرقاۃ المفاتیح: ۹/۴۱۹ (۵۲۳۱)، باب فضل الفقراء وما کان من عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

اگر فرض کیا جاوے کہ وہ کسی امیر کے دروازے پر کھڑے ہوں تو وہ حقارت کے سبب ان کو اپنے گھر میں اور محافل میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیں گے اور یہ معاملہ ان اولیاء کے ساتھ ہے جن کو اللہ تعالیٰ شانہٗ مخلوق سے چھپا کر رکھنے کا فیصلہ فرماتے ہیں۔

۱۱۔ مسکین کے معنیٰ

اَللّٰھُمَّ أَحۡيِنِیۡ مِسۡكِيۡنًا[۸۶]

اس دعا پر کہ اے خدا! ہم کو مسکین زندہ رکھیے، کیا کوئی آمین کہہ سکتا ہے؟ بالخصوص مالدار تو یہ دعا سن کر کانپ اُٹھے گا۔ تو بات یہ ہے کہ اس حدیث کے مفہوم سے ناواقفیت اس کا سبب ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہر گز نہیں ہے کہ آدمی مفلس اور تنگدست ہو جاوے۔

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کا مطلب بیان فرماتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ أَحۡيِنِیۡ مِسۡكِيۡنًا أَیۡ اِجۡعَلۡنِیۡ مُتَوَاضِعًا لَا جَبَّارًا مُّتَكَبِّرًا[۸۷]

اے اللہ! ہم کو مسکین بنائیے یعنی ہم کو متواضع بنا دیجیے، جبار اور متکبر نہ بنائیے۔

حلِّ لغات: اَلۡمِسۡكِيۡنُ مِنَ الۡمَسۡكَنَةِ وَهُوَ التَّوَاضُعُ عَلٰی وَجۡهِ الۡمُبَالَغَةِ[۸۸]

مسکین مسکنت سے ہے اور اس کا مفہوم غایتِ تواضع اور کمالِ فنائیت اور عبدیت ہے۔

کچھ ہونا مرا ذلت و خواری کا سبب ہے
یہ ہے مرا اعزاز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

۱۲۔ اسبالِ ازار کے حرام ہونے کی وجوہات

اسبالِ ازار چار وجوہات سے حرام ہے:

۸۶؎ جامع الترمذی: ۲/۶۰، باب ما جاء ان الفقراء المهاجرين يدخلون الجنة، ایچ ایم سعید

۸۷؎ مرقاۃ المفاتیح: ۹/۴۳۱ (۵۲۴۴)، باب فضل الفقراء وما كان من عيش النبی صلی الله عليه وسلم، دار الكتب العلمية، بيروت

۸۸؎ مرقاۃ المفاتیح: ۹/۴۳۱ (۵۲۴۴)، باب فضل الفقراء وما كان من عيش النبی صلی الله عليه وسلم، دار الكتب العلمية، بيروت

۱)مِنْ جِهَةِ الْاِسْرَافِ

۲)مِنْ جِهَةِ التَّشَبُّهِ بِالنِّسَاءِ

۳) مِنْ جِهَةِ التَّلَوُّثِ بِالنَّجَاسَةِ

۴)مِنْ جِهَةِ التَّشَبُّهِ بِوَضْعِ الْمُتَكَبِّرِيْنَ۔

۱) اسراف ۲) عورتوں سے مشابہت ۳) تلوثِ نجاست ۴) مشابہتِ متکبرین۔

فیصلہ حافظ ابنِ حجر عسقلانی وَأَمَّا الْاِسْبَالُ لِغَيْرِ الْخُيَلَاءِ فَظَاهِرُ الْأَحَادِيْثِ تَحْرِيْمُهٗ أَيْضًا۔بدون تکبر کے بھی اگر ٹخنہ چھپائے تو بھی حرام ہے۔[۸۹]

۱۳۔بدون شملہ بھی عمامہ باندھنا مسنون ہے

بدون شملہ عمامہ باندھنا بھی مسنون ہے اور شملہ کے ساتھ باندھنا بھی مسنون ہے۔عِمامة (بکسر العین)[۹۰]

۱۴۔حُسنِ اخلاق

جس عورت کے متعدد شوہر ہوں گے وہ قیامت کے دن اچھے اخلاق والے کا انتخاب کرے گی۔[۹۱]

۱۵۔حسین اَمرد کو دیکھنا حرام ہے

اَمرد حسین کو دیکھنا ہر صورت میں حرام ہے،خواہ فتنہ سے امن اور اطمینان ہی کیوں نہ ہو۔ يَحْرُمُ النَّظَرُ إِلَى الْأَمْرَدِ الْحَسَنِ أَمِنَ الْفِتْنَةَ أَمْ لَا ، هٰذَا وَهُوَ الْمَذْهَبُ الْمُخْتَارُ[۹۲]

۸۹؎ فتح الباری:۱۰/۲۶۳،باب من جر ثوبه من الخيلاء،دار المعرفة،بيروت

۹۰؎ مرقاۃ المفاتیح:۸/۲۱۴(۴۳۳۹)،كتاب اللباس،دار الكتب العلمية،بيروت

۹۱؎ مرقاۃ المفاتیح:۹/۱۰۹(۴۸۸۸)،باب المزاح،دار الكتب العلمية،بيروت

۹۲؎ مرقاۃ المفاتیح:۸/۴۹۴(۴۶۷۷)،باب المصافحة والمعانقة،دار الكتب العلمية،بيروت

۱۶۔ خطبۂ جمعہ کے وقت امام سلام نہ کرے

اَلْاِمَامُ لَا یُسَلِّمُ الْقَوْمَ إِذَا صَعِدَ الْمِنْبَرَ[۹۳] امام جب منبر پر بیٹھ جائے تو قوم کو سلام نہ کرے۔

۱۷۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد

مَارَاٰهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ حَسَنٌ۔ یہ قول حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ اَلْمُرَادُ بِالْمُسْلِمِيْنَ الْعُلَمَاءُ الْأَتْقِيَاءُ سب مسلمان جس چیز کو اچھا سمجھیں وہ اچھا ہے اور مراد المسلمین سے علماء متقین ہیں۔[۹۴]

۱۸۔ جمہوریت اور سوادِ اعظم کیا ہے؟

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس طرف حق ہو وہی سوادِ اعظم ہے، خواہ ایک شخص ہو۔ جس طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تنہا جہاد کا فیصلہ فرمالینا سوادِ اعظم تھا۔ پس سوادِ اعظم سے مراد بیاضِ اعظم ہے۔

۱۹۔ ایک نصرانی کا اسلام لانا

ایک قاری نے تلاوت کی: وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ[۹۵] نصرانی نے کہا کہ یہی تو ہمارا مذہب ہے۔ مِنْهُ سے مراد حق تعالیٰ کے جزء ہیں۔ قاری نے فوراً تلاوت کیا: وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ[۹۶] بس ایمان لے آیا۔

۲۰۔ چند اسمائے الٰہیہ کے مفاہیم اور معانی

اَلْكَرِيْمُ: هُوَ الَّذِيْ يُعْطِيْ بِدُوْنِ اسْتِحْقَاقٍ وَمِنَّةٍ

---

۹۳ مرقاۃ المفاتیح: ۳/۴۵۸ (۱۴۱۴)، باب الخطبة والصلوٰة، دار الكتب العلمية، بيروت

۹۴ مرقاۃ المفاتیح: ۳/۴۳۳ (۱۳۸۵)، باب التنظيف والتبكير للجمعة، دار الكتب العلمية، بيروت

۹۵ المجادلة: ۲۲

۹۶ الجاثية: ۱۳

کریم وہ ہے جو بدونِ صلاحیت اور استحقاق عطا فرمائے

اَلْحَلِیْمُ: هُوَ الَّذِیْ لَا یُعَجِّلُ بِالْعُقُوْبَةِ[۹۷]

حلیم وہ ہے جو سزا دینے میں جلدی نہ کرے۔

وَاحِدٌ اور اَحَدٌ کا فرق: واحد کا اطلاق کثیر پر بھی ہوتا ہے، جیسے وَاحِد مائۃ ایک سو۔ وَاحِد الف ایک ہزار اور اَحَد کا اطلاق صرف حق تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ اور اَلرَّحِیْمُ کا فرق: اَلرحمٰن حق تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور الرحیم کا مخلوق پر بھی استعمال جائز ہے، جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رؤوف اور رحیم فرمایا گیا، اَلرَّحْمٰنُ کی رحمت کبھی الم اور تکلیف کے ساتھ بھی شامل ہو جاتی ہے، جیسے دوائے تلخ پینا۔

رَحْمَةُ الرَّحْمٰنِ أَیْضًا قَدْ تَمْزُجُ بِالْأَلَمِ كَشُرْبِ الدَّوَاءِ الْكَرِهِ الطَّعْمِ وَالرَّائِحَةِ فَإِنَّهٗ وَإِنْ كَانَ رَحْمَةً بِالْمَرِیْضِ لٰكِنَّ فِیْهِ مَا لَا یُلَائِمُ طَبْعَهٗ، وَرَحْمَةُ الرَّحِیْمِ لَا یُمَازِجُهَا شَوْبٌ فَهِیَ مَحْضُ النِّعْمَةِ وَلَا تُوْجَدُ إِلَّا عِنْدَ أَهْلِ السَّعَادَاتِ الْكَامِلَةِ

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا سُعَدَاءَ الدَّارَیْنِ بِحُرْمَةِ سَیِّدِ الثَّقَلَیْنِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ[۹۸]

رحمٰن کی رحمت کبھی تکلیف مفیدہ کو شامل ہوتی ہے، جیسے دوائے تلخ پینا مریض کے لیے رحمت ہے، لیکن کلفت بھی ہے۔ برعکس رحیم کی رحمت کے کہ وہ خاص راحت و نعمت ہے اور یہ اہلِ سعادت حضرات کو عطا ہوتی ہے۔

اے اللہ! ہم کو بھی دونوں جہاں کے سعیدوں میں شامل فرما، صدقے میں حرمت سید الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

مَلِیْكٌ اور مَلِكٌ کا فرق: ملك صاحبِ ملک اور ملیك صاحبِ مملکتِ عظیمہ۔

۹۷ مرقاۃ المفاتیح: ۲۱۲/۳، باب التطوع، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

۹۸ روح المعانی: ۸۲/۱، الفاتحۃ (۳)، دار إحیاء التراث، بیروت

قَادِرٌ اور مُقْتَدِرٌ کا فرق: قادر: صاحبِ قدرت۔ اور مقتدر: صاحبِ قدرتِ عظیمہ۔

اَلصَّمَدُ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس نام مبارک کے یہ معنیٰ بتائے ہیں: اَلْمُسْتَغْنِیْ عَنْ کُلِّ اَحَدٍ وَّالْمُحْتَاجُ اِلَیْهِ کُلُّ اَحَدٍ۔[99] صمد وہ ذات ہے جو سب سے مستغنی ہو اور سب اس کے محتاج ہوں۔

اَلْقُدُّوْسُ السَّلَامُ: القدوس: جو ماضی میں عیب سے پاک ہو۔ السلام: جو مستقبل میں عیب سے منزہ ہو۔[100]

اَلسَّلَامُ: اَلَّذِیْ یُسَلِّمُ أَوْلِیَائَهٗ مِنْ کُلِّ اٰفَةٍ فَیَسْلَمُوْنَ مِنْ کُلِّ مُخَوِّفٍ۔ وہ ذات جو اپنے اولیاء کو ہر آفت سے محفوظ رکھے، جس سے وہ ہر مخوف (ڈرانے والے) سے محفوظ رہیں۔

اَلْجَبَّارُ: اَلَّذِیْ یُصْلِحُ أَحْوَالَ خَلْقِهٖ بِقُدْرَتِهِ الْقَاهِرَةِ وہ ذات جو اپنی مخلوق کی ہر بگڑی اور خرابی کو درست کردے اپنی قدرتِ کاملہ سے۔[101]

اَلْمُتَکَبِّرُ: عظمت والا۔[102]

رَؤُوْفٌ اور رَحِیْمٌ کا فرق: رأفة کی رحمت مضرت سے حفاظت کرنے والی رحمت کا نام ہے اور رحیم کی رحمت مفید امور کو مہیا کرنے والی رحمت کا نام ہے۔

رَاْفَةٌ شَفَقَةٌ وَشِدَّةُ الرَّحْمَةِ وَمِنْ اٰثَارِهَا دَفْعُ الْمَضَارِّ وَتَاْخِیْرُ الرَّحْمَةِ بِاعْتِبَارِ أَنَّ اٰثَارَهَا جَلْبُ الْمَنَافِعِ وَالْأَوَّلُ أَهَمُّ مِنَ الثَّانِیْ[103]

۲۱۔ حضرت خضر کی دعا

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں طواف کررہا تھا۔ ایک

---

[99] روح المعانی: ۹۶/۲۷، القمر (۲۲)، دار احیاء التراث، بیروت

[100] تفسیر الخازن: ۲۷۷/۴، الحشر (۱۸)، دار الکتب العلمیة، بیروت

[101] روح المعانی: ۶۳/۲۸، الحشر (۲۳)، دار احیاء التراث، بیروت

[102] روح المعانی: ۶۳/۲۸، الحشر (۲۳)، دار احیاء التراث، بیروت

[103] روح المعانی: ۵۲/۱۱، التوبة، دار احیاء التراث، بیروت

آدمی کعبہ کا غلاف پکڑ کر دعا کر رہا تھا:

یَا مَنْ لَّا یَشْغَلُہٗ سَمْعٌ عَنْ سَمْعٍ وَیَا مَنْ لَّا تُغْلِطُہُ الْمَسَائِلُ وَیَا مَنْ لَّا یَتَبَرَّمُ بِإِلْحَاحِ الْمُلِحِّیْنَ أَذِقْنِیْ بَرْدَ عَفْوِکَ وَحَلَاوَۃَ رَحْمَتِکَ [۱۰۴]

میں نے کہا اے اللہ کے بندے! دوبارہ یہ دعا مجھے سناؤ۔ انہوں نے کہا کیا آپ نے سن لیا؟ میں نے کہا ہاں، کہا خدا کی قسم! جس کے قبضہ میں خضر کی جان ہے (اور یہ خضر ہی تھے) جو بندہ اس دعا کو ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ پڑھ لے تو اس کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے، اگرچہ ریت کے ذرّوں کے برابر ہوں اور بارش کے قطروں کے برابر ہوں اور درختوں کے پتّوں کے برابر ہوں۔

دعا کا ترجمہ: اے وہ ذات کہ نہیں مشغول کرتا ہے اس کو کسی کی بات کا سننا کسی دوسرے کی بات سننے سے، اور اے وہ ذات کہ نہ غلطی میں ڈالے اس کو مسائل، اور اے وہ ذات کہ نہ پریشان ہو گڑگڑا کر مانگنے والوں کی الحاح سے۔ اپنی معافی کی ٹھنڈک مجھ کو عطا فرمائیے اور اپنی رحمت کی حلاوت (مٹھاس) عطا فرمائیے۔

تشریح: انسان بیک وقت بہت سے آدمیوں کی بات نہیں سن سکتا اور حق تعالیٰ بیک وقت بے شمار مخلوق کی بات سنتے ہیں اور انسان بار بار مانگنے والے سے زچ (تنگ) ہو جاتا ہے اور حق تعالیٰ شانہٗ بار بار مانگنے والوں سے اور الحاح کرنے والوں سے زچ (تنگ) نہیں ہوتے بلکہ محبت فرماتے ہیں۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے وِرد سے حصولِ مغفرت

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ستّر ہزار بار جو پڑھ لے یا جس کے لیے پڑھا جائے اس کی مغفرت ہو جاوے گی:

قَالَ الشَّیْخُ مُحِیُّ الدِّیْنِ بْنُ الْعَرَبِیِّ إِنَّہٗ بَلَغَنِیْ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

---

[۱۰۴] روح المعانی: ۱۵/۳۲۲، الکھف (۶۵)، دار إحیاء التراث، بیروت

وَسَلَّمَ اَنَّ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ سَبْعِيْنَ اَلْفًا غُفِرَ لَهٗ وَمَنْ قِيْلَ لَهٗ غُفِرَ لَهٗ اَيْضًا فَكُنْتُ ذَكَرْتُ التَّهْلِيْلَةَ بِالْعَدَدِ الْمَرْوِيِّ مِنْ غَيْرِ اَنْ اَنْوِىَ لِاَحَدٍ بِالْخُصُوْصِ بَلْ عَلَى الْوَجْهِ الْاِجْمَالِيِّ فَحَضَرْتُ طَعَامًا مَعَ بَعْضِ الْاَصْحَابِ وَفِيْهِمْ شَابٌّ مَشْهُوْرٌ بِالْكَشْفِ فَإِذَا هُوَ فِيْ اَثْنَاءِ الْاَكْلِ اَظْهَرَ الْبُكَاءَ فَسَاَلْتُهٗ عَنِ السَّبَبِ فَقَالَ: اَرٰى اُمِّيْ فِي الْعَذَابِ فَوَهَبْتُ فِيْ بَاطِنِيْ ثَوَابَ التَّهْلِيْلَةِ الْمَذْكُوْرَةِ لَهَا فَضَحِكَ وَقَالَ: اِنِّيْ اَرَاهَا الْاٰنَ فِيْ حُسْنِ الْمَاٰبِ قَالَ الشَّيْخُ: فَعَرَفْتُ صِحَّةَ الْحَدِيْثِ بِصِحَّةِ كَشْفِهٖ وَصِحَّةَ كَشْفِهٖ بِصِحَّةِ الْحَدِيْثِ[۱۰۵]

حضرت شیخ محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو یہ روایت پہنچی ہے کہ جو شخص ستّر ہزار بار لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ پڑھ لے یا کسی کے لیے پڑھ لیا جاوے تو اس کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ اور میں یہ کلمہ پڑھا کرتا تھا۔ ایک دن کچھ احباب کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا، جس میں ایک جوان جو کشف میں مشہور تھا رونے لگا۔ میں نے سبب معلوم کیا، تو کہا کہ میری ماں کو عذاب ہو رہا ہے۔ میں نے دل میں اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ میں نے اپنے پڑھے ہوئے کلمۂ تہلیل سے ستّر ہزار کا ثواب اس کی ماں کو دے دیا۔ بس فوراً وہ جوان ہنسنے لگا اور میں نے وجہ پوچھی تو کہا کہ میں اپنی ماں کو بہتر ٹھکانے میں (یعنی جنت میں) دیکھ رہا ہوں۔ شیخ فرماتے ہیں کہ پس صحتِ حدیث کو میں نے پہچانا اس کے کشف کی صحت سے اور اس کے کشف کی صحت کو صحتِ حدیث سے۔

فائدہ: احقر عرض کرتا ہے کہ اگر ہر روز پانچ سو بار کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ پڑھ لیا جاوے تو پانچ ماہ میں پچھتر ہزار جمع ہو جاوے گا اور ہر پانچ ماہ پر اپنے باپ دادا نانا جس کو چاہے بخشتے رہیے۔ اس کلمہ کی قیمت عظیم الشان ہے۔ نوّے سال کا کافر اس کلمہ کو پڑھ کر جنتی ہو جاتا ہے (یعنی محمد رسول اللہ کے ساتھ پڑھ کر۔)

---

[۱۰۵] مرقاۃ المفاتیح: ۲۰۰/۳ (۱۱۴۲)، باب ما على المأموم من المتابعة وحكم المسبوق، دار الكتب العلمية، بيروت

شکور کی تعریف اور حکایتِ عجیب

اللہ تعالیٰ **شکور** ہیں اور **شکور** کی تعریف ''مرقاۃ'' میں یہ ہے کہ **اَلَّذِیْ یُعْطِی الْاَجْرَ الْجَزِیْلَ عَلَی الْاَمْرِ الْقَلِیْلِ** جو قلیل عمل پر عظیم جزا عطا فرماوے، اس کو **شکور** کہتے ہیں۔ حضرت ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ **أَنَّ رَجُلًا رُأِیَ فِی الْمَنَامِ فَقِیْلَ لَهٗ: مَا فَعَلَ اللّٰهُ بِكَ؟ فَقَالَ: حَاسَبَنِیْ فَخَفَّتْ كِفَّةُ حَسَنَاتِیْ، فَوَقَعَتْ فِیْهَا صُرَّةٌ فَثَقُلَتْ فَقُلْتُ مَا هٰذَا؟ قَالَ كَفُّ تُرَابٍ اَلْقَیْتَهٗ فِیْ قَبْرِ مُسْلِمٍ**[۱۰۶] ایک شخص کو خواب میں دیکھا گیا، دریافت کیا گیا کہ حق تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ کہا میرا حساب ہوا، پس میں ڈر گیا کہ نیکیوں کا پلڑا ہلکا تھا، اچانک اس میں مٹی کی تھیلی آگری اور وزن نیکیوں کا بڑھ گیا۔ میں نے عرض کیا کہ یہ تھیلی کہاں سے آگئی؟ ارشاد ہوا کہ یہ وہ مٹی ہے جو تو نے کسی مسلمان کی قبر میں ڈالی تھی۔

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا ثواب

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا ثواب اور وزن ساتوں آسمان اور زمین سے زیادہ ہونے کا سبب:

عَنْ أَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ: یَارَبِّ عَلِّمْنِیْ شَیْئًا أَذْكُرُكَ بِهٖ اَوْ اَدْعُوْكَ بِهٖ فَقَالَ: یَامُوْسٰی قُلْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، فَقَالَ: یَارَبِّ كُلُّ عِبَادِكَ یَقُوْلُ هٰذَا اِنَّمَا اُرِیْدُ شَیْئًا تَخُصُّنِیْ بِهٖ، قَالَ: یَامُوْسٰی لَوْ اَنَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعَ وَعَامِرَهُنَّ غَیْرِیْ وَالْاَرَضِیْنَ السَّبْعَ وُضِعْنَ فِیْ كِفَّةٍ وَ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فِیْ كِفَّةٍ لَمَالَتْ بِهِنَّ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ[۱۰۷]

---

[۱۰۶] مرقاۃ المفاتیح: ۵/۱۸۲، باب اسماء اللہ تعالٰی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

[۱۰۷] صحیح ابن حبان: ۱۴/۱۰۲ (۶۲۱۸)، باب بدء الخلق، مؤسسۃ الرسالۃ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے رب! مجھے کوئی چیز سکھا دیجیے کہ آپ کو اس کے ذریعے یاد کروں یا پکارا کروں۔ ارشاد ہوا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہا کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ اے پروردگار! یہ تو ساری دنیا کہتی ہے، میں تو کوئی مخصوص چیز مانگتا ہوں جو مجھ ہی کو عطا ہو۔ ارشاد ہوا اے موسیٰ! اگر ساتوں آسمان اور ان کے رہنے والے میرے علاوہ اور ساتوں زمین ایک پلڑے پر رکھے جاویں (کِفَّۃ بکسر الکاف) اور دوسرے پلڑے پر ہمارا یہ کلمہ رکھ دیا جاوے لا الٰہ الا اللہ تو یہ پلڑا بھاری ہو جاوے گا۔

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کے وزنی ہونے کا سبب یہ ہے کہ لِأَنَّ جَمِيْعَ مَا سِوَى اللهِ تَعَالٰى بِالنَّظَرِ إِلٰى وُجُوْدِهٖ تَعَالٰى كَالْمَعْدُوْمِ ,إِذْ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهٗ,وَالْمَعْدُوْمُ لَا يُوَازِنُ الثَّابِتَ الْمَوْجُوْدَ[۱۰۸] کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمام موجودات فانی اور معدوم ہیں اور معدوم کو وجود کے ساتھ وزن نہیں کیا جاتا۔

تسبیح کا ثبوت

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک عورت کے پاس آئے (نزولِ حجاب سے قبل، نیز لازم نہیں پاس آنا رؤیت کو) اور اس کے ہاتھ میں کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں تھیں جس سے وہ تسبیح پڑھ رہی تھی۔ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَهٰذَا أَصْلٌ صَحِيْحٌ لِتَجْوِيْزِ السُّبْحَةِ بِتَقْرِيْرِهٖ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّهٗ فِيْ مَعْنَاهَا إِذْ لَا فَرْقَ بَيْنَ الْمَنْظُوْمَةِ وَالْمَنْثُوْرَةِ فِيْمَا يُعَدُّ بِهٖ,وَلَا يُعْتَدُّ بِقَوْلِ مَنْ عَدَّهَا بِدْعَةً,وَقَدْ قَالَ الْمَشَايِخُ: إِنَّهَا سَوْطُ الشَّيْطَانِ

---

[۱۰۸] مرقاۃ المفاتیح:۵/۲۲۰(۲۳۰۹)،باب ثواب التسبیح والتحمید والتهلیل والتکبیر،دار الکتب العلمیۃ،بیروت

وَرُوِیَ أَنَّہٗ رُئِیَ مَعَ الْجُنَیْدِ سُبْحَۃٌ فِیْ یَدِہٖ حَالَ انْتِہَائِہٖ فَسُئِلَ عَنْہُ فَقَالَ: شَیْءٌ وَصَلْنَا بِہٖ إِلَی اللہِ کَیْفَ نَتْرُکُہٗ[۱۰۹]

ترجمہ و تشریح: ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اصل ہے بزرگوں کے تسبیح رکھنے کی، پس تحقیق کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سکوت بھی جواز کی دلیل ہے خواہ تسبیح کے دانے الگ الگ ہوں یا پرو دیے گئے ہوں، اس میں کوئی فرق نہیں، اور یہ قول ناقابلِ توجہ ہے جو تسبیح کو بدعت کہتے ہیں۔ مشایخ نے فرمایا ہے کہ تسبیح شیطان کے لیے کوڑا ہے یعنی غفلت نہیں پیدا ہونے دیتی۔

روایت ہے کہ حضرت جنید کو دیکھا گیا کہ جب وہ کامل ہوگئے، تو ان کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی گئی۔ کہا گیا کہ اب کیا ضرورت ہے؟ فرمایا: اسی کی برکت سے تو واصل ہوئے، اس محسنہ کو کیسے چھوڑ دوں؟

ذکر میں دل لگانے کا طریقہ

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی بزرگ سے ان کے مرید نے شکایت کی کہ دل ذکر میں حاضر نہیں رہتا۔ فرمایا کہ اس بات کا شکر کرو کہ ایک عضو (زبان) کو ذکر میں اللہ تعالیٰ نے لگادیا ہے اور دل کی توجہ کی دعا کرتے رہو۔

احقر عرض کرتا ہے کہ شکر پر وعدہ ہے زیادہ عطا فرمانے کا، پس ذکرِ لسانی پر شکر کی برکت سے قلب کی حضوری کی نعمت بھی زیادہ عطا فرمانے کے وعدے کے ساتھ آجاوے گی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد

جو شخص یہ چاہے کہ اس کا ثواب بہت بڑے ترازو میں وزن کیا جاوے، اس کو چاہیے کہ مجلس کے ختم پر یہ آیات پڑھ لیا کرے:

---

[۱۰۹] مرقاۃ المفاتیح: ۵/۲۲۱(۲۳۱۱)، باب ثواب التسبیح والتحمید والتھلیل والتکبیر، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَ سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾[۱۱۰]

ولی کس کو کہتے ہیں؟

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے "ولی" بھی ہے۔ اَلْوَلِيُّ أَيِ الْمُحِبُّ لِأَوْلِيَاۗئِهٖ وَالنَّاصِرُ لَهُمْ عَلٰى أَعْدَاۗئِهِمْ ولی وہ ہے جو اپنے دوستوں سے محبت کرتا ہو اور مدد کرتا ہو ان کی دُشمنوں پر۔[۱۱۱]

اللہ تعالیٰ جس کو اپنا ولی بناتے ہیں اس کو ظلمات سے انوار کی طرف نکالتے رہتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے:

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ[۱۱۲]

علامہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس بندے کو ولی بناتے ہیں اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ

أَنْ يُّدِيْمَ تَوْفِيْقَهٗ حَتّٰى لَوْ أَرَادَ سُوْءًا أَوْ قَصَدَ مَحْظُوْرًا عَصَمَهٗ عَنِ ارْتِكَابِهٖ وَلَوْ جَنَحَ إِلٰى تَقْصِيْرٍ فِيْ طَاعَتِهٖ أَبٰى إِلَّا تَوْفِيْقًا لَهٗ وَتَايِيْدًا، وَهٰذَا مِنْ أَمَارَاتِ السَّعَادَةِ وَعَكْسُ هٰذَا مِنْ أَمَارَاتِ الشَّقَاوَةِ, وَمِنْ أَمَارَاتِ وِلَايَتِهٖ أَنْ يَّرْزُقَهٗ مَوَدَّةً فِيْ قُلُوْبِ أَوْلِيَاۗئِهٖ فَإِنَّ اللّٰهَ يَنْظُرُ إِلٰى قُلُوْبِ أَوْلِيَاۗئِهٖ فِيْ كُلِّ وَقْتٍ فَإِذَا رَأٰى فِيْ قُلُوْبِهِمْ لِعَبْدٍ مَحَلًّا يَنْظُرُ إِلَيْهِ بِاللُّطْفِ وَإِذَا رَأٰى هِمَّةَ وَلِيٍّ مِّنْ أَوْلِيَاۗئِهٖ لِشَأْنِ عَبْدٍ أَوْ سَمِعَ دُعَاءَ وَلِيٍّ فِيْ شَأْنِ شَخْصٍ يَأْبٰى إِلَّا الْفَضْلَ وَالْإِحْسَانَ إِلَيْهِ أَجْرٰى بِذَالِكَ سُنَّتَهُ الْكَرِيْمَةَ، وَسَمِعْتُ الشَّيْخَ أَبَا عَلِيِّ الدَّقَّاقَ رَحِمَهُ اللّٰهُ يَقُوْلُ لَوْ أَنَّ وَلِيًّا مِّنْ أَوْلِيَاءِ

---

[۱۱۰] الصّٰٓفّٰت:۱۸۰-۱۸۲

[۱۱۱] مرقاۃ المفاتیح:۵/۱۹۱، باب اسماء اللہ تعالیٰ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

[۱۱۲] البقرۃ:۲۵۷

اللهِ مَرَّ بِبَلْدَةٍ لَنَالَ بَرَكَةَ مُرُوْرِهٖ أَهْلُ تِلْكَ الْبَلْدَةِ حَتّٰى يَغْفِرَ اللهُ لَهُمْ، وَمِنْ خُصُوْصِيَّاتِ الْوِلَايَةِ أَنَّ أَهْلَهَا مُنَزَّهُوْنَ عَنِ الذُّلِّ فَأَوْلِيَاءُ اللهِ تَعَالٰى دَائِمًا مُسْتَغْرَقُوْنَ فِيْ عِزِّ مَوْلَاهُمْ فِيْ دُنْيَاهُمْ وَأُخْرَاهُمْ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَجَعَلَنَا مِنْهُمْ بِمَنِّهٖ وَكَرَمِهٖ[۱۱۳]

ولی کی علامت یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس کے ساتھ اپنی طرف سے خاص توفیق شاملِ حال رکھتے ہیں، جس کا فیض یہ ہے کہ اگر وہ ارادہ بھی کرے کسی بُرائی کا یا غیر شرعی فعل کا تو اس کی حق تعالیٰ حفاظت رکھتے ہیں اس کے ارتکاب سے، اور اگر عبادت و ذکر میں سستی کرنا چاہے تو اللہ تعالیٰ اس کو سستی سے روک دیں گے اپنی خاص توفیق اور تائید سے، یہ تو علاماتِ سعادت ہیں اور اس کا عکس علاماتِ شقاوت سے ہے۔

اور ولی کی علامت سے یہ بھی ہے کہ اپنے اولیاء کے قلوب میں اس کی محبت ڈال دیتے ہیں۔ پس بے شک اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے قلوب پر ہر وقت نظرِ عنایت رکھتے ہیں۔ پس جب کسی بندے کے ساتھ تعلق اور محبت اس میں دیکھتے ہیں تو اس کو بھی نگاہِ لطف سے نواز دیتے ہیں اور جب کسی اپنے ولی کی توجہ کو کسی بندے پر دیکھتے ہیں یا کسی بندے کے لیے اپنے ولی کی دعا کو سنتے ہیں تو اس پر اپنے فضل و احسان کو جاری فرمادیتے ہیں اور یہی ان کی سنتِ جاریہ ہے۔ اور میں نے شیخ ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ اگر کوئی ولی اللہ تعالیٰ کا کسی شہر سے گزر جاوے، تو اس بستی کے لوگ اس کے فیض سے محروم نہ رہیں گے اور اس کے مرور (گزرنے) کی برکت سے بخش دیے جاویں گے۔ اور حق تعالیٰ کی ولایت کی خصوصیات سے یہ بھی ہے کہ حق تعالیٰ اپنے اولیاء کو ذلت سے بچاتے ہیں، کیوں کہ حق تعالیٰ کی عظمتوں میں وہ غرق رہتے ہیں پھر ان کو ذلت کیسے چھو سکتی ہے؟

اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور ہم کو بھی ان ہی کے زمرے میں شامل فرماویں اپنے احسان و کرم سے۔

---

۱۱۳ مرقاۃ المفاتیح: ۱۹۱/۵ (۲۲۸۸)، باب اسماء اللہ تعالیٰ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

خطبۂ نکاح کی روایت

احقر کو خطبۂ نکاح کے بارے میں اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ وَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ پر اشکال تھا کہ اس روایت کو ایک جگہ نہ پایا۔ مشکوٰۃ میں بَابُ الْاِعْتِصَامِ بِالْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ، فصلِ اوّل کی حدیث بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ کَاَنَّھُمْ تَقَالُّوْھَا میں صرف اتنی عبارت ہے وَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ، اس لیے اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ کے بعد وَفِیْ رِوَایَۃٍ اُخْرٰی سے وَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ کو مناسب سمجھتا تھا، لیکن کنز العمال میں یہ روایت ایک ساتھ مل گئی:

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْھَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ فَمَنْ لَّمْ یَعْمَلْ بِسُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ[۱۴]

بعض اقوال کی تحقیق

مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ میں اس کو حدیث فرمایا، لیکن اپنی ”موضوعاتِ کبیر“ میں تحریر فرمایا کہ ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو موضوع کہا ہے۔[۱۵] اور علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اِنَّہٗ لَیْسَ بِثَابِتٍ فرمایا ہے کہ یہ ثابت نہیں ہے۔ اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی میں یہ عبارت تحریر فرمائی، جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ حدیث نہیں ہے:

مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ، وَالنَّاسُ یَزْعُمُوْنَہٗ حَدِیْثًا وَلَیْسَ کَذٰلِکَ کَمَا قَالَ النَّوَوِیُّ: اِنَّہٗ لَیْسَ بِثَابِتٍ[۱۶]

---

[۱۴] سنن ابن ماجۃ: ۲۴۸(۱۸۴۶)، باب فضل النکاح، المکتبۃ الرحمانیۃ
[۱۵] الموضوعات الکبیر لملا علی القاری: ۲؍
[۱۶] روح المعانی: ۱۷۵/۳۰، سورۃ التین، دار إحیاء التراث، بیروت

حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ

وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے۔ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ”موضوعاتِ کبیر“ میں اس عبارت کو موضوع قرار دیا ہے اور لَا أَصْلَ لَہٗ فرمایا ہے۔[۱۱۷]

مُوْتُوْا قَبْلَ أَنْ تَمُوْتُوْا

مر جاؤ مرنے سے پہلے۔ حضرت حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ إِنَّہٗ غَیْرُ ثَابِتٍ یہ ثابت نہیں ہے۔ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ قول صوفیا کا ہے قُلْتُ ھُوَ مِنْ کَلَامِ الصُّوْفِیَّۃِ۔[۱۱۸]

بزرگوں کے اس کلام کا مفہوم یہ ہے کہ مُوْتُوْا اِخْتِیَارًا قَبْلَ أَنْ تَمُوْتُوْا اِضْطِرَارًا وَالْمُرَادُ بِالْمَوْتِ الْاِخْتِیَارِیِّ تَرْکُ الشَّھَوَاتِ وَاللَّھَوَاتِ وَمَا یَتَرَتَّبُ عَلَیْھَا مِنَ الذَّلَّاتِ وَالْغَفَلَاتِ مرنے سے پہلے مر جانے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی خواہشاتِ غیر شرعیہ کو ترک کر دو، مرنے کے بعد تو مجبوراً چھوڑنا ہی پڑے گا، جیتے جی زندگی میں چھوڑ دو گے تو اجرِ عظیم پاؤ گے اور مر کے چھوڑا تو یہ مجبوری کا چھوڑنا ہوا جس پر زجرِ عظیم کی وعید ہے۔

چند فوائدِ علمیہ ارشاد فرمودہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

گناہ گار اولاد یا بیوی سے ترک تعلق واجب نہیں

دعائے قنوت میں ہے کہ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ اس عبارت سے عوام بعض علماء اور مشائخ پر اعتراض کرتے ہیں کہ ان کی فلاں اولاد بے نمازی اور فاجر ہے، مگر پھر بھی ترکِ تعلق نہیں کرتے، تو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۷؎ الموضوعات الکبیر لملا علی القاری:۳۵

۱۱۸؎ الموضوعات الکبیر لملا علی القاری:۷۵

فرماتے ہیں کہ یہاں فجور سے مراد فجورِ اعتقادی ہے نہ کہ فجورِ عملی، پس صحیح العقیدہ اولاد سے ترک تعلق واجب نہیں اگرچہ فاسق فاجر ہو۔ فتاویٰ شامیہ، جلد ۵، صفحہ ۳۰۳ پر درج ہے لَا یَجِبُ عَلَی الزَّوْجِ تَطْلِیْقُ الْفَاجِرَۃِ یعنی نافرمان بیوی کو طلاق دینا شوہر پر واجب نہیں۔[۱۱۹]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات اور روایت ثابت ہے، لیکن حجاج بن یوسف چوں کہ حضرت علی کا دُشمن تھا، اس لیے اس کے خوف سے آپ کا اسمِ گرامی ظاہر نہیں کیا۔ واللہ اعلم[۱۲۰]

کفارۂ غیبت

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ غیبت کی خبر اگر مغتاب کو نہ پہنچے تو استغفار و توبہ کافی ہے، مغتاب سے معاف کرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس پر شبہ یہ ہوتا ہے کہ غیبت کے حق العباد ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مغتاب کی اس سے بے آبروئی ہوئی، تو یہ وجہ خبر پہنچنے سے قبل بھی متحقق ہوگئی پھر استغفار کیسے کافی ہوگا؟

جواب: جس کو اصولِ شرعیہ سے میں یہ سمجھا ہوں کہ اصل وجہ حق العبد ہونے کی یہ ہے کہ مغتاب کو ایذا ہوئی اور وہ موقوف ہے ایذا پہنچنے پر، باقی بے آبروئی ہونا یہ معصیت ضرور ہے، لیکن اس کا تدارک معاف کرانے پر موقوف نہیں بلکہ جن جن کے سامنے غیبت کی ہے ان کے روبرو اپنی تکذیب کرنا کافی ہے اور یہ تکذیب بھی استغفار اور توبہ کا جزء ہے۔ لِأَنَّ التَّوْبَۃَ بِحَسْبِ الْمَعْصِیَۃِ السِّرُّ بِالسِّرِّ وَالْعَلَانِیَۃُ بِالْعَلَانِیَۃِ اور جس صورت میں استحلال ضروری ہے اگر ممکن نہ ہو تو مغتاب کے لیے استغفار تدارک ہے اور حدیثِ کفارہ کا محمل یہی تعذر ہے۔[۱۲۱]

---

[۱۱۹] ردالمحتار علی الدر المختار: ۴/۱۴۳-۱۴۴، کتاب النکاح، دار عالم الکتب، الریاض
[۱۲۰] الطرائف والظرائف: ۱۴
[۱۲۱] الطرائف والظرائف: ۲۴

إِنَّ مِنْ كَفَّارَةِ الْغِيْبَةِ أَنْ تَسْتَغْفِرَ لِمَنِ اغْتَبْتَهُ تَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَنَا وَلَهٗ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ[۱۲۲]

عفیف کون رہتا ہے؟

مَنْ يَّسْتَعِفَّ يُعِفَّهُ اللهُ[۱۲۳]

گناہ سے بچنے میں پہلے مجاہدہ ہوتا ہے پھر اس کو ملکہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اس حدیث سے یہ ظاہر ہے جو عفیف رہنے کا اہتمام کرتا ہے حق تعالیٰ اس کو عفیف رکھتے ہیں۔

عافیتِ کاملہ

عافیتِ کاملہ کا تعلق عفو سے ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يَا عَبَّاسُ، يَا عَمَّ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلِ اللهَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ[۱۲۴]

اے عباس! اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا! حق تعالیٰ سے عفو اور عافیت مانگیے دنیا اور آخرت میں۔

بلائیں آتی ہیں گناہوں سے، جب معافی ہوگئی تو بلا کیوں آوے گی؟

نیند سے جلد بیدار ہونے کا وظیفہ

جلد اُٹھنے کے لیے سوتے وقت سورۂ کہف کی درج ذیل آخری آیات تعوذ وتسمیہ کے ساتھ پڑھ لے، ان شاء اللہ! جلد آنکھ کھل جاوے گی:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿۱۰۷﴾

---

۱۲۲ تفسیر القرطبی: ۱۶/۳۳۷، الحجرات (۱۲)، دار الکتب المصریة

۱۲۳ جامع الترمذی: ۲/۲۲، باب الصبر، ایچ ایم سعید

۱۲۴ مسند احمد: ۱/۳۰۳ (۱۷۸۳)، مؤسسة الرسالة

خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا لَا یَبۡغُوۡنَ عَنۡهَا حِوَلًا ﴿۱۰۸﴾ قُلۡ لَّوۡ کَانَ الۡبَحۡرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیۡ لَنَفِدَ الۡبَحۡرُ قَبۡلَ اَنۡ تَنۡفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیۡ وَلَوۡ جِئۡنَا بِمِثۡلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾ قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ یُوۡحٰۤی اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰـهُکُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنۡ کَانَ یَرۡجُوۡا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلۡیَعۡمَلۡ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشۡرِکۡ بِعِبَادَۃِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا"[۱۲۵]

کیفیاتِ روحانیہ اور مادّیہ کا فرق

کیفیاتِ روحانیہ اور کیفیاتِ مادّیہ میں فرق یہ ہے کہ اوّل کا تعلق مادّہ سے نہ ہوگا اور دوسرے کا تعلق مشروط ہے مادّہ کے ساتھ۔ (الطرائف والظرائف)

علماء کا لباس

علماء اور فقہاء کو طویل عمامہ اور وسیع لباس (طویل و عریض) پہننا مستحسن ہے۔ یَحۡسُنُ لِلۡفُقَهَاءِ لَفُّ عِمَامَۃٍ طَوِیۡلَۃٍ وَلُبۡسُ ثِیَابٍ وَّاسِعَۃٍ۔

لُبس: لام پر ضمہ۔ پہننا۔ اور لام پر فتحہ۔ التباس (منجد)

آیت "فَفِرُّوۡۤا اِلَی اللهِ" کے معنیٰ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَفِرُّوۡۤا اِلَی اللهِ"[۱۲۶]

حق تعالیٰ کی طرف بھاگ کر آجاؤ۔ جب ہوائی جہاز طوفان میں پھنستا ہے تو پائلٹ رفتار کو تیز کر دیتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے بندوں کو خواہشاتِ نفس اور گردو پیش کے جاذبِ اسباب غیر اللہ سے نجات کا راستہ اور اپنے قرب کا طریقہ ارشاد فرمایا کہ معمولی رفتار سے آؤ گے تو غیر اللہ تمہیں پھنسالیں گے، لہٰذا تیز رفتار سے ہمارے پاس دوڑ کر

۱۲۵؎ الکھف: ۱۰۷-۱۱۰

۱۲۶؎ الذّٰریٰت: ۵۰

آجاؤ۔ حق تعالیٰ شانہٗ کی اس آیت میں جو محبت کی شان بندوں کے ساتھ پوشیدہ ہے اس کا کچھ اندازہ ایک واقعہ سے ہوتا ہے۔ ایک دن احقر اپنے پوتے کو جس کی عمر پانچ سال کی تھی بلا رہا تھا اور دل چاہتا تھا کہ وہ جلدی سے بھاگ کر میری گود میں آجاوے، مگر وہ آہستہ رفتار سے ناز و نخرے کرتا ہوا آرہا تھا اور ہم کو اس کی رفتار سے کلفت ہو رہی تھی۔ غلبۂ محبت سے دل چاہتا تھا کہ جلد آجاوے اور ہم اس کو آغوشِ شفقت، آغوشِ رحمت اور آغوشِ محبت میں لے کر پیار کرلیں اور بار بار ہم اس سے کہہ رہے تھے بھاگ کر آجا، بھاگ کر آجا، دوڑ کر آجا۔ اسی وقت دل میں اس آیت کا خیال آیا فَفِرُّوْٓا اِلَی اللہِ بھاگ کر میری طرف آجاؤ، کہاں غیر اللہ میں قرار پارہے ہو؟ ارے! ان سے تو فرار اختیار کرو، جس کا طریقہ یہ ہے کہ سمت قبلہ درست کرو، پھر فرار میری طرف اختیار کرو، اور میرے پاس جو قرار ہے اس کو تو جانِ انبیاء علیہم السلام اور جانِ اولیاء محسوس کرتی ہیں۔ اگر تم سمت قبلہ درست کرکے پہلا قدم جب میری طرف فرار کا اختیار کروگے اسی وقت ایسی بہار محسوس کروگے جیسے کہ دوزخ سے جنت میں آگئے۔

دہریت اور بددینی کی راہ سے راہِ حق کی طرف گمراہ کن زندگی کا علاج

غیر اللہ سے تعلق اور عشقِ مجاز عذابِ الیم ہے، جس پر حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ تَمْیِیْزُ الْعِشْقِ مِنَ الْفِسْقِ ہے۔ فسق کا نام عشق اور فاسق کا نام عاشق ہے، یہ دھوکا اس لیے لگا ہے: اَفَمَنْ زُیِّنَ لَہٗ سُوْٓءُ عَمَلِہٖ فَرَاٰہُ حَسَنًا [۱۲۷] شیطان نے ان کے بُرے اعمال کو (مثلاً زنا، لواطت، سینما، ٹی وی، وی سی آر وغیرہ) ان کی نگاہوں میں مزین کردیا ہے، خوبصورت دکھادیا ہے، پاخانے پر چاندی کا ورق لپیٹ کر کیوڑہ اور عطر لگا رکھا ہے، لیکن دراصل پیشاب پاخانے کے مراکز ہیں، یہ وی سی آر، ٹی وی کے رنگین پروگرام، یہ سینما بینی، فلم ایکٹرس کی اداؤں کے نشے،

۱۲۷؎ فاطر: ۸

جس کو شہوت کے بھوت نے اس قدر اہمیت دے رکھی ہے کہ اپنے مالک اور خالق کو بھولے ہوئے ہیں، قبروں میں اُترنے کے بعد وی سی آر اور سینما ہال اور رنگین ڈانس کا مآل نظر آجاوے گا۔

جیسی کرنی ویسی بھرنی نہ مانے تو کر کے دیکھ
جنّت بھی ہے دوزخ بھی ہے نہ مانے تو مر کے دیکھ

اہلِ حق اور اہلِ باطل کا فرق عقل کی کسوٹی پر

ہر زمانے کے دہریے، منکرینِ خدا، منکرینِ آخرت نے اپنی زندگی تباہ کرنے کے ساتھ دوسروں کو بھی اپنے نظریات سے تباہ کرنے کی کوشش کی، لیکن جن کو حق تعالیٰ شانہٗ نے عقل سلیم عطا فرمائی ہے، انہوں نے غور کیا کہ عقیدۂ آخرت، عقیدۂ توحید و رسالت، عقیدۂ اسلام کے نظریات پیش کرنے والے پاکیزہ حیات، پاکیزہ اخلاق اور پاکیزہ کردار کے حامل ہیں اور ان کی صداقت و امانت پر دنیائے کفر نے بھی گواہی دے کر اپنی عداوت کا سبب صرف اپنی نفسانیت اور خوئے باطل پرستی کے تاریک پسند ذوق کو ثابت کرتے ہوئے ان کی پاکیزگی کا اقرار کیا ہے۔ پس ان کی خبروں کو تسلیم کرنا عقل کے نزدیک قابلِ فلاح و کامیابی اور حق پسندی ہوگی، یا ان لوگوں کی خبروں کو تسلیم کرنا جو دہریت اور کمیونسٹ اور سوشلزمیت پھیلانے والے ہیں، جن کی پتلون میں کافی مقدار پیشاب جذب ہوتا ہے جو استنجا بھی کرنا نہیں جانتے، چوری، ڈاکہ، زنا، شراب، ہیروئن، قتل اور جھوٹ سے باز نہیں آتے، سور و کتّے بلکہ آدمی کا گوشت بھی کھانے سے دریغ نہیں کرتے، ان چور کٹوں اور اسمگلروں اور بدمعاشوں کی بات ماننے میں اپنی فلاح اور حقیقت رسی کی اُمید کرتے ہو یا دوسری طرف بندوں کو اپنے مالکِ حقیقی سے رابطہ کرانے والی خبریں بیان کرنے والے انبیاء علیہم السلام اور ان کے ماننے والے اولیائے کرام کی پاکیزہ حیات و کردار و اخلاقِ عالیہ کے حاملین کی باتوں کے تسلیم کرنے میں حق تک رسائی کی اُمیدیں رکھتے ہو؟ دو متضاد خبریں دینے والوں کو ذرا آنکھ بند کرکے تصور

کریں کہ ایک طرف ٹائی، کوٹ پتلون والے، شراب پینے والے اور سور کھانے والے کھڑے ہیں۔ دوسری طرف مقدس اور پاکیزہ حیات والے انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کی جماعت ہے جن کی صورتوں سے اللہ تعالیٰ کے انوار برستے ہیں اور دوسری طرف کی صورتوں سے شیطانی ظلمت کے سائے گرتے ہیں، عقل خود فیصلہ کردے گی کہ کس کی بات ماننے میں فلاح وکامیابی ہے۔

ڈارون کی تھیوری کا انجام

دہریت کی بلند پروازی اور ان کی مضحکہ خیز تحقیق

ڈارون صاحب نے اپنا ایک نسب نامہ پیش کیا ہے اور جن کے پیش کردہ شجرہ پر بہت سے عقل و فہم کی سلامتی سے یتیم اور اپنے خالق و مالک کی عطا فرمودہ روشنی سے ناآشنا اور محروم اور بزعمِ خود دانشورانِ زمانہ کے امامِ بے وضو نے بہت دادِ تحسین پیش کی، لیکن ذرا ایک صاحبِ نسبت اور حاملِ نورِ حق قلب کی زبان کا جواب سنیے۔

ارشاد حضرت حکیم الامّت مجدد الملّت

مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ مع تشریح از احقر

سنا ہے کہ ڈارون کی تحقیق ہے کہ انسان دراصل بندر تھا اور ہم لوگ بندر ہی کی اولاد ہیں، پہلے اس کی دُم اس طرح جھڑی کہ اس کے بواسیر ہوئی اور بے پناہ خارش ہوئی، اس بندر نے ایک کھردرے پتھر پر خارش کی تسکین کے لیے دُم کی جڑ کو رگڑا، رگڑتے رگڑتے دُم غائب ہوگئی پھر اور ترقی ہوئی، جب خارش پھر بھی نہ اچھی ہوئی تو بے چینی سے اگلے دونوں ہاتھوں کو اُٹھا کر شور خارش مچاتا ہوا بھاگنے لگا، حتیٰ کہ اس کی عادت انسان کی طرح چلنے کی ہوگئی۔ پھر اسی بدحواسی میں اس کی بندر والی کھر کھر ارتقائی تبدیلی حاصل کرتے ہوئے انسانی آواز کے مشابہ ہوگئی اور پھر وہ انسان کی صورت میں ہوکر انسانی آواز سے باتیں کرنے لگا۔

اس قسم کے زٹلیات کا جواب دینے کے لیے بعض ناپختہ علم و عقل نے قلم

اُٹھائے اور جواب بھی لکھ مارا اور ان کی ہوگا، ہوگی سے بعض لوگ بڑے خوش ہوئے۔ ہر گری پڑی چیز کا کوئی تو اُٹھانے والا ہوتا ہی ہے، مگر واہ رے ہمارے حکیم الامّت! کیا جواب تحریر فرمایا ہے، سنیے؟ فرماتے ہیں:

ہر انسان کو اپنا خاندانی نسب نامہ اور شجرہ پیش کرنے کا حق حاصل ہے، اس کو مان لینے میں کوئی نقصان نہیں۔ مثلاً کوئی کہتا ہے کہ میں بندر کی اولاد ہوں تو اس کا جواب دینے کی ضرورت ہی کیا پیش آئی؟ ہم خوشی سے تسلیم کرتے ہیں کہ آپ بے شک بندر کی اولاد ہیں، بلکہ اس سے بڑھ کر آپ اگر دعویٰ کریں کہ میں سور کی اولاد ہوں، کتّے کی اولاد ہوں، تو ہم کو تسلیم کرنے میں صفِ اوّل میں پاؤ گے اور ہم کہیں گے کہ ہاں ہاں! بالکل ٹھیک کہتے ہو، تم واقعی بندر یا سور کی اولاد ہو، ہم آپ کا خاندانی شجرہ اور نسب نامہ قبول کرتے ہیں، اس کے لیے تردید کی کیا ضرورت پیش آئی؟ ہر شخص کو اپنا خاندانی شجرہ پیش کرنے کا معقول حق ملنا چاہیے۔ البتہ ہم اپنا شجرہ بھی پیش کرتے رہیں گے کہ ہم الحمدللہ! اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پیغمبر زادے ہیں، ہم کو ہمارے خالق و مالک نے یَا بَنِیۡۤ اٰدَمَ پکارا ہے، تو ہم پیغمبر زادوں اور شریف زادوں کو کیا پڑی ہے کہ بندر اور سور یا کتّوں کی اولاد والے شجرہ اور نسب نامہ پیش کرنے والوں سے جھک ماریں؟ ڈارون صاحب کی تحقیق پر جو لوگ اپنا شجرہ اور خاندان ان سے ملانے کے لیے پیش رفت کرنا چاہیں، ہم ان کی پیش روی میں ذرا بھی حائل نہ ہوں گے اور نہ ان کے خلاف کبھی قلم اُٹھانے کی ضرورت پیش کرتے ہیں۔

ایک مجرّب وظیفہ برائے عافیتِ اہل و عیال

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھے اپنی جان اور اپنی اولاد اور اپنے اہل و عیال اور مال کے بارے میں خوفِ ضرر رہتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صبح وشام یہ پڑھ لیا کرو:

بِسۡمِ اللہِ عَلٰی دِیۡنِیۡ وَنَفۡسِیۡ وَوَلَدِیۡ وَأَھۡلِیۡ وَمَالِیۡ[۱۲۸]

---

[۱۲۸] کنزالعمال: ۱۴۱/۲ (۳۵۰۶)، أدعیة الصباح والمساء، مؤسسة الرسالة

چند دن کے بعد یہ شخص آئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: اب کیا حال ہے؟ عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے حق کے ساتھ آپ کو مبعوث فرمایا، میرا سب خوف غائب ہوگیا۔

ٹی وی کے نقصانات

ٹی وی کے بارے میں اس ناکارہ کا خیال معلوم کیا گیا ہے۔ احقر کے نزدیک ٹی وی روح کے لیے ٹی بی ہے، جس کو دیکھ کر چوری، ڈاکہ، مار دھاڑ، فضائی قزاقیت، حسن و عشق کی رنگ رلیاں، تقاضائے زناکاری جیسے تمام معاشرتی جرائم کو ہمارے نوجوان طلبا اور طالبات گھر بیٹھے سیکھ لیتے ہیں۔ بعض نادان تعلیم یافتہ طبقہ جہلِ مرکب کا گرفتار اس کی تصاویر کو عکس کہہ کر ان ابلیسی کارناموں کی تائید بے جا سے معاشرہ کو صراطِ مستقیم کی مخالف سمت کی طرف دھکیلنے میں مصروف ہے، حالاں کہ نامحرم عورت کو خواہ تصویر ہو یا عکس ہو یا اخبار کی فلمی دنیا ہو یا پانی پر یا کسی آئینہ پر دیکھنا، ہر حال میں حرام اور ناجائز ہے۔

نیز آنکھوں کی بینائی کو خراب کرنے اور کمزور کرنے میں ٹی وی کا ردِّ عمل ہر عام و خاص مشاہدہ کر رہا ہے اور ڈاکٹر بھی آنکھوں کے مریضوں کو منع کرتے ہیں۔ میرے متعدد دوستوں نے بتایا کہ جب ہم ٹی وی دیکھتے تھے تو خیالات شہوت اور زنا کے ہم کو سخت پریشان رکھتے تھے اور جب سے توبہ کر لی قلب کو نہایت سکون ملا۔

دو اشعار اس کی مذمت میں ابھی ابھی موزوں ہو گئے جو درج ذیل ہیں ؎

دیکھ کر ٹی وی کو اب ہیں لوگ ٹی بی کے شکار
جرمِ چوری جرمِ ڈاکہ جرمِ عشق زلف یار

دوستو ٹی وی کو ویٹو کر کے پھر دیکھو بہار
دل میں اپنے چین و راحت کی فضائے سازگار

بے ساختہ چند سطور احقر نے عرض کر دی ہیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ اس لعنت سے اُمتِ مسلمہ

کو جو بصورتِ بہار نشریات بباطن بربادی حشریات ہے، نجات عطا فرماویں، آمین۔

حبیب نجّار کی عاشقانہ جرأت

اِنِّیۡۤ اٰمَنۡتُ بِرَبِّکُمۡ فَاسۡمَعُوۡنِ[۱۲۹]

میں ایمان لایا تمہارے رب پر۔ تمہارے رب کا عنوان مخاطبین کی دل جوئی کے لیے ہے، جیسا کہ وعظ و ہدایت اور دعوت کے لیے حکمت کا مقتضا ہے، ورنہ اٰمَنۡتُ بِرَبِّیۡ بھی کہہ سکتے تھے، مگر ظالموں نے حبیب نجّار کو شہید کر دیا اور اس دل جوئی کا عنوان بھی قلوبِ اشقیاء پر مؤثر نہ ہوا اور فَاسۡمَعُوۡنِ میں عاشقانہ جرأت ہے، عاشقِ صادق ملامت سے بے خوف ہو جاتا ہے۔ لَا یَخَافُوۡنَ لَوۡمَۃَ لَآئِمٍ[۱۳۰] عاشقوں کی شان ہوتی ہے۔

وَلنِعمَ ما قال الرومی؎

من علم اکنوں بصحراء می زنم
یا سر اندازی و یا روئے صنم
ما نمی خواہیم ننگ و نام را
گرچہ بدنامی است نزدِ عاقلاں
عشقِ عاشق باد و صد طبل و نفیر
عشقِ معشوقاں نہاں است دستیر

میں محبت کا جھنڈا میدان میں نصب کروں گا یا تو سر فدا کردوں گا یا محبوب کی ملاقات کروں گا، ہم ننگ اور نام نہیں چاہتے، اگرچہ عقل پرست کے نزدیک میری عرفی بدنامی بھی ہو، عاشق کا عشق ہوا اور ڈھول و نفیر کی طرح علانیہ ہوتا ہے اور محبوب کی محبت پوشیدہ اور مستور ہوتی ہے۔

سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے بالاکوٹ میں نجف خان کے اس مشورہ کا کہ

---

[۱۲۹] یٰسٓ:۲۵

[۱۳۰] المآئدۃ:۵۴

سکھوں کی فوج زیادہ ہے، مجاہدین کی تعداد کم ہے، آپ کسی راہ سے اپنے ساتھیوں کو لے کر فرار ہوجائیے۔ تو کیا جواب لکھا تھا، سبحان اللہ! تحریر فرمایا: ”کفار کی اکثریت کے خوف سے فرار ہونا مسلمانوں کی غیرت کے خلاف ہے، آج جمعہ کا دن ہے، میدان بالاکوٹ ہے، یا تو ہم بے کسوں کی حق تعالیٰ مدد فرمائیں گے اور ہم لاہور دیکھیں گے یا پھر جنت الفردوس دیکھیں گے۔“

بالآخر اشراق پڑھ کر جنگی لباس زیب تن فرماکر لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

سید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں بزرگوں نے دامنِ کہسار کے گھاس کے تنکوں پر اور پہاڑوں کی کنکریوں میں اپنے خونِ مبارک کو حق تعالیٰ کی راہ میں بکھیر دیا۔

خونِ خود را بر کہہ و کہسار ریخت

علماء کا ادب علومِ وحی کا ادب ہے

علماء کا اکرام ان کے حاملِ علمِ نبوت ہونے کے سبب سے ہوتا ہے، اکرامِ ظرف اکرامِ مظروف کے سبب سے ہوتا ہے۔ عطر سو روپیہ تولہ جس شیشی میں رکھا جاتا ہے اس شیشی کی بھی عزت کی جاتی ہے۔ اسی طرح جس دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور معرفت ہوتی ہے وہ قلب جس قالب میں رہتا ہے اس قالب کی بھی عزت کی جاتی ہے۔ اللہ والوں کا جسم بھی موردِ رحمت ہوتا ہے۔

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ”مرقاۃ“ جلد اوّل میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے دو سو تیس سال کے بعد ان کی قبر کے پڑوس میں کسی کو دفن کیا گیا تو آپ کی قبر کھل گئی، اس وقت دیکھا گیا تو کفن بھی تازہ تھا اور جسم بھی تازہ تھا، جیسے ابھی دفن کیے گئے ہوں۔

فَلَمَّا دُفِنَ بِجَنْبِهٖ بَعْضُ الْأَشْرَافِ بَعْدَ مَوْتِهٖ بِمِأَتَيْنِ وَثَلٰثِيْنَ سَنَةً، فَكُشِفَ قَبْرُهٗ فَوُجِدَ كَفَنُهٗ صَحِيْحًا لَمْ يَبْلَ وَجَسَدُهٗ لَمْ يَتَغَيَّرْ[۱۳۱]

خشوع کی تعریف

اَلتَّذَلُّلُ مَعَ خَوْفٍ وَّسُكُوْنٍ لِلْجَوَارِحِ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: خَاشِعُوْنَ أَيْ خَائِفُوْنَ سَاكِنُوْنَ، وَعَنْ مُجَاهِدٍ: أَنَّهٗ هُنَا غَضُّ الْبَصَرِ وَخَفْضُ الْجَنَاحِ، وَقَالَ مُسْلِمُ بْنُ يَسَارٍ وَقَتَادَةُ: تَنْكِيْسُ الرَّأْسِ، وَعَنْ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللهُ تَعَالٰى وَجْهَهٗ: تَرْكُ الْاِلْتِفَاتِ[۱۳۲]

خشوع کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خوف اور اعضا کا سکون ہو۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ خاشعون کی تفسیر یہ ہے کہ خائفون اور ساکنون، خوف اور سکونِ جوارح کا نام ہے، حضرت مجاہد تابعی مکی امام القراء والتفسیر فرماتے ہیں آنکھوں کو پست رکھنا اور کندھوں کو پست رکھنا، اور مسلم بن یسار اور حضرت قتادہ کے نزدیک کسی قدر سر کا جھکانا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک نماز میں اِدھر اُدھر نہ دیکھنا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز میں داڑھی سے کھیل رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَوْ خَشَعَ قَلْبُ هٰذَا خَشَعَتْ جَوَارِحُهٗ[۱۳۳] اگر اس کے قلب میں خشوع ہوتا تو اس کے جوارح یعنی اعضا میں سکون ہوتا۔

تفسیر کشاف میں خشوع کا مفہوم ان آداب کا اہتمام کرنا ہے یعنی حسبِ ذیل اعمال سے بچنا ہے:

۱) يَتَوَقّٰى كَفَّ الثَّوْبِ، اپنے کپڑوں کو نہ ہٹائے نہ سمیٹے۔ ۲) وَالتَّمَطِّيْ،

۱۳۱؎ مرقاۃ المفاتیح:۱/۲۲،خطبۃ الکتاب،المکتبۃ الامدادیۃ

۱۳۲؎ روح المعانی:۱۸/۳،المؤمنون(۲)،دار احیاء التراث،بیروت

۱۳۳؎ روح المعانی:۱۸/۳،المؤمنون(۲)،دار إحیاء التراث،بیروت

انگڑائی نہ لے۔ ۳) **وَالتَّثَاؤُبُ**، جمائی نہ لے۔ ۴) **وَتَغْطِيَةُ الْفَمِ**[۱۳۴] بدون ضرورت جمائی روکنے کی قدرت رکھتے ہوئے نہ روکنا یعنی دانتوں سے ہونٹ دبا کر جمائی روک سکتا تھا، مگر پھر بھی ہاتھ منہ پر رکھ کر روکا تو یہ مکروہ ہے۔ **إِنْ أَمْكَنَهٗ عِنْدَ التَّثَاؤُبِ أَنْ يَّأْخُذَ شَفَتَهٗ بِسِنِّهٖ فَلَمْ يَفْعَلْ وَغَطّٰى فَاهُ بِيَدِهٖ أَوْ بِثَوْبِهٖ يُكْرَهُ كَذَا رُوِيَ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ**[۱۳۵] ۵) **وَالسَّدْلُ**، کپڑوں کو بدن پر اس طرح ڈالنا کہ دونوں کنارے دونوں طرف لٹکے ہوں۔ ۶) **وَالْفَرْقَعَةُ**، انگلیاں چٹخانا۔ ۷) **وَالتَّشْبِيْكُ**، انگلیوں کو انگلیوں میں ڈالنا۔ ۸) **تَقْلِيْبُ الْحَصٰى**، کنکریوں کو ہٹانا۔ خشوع شرطِ قبول ہے مگر بدونِ خشوع نماز ہو جاتی ہے۔ واجب الاعادہ نہیں ہوتی۔ **نَعَمْ اَلْحَقُّ أَنَّهٗ شَرْطُ الْقُبُوْلِ لَا الْإِجْزَاءِ**[۱۳۶]

خشوع کی حقیقت از حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

خشوع کی حقیقت ہے سکون یعنی قلب کا بھی کہ خیالاتِ غیر کو قلب میں بالقصد حاضر نہ کرے اور جوارح کا بھی کہ عبث حرکتیں نہ کرے۔ اور اس کی فرضیت میں کلام ہے، مگر حق یہ ہے کہ صحت صلوٰۃ کا تو موقوف علیہ نہیں اور اس مرتبہ میں فرض نہیں، قبولِ صلوٰۃ کا موقوف علیہ ہے اور اس مرتبہ میں فرض ہے:

قَدْ رَوَى الطَّبَرَانِيُّ فِيْ ''الْكَبِيْرِ'' بِسَنَدٍ حَسَنٍ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَوَّلُ شَيْءٍ يُرْفَعُ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ الْخُشُوْعُ حَتّٰى لَا تَرٰى فِيْهَا خَاشِعًا۔ كَذَا فِيْ مَجْمَعِ الزَّوَائِدِ۔ وَقَدْ رَوَى الدَّيْلَمِيُّ فِيْ ''مُسْنَدِ الْفِرْدَوْسِ'' مَرْفُوْعًا بِسَنَدٍ ضَعِيْفٍ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّا يَتَخَشَّعُ۔ كَذَا فِي الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ[۱۳۷]

۱۳۴؎ الکشاف: ۳/۱۷۵، المؤمنون (۲)، دار الکتاب العربی، بیروت

۱۳۵؎ ردالمحتار علی الدر المختار: ۲/۴۱۳، باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیھا، دار عالم الکتاب، الریاض

۱۳۶؎ روح المعانی: ۱۸/۴، المؤمنون (۲)، دار إحیاء التراث، بیروت

۱۳۷؎ بیان القرآن: ۷/۸۶، المؤمنون (۲)، ایچ ایم سعید

حضرت آدم علیہ السلام کے لائق فرزند

تُوْبُوْا اور اِسْتَغْفِرُوْا کا حکم بتاتا ہے کہ ہم سے خطائیں ہوں گی۔ یعنی اگر تم گندگی کے گٹر میں گر پڑو تو پڑے نہ رہنا، ہماری دوری پر صبر نہ کرنا، جلدی استغفار اور توبہ سے ہماری حضوری حاصل کرلینا۔ ایک بزرگ کا شعر ہے ؎

ہم نے طے کیں اس طرح سے منزلیں
گر پڑے گر کر اُٹھے اُٹھ کر چلے

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّہٖ کَلِمَاتٍ کی تفسیر اس طرح فرماتے ہیں۔ اہلِ عرب تَلَقّٰی وہاں بولتے تھے جب کوئی مہمان بہت دن کے بعد آتا تھا۔ مِنِ اسۡتِقۡبَالِ النَّاسِ بَعۡضِ الۡأَحِبَّةِ إِذَا جَاءَ بَعۡدَ طُوۡلِ الۡغَیۡبَةِ وَفِیۡهِ إِیۡمَاءٌ أَنَّ اٰدَمَ عَلَیۡهِ السَّلَامُ کَانَ فِیۡ ذَالِكَ الۡوَقۡتِ فِیۡ مَقَامِ الۡبُعۡدِ۔ وَقَالَ ابۡنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللهُ عَنۡهُمَا: اَلۡمُرَادُ بِکَلِمَاتٍ ''رَبَّنَا ظَلَمۡنَاۤ اَنۡفُسَنَا...الخ[۱۳۸]

پس رَبَّنَا ظَلَمۡنَاۤ اَنۡفُسَنَا کی دعا دوری کی کلفت سے نجات اور حصولِ حضوری کے لیے نہایت مجرب ہے اور ہمارے بابا کے ذریعے ہم سب کو ملی ہے۔ جس دعا سے کام بابا کا بنا ہے اسی سے ان کے بیٹوں کا بنے گا۔ کیا خوب مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ؎

آنکہ فرزندانِ خاص آدم اند
نفحۂ اِنَّا ظَلَمۡنَا می زنند

جو لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے لائق بیٹے ہیں جب ان سے کوتاہی اور خطا صادر ہوتی ہے تو وہ اپنے بابا کی طرح رَبَّنَا ظَلَمۡنَا کی صدا لگاتے ہیں۔ دوری کو حضوری سے اور بُعد کو قُرب سے تبدیل کرنے میں اس سے بہتر کوئی وظیفہ نہیں، کیوں کہ وحیِ الٰہی سے یہ سرکاری وظیفہ ملا ہوا ہے۔

۱۳۸؎ روح المعانی: ۱/ ۲۳۷، البقرۃ (۳۷)، دار إحياء التراث، بیروت

جنّتُ الفردوس کیا ہے؟

اَلْفِرْدَوْسُ رَبْوَةُ الْجَنَّةِ وَأَوْسَطُهَا وَأَفْضَلُهَا[۱۳۹]

فردوس جنت کا اونچا حصہ اور درمیان کا اور افضل حصہ ہے۔

اولیاء اللہ کے خوف کی وجہ

اولیاء اللہ کی شان یہ ہے کہ اعمالِ صالحہ کرکے ڈرتے ہیں کہ نہ معلوم قبول بھی ہے یا نہیں؟ اُمید وخوف کے درمیان رہتے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَاۤ اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ[۱۴۰]

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور باوجود دینے کے ان کے دل اس سے خوف زدہ رہتے ہیں کہ وہ اپنے رب کے پاس جانے والے ہیں۔ (دیکھیے وہاں جاکر ان صدقات کا کیا ثمرہ ملتا ہے؟ ایسا نہ ہو کہ موافق حکم کے نہ دیا گیا ہو، مثلاً مالِ حلال نہ ہو یا نیت خالص نہ ہو اور بوجہ غموض یا عدمِ التفات اس کی اطلاع نہ ہوئی ہو تو الٹا مؤاخذہ ہونے لگے۔)[۱۴۱]

اس آیت کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا:

یَا رَسُوْلَ اللهِ! اَهُوَ الَّذِیْ یَسْرِقُ وَیَزْنِیْ وَیَشْرَبُ الْخَمْرَ وَهُوَ مَعَ ذَالِكَ یَخَافُ اللهَ تَعَالٰی؟ قَالَ: لَا وَلٰكِنَّهُ الرَّجُلُ یَصُوْمُ وَیَتَصَدَّقُ وَیُصَلِّیْ وَهُوَ مَعَ ذَالِكَ یَخَافُ اللهَ تَعَالٰی أَنْ لَّا یُتَقَبَّلَ مِنْهُ[۱۴۲]

۱۳۹؎ روح المعانی:۱۸/۱۲،المؤمنون،دار إحیاء التراث،بیروت/جامع الترمذی:۲/۱۵۱،ابواب تفسیر القرآن، سورۃ المؤمنون،ایچ ایم سعید

۱۴۰؎ المؤمنون:۶۰

۱۴۱؎ بیان القرآن:۷/۹۴،المؤمنون(۶۰)،ایچ ایم سعید

۱۴۲؎ مسند احمد:۴۲/۱۵۶(۲۵۲۶۳)،مسند الصدیقة عائشة،مؤسسة الرسالة/التفسیر الکبیر:۲۳/۲۸۳، المؤمنون/روح المعانی:۱۸/۴۴، المؤمنون(۶۰)،دار إحیاء التراث،بیروت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا قُلُوْبُھُمْ وَجِلَۃٌ سے مراد وہ ہے جو چوری کرتا ہے، زنا کرتا ہے، شراب پیتا ہے اور باوجود ان معاصی کے وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں، لیکن یہ وہ شخص ہے جو روزہ رکھتا ہے، صدقہ کرتا ہے اور نماز پڑھتا ہے اور اس کے باوجود ڈرتا رہتا ہے کہ نہ معلوم قبول بھی ہے یا نہیں؟

اَنَّھُمْ اِلٰی رَبِّھِمْ رٰجِعُوْنَ یہ آیت ان کے خوف کی تعلیل ہے۔ أَیْ لِأَنَّھُمْ إِلٰی رَبِّھِمْ رَاجِعُوْنَ کیوں کہ اپنے رب کے پاس جانا ہے، نہ معلوم کیا فیصلہ ہو؟

اِیَّاکَ نَعْبُدُ میں صیغہ جمع متکلم کی حکمت

اِیَّاکَ نَعْبُدُ اور اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ میں جمع کا صیغہ ہے جبکہ ہر شخص تنہا بھی نماز پڑھتا ہے تو بھی نَعْبُدُ کہتا ہے، حالاں کہ اس کو اس وقت اَعْبُدُ کہنا چاہیے۔ اس کی عجیب حکمت تفسیر روح المعانی میں بیان فرمائی گئی ہے۔ قَوْلُہٗ: نَعْبُدُ دُوْنَ اَعْبُدُ فَقَدْ قِیْلَ ھُوَ الْاِشَارَۃُ إِلٰی حَالِ الْعَبْدِ کَأَنَّہٗ یَقُوْلُ: اِلٰھِیْ مَا بَلَغَتْ عِبَادَتِیْ إِلٰی حَیْثُ أَذْکُرُھَا وَحْدَھَا لِأَنَّھَا مَمْزُوْجَۃٌ بِالتَّقْصِیْرِ وَلٰکِنْ أَخْلِطُھَا بِعِبَادَۃِ جَمِیْعِ الْعَابِدِیْنَ وَأَذْکُرُ الْکُلَّ بِعِبَارَۃٍ وَّاحِدَۃٍ حَتّٰی لَا یَلْزَمَ تَفْرِیْقُ الصَّفْقَۃِ [۱۴۳]

نَعْبُدُ کے بجائے اَعْبُدُ کی حکمت یہ ہے کہ گویا بندہ یہ اقرار کر رہا ہے کہ اے خدا! میری تنہا عبادت اس قابل نہیں کہ میں تنہا اس کو آپ کے حضور میں پیش کروں، کیوں کہ ہماری عبادت کوتاہیوں سے ملی ہوئی ہے، لیکن ہم جمع کے صیغے سے پیش کر رہے ہیں۔ یعنی ہم اپنی عبادت کو جملہ صالحین کی عبادت کے ساتھ مخلوط کرکے پیش کر رہے ہیں، تاکہ صفقہ میں تفریق نہ ہو اور ان صالحین کی برکت سے ہماری عبادت بھی قبول ہو جاوے۔ (تھوک بھاؤ قبول ہو جاوے۔)

۱۴۳؎ روح المعانی: ۸۸/۱، الفاتحۃ، دار إحیاء التراث، بیروت

پیر افضل ہے یا باپ؟

سوال: پیر افضل ہے یا باپ افضل ہے؟

جواب: حقوقِ خدمت میں باپ افضل ہے اور اطاعتِ احکام میں پیر باشرع۔[۱۴۴]

مصافحہ کا حکم

مصافحہ بوقتِ رخصت مختلف فیہ ہے، دونوں طرف دلیل ہے۔ اسی طرح ایک ہاتھ سے مصافحہ بھی جائز ہے اور اس میں توسع ہے۔[۱۴۵]

تصوّرِ شیخ کا جواز

اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ وَسَدِّدْنِیْ وَاذْکُرْ بِالْھِدَایَۃِ ھِدَایَۃَ الطَّرِیْقِ وَاذْکُرْ بِالسَّدَادِ تَسْدِیْدَکَ السَّھْمَ اِنَّمَا اَمَرَہٗ بِذٰلِکَ لِیَکُوْنَ اَجْمَعَ لِوَسَاوِسِ الْقَلْبِ فَاِنَّ الْفِکْرَ فِی الْمَحْسُوْسَاتِ اَجْرٰی مِنْہُ فِی الْمَعْقُوْلَاتِ وَفِیْہِ اِشَارَۃٌ اِلٰی جَوَازِ تَصَوُّرِ الشَّیْخِ فَاِنَّ الشَّیْخَ لَیْسَ اَقَلَّ مَرْتَبَۃً عِنْدَ اللہِ مِنَ السَّھْمِ وَالطَّرِیْقِ[۱۴۶]

نمازِ جنازہ کی امامت

امامت نمازِ جنازہ کے لیے غیر عالم بزرگ کو ترجیح دی جاسکتی ہے بشرطِ اذنِ ولی اِنَّ صِفَۃَ الْعِلْمِ لَا تُوْجِبُ التَّقْدِیْمَ فِیْ صَلٰوۃِ الْجَنَازَۃِ لِعَدَمِ احْتِیَاجِھَا لَہٗ[۱۴۷]

جگہ بدل بدل کر نماز پڑھنے کی وجہ

نوافل اوّابین یا تہجد کی نوافل میں ہر دو رکعت بعد جگہ قدرے تبدیل کرنے کا

---

۱۴۴ امدادالفتاوٰی: ۳۷۴/۴

۱۴۵ امدادالفتاوٰی: ۴۹۲/۴

۱۴۶ بذل المجهود: ۶/ ۸۵

۱۴۷ ردالمحتار علی الدر المختار: ۱۲۱/۳، باب صلٰوۃ الجنازۃ، مطلب فی تعظیم اولی الامر منکم واجب، دار عالم الکتب، بیروت

معمول بعض مشایخ سے دیکھا تھا، اس کا ثبوت بھی الحمدللہ تعالیٰ مل گیا وَلَا يَشْتَغِلُ بِالتَّطَوُّعِ فِيْ مَكَانِ الْفَرِيْضَةِ لِلْحَدِيْثِ الْمَرْوِيِّ ''أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ إِذَا صَلّٰى أَنْ يَّتَقَدَّمَ أَوْيَتَأَخَّرَ بِسُبْحَتِهِ أَيْ بِنَافِلَتِهٖ'' وَلِأَنَّهٗ يُفْتَتَنُ بِهِ الدَّاخِلُ أَيْ يَظُنُّهٗ فِي الْفَرِيْضَةِ فَيَقْتَدِيْ بِهٖ وَلٰكِنَّهٗ يَتَحَوَّلُ إِلٰى مَكَانٍ اٰخَرَ لِلتَّطَوُّعِ اسْتِكْثَارًا مِّنْ شُهُوْدِهٖ فَإِنَّ مَكَانَ الْمُصَلِّيْ يَشْهَدُلَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ[۱۴۸]

عبارتِ بالا سے معلوم ہوا کہ جگہ بدل بدل کر کے نوافل سے یہ فائدہ ہو گا کہ قیامت کے دن نیکیوں کے گواہ بڑھ جاویں گے، کیوں کہ نماز کی جگہ قیامت کے دن گواہی دے گی ۔

آنسو گرا رہا ہوں جگہ چھوڑ چھوڑ کے
تا کہ ہر زمین اشکِ ندامت پر گواہی دے

چند روایات کی تحقیق

از: موضوعاتِ کبیر

حسبِ ذیل روایات کی ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''موضوعاتِ کبیر'' میں حسبِ ذیل تحقیق تحریر فرمائی ہے:

۱) مَنْ أَحَبَّ كَرِيْمَتَيْهِ فَلَا يَكْتُبْ بَعْدَ الْعَصْرِ قولِ مشایخ ہے۔ امام احمد اس کی اپنے احباب کو وصیت فرمایا کرتے تھے کہ بعد عصر لکھنا آنکھوں کو مضر ہے۔

۲) اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمُ الْأَدْيَانِ وَعِلْمُ الْأَبْدَانِ علم دو ہیں: علمِ مذاہب اور علمِ اجسام۔ یہ قول موضوع ہے۔

۳) عُلَمَاءُ أُمَّتِيْ كَأَنْبِيَاءِ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ، قَالَ الدَّمِيْرِيُّ وَالْعَسْقَلَانِيُّ: لَاأَصْلَ لَهٗ- اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ صحیح ہے۔

۴) أَنَا عِنْدَ الْمُنْكَسِرَةِ قُلُوْبُهُمْ اور مَا وَسِعَنِيْ أَرْضِيْ وَلَا سَمَائِيْ وَلٰكِنْ

---

[۱۴۸] المبسوط للسرخسی: ۳۸/۱، باب افتتاح الصلٰوۃ، دار المعرفۃ، بیروت

وَسِعَنِیْ قَلْبُ عَبْدِالْمُؤْمِنِ صحیح ہے۔

۵) مُصَارَعَتُهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ بِأَبِيْ جَهْلٍ، لَا أَصْلَ لَهٗ۔

۶) مِدَادُ الْعُلَمَاءِ أَفْضَلُ مِنْ دِمَاءِ الشُّهَدَاءِ۔ فِيْهِ كَلَامٌ۔ صحیح روایت یہ ہے يُوْزَنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِدَادُ الْعُلَمَاءِ بِدَمِ الشُّهَدَاءِ۔[۱۴۹]

دنیا کے متاعِ غرور ہونے کا مطلب

دنیا مطلق بُری نہیں۔ بعض نادان صوفی ہر وقت دنیا کو لات مارو، دنیا کو لات مارو کہتے رہتے ہیں۔ چند دن کھانے کو نہ ملے تو یہ لات بھی مارنے کو نہیں اُٹھ سکے گی۔ دنیا دھوکے کی پونجی جب ہے جب یہ آخرت سے غافل کر دے، اور اگر دنیا کو آخرت کا ذریعہ بنالیا جائے یعنی اللہ کے دین کی اشاعت میں، علماء و مشائخ کی خدمت میں صَرف کرے تو یہی دنیا بہترین متاع ہے۔

''وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ'' أَيْ لِمَنِ اطْمَأَنَّ بِهَا وَلَمْ يَجْعَلْهَا ذَرِيْعَةً لِّلْاٰخِرَةِ وَمَطِيَّةً لِّنَعِيْمِهَا۔ رُوِيَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ رَحِمَهُ اللهُ: اَلدُّنْيَا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ إِنْ اَلْهَتْكَ عَنْ طَلَبِ الْاٰخِرَةِ، فَأَمَّا إِذَا دَعَتْكَ إِلٰى طَلَبِ رِضْوَانِ اللهِ تَعَالٰى وَطَلَبِ الْاٰخِرَةِ فَنِعْمَ الْمَتَاعُ وَنِعْمَ الْوَسِيْلَةُ''[۱۵۰]

ف: خلاصۂ ترجمہ وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

تخلیقِ انسانی کا مقصد

''وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ'' قَالَ مُجَاهِدٌ: أَيْ لِيَعْرِفُوْنِ، هُوَ مَجَازٌ مُرْسَلٌ مِنْ إِطْلَاقِ اسْمِ السَّبَبِ عَلَى الْمُسَبَّبِ، وَلَعَلَّ السِّرَّ فِيْهِ التَّنْبِيْهُ عَلٰى أَنَّ الْمُعْتَبَرَ هِيَ الْمَعْرِفَةُ الْحَاصِلَةُ

---

[۱۴۹] الموضوعات الکبیر لملا علی القاری: ۴۸، ۶۳، ۶۴، ۶۶، ۹۹

[۱۵۰] روح المعانی: ۱۸۵/۲۷، الحدید (۲۰)، دار احیاء التراث، بیروت

بِعِبَادَتِہٖ تَعَالٰی لَا مَا یَحْصُلُ بِغَیْرِہَا کَمَعْرِفَۃِ الْفَلَاسِفَۃِ قَالَ مُجَاہِدٌ: اِنَّ مَعْنٰی لِیَعْبُدُوْنِ لِیَعْرِفُوْنِ[۱۵۱]

حضرت مجاہد تابعی رحمۃ اللہ علیہ مکی جو وقت کے امامِ قرأت اور تفسیر تھے، انہوں نے لِیَعْبُدُوْنِ کی تفسیر لِیَعْرِفُوْنِ سے فرمائی ہے، یہ مجاز مرسل ہے، عبادت سببِ معرفت ہے، مسبب کو سبب کے نام سے تعبیر فرمایا گیا اور اس میں حکمت یہ ہے کہ معرفت وہی معتبر ہے جو عبادت سے حاصل ہو، نہ کہ جیسا فلاسفہ وغیرہ کو زعم ہے کہ شریعت سے بے نیاز ہو کر اپنے طریقوں سے معرفت حاصل کرتے ہیں۔

ایذائے خلق کونین ہے جس سے دولتِ کَونَین عطا ہوتی ہے

جب خلق میں بہت مقبولیت و شہرت ہو جاتی ہے اور ہر طرف سے تعریفی کلمات کانوں میں پڑتے ہیں، تو سالک کی طبیعت پر اس کے اثرات کچھ نہ کچھ ضرور مضر پڑتے ہیں، جس کو وہ اپنے بزرگوں کی تربیت اور ان کے ارشادات کی روشنی میں بُرا سمجھتا ہے، لیکن طبعاً مغلوبیت رہتی ہے اور آثارِ مضرت دفع نہیں کر پاتا۔ حق تعالیٰ کی طرف سے گاہ گاہ تکوینی طور پر ایسے مقبولین کی حفاظت کے لیے اسباب پیدا کیے جاتے ہیں، جیسا کہ وَکَذٰلِکَ جَعَلْنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا میں اشارہ ہے اور یہ ''جعل'' تکوینی ہے تشریعی نہیں یعنی حق تعالیٰ کی رضا اس کے ساتھ متعلق نہیں۔[۱۵۲]

پس اولیائے کرام کے لیے بعض دُشمن پیدا کر دیے جاتے ہیں اور وہ ایسی گستاخی اور ایذا رسانی تحریراً یا تقریراً کرتے ہیں کہ سب نفس کا غبار جھڑ جاتا ہے۔

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک صاحب نے مجھے خط میں گدھا لکھا ہے۔ پھر فرمایا کہ تلخ دوا کونین کا کام کرتی ہے، جو عجب اور کبر سے سالک کو پاک کر کے نسبت مع اللہ کی دولتِ کَونَین عطا کرتی ہے۔ اسی تکوینی تربیت سے تکبر اور

---

۱۵۱ روح المعانی: ۲۱/۲۷، الذّٰریٰت (۵۶)، دار احیاء التراث، بیروت

۱۵۲ بیان القراٰن: ۴۸/۸، الفرقان (۳۱)، ایچ ایم سعید

عجب اور خود بینی کا ملیریا اپنے عاشقوں پر نہیں چڑھنے دیتے۔

کہاں جائے بندہ گناہ گار تیرا؟

قُلۡ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَۃِ اللّٰہِ[۱۵۳]

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ میرے گناہ گار بندوں سے فرمادیجیے کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہوں۔

عِبَادِیۡ میں یائے متکلم میں عظیم رحمتِ حق کی تجلی پوشیدہ ہے، اپنی طرف نسبت کرکے فرمانا اپنے تعلقِ خاص کا اظہار ہے، جیسے کوئی شفیق باپ کہے اے میرے نالائق لڑکو! بُری عادتوں کے قریب بھی نہ جاؤ اور معافی مانگ لو، اس میرے والی ”یا“ میں کیا لطف ہے، عشاق ہی سمجھ سکتے ہیں۔

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کا عاشقانہ ترجمہ

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کا لغوی ترجمہ تو یہ ہے کہ آؤ نماز کی طرف، لیکن احقر اس کا عاشقانہ ترجمہ یہ کرتا ہے کہ اے ایمان والو! تیاری کرلو وضو وغیرہ کرکے، مالک اپنے غلاموں کو یاد فرمارہے ہیں۔ ہائے اس ترجمہ سے وجد آجاتا ہے! ہمارے اہلِ علم احباب نے بھی اس ترجمہ سے خوب لطف حاصل کیا۔

ایک اہم حجابِ سلوک

ایک رضائے حق ہے اور ایک ادائیگی حقوق بندگی حق ہے، تو مقصود صرف رضائے حق ہے۔ حق تعالیٰ کے حقوقِ محبت اور بندگی کسی سے ادا نہیں ہوسکتے۔ پس یہ فکر ہر وقت کہ اگر ہم سے فلاں فلاں گناہ نہ ہوتا تو ہم حق تعالیٰ کے بڑے مقرب ہوتے۔ یہ فکر بندے کو حق تعالیٰ سے دور کردیتی ہے، اس فکر میں جاہ عند الخالق کا مرض پوشیدہ ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقدس اور بڑا متقی بننا چاہتا تھا، طلبِ جاہ جس طرح عند الخلق مذموم

۱۵۳؎ الزمر: ۵۳

ہے اس سے بڑھ کر عند الخالق مذموم ہے۔ ان کو تو ہماری شکستگی اور آہ و زاری پسند ہے۔ استغفار اور توبہ کی راہ سے محبوب بننے کا راستہ اختیار کیوں نہیں کرتے ؟اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ قرآن میں ارشاد ہے، بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو محبوب بنالیتا ہے۔ بس گناہ کو ترک کر کے ندامتِ قلب سے استغفار کر لیں اور آیندہ کے لیے عزم اور ارادہ پکا کر لیں کہ اب یہ گناہ نہیں کرنا ہے، تو بس کام بن گیا، آیندہ کی فکر بھی نہ کرو کہ کہیں پھر یہ گناہ نہ ہو جاوے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی یاد کے لیے پیدا ہوئے ہیں، ذکرِ گناہ کے لیے نہیں۔ ماضی کا غم اور مستقبل کی فکر سب حجاب و پردہ ہے۔ ماضی استغفار سے اور مستقبل دعا اور توکل اور حسنِ تدبیر سے روشن ہے، صرف حال کو درست کریں، عاجزی اور زاری کی راہ اختیار کریں، زور اور طاقت پر ناز نہ کریں، حق تعالیٰ کے سامنے عاجزی ہی محبوب ہے۔

تیری ہزار رفعتیں تیری ہزار برتری
میری ہر اِک شکست میں میرے ہر اِک قصور میں

(اصغرؔ گونڈوی)

شیخ کی محبت پر عظمت غالب رہے

شیخ کی محبت کو عظمت کے ساتھ جمع کرنا چاہیے، ورنہ صرف محبت سے اس وقت تک تو گاڑی چلتی رہے گی جب تک رائے مرشد اور رائے طالب میں توافق اور اتحاد ہے، اور اگر رائے طالب کے خلاف شیخ نے رائے دی تو اس وقت عظمتِ مرشد سے اپنی رائے کو فنا کرے گا۔ تجربہ یہی ہے کہ محبتِ مرشد پر اس کی عظمت غالب رہے ورنہ تعلق کا نباہ مشکل ہو گا۔

منشائے محمود سے قابلِ زجر قابلِ اَجر ہو جاتا ہے

منشائے محمود سے جو اعمال مذمومہ ہوتے ہیں وہ صورتاً اور بظاہر مذمومہ ہیں، مگر دراصل وہ محمود قرار دیے جاتے ہیں۔ نظیر یہ ہے کہ مصالحت بین المسلمین کے لیے کذب اختیار کرنا، یہاں منشائے محمود ہونے کے سبب کذب جیسا مذموم عمل قابلِ زجر تو کیا ہوتا قابلِ اَجر ہو رہا ہے۔

حق تعالیٰ کی ایک خاص صفت اپنے خاص بندوں پر

حق تعالیٰ جس بندے کو قربِ خاص عطا فرماتے ہیں اس پر اپنی صفت اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ[۱۵۴] کا ظہور فرماتے ہیں۔یعنی کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں؟ پس اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کو احساسِ کمتری یا محرومی نہیں ہوتا، ہر حال میں مستغنی اور خوش رہتے ہیں۔

ذکر اللہ دل کے تالوں کی کنجی ہے

حدیث شریف کی دعا ہے:

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ أَقْفَالَ قُلُوْبِنَا بِذِکْرِکَ[۱۵۵]

اے اللہ! ہمارے دل کے تالوں کو اپنے ذکر کی کنجی سے کھول دیجیے۔اس دعا میں اشارہ ہے کہ ہر دل میں نسبت مع اللہ اور تعلق مع اللہ کی صلاحیت اور دولت موجود ہے اور ذرّۂ درد سیل بند دل میں پڑا ہوا ہے، ذکر اللہ کی برکت سے اس کی سیل ٹوٹی ہے، لیکن کنجی جب ہی کام کرتی ہے جب کسی کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور وہ مرشد اور شیخ ہے، جس کی نگرانی اور تربیت اور توجہ اور دعا کے ساتھ ذکر اللہ کا اہتمام مفید ہوتا ہے۔

ربوبیت کی صفت کا استغفار سے خاص تعلق ہے

اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ[۱۵۶]

معافی مانگو اپنے رب سے۔ربوبیت کی صفت کا استغفار سے خاص تعلق ہے۔ایک تو یہ کہ ماں باپ کو ناراض کرنا دنیا میں سب سے بُرا سمجھا جاتا ہے، کیوں کہ وہ پرورش کرنے میں حق تعالیٰ کی طرف سے متولی ہوتے ہیں، تو پھر اصلی پالنے والے اللہ تعالیٰ جو ربّ العالمین

---

۱۵۴ الزمر:۳۶

۱۵۵ کنزالعمال:۷/۶۹۹(۲۰۹۹۰)،الفصل الرابع فی الاذان والترغیب فیہ...الخ،مؤسسۃ الرسالۃ

۱۵۶ ھود:۵۲

ہیں ان کا کتنا حق ہو گا اور ان کو ناراض کرنا کتنا بُرا ہو گا؟ دوسرے یہ کہ ماں باپ کو پالنے کی وجہ سے اولاد سے محبت بھی ہوتی ہے اور اولاد کو بھی ماں باپ سے بہت محبت ہوتی ہے احسانِ پرورش کے سبب۔ پس اولاد محبت کے سبب جلد ماں باپ کو معافی مانگ کر راضی کرلیتی ہے اور ماں باپ جلد معاف کردیتے ہیں بوجہ رحمت و شفقت، لہٰذا حق تعالیٰ نے استغفار کے حکم میں اپنا رشتہ بیان فرمایا ہے کہ میں تمہارا ربّ ہوں، اپنے رب کو جلد راضی کرو معافی مانگ کر، اور بوجہ ربوبیت ہم کو تم سے تعلق اور محبت بھی بہت ہے، جلد معاف کردوں گا، میں غفّار ہوں، کَثِیْرُ الْمَغْفِرَۃِ اور وَاسِعُ الْمَغْفِرَۃِ ہوں۔

حق تعالیٰ کریم ہیں۔ کریم جب خود ہی کہے کہ ہم سے فلاں چیز مانگو تو وہ ضرور دیتا ہے۔ پس جب مغفرت مانگنے کا حکم دیا ہے تو ضرور مغفرت دیں گے، کریم کی شان کا مقتضا یہی ہے۔

احقر کا ایک شعر جو خواب میں موزوں ہوا

خواب سے بیدار ہونے پر یہ شعر زبان پر جاری تھا، جو احقر کو اسی وقت خواب ہی میں موزوں ہوا تھا، اس میں اللہ والوں کی شان کا بیان ہے ؎

روح را با ذاتِ حق آویختہ

دردِ دل اندر دعاء آمیختہ

اللہ والے اپنی روح کو حق تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ وابستہ کیے ہوئے ہیں، لٹکائے ہوئے ہیں اور باندھے ہوئے ہیں، چپکائے ہوئے ہیں اور اپنے دردِ دل کو اپنی دعا میں شامل کیے ہوئے ہیں۔

روح اور جسم کے مراکز

روح کو سکون جب ملتا ہے جب اپنے مرکز سے وابستہ ہوتی ہے اور مرکز روح کا حق تعالیٰ کی ذات ہے اور عالمِ غیب ہے، تعلق مع اللہ کی برکت سے روح جسم کے تمام عناصرِ متضادّہ کے اجزائے پریشاں کو اپنی قدرتِ روحانیت سے پُرسکون اور جمع رکھتی

ہے، لیکن اگر کوئی روح اللہ تعالیٰ سے غافل ہو کر کسی حسین پر عاشق ہو جاتی ہے، تو تعلق مع اللہ سے محرومی کے سبب اس میں کمزوری آجاتی ہے اور عناصر کے اجزائے متضادّہ اور اجزائے پریشاں کو سنبھالنے سے عاجز رہتی ہے، اور جس پر عاشق ہے وہ بھی اجزائے پریشاں اور عناصرِ متضادّہ کا مرکب ہے، پس دو پریشان جمع ہو جاتے ہیں اور اجزائے پریشاں میں اجزائے پریشاں کا اضافہ ہو کر عذاب میں روح پڑ جاتی ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ عشقِ مجازی عذابِ الٰہی ہے، عاشقِ مجاز ہر وقت بے چین اور پریشان رہتا ہے۔ احقر کی کتاب ''روح کی بیماریاں اور اُن کا علاج'' میں اس پریشانی کی تفصیل اور اس کا علاج درج ہے۔ عشقِ مجازی کے مریض اس کتاب کے مطالعہ سے اپنی بیماری کی اکسیر دوا حاصل کر سکتے ہیں۔

اور جب تعلق مع اللہ سے روح غالب ہو جاتی ہے تو عناصر اور اجزائے پریشاں خاک و باد و آب و آتش کو پُر سکون رکھتی ہے۔ یہ اللہ والے خود بھی پُر سکون جیتے ہیں اور دوسروں کو بھی ان کی صحبت سے سکون سے جینے کا قرینہ ملتا ہے۔

تفسیر لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا

تاکہ آزمایش کرے تمہاری کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے؟ أَصْلُ الْبَلَاءِ الْاِخْتِبَارُ وَهٰذَا يَقْتَضِيْ عَدَمَ الْعِلْمِ بِمَا اخْتَبَرَهٗ بلاء کے معنیٰ امتحان ہے اور امتحان کا مفہوم عدم علم ہے، جس کا امتحان لیا جاتا ہے، اور یہاں اس مفہوم میں یہ صحیح نہیں۔ وَهُوَ غَيْرُ صَحِيْحٍ فِيْ حَقِّهٖ عَزَّوَجَلَّ پس اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اپنے اس مفہوم میں مستعمل نہیں، بلکہ استعارہ ہے۔ اور ہمارے مرشد مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف جب ابتلا یا امتحان کی نسبت کی جاتی ہے تو مراد یہ ہوتا ہے کہ اپنی مخلوق اور فرشتوں پر ان کے کمالات کا ظہور ہو، جیسا کہ وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ رَبُّهٗ میں ارشاد ہے، ورنہ حق تعالیٰ شانہٗ کو تمام علم ماضی اور حال اور مستقبل کا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے بھی ابتلا کا لفظ جو آیا ہے تو مراد وہاں بھی یہی ہے کہ آپ کے درجہ علیا اور مقامِ خلّت کی

رفعت کے عملی مناظر مخلوق کو دکھا کر صفحۂ تاریخ پر ان کا تا ابد مستقل باب روشن کرنا تھا۔ اس آیت کی تفسیر میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت نقل فرمائی ہے:

وَلِذَا قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْاٰيَةِ (۱) أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَقْلًا (۲) وَأَوْرَعُ عَنْ مَّحَارِمِ اللّٰهِ تَعَالٰى (۳) وَأَسْرَعُ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ

۱) تم میں سے کون عقل و فہم میں احسن ہے؟ ۲) کون اللہ تعالیٰ کے محرمات سے زیادہ بچنے والا ہے؟ ۳) کون اللہ تعالیٰ کی عبادت میں زیادہ سبقت اور بازی لے جانے والا ہے؟

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امتحان تو حسن اور قبیح میں ہے نہ کہ حسن اور احسن میں، لیکن اس عنوان سے مقصود یہ ہے کہ بندے اعمال میں خوب ترقی حاصل کریں اور گناہ سے بچنے میں خوب اہتمام کریں۔

وَفِيْهِ مِنَ التَّرْغِيْبِ فِي التَّرَقِّيْ إِلٰى مَعَارِجِ الْعُلُوْمِ وَمَدَارِجِ الطَّاعَاتِ وَالزَّجْرِ عَنْ مُّبَاشَرَةِ نَقَائِصِهَا وَجَعَلَ ذٰلِكَ مِنْ بَابِ الزِّيَادَةِ الْمُطْلَقَةِ[۱۵۷]

اس آیت کے آخر میں وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کے متعلق علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی بِيَدِهِ الْمُلْكُ کی شان اس طرح سے ہے کہ پوری کائنات میں ہر تصرف پر تو قادر ہیں ہی، اس سے بڑھ کر وہ اپنی مخلوق میں اعیانِ متصرفہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہیں، جیسا کہ مشاہدہ کیا جاتا ہے دنیا کے ملّاک مجازی کے تصرفات سے یعنی سلاطینِ دنیا کی عارضی سلطنت کی صلاحیت کے عطا فرمانے والے بھی حق تعالیٰ ہی ہیں، خود بھی متصرفِ حقیقی ہیں اور خالقِ متصرفین عارضی و مجازی بھی ہیں۔

سننِ مؤکدہ کہاں پڑھنا افضل ہے؟

ایک شخص نے سوال کیا کہ سنتِ فجر مکان میں پڑھ کر مسجد میں نمازِ فرض کے لیے جاتا ہوں۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے جواب تحریر فرمایا کہ ان سنتوں کو مسجد میں پڑھنا افضل ہے، بلکہ جمیع سننِ مؤکدہ کا مسجد میں پڑھنا افضل ہے، تاکہ اتہام یا

[۱۵۷] روح المعانی: ۲۹/۵، الملك (۲)، دار إحياء التراث، بيروت

تشبہ اہلِ بدعت سے نہ ہو جو تارکین سنت کے ہیں۔[۱۵۸]

صدّیق کی تعریف

صدیق کا مقام ولایت کا سب سے اعلیٰ مقام ہے، صدیقیت کے دائرے کے قطب المدار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، لیکن قیامت تک اُمت کے بہت سے اولیاء صدیقیت کے درجے پر فائز رہتے ہیں اور رہیں گے۔ صدیقیت ایک کلّی مشکک ہے جس کے درجات میں تفاوت ہے، سب سے اعلیٰ درجہ اور فردِ اکمل اس کلّی کے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

ان کا اسلام عجیب شان کا حامل ہے، زمانۂ جاہلیت اور زمانۂ اسلام میں کبھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑا۔

علامہ شیخ ولی الدین مصنف مشکوٰۃ اسماء الرجال میں تحریر فرماتے ہیں: لَمْ یُفَارِقْهُ فِی الْجَاهِلِیَّةِ وَلَا فِی الْاِسْلَامِ اور ساتویں دادا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ہیں۔ وَصَلَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْأَبِ السَّابِعِ۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے صدّیق کی شان کی تین عنوانوں سے تفسیر کی ہے:

۱) اَلصِّدِّیْقُ هُوَ الَّذِیْ لَا یَتَغَیَّرُ بَاطِنُهٗ مِنْ ظَاهِرِهٖ۔ صدیق وہ ہے جس کا باطن اس کے ظاہر سے مغایرت نہ رکھتا ہو یعنی اس کے ظاہری حالات سے اس کے باطن کی استقامت علیٰ طریق الحق متأثر نہ ہو۔

۲) اَلصِّدِّیْقُ هُوَ الَّذِیْ لَا یُخَالِفُ قَالُهٗ حَالَهٗ۔ جس کا قال اس کے حال کے خلاف نہ ہو یعنی قال اور حال میں مطابقت رکھتا ہو۔

۳) اَلصِّدِّیْقُ هُوَ الَّذِیْ یَبْذُلُ الْکَوْنَیْنِ فِیْ رِضَا مَحْبُوْبِهٖ۔ جو اپنے محبوبِ حقیقی

---

۱۵۸ کمالاتِ اشرفیہ، ملفوظ نمبر: ۶۵۹/۱۵۶

پر دونوں جہاں فدا کر دیتا ہو۔[۱۵۹]

حضرت مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مقام کو تعبیر فرمایا ہے۔

دونوں عالم دے چکا ہوں مے کشو
یہ گراں مے تم سے کیا لی جائے گی

اسی مضمون پر احقر کا بھی شعر ہے۔

فدا نہ کیوں کریں دونوں جہاں تیرے عاشق
کہ تیرے نام سے پاتے ہیں دو جہاں کی بہار

جو انبیاء علیہم السلام کی اُمت میں سب سے زیادہ رتبہ کے ہوتے ہیں جنہیں کمالِ باطنی بھی ہوتا ہے، جن کو عرف میں اولیاء اللہ کہا جاتا ہے۔

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا عجیب واقعہ

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قبل اسلام اور قبل ظہورِ نبوت شام کی طرف تجارت کے لیے سفر فرمایا، شام سے قریب ایک خواب دیکھا جس کی تعبیر آپ نے بحیرا راہب سے معلوم کی:

قَالَ: مِنْ أَيْنَ أَنْتَ؟ قَالَ: مِنْ مَّكَّةَ، قَالَ: مِنْ أَيِّهَا؟ قَالَ: مِنْ قُرَيْشٍ، قَالَ: فَأَيْشٍ أَنْتَ؟ قَالَ تَاجِرٌ، قَالَ: صَدَقَ اللهُ رُؤْيَاكَ فَإِنَّهُ يُبْعَثُ نَبِيٌّ مِّنْ قَوْمِكَ تَكُوْنُ وَزِيْرَهٗ فِيْ حَيَاتِهٖ وَخَلِيْفَتَهٗ بَعْدَ مَوْتِهٖ، فَأَسَرَّهَا أَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَتّٰى بُعِثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَهٗ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، مَا الدَّلِيْلُ عَلٰى مَا تَدَّعِيْ، قَالَ: اَلرُّؤْيَا الَّتِيْ رَأَيْتَ بِالشَّامِ فَعَانَقَهٗ وَقَبَّلَ مَا بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَقَالَ: اَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللهِ[۱۶۰]

اس راہب نے کہا: کہاں سے آئے ہو؟ فرمایا: مکہ مکرمہ سے۔ پھر کہا کس قبیلے سے تعلق

۱۵۹؎ روح المعانی: ۱۳/۷۸، یوسف (۴۶)، دار احیاء التراث، بیروت

۱۶۰؎ الخصائص الکبریٰ: ۱/۵۱، من أسباب اسلام ابی بکر رضی اللہ عنہ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

رکھتے ہو؟ فرمایا: قریش سے۔ کہا: کیا کام کرتے ہو؟ فرمایا: تجارت کرتا ہوں۔ تو راہب نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کا خواب سچا کرے گا۔ آپ کی قوم سے ایک نبی مبعوث ہو گا، آپ ان کی حیات میں ان کے وزیر ہوں گے اور بعد وفات ان کے خلیفہ ہوں گے۔ پس اس خواب کو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چھپایا اور کسی پر ظاہر نہیں کیا، یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا ہوئی اور اعلانِ نبوت سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ نے جو دعویٰ فرمایا ہے، اس کی دلیل کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی دلیل وہ خواب ہے جو تم نے شام میں دیکھا تھا۔ بس غلبۂ خوشی سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معانقہ فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی کا بوسہ لیا۔

گیارہ ستاروں نے حضرت یوسف کو خواب میں سجدہ کیا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک یہودی حاضر ہوا اور عرض کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھے ان ستاروں کے نام بتایئے جنہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا۔ آپ نے جواب نہ دیا اور خاموش رہے۔ فَنَزَلَ عَلَيْهِ جِبْرَئِيْلُ فَأَخْبَرَهُ پس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ فرمایا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی کو بلایا اور فرمایا کہ ان ستاروں کے یہ نام ہیں: ۱) اَلْحَرْثَانُ ۲) وَالطَّارِقُ ۳) وَالذَّيَّالُ ۴) وَالتَّكَفَانُ ۵) وَذُوالْفَرْعِ ۶) وَالْوَثَّابُ ۷) وَالْعَمُوْدَانُ ۸) وَالْقَابِسُ ۹) وَالضَّرُوْحُ ۱۰) وَالْمُصَبِّحُ ۱۱) وَالْفَيْلَقُ ۱۲) وَالضِّيَاءُ ۱۳) وَالنُّوْرُ۔

گیارہ ستارے اور سورج و چاند کل تیرہ۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے آسمان کے اُفق پر دیکھا۔ اس یہودی نے کہا خدا کی قسم! یہی نام ہیں۔ فَقَالَ الْيَهُوْدِيُّ: هٰذِهٖ وَاللهِ أَسْمَاؤُهَا[۱۶۱]

---

[۱۶۱] الخصائص الکبریٰ: ۳۲۹/۱، فوائد فی تعدد الاسراء والنکات، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

آیت وَلَا تَشۡتَرُوۡا بِاٰیٰتِیۡ کی تفسیر

وَلَا تَشۡتَرُوۡا بِاٰیٰتِیۡ ثَمَنًا قَلِیۡلًا [۱۶۲]

اس آیت سے بعض علماء نے قرآن پاک کی تعلیم پر اُجرت کو ناجائز کہا ہے، مگر یہ صحیح نہیں۔ اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ میرے احکام کو چھوڑ کر اور ان کو بدل کر اور چھپا کر عوام سے دنیائے ذلیل اور قلیل کو وصول مت کرو۔ [۱۶۳]

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر:

أَیۡ لَا تَسۡتَبۡدِلُوۡا بِالۡاِیۡمَانِ بِاٰیٰتِیۡ وَالۡاِتِّبَاعِ لَهَا حُظُوۡظَ الدُّنۡیَا الۡفَانِیَةِ الۡقَلِیۡلَةِ الۡمُسۡتَرۡذَلَةِ بِالنِّسۡبَةِ إِلٰی حُظُوۡظِ الۡاٰخِرَةِ وَمَا أَعَدَّ اللهُ تَعَالٰی لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ مِنَ النَّعِیۡمِ الۡعَظِیۡمِ [۱۶۴]

ایمان بالآیات کو اور اس کی اتباع کو مت تبدیل کرو دنیائے فانیہ قلیلہ سے جو آخرت کے حظوظ اور حق تعالیٰ کی تمام ان نعمتوں کے مقابلے میں جو مؤمنین کے لیے وہاں ہیں مسترذلہ ہیں۔

اُجرت تعلیم القرآن بہترین اُجرت ہے

حضراتِ صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا ہم اجرت تعلیم پر لے سکتے ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ تعلیم پر اُجرت میں سب سے خیر اُجرت کتاب اللہ کی تعلیم کی اُجرت ہے۔ عبارتِ حدیث:

وَقَدۡ صَحَّ أَنَّهُمۡ قَالُوۡا: یَارَسُوۡلَ اللهِ، اَنَأۡخُذُ عَلَی التَّعۡلِیۡمِ أَجۡرًا؟ فَقَالَ: إِنَّ خَیۡرَ مَا أَخَذۡتُمۡ عَلَیۡهِ أَجۡرًا کِتَابُ اللهِ تَعَالٰی [۱۶۵]

---

۱۶۲ البقرۃ:۴۱

۱۶۳ بیان القراٰن:۲۶/۱،البقرۃ(۴۱)،ایچ ایم سعید

۱۶۴ روح المعانی:۲۴۵/۱،البقرۃ(۴۱)،دار إحیاء التراث،بیروت

۱۶۵ روح المعانی:۲۴۵/۱،البقرۃ(۴۱)،دار إحیاء التراث،بیروت

بخاری شریف بَابُ الشُّرُوْطِ فِی الرُّقْیَةِ بِفَاتِحَةِ الْکِتَابِ میں یہ حدیث اس طرح ہے:

إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللهِ[۱۶۶]

فائدہ: حفظ و ناظرہ قرآن پاک کے اساتذہ کرام کی تنخواہوں میں برکت کی وجہ آج اس حدیثِ مذکور سے سمجھ میں آئی۔

علمائے بے عمل کا وعظ کہنا جائز ہے

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ[۱۶۷]

کیا غضب ہے کہ کہتے ہو لوگوں کو نیک کام کرنے کو اور خود اپنی خبر نہیں لیتے!

اس آیت سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ عالم بے عمل کا واعظ بننا جائز نہیں، تو یہ غلط ہے۔ اس آیت سے یہ نکلتا ہے کہ واعظ کو بے عمل بننا جائز نہیں۔ دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔[۱۶۸]

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ[۱۶۹]

اے ایمان والو! ایسی بات کہتے کیوں ہو جو کرتے نہیں ہو۔

اس آیت سے بھی بعض لوگ یہی سمجھے کہ بے عمل کو وعظ نہ کہنا چاہیے، حالاں کہ یہاں مراد یہ ہے کہ لاف زنی اور دعویٰ اپنے کمالِ اعمال پر مت کرو۔ وعظ بلا عمل اس آیت کے مفہوم سے خارج ہے جیسا کہ سببِ نزولِ آیت سے ظاہر ہے۔

مسائل السلوک: فِیْهِ ذَمٌّ لِدَعْوَی الْأَعْمَالِ وَالْکَمَالِ، وَلَیْسَ مَعْنَاهُ الْوَعْظُ بِمَا لَمْ یَتَّعِظْ بِهٖ وَیَدُلُّ عَلٰی مَا ذَکَرْتُهٗ سَبَبُ النُّزُوْلِ أَیْضًا۔ اس میں اعمال اور کمال کے دعویٰ کی مذمت ہے۔[۱۷۰]

---

۱۶۶ صحیح البخاری: ۳۰۴/۱، باب یعطی فی الرقیة علی أحیاء العرب بفاتحة الکتاب، المکتبة المظهریة
۱۶۷ البقرة: ۴۴
۱۶۸ بیان القرآن: ۲۷/۱، البقرة (۴۴)، ایچ ایم سعید
۱۶۹ الصف: ۲
۱۷۰ بیان القرآن: ۱۲/۱۱، الصف (۲)، ایچ ایم سعید

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی مبارک

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ خَاتَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ يَدِهٖ، وَفِيْ يَدِ أَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بَعْدَهٗ، وَفِيْ يَدِ عُمَرَ بَعْدَ أَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ جَلَسَ عَلٰى بِئْرِ أَرِيْسٍ فَأَخْرَجَ الْخَاتَمَ فَجَعَلَ يَعْبَثُ بِهٖ فَسَقَطَ، قَالَ: فَاخْتَلَفْنَا ثَلٰثَةَ أَيَّامٍ مَعَ عُثْمَانَ فَنَنْزَحُ الْبِئْرَ فَلَمْ نَجِدْهُ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ[۱۷۱]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آئی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آئی، پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آئی تو ایک دن کنویں پر بیٹھے تھے اور انگوٹھی کو نکال کر اس کے ساتھ کچھ شغل فرما رہے تھے کہ وہ کنویں میں گر گئی۔ پس تین دن حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی معیت میں تلاش کیا، لیکن فرمایا کہ ہم نے نہ پایا۔

۱) بعض مشائخ کا قول ہے کہ اس انگوٹھی پر پہلی سطر پر اللہ اور اسفل سطر پر محمد تھا، لیکن حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے کوئی ایسی تصریح ذخیرۂ احادیث میں نہیں پائی۔ وَأَمَّا قَوْلُ بَعْضِ الْمَشَايِخِ إِنَّ كِتَابَتَهٗ كَانَتْ مِنْ أَسْفَلَ إِلٰى فَوْقٍ يَعْنِيْ أَنَّ الْجَلَالَةَ فِيْ أَعْلَى الْأَسْطُرِ الثَّلَاثَةِ وَمُحَمَّدٌ فِيْ أَسْفَلِهَا فَلَمْ أَرَ التَّصْرِيْحَ بِذٰلِكَ فِيْ شَيْءٍ مِّنَ الْأَحَادِيْثِ۔ پس روایت کے مطابق وہ تین سطر پر تھی۔ مُحَمَّدٌ سَطْرٌ، رَسُوْلُ سَطْرٌ وَاللهُ سَطْرٌ

۲) بعض علماء نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی میں کچھ خاص وہ راز تھا جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی میں تھا کہ ان کی انگوٹھی گم ہوتے ہی ان کا ملک چلا گیا۔ اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ انگوٹھی گم ہوتے ہی آپ کی حکومت میں خوارج پیدا ہوگئے اور بغاوت شروع ہوگئی۔ یہاں تک کہ وہ بغاوت آپ کی شہادت تک پہنچ گئی۔

---

۱۷۱ صحیح البخاری: ۲/۸۷۳، باب هل يجعل نقش الخاتم ثلاثة اسطر، المكتبة المظهرية

۳) وَفِيهِ أَنَّ مِنْ فِعْلِ الصَّالِحِيْنَ الْعَبَثَ بِخَوَاتِيْمِهِمْ وَمَا يَكُوْنُ بِأَيْدِيْهِمْ، وَلَيْسَ ذَالِكَ بِعَايِبٍ لَهُمْ قُلْتُ: وَإِنَّمَا كَانَ كَذَالِكَ؛ لِأَنَّ ذَالِكَ مِنْ مِّثْلِهِمْ إِنَّمَا يَنْشَأُ مِنْ فِكْرٍ، وَ فِكْرَتُهُمْ إِنَّمَا هِيَ فِي الْخَيْرِ[۲۷]

اس میں اشارہ ہے کہ اپنی انگوٹھیوں سے یا جو چیز ہاتھ میں ہو شغل کرنا فعل صالحین سے ہے کیوں کہ ایسے حضرات سے اس طرح کا فعل کسی فکر میں غرق ہونے سے ہوتا ہے اور ظاہر ہے یہ حضرات جس فکر میں غرق ہوں گے وہ افکار خیر ہی کے ہوں گے۔

۴) اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ کسی شے کو تلاش کرنے میں اگر تین دن صَرف ہو جاویں اور پھر بھی نہ ملے تو اس کے ترک سے اس کو ضایع کرنے والا نہ سمجھا جائے گا۔ یعنی یہ تین دن حد آخری ہے جس کے بعد مطلوب کی تلاش کو متعذر اور مشکل قرار دیا جاوے گا۔

۵) اور اس حدیث سے استعمال آثارِ صالحین کا تبرکاً ثابت ہوتا ہے وَفِيهِ اسْتِعْمَالُ اٰثَارِ الصَّالِحِيْنَ وَلِبَاسُ مَلَابِسِهِمْ عَلٰى جِهَةِ التَّبَرُّكِ وَالتَّيَمُّنِ بِهَا[۳۷]

حرمتِ اسبالِ ازار

حرمتِ اسبالِ ازار کے متعلق چند اہم دلائل احقر کے رسالہ حرمتِ اسبالِ ازار میں مفصل موجود ہیں۔ جو ”روح کی بیماریاں اور اُن کا علاج“ کتاب حصۂ دوم میں موجود ہے۔

ولایتِ عامّہ اور ولایتِ خاصّہ

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بحوالہ روح المعانی اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ کے ذیل میں فرماتے ہیں: مرتبۂ اولیٰ میں جو ولایتِ عامّہ تھی بشرط

۲۷؎ فتح الباری: ۱۰/۲۲۹، باب ھل یجعل نقش ثلاثة اسطر، دار المعرفة، بیروت

۳۷؎ فتح الباری: ۱۰/۲۳۰، باب ھل یجعل نقش ثلاثة اسطر، دار المعرفة، بیروت

ایمان وہی مرتبۂ ثانیہ میں تقویٰ کی شرط سے ولایتِ خاصّہ پر فائز ہو جاتی ہے۔ اس کو ولایتِ کبریٰ بھی کہتے ہیں۔ [۱۷۴]

اور سورۂ یونس میں ارشاد ہے کہ اولیاء اللہ کون لوگ ہیں؟ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں یعنی معاصی سے پرہیز کرتے ہیں۔ یعنی ایمان اور تقویٰ سے اللہ کا قرب عطا ہوتا ہے، اور خوف اور حزن سے ان کے محفوظ رہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے لیے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی من جانب اللہ خوف اور حزن سے بچنے کی خوشخبری ہے۔ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان آیات سے معلوم ہوا کہ بزرگی اور ولایت کا مدار ایمان اور تقویٰ پر ہے نہ کہ کشف و کرامت پر۔ [۱۷۵]

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اَلْاِسْتِقَامَۃُ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ کَرَامَۃٍ [۱۷۶] استقامت ایک ہزار کرامات سے افضل ہے۔

أَفْضَلُ الْعِبَادَۃِ اِنْتِظَارُ الْفَرَجِ [۱۷۷]

مصائب میں حق تعالیٰ کی رحمت کا انتظار کرنا افضل عبادت ہے۔

اس کی شرح ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لِأَنَّ الصَّبْرَ فِی الْبَلَاءِ انْقِیَادٌ لِلْقَضَاءِ وَذَالِکَ فَضْلُ اللہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ [۱۷۸]

کیوں کہ صبر کرنا بلا میں قضائے الٰہی کا احترام اور انقیاد ہے اور یہ نعمت حق تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہیں عطا فرمائیں۔ اور انقیاد للقضاء کا مطلب یہ ہے کہ قضاء پر اعتراض نہیں کرتے، تسلیم و رضا اختیار کرتے ہیں۔

---

۱۷۴ بیان القرآن: ۴/۷۵، الانفال (۳۴)، ایچ ایم سعید

۱۷۵ بیان القرآن: ۵/۲۰، یونس (۶۴)، ایچ ایم سعید

۱۷۶ مرقاۃ المفاتیح: ۱/۸۴، کتاب الایمان، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

۱۷۷ جامع الترمذی: ۲/۱۹۷، باب فی انتظار الفرج وغیر ذالک، ایچ ایم سعید

۱۷۸ مرقاۃ المفاتیح: ۵/۱۲۳ (۲۲۳۷)، کتاب الدعوات، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

جنت کی طرف سب سے پہلے پکارے جانے والے لوگ

أَوَّلُ مَنْ يُّدْعٰى إِلَى الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِيْنَ يَحْمَدُوْنَ اللّٰهَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ[١٧٩]

قیامت کے دن سب سے پہلے وہ لوگ جنت کی طرف پکارے جائیں گے جو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں خوشی میں بھی اور تکلیف میں بھی۔ یعنی صحت و مرض، آرام و تکلیف، مال داری اور تنگ دستی، ہر حال میں حمد کرتے ہیں۔

نعمتوں پر حمد تو ظاہر ہے، مگر تکلیفوں پر حمد کس طرح کریں گے؟ جواب یہ ہے کہ تکالیف میں اپنے رب سے راضی رہتے ہیں اعتراض نہیں کرتے۔ پس **يَحْمَدُوْنَ اللّٰهَ فِي الضَّرَّاءِ** کا مطلب یہ ہوگا **اَلَّذِيْنَ يَرْضَوْنَ عَنْ مَوْلَاهُمْ**[١٨٠] اپنے رب سے راضی رہتے ہیں۔ (عافیت مانگنا اس رضا کے منافی نہیں بلکہ عبدیت کا عینِ تقاضا ہے)

جذب و سُلوک کیا ہے؟

اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ[١٨١]

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس آیت میں جذب اور سلوک دونوں راستوں کا ذکر ہے۔ **اَلْجَبْیُ هُوَ الْجَذْبُ وَالْهِدَايَةُ اِرَائَةُ الطَّرِيْقِ لِمَنْ يَّسْلُكُ**۔ **اِجْتِبَاءُ** سے جذب کا ثبوت ہے اور **يَهْدِيْ** سے سلوک کا ثبوت ہے۔[١٨٢]

اُولوا الامر کی اطاعت کا حکم

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ

---

١٧٩ شعب الایمان للبیہقی: ٦/٢٧٤(٤١٦٦)، مکتبۃ الرشد

١٨٠ شعب الایمان للبیہقی: ٦/٢٧٤(٤١٦٦)، مکتبۃ الرشد

١٨١ الشورٰی: ١٣

١٨٢ روح المعانی: ٢٠/١٦، دار إحیاء التراث، بیروت

فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡہُ اِلَی اللّٰہِ وَ الرَّسُوۡلِ [۱۸۳]

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اور اہلِ حکومت کی۔ پس بصورتِ اختلاف اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو۔ مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہلِ حکومت کے ساتھ اَطِیۡعُوۡا نازل نہ فرمانا دلالت کرتا ہے کہ اہلِ حکومت کی اطاعت کا حکم مستقل نہیں، بلکہ اس شرط پر ہے کہ وہ اللہ و رسول کی اطاعت جب تک کریں گے قابلِ اطاعت رہیں گے۔

کَاَنَّہٗ قِیۡلَ اِذَا لَمۡ یَکُنۡ اُولُوا الۡاَمۡرِ مُسۡتَقِلِّیۡنَ وَشَاھَدۡتُّمۡ مِّنۡھُمۡ خِلَافَ الۡحَقِّ فَرُدُّوۡہُ اِلَی الۡحَقِّ وَلَا یَاۡخُذۡکُمۡ فِی اللّٰہِ لَوۡمَۃُ لَا ئِمٍ [۱۸۴]

اللہ والا بننے کا ایک عظیم الشان نسخہ

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَھُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ امۡتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوۡبَھُمۡ لِلتَّقۡوٰی ؕ لَھُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ [۱۸۵]

بے شک جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول کے سامنے پست رکھتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لیے خالص کردیا ہے، ان کے لیے مغفرت اور اجرِ عظیم ہے۔

حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ عمل یعنی ادبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اتنا عظیم الشان عمل اور محبوب عمل تھا کہ اس پر ان کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت اور ولایت کے لیے خاص فرمالیا اور منتخب فرمالیا ؎

چھانٹا وہ دل کہ جس کی ازل میں نمود تھی
پسلی پھڑک گئی نظرِ انتخاب کی

---

۱۸۳ النسآء:۵۹

۱۸۴ مرقاۃ المفاتیح:۷/۲۵۱(۳۶۹۶)،کتاب الامارۃ والقضاء،دارالکتب العلمیۃ،بیروت

۱۸۵ الحجرٰت:۳

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اِمْتَحَنَ بِمَعْنٰی أَخْلَصَ ہے۔ اہلِ عرب جب سونے کو آگ میں ڈال کر اس کا میل کچیل صاف کرتے ہیں تو اس وقت یہ محاورہ بولتے ہیں یُمْتَحَنُ الذَّھَبُ بِالنَّارِ لِیُخْلَصَ اِبْرِیْزُہٗ عَنْ خُبْثِہٖ وَیُنْقٰی[۱۸۶]

اس سے معلوم ہوا کہ اہل اللہ اور مقبولینِ بارگاہ کی محبت اور ان کا ادب اس قدر محبوب عمل ہے کہ اس کی برکت سے جلد بندہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوجاتا ہے، اور جس کے قلب کو اللہ تعالیٰ اپنے لیے خالص فرمالیں اس کو پھر کون خراب کرسکتا ہے اور کون غیر اللہ اپنا بناسکتا ہے؟ جس کو اللہ رکھے اس کو کون چکھے اور جس کو اللہ نہ رکھے اس کو ساری دنیا چکھے۔

دنیا میں اگر بادشاہ کسی چیز کو اپنے لیے خاص طور پر پسند کرلیتا ہے، خواہ وہ بلی کتا جیسی حقیر چیز ہو تو بھی ملک میں اس کو کوئی رعایا ہاتھ نہیں لگاسکتی۔ پھر حق تعالیٰ جو چیز اپنے لیے منتخب فرمالیں، خالص فرمالیں، اس کو کون نقصان پہنچاسکتا ہے؟

دونوں جانب سے اشارے ہوچکے
ہم تمہارے تم ہمارے ہوچکے

علماء نے تصریح کی ہے کہ جو حضرات دین کی بزرگی رکھتے ہیں، ان کے ساتھ بھی یہی ادب ہے، گو سوئے ادب کا وبال اس درجہ کا نہ ہوگا، لیکن تأذی بلاضرورت میں حرمت ضرور ہے۔

فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس قرآنِ پاک کی تعلیم کے لیے جایا کرتے تھے اور استاد کا دروازہ نہ کھٹکھٹاتے تھے، یہاں تک کہ آپ خود سے نکلتے۔ ایک دن فرمایا کہ اے عبد اللہ بن عباس! دروازہ کھٹکھٹادیا کرو تاکہ آپ انتظار کی کلفت نہ اُٹھائیں، ہم کو یہ انتظار آپ کا بہت شاق ہوتا ہے۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

---

۱۸۶ روح المعانی: ۲۶/۱۳۸، الحجرٰت (۳)، دار إحیاء التراث، بیروت

اَلْعَالِمُ فِیْ قَوْمِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِہٖ وَقَدْ قَالَ اللهُ تَعَالٰی فِیْ حَقِّ نَبِیِّہٖ: وَلَوْ اَنَّھُمْ صَبَرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْھِمْ لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ

عالم اپنی قوم میں مثل نبی کے ہے اپنی اُمت میں، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کی شان میں فرمایا ہے کہ اگر وہ لوگ صبر کرتے حتّٰی کہ آپ خود باہر دولت کدہ سے تشریف لاتے تو ان کے حق میں یہ خیر ہوتا۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ واقعہ بچپن میں پڑھا تھا اور میں نے ہمیشہ اپنے اساتذہ اور مشایخ کے ساتھ یہی ادب کیا اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ وَقَدْ رَأَیْتُ ھٰذِہِ الْقِصَّةَ صَغِیْرًا فَعَمِلْتُ بِمُوْجَبِھَا مَعَ مَشَایِخِیْ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ تَعَالٰی عَلٰی ذَالِكَ[۱۸۷]

فائدہ: یہ پورا مضمون حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مسائل السلوک میں روح المعانی سے نقل فرمایا ہے۔

مشایخ کا بعض مریدین کو خلافت دینے کا ثبوت

اِنَّ اللهَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَھْلِھَا[۱۸۸]

اللہ تعالیٰ تم کو اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ اہلِ حقوق کو ان کے حقوق پہنچادو۔

حضرت حکیم الامّت رحمۃ اللہ علیہ مسائل السُّلوک میں ارقام فرماتے ہیں:

اِنْ أُخِذَ الْعُمُوْمُ فِی الْأَمَانَاتِ دَلَّتِ الْاٰیَةُ عَلٰی أَمْرِ الشُّیُوْخِ بِاِیْصَالِ الْمَعَارِفِ وَاِعْطَاءِ الْخِلَافَةِ مَنْ کَانَ أَھْلًا لَّھَا

اگر امانت کو عام لیا جاوے تو آیت میں مشایخ کو بھی امر ہوگا کہ معارف اور برکات کو ان کے اہل تک پہنچادیں، اور جو ان میں خلافتِ ارشادیہ کا اہل ہو ان کو اجازت دیں۔[۱۸۹]

۱۸۷؎ روح المعانی:۲۶/۱۴۴،الحجرات(۵)،دار إحیاء التراث،بیروت

۱۸۸؎ النسآء:۵۸

۱۸۹؎ بیان القراٰن:۲/۱۲۶،النسآء(۵۸)،ایچ ایم سعید

بعض مریدین کو عدمِ مناسبت کے سبب خانقاہ سے نکال دینا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ[۱۹۰]

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

هُوَ أَصْلٌ لِأَمْرِ الْمُرِيْدِ بِالْفِرَاقِ إِذَا لَمْ يَتَوَقَّعْ مُنَاسَبَةً وَوِفَاقًا

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس مرید سے مناسبت نہ ہو اور آیندہ بھی موافقت کی توقع نہ ہو تو اس کو الگ کر دینا چاہیے کہ بدونِ مناسبت دونوں کے اوقات ضایع ہوں گے۔[۱۹۱]

صالحین کی اولاد کا اکرام کرنا

باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا[۱۹۲]

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فِيْهِ رِعَايَةٌ لِأَوْلَادِ الصَّالِحِيْنَ اس آیت میں صالحین کی اولاد کی رعایت کا ثبوت ہے۔ اور مشائخ صوفیا اس کا اہتمام کرتے ہیں۔[۱۹۳]

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ باپ صالح ساتویں پشت کے تھے كَانَ الْاَبَ السَّابِعَ[۱۹۴] کیسے کریم مالک ہیں کہ اپنے وفادار غلاموں کی سات پشت تک رحمت نازل فرماتے ہیں۔

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے:

---

۱۹۰ الکھف:۷۸

۱۹۱ بیان القراٰن:۱۳۰/۶، الکھف (۷۸)، ایچ ایم سعید

۱۹۲ الکھف:۸۲

۱۹۳ بیان القراٰن:۱۳۱/۶، الکھف (۸۲)، ایچ ایم سعید

۱۹۴ روح المعانی:۱۳/۱۶، الکھف (۸۲)، دار احیاء التراث، بیروت

رَبَّنَاۤ اَتۡمِمۡ لَنَا نُوۡرَنَا وَاغۡفِرۡ لَنَا ۚ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۸﴾[۱۹۵]

اِتمامِ نور سے مراد تفسیر میں آخرت کا نور ہے کہ اے اللہ! اس نور کو آخر تک قائم رکھیے کہ راستے میں گل نہ ہو جاوے، بطور اشارہ اِتمامِ نور سے نسبت مع اللہ کا القا بھی ہے۔ (ایسا شخص مکمل لنفسہٖ مکمل لغیرہٖ ہوتا ہے)

حضرت خواجہ صاحب کی یہ تحریر احقر نے خود دیکھی ہے۔

انقطاعِ خلق اور تعلق مع اللہ سے کیا مراد ہے؟

بعض نادان صوفیا وَتَبَتَّلۡ اِلَیۡہِ تَبۡتِیۡلًا سے یہ سمجھ گئے کہ ضروری تعلقاتِ دنیویہ سے بھی الگ ہو کر رہبانیت اختیار کر لی جاوے۔ حضرت حکیم الامّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان القرآن میں اس آیت کی نہایت حکیمانہ تفسیر فرمائی ہے: ”اور علاقۂ خداوندی کو تمام تعلقات پر غالب رکھیے۔“ کیا ہی عمدہ تعبیر ہے! احقر کا یہ شعر بھی اس مفہوم کا ترجمان ہے ؎

دنیا کے مشغلوں میں بھی یہ باخدا رہے
یہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جُدا رہے

ہجرانِ جمیل اور صبر جمیل

اَلصَّبۡرُ الۡجَمِیۡلُ الَّذِیۡ لَا شَکۡوٰی فِیۡہِ[۱۹۶]

یعنی صبر جمیل وہ صبر ہے جس میں شکایت نہ ہو۔ اور مراد اس شکایت سے یہ ہے کہ مخلوق سے شکایت نہ کرے۔ پس حق تعالیٰ سے شکایت اپنی تکلیف کی پیش کرنا منافی صبر جمیل نہیں۔ جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے عرض کیا تھا اِنَّمَاۤ اَشۡکُوۡا بَثِّیۡ وَحُزۡنِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ[۱۹۷] اور ہجرانِ جمیل یہ ہے کہ اس کی شکایت اور انتقام کی فکر میں نہ پڑے۔

---

۱۹۵ التحریم:۸

۱۹۶ روح المعانی:۱۲/۲۰۱، یوسف (۱۸)، دار احیاء التراث، بیروت

۱۹۷ یوسف:۸۶

شیخ کو عارف ہونا چاہیے

قُلْ ھٰذِہٖ سَبِیْلِیْۤ اَدْعُوْۤا اِلَی اللہِ ۣ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ [۱۹۸]

بحوالہ روح المعانی حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ داعی الی اللہ کو طریقِ ایصال کا ماہر ہونا چاہیے اور حق تعالیٰ کی ذات و صفات کا عارف ہونا چاہیے فِی الرُّوْحِ إِشَارَةٌ إِلٰی أَنَّهٗ يَنْبَغِيْ لِلدَّاعِيْ إِلَی اللهِ تَعَالٰی أَنْ يَّكُوْنَ عَارِفًا بِطَرِيْقِ الْاِيْصَالِ إِلَيْهِ سُبْحَانَهٗ عَالِمًا بِمَا يَجِبُ لَهٗ تَعَالٰی [۱۹۹]

رحمتِ حق کے سامنے شیطان کا ضعف

حضرت مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَإِنَّ الشَّيْطٰنَ مَعَ اللُّطْفِ الْاِلٰهِيِّ لَا أَضْعَفَ مِنْهُ وَلَا أَذَلَّ فَإِنَّهٗ مُشَبَّهٌ بِالْكَلْبِ الْوَاقِفِ عَلَى الْبَابِ وَلِذَا قَالَ تَعَالٰی اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا [۲۰۰]

حق تعالیٰ کی رحمت کے ساتھ ہوتے ہوئے شیطان سے بڑھ کر کوئی کمزور اور ذلیل نہیں۔ پس تحقیق وہ اس کتّے کے مشابہ ہے جو دروازے پر کھڑا رہتا ہے۔

جیسا کہ بنگلوں اور بڑے لوگوں کے مکانوں پر خونخوار خطرناک قسم کا کتّا کھڑا رہتا ہے، جب کوئی داخل ہونا چاہتا ہے تو وہ کتّا بھونکتا ہے، پھر آنے والا مالکِ مکان کو پکارتا ہے، وہ اس کتّے کو ڈانٹتا ہے خاموش! ہمارا آدمی ہے، پھر وہ دُم ہلانے لگتا ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ نے اپنے دربارِ قرب سے باہر شیطان کھڑا کیا ہوا ہے، جو حق تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کے لیے ارادہ کرتا ہے، یہ بھونکتا ہے اور وسوسے ڈالتا ہے۔ پس حکم ہو گیا کہ ہم کو پکارو، یہ ہمارا کتّا ہے، ہمارے حکم سے خاموش ہو گا۔ تم اس کے وسوسوں

---

۱۹۸ یوسف:۱۰۸

۱۹۹ بیان القرآن:۵/۱۰۱، یوسف(۱۰۸)، ایچ ایم سعید

۲۰۰ مرقاۃ المفاتیح:۱/۱۳۶، باب فی الوسوسۃ، المکتبۃ الامدادیۃ

کا جواب دوگے تو یہ اور بھونکے گا۔ کہو اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ میں پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کی شیطان مردود سے یعنی جو اس کا مالک ہے اس کی مدد چاہتا ہوں۔ اس طرف اشارہ ہے اس حدیث کا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰہِ فَإِنَّ الْعَبْدَ بِحَوْلِہٖ وَقُوَّتِہٖ لَیْسَ لَہٗ قُوَّةُ الْمُغَالَبَةِ مَعَ الشَّیْطٰنِ وَمُجَادَلَتِہٖ فَیَجِبُ عَلَیْہِ أَنْ یَّلْتَجِیَٔ إِلٰی مَوْلَاہُ وَیَعْتَصِمَ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الَّذِیْ أَوْقَعَہٗ[۲۰۱]

پس تحقیق بندے کو اپنی طاقت سے شیطان پر غلبہ پانے اور اس سے جھگڑنے کی طاقت نہیں دی گئی، اس لیے حکم ہے کہ تم اپنے مولیٰ سے رجوع کرو اور پناہ مانگو حق تعالیٰ کی اس مردود سے۔

حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق آیت کی تفسیری تحقیق

از: حضرت حکیم الامّت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

وَذَا النُّوْنِ إِذْ ذَّھَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْہِ[۲۰۲]

اور مچھلی والے کا تذکرہ کیجیے (حضرت یونس علیہ السلام کے قصے کا) جب وہ اپنی قوم سے جبکہ وہ ایمان نہ لائے خفا ہو کر چل دیے اور ان کی قوم پر سے عذاب ٹلنے کے بعد بھی خود واپس نہ آئے۔ اور اس سفر کے لیے ہمارے حکم کا انتظار نہیں کیا اور انھوں نے اپنے اجتہاد سے یہ سمجھا کہ ہم اس چلے جانے میں ان پر کوئی دارو گیر نہ کریں گے۔ یعنی چوں کہ اس فرار کو انھوں نے اجتہاداً جائز سمجھا، اس لیے انتظار نص اور وحی کا نہ کیا، لیکن چوں کہ اُمیدِ وحی تک وحی کا انتظار انبیاء کے لیے مناسب ہے، اس لیے اس ترک مناسب پر ان کو یہ ابتلا پیش آیا کہ راہ میں ان کو کوئی دریا ملا اور وہاں کشتی پر سوار ہوئے، کشتی چلتے چلتے رُک گئی۔ یونس علیہ السلام سمجھ گئے کہ میرا یہ فرار بلا اذن ناپسند ہوا، اس کی وجہ سے یہ کشتی رُکی۔ کشتی والوں سے فرمایا کہ مجھے دریا میں ڈال دو، وہ راضی نہ ہوئے،

---

۲۰۱ مرقاۃ المفاتیح: ۱/۱۳۶، باب فی الوسوسة، المکتبة الامدادیة

۲۰۲ الانبیآء: ۸۷

غرض قرعہ پر اتفاق ہوا، تب بھی ان ہی کا نام نکلا، آخر ان کو دریا میں ڈال دیا اور خدا کے حکم سے ان کو ایک مچھلی نگل گئی۔[۲۰۳]

بدون انتظارِ وحی اس مقام سے چلے جانے کا علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے حسن و شعبی رحمہما اللہ و سعید بن جبیر جلیل القدر تابعی اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی سے یہ جواب نقل فرمایا ہے:

وَيَنْبَغِيْ أَنْ يُّتَأَوَّلَ لِمَنْ قَالَ ذَالِكَ مِنَ الْعُلَمَاءِ كَالْحَسَنِ وَ الشَّعْبِيِّ وَابْنِ جُبَيْرٍ وَغَيْرِهِمْ مِنَ التَّابِعِيْنَ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ بِأَنْ يَّكُوْنَ مَعْنٰى قَوْلِهِمْ لِرَبِّهٖ لِاَجْلِ رَبِّهٖ تَعَالٰى وَحَمِيَّةً لِّدِيْنِهٖ فَاللَّامُ لَامُ الْعِلَّةِ وَمَا وَرَدَ مِنْ بَعْضِ السَّلَفِ مُغَاضِبًا لِّرَبِّهٖ فَمَعْنَاهُ مُغَاضِبًا لِّأَجْلِ رَبِّهٖ لَا عَلٰى رَبِّهٖ فَافْهَمْ

خلاصۂ ترجمہ یہ ہے کہ بعض سلف نے جو مُغَاضِبًا لِّرَبِّهٖ سے تفسیر کی ہے، اس کا مفہوم لام تعلیلیہ کے پیشِ نظر مُغَاضِبًا لِّأَجْلِ رَبِّهٖ ہے۔ یعنی اپنے رب ہی کے لیے یہ غصہ تھا اور اپنی دینی حمیت کے لیے تھا۔ اور حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ احقر کے نزدیک اس تفسیر کا ادلال پر محمول کرلینا اقرب و الطف ہے۔ (ادلال کے معنیٰ ادل علیہ کسی کی محبت پر بہت اعتبار کرلینا) خلاصہ یہ ہے کہ حضرت سیدنا یونس علیہ السلام کا ذِهَاب (جانا) تین سبب سے تھا: مُغَاضِبًا لِّأَجْلِ رَبِّهٖ وَحَمِيَّةً لِّدِيْنِهٖ وَغَلَبَةَ الْاِعْتِمَادِ عَلٰى مَحَبَّةِ رَبِّهٖ یہ جانا تین سبب سے تھا۔ اپنے رب ہی کے لیے غضبناک ہوئے اور اپنی دینی حمیت اور غیرت کے سبب تھا، اور حق تعالیٰ شانہٗ کی محبت پر غلبۂ اعتماد کے سبب تھا۔ اس میں نمبر ۳ جو آخری جملہ ہے وَغَلَبَةَ الْاِعْتِمَادِ عَلٰى مَحَبَّةِ رَبِّهٖ حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب ہے جو نہایت اقرب و الطف ہے۔ اور حضرت یونس علیہ السلام کا باوجود عصمت و براءت اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ میں ذنب کی نسبت اپنی طرف کرنا مجازاً ہے جو غلبہ استحضار

۲۰۳؎ بیان القرآن: ۷/۵۵، الانبیآء (۸۷)، ایچ ایم سعید

عظمتِ حق کے سبب غیر اولیٰ اور ترک مناسب کو ذنب سے تعبیر فرمایا ہے۔ جیسا کہ اکثر اہل اللہ پر اس نوع کے حالات طاری ہوئے ہیں اور ایسے حالات میں کفر کی نسبت بھی اپنی طرف کرلیتے ہیں اور ظاہر ہے کہ نبی کو جس قدر ذنب سے بُعد ہے اتنا غیر نبی کو کفر سے نہیں۔ جب اطلاق اَبعد جائز ہو تو اطلاق بعید میں کیا شک ہے؟

حق تعالیٰ کا ارشاد فَظَنَّ اَنۡ لَّنۡ نَّقۡدِرَ عَلَيۡهِ میں ظن دلالت کرتا ہے کہ یہ آپ علیہ السلام کا اجتہاد تھا وَمِنْ ثَمَّ عَبَّرَ بِظَنَّ فَلَا يَلْزَمُ أَنَّهُ خَطَرٌ بِبَالِهٖ عَلَيۡهِ السَّلَامُ الۡجَانِبَ الۡمُخَالِفَ اسی سبب سے ظن کے لفظ سے حق تعالیٰ شانہٗ نے تعبیر فرمایا۔ پس نہیں لازم آتا اس سے کہ جانبِ مخالف کا خیال بھی آیا ہو۔[۲۰۴]

ظن کے ترجمہ میں غور کیجیے کہ حضرت حکیم الامّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کس قدر منصبِ نبوت کی عظمت اور عصمت کا حق ادا فرمایا ہے! اللہ تعالیٰ ہمارے ان اکابر کی قبروں کو اپنے انوار رضائے علیا سے منور اور معمور فرماویں، آمین۔

ماں کا حق باپ سے زیادہ ہے

وَوَصَّيۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَيۡهِ اِحۡسٰنًا ؕ حَمَلَتۡهُ اُمُّهٗ كُرۡهًا
وَّوَضَعَتۡهُ كُرۡهًا ؕ وَحَمۡلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوۡنَ شَهۡرًا[۲۰۵]

والدین کے ساتھ احسان کا حکم فرماتے ہوئے ماں کا حق خصوصیت سے الگ بیان فرمایا گیا۔ (اور بالخصوص ماں کے ساتھ اور زیادہ) کیوں کہ اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور پھر بڑی مشقت کے ساتھ اس کو جنا، اور اس کو پیٹ میں رکھنا اور اس کا دودھ چھڑانا اکثر تیس ماہ میں ہوتا ہے۔[۲۰۶]

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں کا حق باپ سے زیادہ ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں روایت ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ میں کس کی

۲۰۴؎ بیان القراٰن:۷/۵۵، الانبیآء(۸۷)، ایچ ایم سعید
۲۰۵؎ الاحقاف:۱۵
۲۰۶؎ بیان القراٰن:۱۱/۵، الاحقاف(۱۵)، ایچ ایم سعید

خدمت زیادہ کروں؟ فرمایا: ماں کی۔ پھر اس نے پوچھا: پھر کس کی؟ فرمایا: ماں کی۔ پھر اس نے پوچھا: پھر کس کی؟ فرمایا: ماں کی۔ پھر اس نے پوچھا: پھر کس کی؟ فرمایا: باپ کی۔

بخاری شریف کی اس حدیث کی شرح میں حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے: وَقَدْ وَقَعَتِ الْاِشَارَةُ إِلٰى ذَالِكَ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى ''وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ۔ وَنَقَلَ الْمُحَاسِبِيُّ الْاِجْمَاعَ عَلٰى أَنَّ الْاُمَّ مُقَدَّمَةٌ فِي الْبِرِّ عَلَى الْاَبِ ماں کا حق باپ سے زیادہ ہے حسنِ سلوک میں، اس پر اجماع ہے۔''[۲۰۷]

حمل سے لے کر دودھ کے چھڑانے کی مدت دو سال نو ماہ ہے اور اس آیت میں تیس ماہ (ڈھائی سال) بنتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ جمہور کے نزدیک یہ اس حساب پر مبنی ہے کہ حمل کی قلیل مدت چھ ماہ ہے اور اکثر مدتِ رضاع دو سال ہے۔ مجموعہ ڈھائی سال ہو گیا۔ اب رہا یہ سوال کہ ایک کی اقل مدت اور دوسرے کی اکثر مدت کیوں لیا؟ تو جواب یہ ہے کہ منضبط یہی مدتیں ہیں۔ بخلاف اکثر مدتِ حمل کے کہ کسی دلیل قطعی سے منضبط نہیں اور اسی طرح اقل مدتِ رضاع کی بھی منضبط نہیں۔ پوری تفصیل بیان القرآن میں ملاحظہ فرماویں۔

متعدد شوہر والی عورت جنّت میں کس کو ملے گی؟

یا سب سے آخر والے شوہر کو یا سب سے پہلے شوہر کو یا جس شوہر کے اخلاق اچھے ہوں گے، یہ عورت اس کو اپنی مرضی سے منتخب کر لے گی۔ فَتَخْتَارُ مَنْ كَانَ أَحْسَنَهُمْ خُلُقًا مَعَهَا۔

کافر کی مسلمان بیوی کس کو ملے گی؟

وَتُعْطٰى زَوْجَةُ كَافِرٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ لِمَنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى

کافر کی مسلمان بیوی جنت میں جب داخل ہو گی تو اللہ تعالیٰ اپنی مرضی سے جس کو چاہیں گے عنایت فرمادیں گے۔

---

[۲۰۷] فتح الباری: ۴۰۲/۱۰-۴۰۳، کتاب الأدب، دار المعرفة، بیروت

فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کس کو ملیں گی؟

وَقَدْ وَرَدَ أَنَّ اٰسِيَةَ امْرَأَةَ فِرْعَوْنَ تَكُوْنُ زَوْجَةَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ[۲۰۸]

تحقیق کہ وارد ہے کہ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا بیوی فرعون کی جنت میں ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہوں گی۔

تختِ سلیمانی کی رفتار

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ[۲۰۹]

صبح کا چلنا اس ہوا کا ایک ماہ کی مسافت تھی اور شام کا چلنا بھی اسی طرح ایک ماہ کی مسافت تھی۔[۲۱۰]

اس رفتار کے متعلق علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی میں یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ آپ بیت المقدس سے صبح اپنے تختِ سلیمان سے چل کر اصطخر میں قیلولہ فرماتے تھے اور پھر شام کو وہاں سے آپ کے تخت کو ہوا اُڑا کر خراسان کے قلعہ میں پہنچاتی تھی اور راستے میں جب تخت چلتا تھا تو حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے اصحاب پر طیور صفوف کی شکل میں سایہ رکھتے تھے اور ساتھ ہی جنات اور بہت سے انبیاء علیہم السلام اور علماء بھی ہوتے تھے۔ أَخْرَجَ أَحْمَدُ فِي الزُّهْدِ عَنِ الْحَسَنِ أَنَّهٗ قَالَ فِي الْاٰيَةِ: كَانَ سُلَيْمٰنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَغْدُوْ مِنْ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ فَيَقِيْلُ بِاصْطَخْرَ ثُمَّ يَرُوْحُ مِنِ اصْطَخْرَ فَيَقِيْلُ بِقِلْعَةِ خُرَاسَانَ آگے چند ابیات ہیں جس کا ایک مصرعہ یہ ہے۔

تَظِلُّهُمْ طَيْرٌ صُفُوْفٌ عَلَيْهِمْ[۲۱۱]

۲۰۸؎ روح المعانی:۲۵/۱۳۶، الدخان(۳۸)، دار إحیاء التراث، بیروت

۲۰۹؎ سبا:۱۲

۲۱۰؎ بیان القرآن:۹/۴۷، سبا(۱۲)، ایچ ایم سعید

۲۱۱؎ روح المعانی:۲۲/۱۱۷، سبا(۱۲)، دار إحیاء التراث، بیروت

تفسیر بیان القرآن، پارہ ۱۷، صفحہ ۵۴ (سورۂ انبیاء) میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ درمنثور میں روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام مع اعیانِ ملک اپنی کرسیوں پر بیٹھ جاتے تھے اور ہوا کو حکم دیتے تھے وہ سب کو اُٹھا کر تھوڑی دیر میں ایک ماہ کی مسافت قطع کرتی۔

کامل مسلمان کون ہے؟

حدیث پاک میں ہے کہ

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ[۲۱۲]

کامل مسلمان وہ ہے کہ جس سے مسلمان اس کی زبان اور ہاتھ سے محفوظ رہیں۔

ایک غیر مسلم نے حضرت مرشدی مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم سے سوال کیا کہ غیر مسلم کی حفاظت کا اس حدیث میں ذکر نہیں، کیا ان کو ستانا جائز ہے؟ فرمایا کہ چوں کہ کثرت سے معاملات مسلمانوں کے مسلمانوں سے رہتے ہیں، جب کثیر الوقوع حالات میں اس پر عمل کریں گے تو قلیل الوقوع حالات میں بدرجہ اولیٰ اس حدیث پر عمل کریں گے۔

علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری عمدۃ القاری، جلد ۱، صفحہ ۱۳۲ پر اس حدیث کی شرح اس طرح فرمائی ہے:

اَلْاُوْلٰى: فِيْهِ الْحَثُّ عَلٰى تَرْكِ أَذَى الْمُسْلِمِيْنَ بِكُلِّ مَا يُؤْذِيْ، وَسِرُّ الْأَمْرِ فِيْ ذَالِكَ حُسْنُ التَّخَلُّقِ مَعَ الْعَالَمِ كَمَا قَالَ الْحَسَنُ الْبَصَرِيُّ فِيْ تَفْسِيْرِ الْأَبْرَارِ هُمُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْذُوْنَ الذَّرَّ وَلَا يَرْضَوْنَ الشَّرَّ

وَالثَّانِيَةُ: فِيْهِ الرَّدُّ عَلَى الْمُرْجِئَةِ فَإِنَّهٗ لَيْسَ عِنْدَهُمْ إِسْلَامٌ نَاقِصٌ

وَالثَّالِثَةُ: فِيْهِ الْحَثُّ عَلٰى تَرْكِ الْمَعَاصِيْ وَاجْتِنَابِ الْمَنَاهِيْ[۲۱۳]

---

[۲۱۲] صحیح البخاری: ۶/۱(۱۰)، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ، المکتبۃ المظھریۃ

[۲۱۳] عمدۃ القاری: ۲۱۸/۱، باب المسلم من سلم المسلمون فی بیان استنباط الفوائد، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

اس حدیث سے درج ذیل فوائد ثابت ہوتے ہیں:

۱) مسلمانوں کو ایذا پہنچانے والے افعال کے ترک کر دینے کی ترغیب ہے، اور اس میں راز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ حسنِ اخلاق کا اہتمام ہو۔ جیسا کہ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ابرار کی تفسیر فرماتے ہیں کہ ''یہ وہ لوگ ہیں جو ایک چیونٹی کو بھی تکلیف نہیں دیتے اور شر کرنا تو کیا شر سے راضی بھی نہیں ہوتے۔''

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام تصوف کا نچوڑ اور حاصل یہ ہے کہ ہماری ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔

حکایت: حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک بزرگ نے کسی کو گناہ کرتے دیکھا، واپس آگئے، چارپائی پر غم سے لیٹ گئے اور جب پیشاب کیا تو غم سے اس میں خون آگیا۔ یااللہ! اپنی رحمت سے ہم سب کو اپنی نافرمانی سے حفاظت نصیب فرما ان بزرگوں کے طفیل جن سے ہم وابستہ ہیں۔

۲) اس حدیث میں فرقۂ مرجیہ کی تردید ہے جن کے نزدیک اسلام ناقص نہیں ہوتا۔ (یا مسلمان کامل یا کافر ہوتا ہے)

۳) ترکِ معاصی اور نافرمانی سے اجتناب کی ترغیب ہے۔

سوال نمبر ۱: یَدٌ کو خاص کیوں کیا جبکہ اور اعضا سے بھی افعال صادر ہوتے ہیں لِمَ خَصَّ الْيَدَ مَعَ أَنَّ الْفِعْلَ قَدْ يَحْصُلُ بِغَيْرِهَا؟

جواب: إِنَّ سَلْطَنَةَ الْأَفْعَالِ إِنَّمَا تَظْهَرُ فِي الْيَدِ إِذْ بِهَا الْبَطْشُ وَالْقَطْعُ وَالْوَصْلُ وَالْأَخْذُ وَالْمَنْعُ وَالْإِعْطَاءُ وَنَحْوُهُ قَالَ الزَّمَخْشَرِيُّ: لَمَّا كَانَتْ اَكْثَرُ الْأَعْمَالِ تُبَاشَرُ بِالْأَيْدِي غَلَبَتْ فَقِيْلَ فِيْ كُلِّ عَمَلٍ هٰذَا مِمَّا عَمِلَتْ أَيْدِيْهِمْ وَإِنْ كَانَ عَمَلًا لَا يَأْتِيْ فِيْهِ الْمُبَاشَرَةُ بِالْأَيْدِيْ۔

خلاصۂ ترجمہ: اکثر افعال تو ہاتھ ہی سے ہوتے ہیں جیسے پکڑنا، کاٹنا، جوڑنا، دینا، روکنا وغیرہ۔ علامہ زمخشری نے فرمایا کہ جبکہ اکثر اعمال ہاتھ سے ہوتے ہیں تو تغلیباً جملہ اعضا

کے اعمال کو بھی ہاتھ ہی کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ سب ان کے ہاتھوں کے اعمال ہیں، اگرچہ دوسرے اعضا کے اعمال بھی ہوتے ہیں۔

سوال نمبر ۲: زبان کو ہاتھ کے ساتھ کیوں ملایا؟ لِمَ قَرَنَ اللِّسَانَ بِالْیَدِ؟

جواب: أُجِیْبُ بِأَنَّ الْاِیْذَاءَ بِاللِّسَانِ وَالْیَدِ اَکْثَرُ مِنْ غَیْرِهِمَا زبان اور ہاتھ سے ایذا بہ نسبت دوسرے اعضا کے زیادہ ہوتی ہے۔

احقر عرض کرتا ہے کہ ہاتھ سے پٹائی کے وقت زبان بھی ساتھ کچھ بولتی رہتی ہے۔ ایسا نہیں دیکھا جاتا کہ کوئی ہاتھ سے کسی کو پیٹ رہا ہو اور زبان بالکل خاموش ہو۔

سوال نمبر ۳: زبان کو ہاتھ پر کیوں مقدم فرمایا؟ لِمَ قَدَّمَ اللِّسَانَ عَلَی الْیَدِ؟

جواب: أُجِیْبُ بِأَنَّ اِیْذَاءَ اللِّسَانِ اَکْثَرُ وُقُوْعًا وَّأَسْهَلُ لِأَنَّهٗ اَشَدُّ نِکَایَةً وَلِهٰذَا کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لِحَسَّانَ: اُهْجُ الْمُشْرِکِیْنَ فَإِنَّهٗ أَشَقُّ عَلَیْهِمْ مِنْ رَشْقِ النَّبْلِ، وقال الشاعرُ۔

جَرَاحَاتُ السِّنَانِ لَهَا الْتِیَامٌ
وَلَا یَلْتَامُ مَا جَرَحَ اللِّسَانُ

زبان سے ایذا کثیر الوقوع ہے اور آسان ہے اور اس کی ایذا بھی شدید ہے، اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسّان رضی اللہ عنہ سے فرماتے تھے کہ مشرکین کی بُرائی میں اشعار کہیے، یہ تیروں کی بارش سے زیادہ ان پر شاق ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ۔

تیر کا زخم تو بھر بھی جاتا ہے
مگر زبان کا زخم نہیں بھرتا

سوال نمبر ۴: بظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مَنْ لَّمْ یَسْلَمِ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْهُ لَا یَکُوْنُ مُسْلِمًا اگر کسی کی ایذا سے مسلمان سالم نہ رہیں تو وہ کافر ہو جاوے گا، لیکن اجماع اس کے خلاف ہے۔

جواب: اَلْمُرَادُ مِنْهُ الْمُسْلِمُ الْکَامِلُ إِذَا لَمْ یَسْلَمْ مِنْهُ الْمُسْلِمُوْنَ فَلَا یَکُوْنُ

مُسْلِمًا كَامِلًا وَّذَالِكَ لِأَنَّ الْجِنْسَ إِذَا أُطْلِقَ يَكُوْنُ مَحْمُوْلًا عَلَى الْكَامِلِ اس حدیث سے مراد مسلمان کامل ہے کہ جس کی ایذا سے مسلمان محفوظ رہیں، کیوں کہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جب اسمِ جنس مطلق بولتے ہیں تو مراد اس کا فردِ کامل ہوتا ہے۔

سوال نمبر ۵: مجرمین پر حدود اور تعزیرات اور تادیبات کا اجراء بھی تو ایذا ہے؟

جواب: یہ ایذا نہیں ہے بلکہ استصلاح ہے وَطَلَبُ السَّلَامَةِ لَهُمْ وَلَوْ فِي الْمَآلِ ہے۔ معاشرہ کی سلامتی اور امن اس پر موقوف ہے اور شریعت نے اس کو مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

سوال نمبر ۶: ذمی کفار کو بھی اذیت جائز نہیں ہے اور حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے، صرف مسلمون کا ذکر ہے۔

جواب: بِأَنَّهُ قَدْ ذُكِرَ الْمُسْلِمُوْنَ بِطَرِيْقِ الْغَالِبِ چوں کہ اکثر حالات میں معاملہ مسلمانوں سے ہوتا ہے، اس لیے ان کا ذکر ہے۔ اس قاعدہ کا نام تغلیباً ہے اور ذمی ان کے تابع ہو کر شامل ہیں۔

سوال نمبر ۷: حدیث میں مسلمات کا ذکر نہیں ہے، ان کی سلامتی کا کیا ہوگا؟

جواب: أُجِيْبُ هٰذَا مِنْ بَابِ التَّغْلِيْبِ فَإِنَّ الْمُسْلِمَاتِ يَدْخُلْنَ فِيْ سَائِرِ النُّصُوْصِ وَالْمُخَاطَبَاتِ عورتیں تمام احکامِ شریعت میں مردوں کے تابع ہیں۔ جیسے أَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وغیرہ میں شامل ہیں جبکہ أَقِيْمُوْا مذکر کا صیغہ ہے۔

سوال نمبر ۸: زبان کے اقوال سے اذیت ہوتی ہے نہ کہ زبان سے، پھر اقوال اور کلام کے بجائے زبان کو تعبیر کیوں فرمایا؟ لِمَ عَبَّرَ بِاللِّسَانِ دُوْنَ الْقَوْلِ فَإِنَّهُ لَا يَكُوْنُ إِلَّا بِاللِّسَانِ؟

جواب: قول کے بجائے زبان کو اس لیے بیان فرمایا کہ بعض وقت شریر آدمی زبان سے کچھ بولتا تو نہیں، مگر مذاق اُڑانے کی نیت سے زبان کو باہر نکال دیتا ہے۔ سبحان اللہ! کیا کلامِ نبوت کی بلاغت ہے اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی کمالِ فہم ہے۔ جَزَاهُ اللهُ تَعَالٰى خَيْرًا۔ إِنَّمَا عَبَّرَ بِهِ دُوْنَ الْقَوْلِ حَتّٰى يَدْخُلَ فِيْهِ مَنْ أَخْرَجَ لِسَانَهُ عَلٰى سَبِيْلِ الْاِسْتِهْزَاءِ۔

سوال نمبر ۹: زبان اور ہاتھ کی اذیت میں کیا فرق ہے؟

جواب: زبان کی ایذا موجودین اور ماضیین اور حادثین سب کے لیے عام ہے۔ یعنی ماضی، حال، مستقبل سب کو بُرا کہہ سکتی ہے، لیکن ہاتھ کی اذیت صرف موجودین پر جاری ہو سکتی ہے۔ اَللّٰهُمَّ اِلَّا اِذَا كَتَبَ بِالْيَدِ فَحِيْنَئِذٍ تَشَارَكَ اللِّسَانَ یااللہ! مگر یہ کہ کوئی ہاتھ سے تینوں زمانے کے لوگوں پر بُرائی لکھ دے، پس اس وقت ہاتھ زبان کے برابر ہو جاوے گا۔[۲۱۴]

مہاجرین کے لیے تازیانۂ عبرت

رَوٰى أَحْمَدُ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْهِجْرَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: أَنْ تَهْجُرَ مَا كَرِهَ رَبُّكَ[۲۱۵]

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کون سی ہجرت افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ افضل ہجرت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑ دو۔

اچھی نیت پر مفت ثواب حاصل کیجیے

رَوَاهُ أَبُوْ يَعْلٰى فِيْ مُسْنَدِهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: يَقُوْلُ اللهُ تَعَالٰى لِلْحَفَظَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: أُكْتُبُوْا لِعَبْدِيْ كَذَا وَكَذَا مِنَ الْأَجْرِ فَيَقُوْلُوْنَ: رَبَّنَا! لَمْ نَحْفَظْ ذٰلِكَ عَنْهُ وَلَا هُوَ فِيْ صُحُفِنَا، فَيَقُوْلُ إِنَّهُ نَوَاهُ[۲۱۶]

قیامت کے دن حق تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے فرشتوں سے کہ میرے بندے کے لیے

---

۲۱۴ عمدة القاری: ۱/۲۱۸-۲۱۹، باب المسلم من سلم المسلمون، الاسئلة والاجوبة، دار الکتب العلمیة، بیروت

۲۱۵ مسند احمد ابن حنبل: ۳۲/۱۷۷ (۱۹۴۳۵)، مؤسسة الرسالة

۲۱۶ عمدة القاری: ۱/۲۷ (۲)، باب کیف کان بدء الوحی، دار الکتب العلمیة، بیروت

فلاں فلاں عمل کا ثواب لکھو۔ فرشتے کہیں گے یارب! ہم نے تو ان اعمال کو اس سے محفوظ نہیں کیا اور نہ ہمارے صحیفوں میں یہ اعمال نوٹ ہیں۔ حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ اس بندے نے اچھے اعمال کی نیت کی تھی۔

مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ روایت نقل فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کا ایک اُمتی صحابی ایک ریت کے ٹیلہ سے گزرا اور وہ قحط سالی کا زمانہ تھا اس نے دل میں کہا کہ کاش! یہ سب غلّہ بن جاتا اور میں یہ سب کا سب بھوکوں میں تقسیم کر دیتا رُوِيَ أَنَّ رَجُلًا مِّنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ مَرَّ بِكُثْبَانِ رَمْلٍ فِيْ مَجَاعَةٍ فَقَالَ فِيْ نَفْسِهٖ: لَوْكَانَ هٰذَا الرَّمْلُ طَعَامًا لَقَسَّمْتُهٗ بَيْنَ النَّاسِ فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلٰى نَبِيِّهِمْ: قُلْ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ صَدَّقَكَ وَشَكَرَ حُسْنَ صَنِيْعِكَ وَأَعْطَاكَ ثَوَابَ مَا لَوْكَانَ طَعَامًا فَتَصَدَّقْتَ بِهٖ[۲۱۷] اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے بارے میں اس وقت کے نبی کو وحی فرمائی کہ آپ اس صحابی سے کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے تیری اس نیت کی تصدیق کر دی اور تیرے حسنِ عمل کو قبول فرمالیا اور تیرے لیے اسی قدر ثواب عطا کر دیا گیا اگر تو تمام ریت کے ٹیلے کے برابر غلّہ خیرات کرتا۔

حلِ لغت: کثیب: ریت کا ٹیلہ۔ جمع: کُثُبٌ و کُثْبَانٌ

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات

هُوَ أَبُوْبَكْرِنِ الصِّدِّيْقُ اسْمُهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُثْمَانَ أَبِيْ قُحَافَةَ بِضَمِّ الْقَافِ آپ کے والد صاحب کا نام ابو قحافہ تھا جس کے قاف پر پیش ہے۔ وَصَلَ بِالْأَبِ السَّابِعِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ساتویں پشت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کا نسب مل جاتا ہے۔ یعنی حضرت ابو بکر صدیق کے ساتویں دادا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتویں دادا ایک ہیں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا لقب عتیق اس لیے ہے کہ حضور صلی اللہ

---

۲۱۷ مرقاۃ المفاتیح: ۱/۴۴، حدیث انما الاعمال بالنیات، المکتبۃ الامدادیۃ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ مَنْ أَرَادَ أَنْ يَّنْظُرَ إِلٰى عَتِيْقٍ مِّنَ النَّارِ فَلْيَنْظُرْ إِلٰى أَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جو ارادہ کرے کہ جہنم سے آزاد کو دیکھے وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔

شَهِدَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَشَاهِدَ كُلَّهَا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر جہاد میں شریک رہے۔ وَلَمْ يُفَارِقْهُ فِيْ جَاهِلِيَّتِهٖ وَلَا فِي الْإِسْلَامِ اور اپنی جاہلیت یعنی قبل اسلام اور بعد اسلام کبھی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ وَهُوَ أَوَّلُ الرِّجَالِ إِسْلَامًا اور یہ مردوں میں سب سے پہلے مسلمان ہیں۔ كَانَ أَبْيَضَ گورے تھے۔ نَحِيْفًا خَفِيْفَ الْعَارِضَيْنِ تھے۔ مَعْرُوْقَ الْوَجْهِ، غَائِرَ الْعَيْنَيْنِ، نَاتِئَ الْجَبْهَةِ، عَارِيَ الْأَشَاجِعِ الْخَضِيْبَ بِالْحِنَاءِ تھے۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی چار پشت صحابی ہے لَهٗ وَلِأَبَوَيْهِ وَوَلَدِهٖ وَوَلَدِ وَلَدِهٖ صُحْبَةٌ وَلَمْ يَجْتَمِعْ هٰذَا لِأَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ حضرت صدیق اکبر اور ان کے والدین اور ان کے بیٹے اور ان کے پوتے سب صحابی ہیں۔ یہ نعمت چار پشت صحابی کی کسی صحابی کو حاصل نہیں۔ وُلِدَ بِمَكَّةَ وَمَاتَ بِالْمَدِيْنَةِ وَصَلّٰى عَلَيْهِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ[۲۱۸] مکہ شریف میں پیدا ہوئے اور مدینہ شریف میں تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ نمازِ جنازہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ آپ کی خلافت کی مدت دو سال چار ماہ ہے۔

مخالفینِ اہل اللہ کا فسادِ استعداد

قَالُوْٓا إِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ

کافروں نے کہا کہ ہم تو تم کو منحوس سمجھتے ہیں۔

---

۲۱۸ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ۱۰۱/۴، دار الکتب، مصر

ان رسولوں نے فرمایا:

قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ؕ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ[۲۱۹]

تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہی لگی ہوئی ہے، کیا تم اس کو نحوست سمجھتے ہو کہ تم کو نصیحت کی جاوے، بلکہ تم حد سے گزرنے والے ہو۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بحوالہ روح المعانی بیان القرآن میں تحریر فرماتے ہیں کہ وَفِي الرُّوْحِ قَالَ مُقَاتِلٌ: إِنَّهُ حُبِسَ عَنْهُمُ الْمَطَرُ ان نالائقوں پر بارش روک دی گئی۔ وَقَالَ اٰخَرُ: أَسْرَعَ فِيْهِمُ الْجُذَامُ سب کے سب کوڑھی ہوگئے، اسی وقت جس وقت کہ ان گستاخوں نے رسولوں کی تکذیب کی۔ وَهٰذَا عَادَةُ اللهِ إِذَا أَنْكَرَ النَّاسُ عَلٰى أَوْلِيَاءِهٖ اور یہی عادت اللہ ہے یعنی دستور حق تعالیٰ کا ہے کہ جب اولیاء اللہ کے ساتھ گستاخی کی جاتی ہے تو اسی طرح کا وبال ان پر آتا ہے۔

قَالُوْا طَآئِرُكُمْ روح المعانی میں ہے کہ اس کے اندر اشارہ ہے کہ ان کی استعداد ہی فاسد تھی۔

وَ مَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ میں اپنے اوپر الزام رکھ کر بیان کرنا ارشاد میں تلطف ہے اور مصلحین کا یہی طرز ہے۔

فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ میں اشارہ ہے کہ مخالفین کے اقوال کی پروانہ کرنی چاہیے۔ حق تعالیٰ شانہٗ خود آگاہ ہیں، مناسب انتقام لے لیں گے۔

اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ میں دلالت ہے کہ تربیت پر جو فائدہ مرتب ہوتا ہے وہ طالب کی استعداد کا ظہور ہوتا ہے نہ کہ مربّی ظاہری کی عطا (لیکن اس استعداد کے ظہور کا چوں کہ مربّی سبب ہوتا ہے اس لیے اس کے حقوق کا اہتمام سلوک کی روح ہے)۔[۲۲۰]

۲۱۹؎ یٰسٓ: ۱۸-۱۹

۲۲۰؎ بیان القرآن: ۹/۱۰۴، یٰسٓ، ایچ ایم سعید

چند مسائلِ سلوک اہل اللہ کا مشاہدۂ تجلیات

فَلَمَّا رَاَیۡنَہٗۤ اَکۡبَرۡنَہٗ وَ قَطَّعۡنَ اَیۡدِیَہُنَّ

جب عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو حیران رہ گئیں اور اپنے ہاتھ کاٹ لیے۔

روح المعانی میں ابنِ عطا سے منقول ہے کہ یہ تو مشاہدۂ مخلوق کا غلبہ ہے، سو مشاہدۂ حق کا کیا کچھ اثر ہو سکتا ہے! تو اگر ایسے شخص سے کوئی امر خلافِ ظاہر صادر ہو جاوے تو اس پر اعتراض اور انکار نہ کرے۔[۲۲۱]

مرشد کا بعض مریدین سے زیادہ محبت کرنا

۱) اِذۡ قَالَ یُوۡسُفُ لِاَبِیۡہِ یٰۤاَبَتِ اِنِّیۡ رَاَیۡتُ اَحَدَعَشَرَ کَوۡکَبًا[۲۲۲]

۲) اِذۡ قَالُوۡا لَیُوۡسُفُ وَ اَخُوۡہُ اَحَبُّ اِلٰۤی اَبِیۡنَا مِنَّا[۲۲۳]

اس میں دلالت ہے کہ شیخ کو جائز ہے کہ اپنے مریدین میں سے کسی مرید سے دوسروں سے زیادہ محبت کرے جبکہ اس میں اوروں سے زیادہ رُشد کے آثار پائے جاویں۔[۲۲۴]

مرید صرف اپنے شیخ کو حالات کی اطلاع کرے

مرید اپنے مرشد کے علاوہ کسی سے اپنا حال بیان نہ کرے:

قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقۡصُصۡ رُءۡیَاکَ عَلٰۤی اِخۡوَتِکَ

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اے بیٹے یوسف! اپنے بھائیوں کے سامنے اپنے خواب کو مت بیان کرنا۔ (۱) اس میں دلالت ہے کہ مرید کو جو حالات پیش آویں اس کو اپنے شیخ سے بیان کرے۔ جیسا کہ اِذۡ قَالَ یُوۡسُفُ لِاَبِیۡہِ میں اشارہ ہے۔ (۲) دوسری

---

۲۲۱ روح المعانی:۱۳/۲۲۷،یوسف(۳۱)،دار إحیاء التراث،بیروت/بیان القرآن:۵/۲۲۷،یوسف،ایچ ایم سعید

۲۲۲ یوسف:۴

۲۲۳ یوسف:۸

۲۲۴ بیان القرآن:۵/۲۶۹،یوسف(۸)،ایچ ایم سعید

دلالت یہ ہے کہ اپنا حال غیر شیخ سے نہ کہے کہ اس میں ضرر کا احتمال ہے۔[۲۲۵]

متقی عالم کا اپنے اوصاف انتفاعِ طالبین کے لیے بیان کرنا

قَالَ لَا يَأْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ[۲۲۶]

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ جو کھانا تمہارے پاس آتا ہے جو کہ تم کو کھانے کے لیے ملتا ہے، اس کے آنے سے قبل اس کی حقیقت تم کو بتلادیا کرتا ہوں۔ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ یہ بتلادینا اس علم کی بدولت ہے جو مجھ کو میرے ربّ نے تعلیم فرمایا ہے۔

روح المعانی میں ہے کہ إِنْ وَصَفَ الْعَالِمُ نَفْسَهٗ لِيُنْتَفَعَ بِهٖ لَا يَحْرُمُ وَلَا يُعَدُّ ذٰلِكَ مِنَ التَّزْكِيَةِ الْمَحْظُوْرِ اگر کوئی عالم اپنے اوصاف اس لیے بیان کرے کہ لوگ اس سے نفع حاصل کریں تو جائز ہے اور یہ تزکیۂ ممنوعہ میں داخل نہیں۔[۲۲۷]

احقر عرض کرتا ہے کہ تزکیۂ ممنوعہ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے آپ کو پاک مت کہو۔ جہاں تزکیہ کا حکم ہے وہاں مطلب ہے کہ اپنے نفس کا تزکیہ کرو اور جہاں نفی ہے وہاں مراد نسبت الی المأخذ سے منع کرنا ہے۔ پس پاک کردن تو فرض ہے اور پاک گفتن حرام ہے یعنی اپنے نفس کی اصلاح تو فرض ہے مگر اپنے کو اصلاح یافتہ اور پاک سمجھنا حرام ہے۔

اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْٓ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ تم دیکھتے نہیں ہو کہ میں پورا ناپ کر دیتا ہوں اور میں سب سے زیادہ مہمان نوازی کرتا ہوں۔ فِيْهِ أَنَّ إِظْهَارَ حُسْنِ مُعَامَلَتِهٖ إِذَا كَانَ فِيْهِ مَصْلَحَةٌ وَلَا يُرَادُ بِهِ التَّمَدُّحُ لَا يُنَافِي التَّوَاضُعَ اس میں دلالت ہے کہ اپنی خوش معاملگی کا اظہار اگر اس سے اپنی مدح مقصود نہ ہو بلکہ اس میں

---

۲۲۵ بیان القراٰن: ۵/۶۹، یوسف (۵)، ایچ ایم سعید

۲۲۶ یوسف: ۳۷

۲۲۷ بیان القراٰن: ۵/۷۹، یوسف (۳۷)، ایچ ایم سعید/ روح المعانی: ۱۲/۲۴۰، دار إحیاء التراث، بیروت

کوئی مصلحت ہو منافی تواضع نہیں ہے۔[۲۲۸]

کاملین کو محبتِ طبعیہ حق تعالیٰ سے غافل نہیں کرتی

وَ تَوَلّٰی عَنۡہُمۡ وَ قَالَ یٰۤاَسَفٰی عَلٰی یُوۡسُفَ

حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان سے دوسری طرف رُخ پھیر کر فرمایا: ہائے یوسف افسوس! روح المعانی میں ہے کہ محبت بیٹے کی منصبِ نبوت کے خلاف نہ تھی۔ یہ محبتِ طبعیہ ہے جو کاملین کو حق تعالیٰ سے غافل نہیں کرتی بلکہ اس میں معین ہوتی ہے۔ جیسا کہ یعقوب علیہ السلام کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے اِنَّمَاۤ اَشۡکُوۡا بَثِّیۡ وَ حُزۡنِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ یعنی انابت اور لذتِ مناجات اور توجہ الی الحق میں ترقی ہو جاتی ہے۔[۲۲۹]

تدابیرِ شرعیہ کا اہتمام منافی کمال نہیں

قَالَ لَنۡ اُرۡسِلَہٗ مَعَکُمۡ حَتّٰی تُؤۡتُوۡنِ مَوۡثِقًا مِّنَ اللّٰہِ

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اس وقت تک ہر گز اس کو تمہارے ہمراہ نہ بھیجوں گا جب تک کہ اللہ کی قسم کھا کر مجھ کو پکا قول نہ دو گے۔ فِیۡہِ اَنَّ التَّدۡبِیۡرَ الۡمَأۡذُوۡنَ لَا یُنَافِیۡ کَمَالَ التَّوَکُّلِ اس میں دلالت ہے کہ تدبیرِ جائز کمالِ توکل کے خلاف نہیں۔[۲۳۰]

حضرت حواء علیہاالسلام کی تاریخ

عبد اللہ بن مسعود اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

اِنَّ اللہَ تَعَالٰی لَمَّا أَخۡرَجَ إِبۡلِیۡسَ مِنَ الۡجَنَّۃِ وَأَسۡکَنَہَا اٰدَمَ بَقِیَ فِیۡہَا

---

۲۲۸ بیان القرآن: ۵/۸۵، یوسف (۵۹)، ایچ ایم سعید

۲۲۹ بیان القرآن: ۵/۹۲، یوسف (۸۶)، ایچ ایم سعید

۲۳۰ بیان القرآن: ۵/۸۶، یوسف (۶۶)، ایچ ایم سعید

وَحْدَهٗ وَمَا كَانَ مَعَهٗ مَنْ يَّسْتَأْنِسُ بِهٖ فَأَلْقَى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ النَّوْمَ ثُمَّ أَخَذَ ضِلَعًا مِّنْ جَانِبِهِ الْاَيْسَرِ وَوَضَعَ مَكَانَهٗ لَحْمًا وَّخَلَقَ حَوَّاءَ مِّنْهُ فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ وَجَدَهَا عِنْدَ رَأْسِهٖ قَاعِدَةً فَسَأَلَهَا مَنْ أَنْتِ؟ قَالَتْ إِمْرَأَةٌ قَالَ وَلِمَ خُلِقْتِ؟ قَالَتْ لِتَسْكُنَ إِلَيَّ

اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو جب جنت سے نکالا اور حضرت آدم علیہ السلام تنہا جنت میں رہ گئے تو کوئی نہ رہا جس سے اُنس حاصل کرتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند کو طاری فرمادیا اور ایک پسلی بائیں طرف سے نکالی اور اس کی جگہ گوشت رکھ دیا اور اسی پسلی سے حضرت حواء علیہا السلام کو پیدا فرمایا۔ پس جب آدم علیہ السلام بیدار ہوئے تو اپنے سر کے پاس ان کو بیٹھے ہوئے پایا اور دریافت کیا تم کون ہو؟ کہا کہ میں عورت ہوں۔ پوچھا کہ کیوں تجھے پیدا کیا گیا؟ کہا تا کہ آپ مجھ سے سکون اور تسلی حاصل کریں۔

پھر ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ فرمایا: یہ عورت ہے۔ دریافت کیا کہ ان کا نام امرأة کیوں ہے؟ فرمایا کیوں کہ یہ خُلِقَتْ مِنَ الْمَرْءِ مرد سے پیدا کی گئی ہے۔ دریافت کیا: ان کا نام کیا ہے؟ فرمایا: حوَّاء۔ پوچھا کہ نام حوَّاء کیوں ہے؟ فرمایا: لِأَنَّهَا خُلِقَتْ مِنْ شَيْءٍ حَيٍّ کیوں کہ زندہ سے پیدا کی گئی ہیں۔[۲۳۱]

بخاری شریف کی حدیث میں اسی طرف اشارہ ہے:

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَرْأَةُ كَالضِّلَعِ إِنْ أَقَمْتَهَا كَسَرْتَهَا وَإِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيْهَا عِوَجٌ[۲۳۲]

عورت مثل پسلی کے ہے، اگر اس کو سیدھا کروگے تو توڑ دوگے اور اگر اس سے فائدہ

۲۳۱؎ روح المعانی: ۱/ ۲۳۳-۲۳۴، البقرة (۳۵)، دار إحياء التراث، بيروت

۲۳۲؎ صحیح البخاری: ۲/ ۷۷۹ (۵۲۰۰)، باب المداراة مع النساء، المكتبة المظهرية

اُٹھاؤ گے تو اسی حالت میں اس سے فائدہ اُٹھاسکتے ہو کہ اس کے اندر ٹیڑھا پن رہے گا۔

اس حدیث کو امام بخاری **بابُ المداراۃ مع النساء** کے ذیل میں لائے ہیں جس سے بیویوں کے ساتھ حسنِ سلوک کا سبق ملتا ہے اور ان کی بد اخلاقیوں پر صبر و تحمل کی تعلیم بھی ملتی ہے۔

دوسری حدیث میں تصریح ہے کہ پسلی سے ان کو پیدا کیا گیا ہے:

وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَإِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلَعٍ [۲۳۳]

عورتوں کے ساتھ بھلائی کی وصیت کرو کیوں کہ ان کو پسلی سے پیدا کیا گیا ہے۔

دوستی کا اصل معیار امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ [۲۳۴]

اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور بُری باتوں سے منع کرتے ہیں۔

میرے مرشد مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ اس آیت میں دوستی اور رفاقت کا اصل معیار یہ بتایا گیا ہے کہ ایک دوسرے کو نیک کام کی ترغیب دلائیں اور بُرائی پر روک ٹوک کریں، لیکن آج کل ایسے لوگوں کو پسند نہیں کیا جاتا ہے بلکہ ”من تراحاجی بگویم تو مراحاجی بگو“ والوں کو پسند کرتے ہیں۔

لطیفہ: حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مولوی صاحب سے جو کہ اصلاح کے لیے تھانہ بھون حاضر ہوئے تھے، دریافت فرمایا کب تک ٹھہروگے؟ کہا جب تک آپ میری اصلاح کے لیے مناسب سمجھتے ہیں۔ فرمایا: ہم تو پندرہ سال تک ٹھہرنے کو مناسب سمجھتے ہیں، کیا آپ اتنے دن تک ٹھہریں گے؟ بس خاموش ہوگئے۔ بہت

۲۳۳؎ صحیح البخاری:۲/۷۷۹(۵۲۰۱)،باب الوصاۃ بالنساء، المکتبۃ المظھریۃ

۲۳۴؎ التوبۃ:۷۱

دریافت کیا مگر جواب نہ دیا۔ پھر ان سے کہا کہ آپ اس وقت اُٹھ جایئے مجلس سے، آپ کو دیکھ دیکھ کر مضامین کی آمد ہورہی ہے۔ پھر ہنس کر فرمایا کہ یہ لوگ مجھ کو بداخلاق کہیں گے اور ہم ان کو بداخلاق کہیں گے کہ بات صاف نہیں کرتے۔ ان تکلّفات سے تکلیف ہوتی ہے۔ بہر حال ہم دونوں ایک دوسرے کو پاجی کہیں گے۔ وہ ہم کو اور ہم ان کو۔ پھر ہنس کر یہ مصرعہ پڑھا ؎

من ترا پاجی بگویم تو مرا پاجی بگو[۲۳۵]

مشائخ کے لیے مریدین پر عفو وکرم کی تعلیم

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِينَ وَالْمُهٰجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ[۲۳۶]

اور جو لوگ تم میں سے بزرگی اور وسعت والے ہیں وہ اہلِ قرابت کو اور مساکین کو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے سے قسم نہ کھا بیٹھیں، اور چاہیے کہ یہ معاف کردیں اور درگزر کریں، کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف کردیں؟ بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

آیت کا شانِ نزول تو حضرت مسطح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ہے اور یہ بدری صحابی ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے ناراض ہوکر قسم کھالی تھی کہ اب ان کی کبھی کوئی مدد نہ کریں گے، اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے رشتہ داری میں یہ بھانجے ہوتے تھے۔ ان پر خیر وخیرات کیا کرتے تھے۔ جب قسم کھا بیٹھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت فرمائی کہ عفو وکرم سے کام لیں۔ کیا قیامت کے دن تم اپنے قصوروں کی معافی نہیں چاہتے؟ یعنی ہمارے بندوں کو یہاں تم عفو کرو وہاں ہم

۲۳۵؎ حسن العزیز: ۱۱۳

۲۳۶؎ النور: ۲۲

تمہیں اس کے صلے میں معاف کر دیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان آیات کے نزول کے بعد قسم توڑ کر کفارہ ادا فرمایا اور حضرت مسطح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معاف کر دیا اور ان پر خوب احسان فرمانے لگے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر فرماتے ہیں ''أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ'' أَيْ اَلزِّيَادَةُ فِي الدِّيْنِ ''وَالسَّعَةِ'' أَيْ فِي الْمَالِ ''وَلْيَعْفُوْا'' مَا فَرَطَ مِنْهُمْ ''وَلْيَصْفَحُوْا'' بِالْاِغْضَاءِ عَنْهُ ''اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللهُ لَكُمْ'' أَيْ بِمُقَابَلَةِ عَفْوِكُمْ وَصَفْحِكُمْ وَإِحْسَانِكُمْ إِلٰى مَنْ أَسَاءَ إِلَيْكُمْ ''وَاللهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ'' مُبَالِغٌ فِي الْمَغْفِرَةِ وَالرَّحْمَةِ مَعَ كَمَالِ قُدْرَتِهٖ سُبْحَانَهٗ عَلَى الْمُؤَاخَذَةِ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب یہ آیتیں سنیں وَصَحَّ أَنَّ اَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَمَّا سَمِعَ الْاٰيَةَ فرمایا: بے شک اے ہمارے رب! ہم محبوب رکھتے ہیں کہ آپ ہم کو بخش دیں قَالَ: بَلٰى وَاللهِ يَا رَبَّنَا إِنَّا لَنُحِبُّ أَنْ تَغْفِرَ لَنَا، وَأَعَادَ لَهٗ نَفَقَتَهٗ، وَفِيْ رِوَايَةٍ: إِنَّهٗ صَارَ يُعْطِيْهِ ضِعْفَيْ مَا كَانَ يُعْطِيْهِ أَوَّلًا اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کو جس قدر پہلے دیا کرتے تھے اس سے دوگنا دینے لگے۔[۲۳۷]

مسائل السُّلوک از بیان القرآن

اس آیت سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ ان کو اولوا الفضل سے خطاب فرمایا گیا:

وَفِي الرُّوْحِ إِشَارَةٌ إِلٰى أَنَّهٗ يَنْبَغِيْ لِلشُّيُوْخِ وَالْأَكَابِرِ أَنْ لَّا يَهْجُرُوْا أَصْحَابَ الْعَثَرَاتِ وَأَهْلَ الزَّلَّاتِ مِنَ الْمُرِيْدِيْنَ وَأَنْ لَّا يَقْطَعُوْا إِحْسَانَهُمْ وَفُيُوْضَاتِهِمْ عَنْهُمْ[۲۳۸]

روح المعانی میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ مشائخ اور اکابر کو اپنے مریدین سے ان کی

۲۳۷ے روح المعانی: ۱۸/۱۲۵، النور (۲۲)، دار إحیاء التراث، بیروت

۲۳۸ے بیان القرآن: ۸/۷، النور (۲۲)، ایچ ایم سعید

لغزشوں کے سبب قطع تعلق نہ کرنا چاہیے اور اسی طرح اپنے احسانات اور فیوضات کو ان پر بند نہ کرنا چاہیے۔

اصلاحِ نفس کا مدار

کامیابی اور اصلاحِ نفس کا مدار صرف حق تعالیٰ شانہٗ کا فضل اور اُن کی رحمت ہے، نہ کہ صرف مجاہدہ اور سعی محض

وَلَوْلَا فَضْلُ اللهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ [۲۳۹]

ترجمہ و تفسیر از بیان القرآن: اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی کبھی بھی پاک و صاف نہ ہوتا، لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے پاک و صاف کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا سب کچھ جانتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم مقبول التوبہ اور پاک ہو کر آخرت میں مرحوم ہیں۔

مسائل السلوک: وَلَوْ لَا فَضْلُ اللهِ...الخ صَرِيْحٌ فِيْ أَنَّ الْمَنَاطَ هُوَ الْفَضْلُ لَا السَّعْيُ الْمَحْضُ۔

اس آیت وَلَوْ لَا فَضْلُ اللهِ سے صراحتاً یہ مسئلہ واضح ہے کہ تزکیہ اور اصلاحِ نفس کا مدار اللہ تعالیٰ کے فضل پر ہے نہ کہ مجاہدہ اور سعی محض پر۔[۲۴۰]

بلاغت و معارف: اور اس مقام پر فضل اور رحمت کا فرق یہ ہے کہ فضل سے اشارہ توفیقِ توبہ ہے اور رحمت سے اشارہ شرفِ قبولِ توبہ ہے اور وَاللهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ سے اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ کو سننے والے ہیں اور تمہارے اخلاصِ نیت سے باخبر ہیں۔ سَمِيْعٌ بِاسْتِغْفَارِكُمْ وَعَلِيْمٌ بِاِخْلَاصِ نِيَّاتِكُمْ اور اسم ذات جل شانہٗ سے خبردار کرنا ہے

۲۳۹؎ النور:۲۱

۲۴۰؎ بیان القراٰن:۸/۷،النور(۲۱)،ایچ ایم سعید

کہ الوہیت کے لیے سمع اور علم لوازم سے ہے۔ اور ضمیر پر اکتفا نہ فرمایا تاکہ غیبوبت اور بُعد کا اَلم نہ محسوس ہو۔ محبوبِ حقیقی کے نام پاک کی لذت بھی ان کو حاصل ہو جاوے۔ ورنہ إِنَّهٗ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ کا عنوان بھی ہو سکتا تھا، مگر ضمیر غائب سے تعبیر نہیں فرمایا۔[۲۴۱]

اصلاحِ قلب کی اہمیت

عَنۡ نُعۡمَانَ بۡنِ بَشِيۡرٍ يَقُوۡلُ: سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ يَقُوۡلُ: أَلَا وَإِنَّ فِي الۡجَسَدِ مُضۡغَةً اِذَا صَلَحَتۡ صَلَحَ الۡجَسَدُ كُلُّهٗ وَإِذَا فَسَدَتۡ فَسَدَ الۡجَسَدُ كُلُّهٗ أَلَا وَهِيَ الۡقَلۡبُ[۲۴۲]

تحقیق جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ اچھا ہوتا ہے تو تمام جسم اچھا ہوتا ہے اور اگر وہ بگڑ جاتا ہے تو تمام جسم بگڑ جاتا ہے اور یاد رکھو کہ وہ ٹکڑا دل ہے۔

حالِ راوی: کنیت ابو عبد اللہ ہے، انصاری صحابی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے کے بعد مسلمین انصار میں یہ سب سے پہلے بچے ہیں جو تولد ہوئے، یہ اور ان کے والد دونوں صحابی ہیں اور کوفے میں رہتے تھے اور شام کے ایک شہر (جس کا نام حمص ہے) کے گورنر بنائے گئے اور جس وقت یہ آٹھ سال سات مہینہ کے تھے اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی اور بالغ ہونے کے بعد منبر پر بیان کی جس کو صحابہ رضی اللہ عنہم نے قبول کیا۔

مسئلہ: اس میں دلیل ہے کہ جب بچے میں عقل تمیز پیدا ہو جائے تو اس وقت اس کی روایت معتبر ہے، جیسا کہ حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: فِيۡهِ دَلِيۡلٌ عَلٰى صِحَّةِ تَحَمُّلِ الصَّبِيِّ الۡمُمَيِّزِ لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ مَاتَ وَلِنُعۡمَانَ ثَمَانُ سِنِيۡنَ[۲۴۳]

---

[۲۴۱] روح المعانی: ۱۸/۱۲۴، دار إحياء التراث، بیروت

[۲۴۲] صحیح البخاری: ۱/۱۳ (۵۲)، باب فضل من استبرأ لدينه، المكتبة المظهرية

[۲۴۳] فتح الباری: ۱/۱۲۶، کتاب الایمان، دار المعرفة، بيروت

تشریح: أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ میں جو واؤ ہے وہ جملہ مقدر پر عطف ہے جو یہ ہے وَهِيَ أَنَّ حَقِيْقَةَ الْأَمْرِ مُضْغَةً قلب کو مضغہ سے اس لیے تعبیر فرمایا تاکہ معلوم ہو جاوے کہ جسم کے مقابلے میں قلب بہت چھوٹا ہے لیکن قالب کی اصلاح و فساد قلب کے تابع ہے لِأَنَّ الْقَلْبَ سُلْطَانُ الْبَدَنِ لَمَّا صَلَحَ السُّلْطَانُ صَلَحَتِ الرَّعِيَّةُ اس لیے کہ قلب جسم کا بادشاہ ہے جب بادشاہ صحیح ہو گا تو رعیت بھی صحیح ہو گی۔[۲۴۴]

از مرقاۃ، جلد ۲، صفحہ ۳۶: ''إِذَا صَلَحَتْ'' أَيْ تَنَوَّرَتْ بِالْإِيْمَانِ وَالْعِرْفَانِ وَالْإِيْقَانِ یعنی جب قلب منور ہو جائے نورِ ایمان، نورِ عرفان اور نورِ ایقان سے۔ ''صَلَحَ الْجَسَدُ'' أَيْ أَعْضَاؤُهٗ ''كُلُّهٗ'' بِالْأَعْمَالِ وَالْأَخْلَاقِ وَالْأَحْوَالِ یعنی جسم کے اعضا سے اعمالِ صالحہ، اخلاقِ حمیدہ اور احوالِ جمیلہ ظاہر ہوں گے۔ ''وَإِذَا فَسَدَتْ'' أَيْ إِذَا تَلَفَتْ وَأَظْلَمَتْ بِالْجُحُوْدِ وَالشَّكِّ وَ الْكُفْرَانِ یعنی جب قلب برباد ہو جائے ظلمتوں سے بسبب جحود اور شک اور کفر کے۔ ''فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ'' أَيْ بِالْفُجُوْرِ وَالْعِصْيَانِ، فَعَلَى الْمُكَلَّفِ اَنْ يُّقْبِلَ عَلَى الْقَلْبِ وَيَمْنَعَهٗ عَنِ الْاِنْهِمَاكِ فِي الشَّهَوَاتِ وَلَا يَسْتَعْمِلَ جَوَارِحَهٗ بِاكْتِسَابِ الْمُحَرَّمَاتِ یعنی جسم فاسد ہو گا نافرمانی سے اور گناہوں سے۔ پس مکلف پر یعنی ہر شخص پر واجب ہے کہ قلب کی نگرانی رکھے اور اس کو روک کر رکھے خواہشاتِ نفسانیہ میں منہمک ہونے سے، اور اس کے جوارح نہ استعمال ہوں ارتکابِ محرمات میں۔ ''أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ'' لِأَنَّ الْقَلْبَ فَهُوَ كَالْمَلِكِ وَالْأَعْضَاءَ كَالرَّعِيَّةِ اس لیے کہ قلب مثل بادشاہ کے ہے اور اعضا اس کی رعایا ہیں۔

قَالَ الْمُلَّا عَلِيُّ الْقَارِيُّ فِي الْمِرْقَاةِ: فَاَهَمُّ الْأُمُوْرِ مُرَاعَاتُهٗ مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ نہایت اہم امور میں سے ہے قلب کی اصلاح اور نگرانی۔[۲۴۵]

۲۴۴؎ عمدۃ القاری: ۱/۲۶۹، باب فضل من استبرأ لدینہ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۲۴۵؎ مرقاۃ المفاتیح: ۶/۱۰، باب الکسب وطلب الحلال، دار الکتب العلمیۃ

قلب کا مفہوم

کَمَا قَالَ الشَّاعِرُ ؎

قَدْ سُمِّیَ الْقَلْبُ قَلْبًا مِنْ تَقَلُّبِهٖ
فَاحْذَرْ عَلَی الْقَلْبِ مِنْ قَلْبٍ وَّتَحْوِیْلٖ

جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے: قلب کا نام قلب اس لیے ہے کہ وہ ہر وقت بدلتا رہتا ہے۔ پس سخت اہتمام رکھو کہ قلب حق سے باطل کی طرف نہ پھر جائے۔

عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ قَالَتْ: کَانَ اَکْثَرُ دُعَاءِ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ[۲۴۶]

ام المؤمنین حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دعا کو کثرت سے پڑھتے تھے اے دلوں کے بدلنے والے! میرے دل کو دین پر قائم رکھیے۔

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ (بفتح القاف و بضم خطا باشد۔ قسطلہ ایک مقام ہے جس کی طرف نسبت ہے۔ غیاث اللغات) نے قلب کو امیر البدن اور قالب کو اس کی رعیت فرمایا۔ اور رعیت کی صلاح وفساد موقوف ہے امیر کی صلاح وفساد پر، فرماتے ہیں:

وَأَشْرَفُ مَا فِی الْاِنْسَانِ قَلْبُهٗ فَإِنَّهُ الْعَالِمُ بِاللہِ تَعَالٰی وَالْجَوَارِحُ خَدَمٌ لَّهٗ[۲۴۷]

علامہ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سُمِّیَ الْقَلْبُ قَلْبًا لِتَقَلُّبِهٖ فِی الْأُمُوْرِ، وَخُصَّ الْقَلْبُ بِذَالِكَ لِأَنَّهٗ أَمِیْرُ الْبَدَنِ، بِصَلَاحِ الْأَمِیْرِ تَصْلُحُ الرَّعِیَّۃُ وَبِفَسَادِهٖ تَفْسُدُ، وَفِیْهِ تَنْبِیْهٌ عَلٰی تَعْظِیْمِ قَدْرِ الْقَلْبِ وَالْحَثِّ لِصَلَاحِهٖ[۲۴۸]

۲۴۶؎ جامع الترمذی: ۳۶/۲، باب ما جاء ان القلوب بین اصبعی الرحمٰن، ایچ ایم سعید

۲۴۷؎ ارشاد الساری لشرح البخاری: ۱۴۴/۱، باب اداء الخمس من الایمان، المطبعۃ الکبرٰی الامیریۃ، مصر

۲۴۸؎ فتح الباری: ۱۲۸/۱، باب فضل من استبرأ لدینہ، دار المعرفۃ، بیروت

قلب کا نام قلب اس لیے رکھا گیا کہ وہ متقلب فی الامور ہوتا ہے اور اس نام کے ساتھ قلب کو خاص کیا گیا کیوں کہ قلب امیر البدن ہے، امیر کی صلاح سے رعایا کی صلاح ہوتی ہے اور اس کے فساد سے رعایا کا فساد ہوتا ہے۔

علامہ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اصلاحِ قلب کا عظیم الشان ثبوت ہے، جیسا کہ صوفیائے کرام کا معمول ہے۔ اگر قالب سے گناہ سرزد ہوتے ہیں (مثلاً داڑھی منڈانا، ٹخنے سے نیچے پائجامہ لٹکانا، بدنگاہی کرنا وغیرہ) تو یہ سب قلب کے فساد کی علامت ہے، صلاحِ قالب کے لیے صلاحِ قلب لازمی ہے اور فسادِ قالب کے لیے فسادِ قلب لازمی ہے۔

کما قال الخواجۃ الھندی المجذوب رحمہ اللہ تعالٰی ؎

دل میں اگر حضور ہو سر تیرا خم ضرور ہو
جس کا نہ کچھ ظہور ہو عشق وہ عشق ہی نہیں

قلبِ سلیم کی تفسیر

جب قلب صالح ہوجاتا ہے اس کو ''قلبِ سلیم'' کہتے ہیں، قلبِ سلیم کی پانچ تفسیریں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہیں اس آیت کے ذیل میں:

یَوۡمَ لَا یَنۡفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوۡنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنۡ اَتَی اللّٰہَ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ ﴿۸۹﴾[۲۴۹]

اس دن میں کہ نجات کے لیے نہ مال کام آوے نہ اولاد، مگر ہاں اس کی نجات ہوگی جو اللہ کے پاس کفر و شرک سے پاک دل لے کر آوے گا۔

۱) اَلَّذِیۡ یُنۡفِقُ مَالَہٗ فِیۡ سَبِیۡلِ الۡبِرِّ۔ قلبِ سلیم وہ ہے کہ جو مال خرچ کرے نیک راستے میں۔

۲) اَلَّذِیۡ یُرۡشِدُ بَنِیۡہِ اِلَی الۡحَقِّ۔ قلبِ سلیم وہ ہے جو اپنی اولاد کو نیک راستے پر

---

[۲۴۹] الشعرآء: ۸۸-۸۹

لانے کی کوشش کرے۔ یہ دو تفسیر **يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ** کے پیشِ نظر اس کے ربط کو ملحوظ رکھتے ہوئے کی گئیں۔

۳) **اَلَّذِیْ یَکُوْنُ خَالِیًا عَنِ الْعَقَائِدِ الْبَاطِلَةِ أَیْ مِنَ الْکُفْرِ وَالشِّرْكِ وَالْبِدْعَةِ** قلبِ سلیم وہ ہے جو عقائدِ باطلہ یعنی کفر و شرک اور بدعت سے خالی ہو۔

۴) **اَلَّذِیْ یَکُوْنُ خَالِیًا مِّنَ الشَّهَوَاتِ الَّتِیْ تُؤَدِّیْ اِلَی النَّارِ** قلبِ سلیم وہ ہے جو ان تقاضائے شہوانیہ کے غلبہ سے نجات پا جائے جو جہنم کی طرف لے جانے والے ہیں۔

۵)... **قَالَ سُفْیَانُ: اَلَّذِیْ لَیْسَ فِیْهِ غَیْرُ اللهِ**۔ اور سفیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قلبِ سلیم وہ ہے جس میں ماسوی اللہ کے اور کوئی نہ ہو۔[۲۵۰]

کما قال الخواجۃ الھندی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

دل میرا ہو جائے اِک میدانِ ہو
تو ہی تو ہو تو ہی تو ہو تو ہی تو
اور میرے تن میں بجائے آب و گل
دردِ دل ہو دردِ دل ہو دردِ دل
غیر سے بالکل ہی اُٹھ جائے نظر
تو ہی تو آئے نظر دیکھوں جدھر
ہر تمنّا دل سے رخصت ہوگئی
اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

كَمَا قَالَ الْقُطْبُ الرَّبَّانِیُّ السَّیِّدُ عَبْدُ الْقَادِرِ الْجِیْلَانِیُّ رَحِمَهُ اللهُ: اَلْاِسْمُ الْأَعْظَمُ هُوَ اللهُ لٰکِنْ بِشَرْطِ أَنْ تَقُوْلَ (اللهُ) وَلَیْسَ فِیْ قَلْبِكَ سِوَی اللهِ[۲۵۱] امام عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسمِ اعظم لفظِ اللہ ہے،

---

۲۵۰ روح المعانی: ۱۹/۱۰۱، الشعرآء (۸۹)، دار إحیاء التراث، بیروت

۲۵۱ مرقاۃ المفاتیح: ۵/۷۰، باب اسماء اللہ تعالیٰ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

بشرطیکہ اللہ زبان سے نکلے تو قلب غیر اللہ سے خالی ہو۔

گزرتا ہے کبھی دل پر وہ غم جس کی کرامت سے
مجھے تو یہ جہاں بے آسماں معلوم ہوتا ہے

(اختؔر)

علامہ محی الدین ابوزکریانووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث دلیل ہے اصلاحِ باطن پر جس کا صوفیا اہتمام کرتے ہیں۔ هٰذَا الْحَدِيْثُ التَّاكِيْدُ عَلَى السَّعْيِ فِيْ صَلَاحِ الْقَلْبِ[۲۵۲] یہ حدیث دلالت کرتی ہے اصلاحِ قلب کے حاصل کرنے پر۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (بضم القاف والطاء ہے۔ قرطبہ اندلس کا ایک شہر ہے اور اندلس کو اب اسپین کہتے ہیں) اعمال کی صحت و فساد کا مدار قلب کے صلاح و فساد پر ہے۔

أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً ...الخ کو محدثین نے عماد الدین فرمایا ہے۔

چناں چہ حضرت مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں: قَالَ النَّوَوِيُّ رَحِمَهُ اللهُ: اِتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى عِظَمِ مَوْقِعِ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَكَثْرَةِ فَوَايِدِهٖ، فَإِنَّهٗ أَحَدُ الْاَحَادِيْثِ الَّتِيْ عَلَيْهَا مَدَارُ الْاِسْلَامِ، قِيْلَ هِيَ ثَلَاثٌ: حَدِيْثُ الْأَعْمَالِ بِالنِّيَّاتِ، وَحَدِيْثُ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَا لَا يَعْنِيْهِ، وَهٰذَا الْحَدِيْثُ[۲۵۳]

أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى عِظَمِ مَوْقِعِ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَكَثْرَةِ فَوَايِدِهٖ وَأَنَّهٗ أَحَدُ الْأَحَادِيْثِ الَّتِيْ عَلَيْهَا مَدَارُ الْاِسْلَامِ، قَالَ جَمَاعَةٌ: هُوَ ثُلُثُ الْاِسْلَامِ وَأَنَّ الْاِسْلَامَ يَدُوْرُ عَلَيْهِ وَعَلٰى حَدِيْثِ الْاَعْمَالِ بِالنِّيَّاتِ وَحَدِيْثِ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَالَا يَعْنِيْهِ[۲۵۴]

---

۲۵۲ شرح النووی: ۱۱/۲۹، باب اخذ الحلال وترک الشبہات، المطبعة المصرية بالازهر

۲۵۳ مرقاة المفاتیح: ۹/۷۷، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم، دار الكتب العلمية، بيروت

۲۵۴ شرح النووی: ۱۱/۲۷، اخذ الحلال وترک الشبہات، المطبعة المصرية بالازهر

علماء کا اجماع ہے کہ یہ حدیث عظیم الشان ہے اور کثیر الفوائد ہے اور یہ حدیث ان تین احادیث میں سے ایک ہے جن پر اسلام کا دارومدار ہے۔ ایک جماعت نے کہا کہ یہ حدیث ثلثِ اسلام ہے (یعنی اس میں تہائی اسلام ہے) وہ تین احادیث جن پر مدارِ اسلام ہے یہ ہیں:

۱) أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً... الخ

۲) إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ... الخ

۳) مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَالَا يَعْنِيْهِ۔

۱) ترجمہ ہوچکا۔ ۲) اعمال کی قبولیت کا مدار اخلاصِ نیت پر ہے۔ ۳) آدمی کا حسنِ اسلام لایعنی اور فضول باتوں کے ترک کردینے سے ہے۔

حقوقِ مصلح اور آدابِ اصلاح

از ملفوظاتِ کمالاتِ اشرفیہ

۱) فرمایا کہ بدونِ صحبتِ شیخ اگر کوئی لاکھ تسبیحیں پڑھتا رہے کچھ نفع نہیں۔ حضرت خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! خود ذکر اللہ میں یہ کیفیت ہونی چاہیے تھی کہ وہ خود کافی ہوجایا کرتا، صحبتِ شیخ کی کیوں قید ہے؟ فرمایا کہ کام بناوے گا تو ذکر اللہ ہی بناوے گا لیکن عادت اللہ یوں ہی جاری ہے کہ بدون شیخ کی صحبت کے نِرا ذکر کام بنانے کے لیے کافی نہیں، اس کے لیے صحبتِ شیخ شرط ہے۔ جس طرح کاٹ جب کرے گی تلوار ہی کرے گی لیکن شرط یہ ہے کہ وہ کسی کے قبضہ میں ہو، ورنہ اکیلی تلوار کچھ نہیں کرسکتی گو کاٹ جب ہوگا تلوار ہی سے ہوگا۔

۲) فرمایا کہ۔

تین حق مرشد کے ہیں رکھ ان کو یاد

اعتقاد و اعتماد و انقیاد

۳) فرمایا کہ شیخ کامل کی پہچان یہ ہے کہ شریعت کا پورا متبع ہو، بدعت اور شرک سے محفوظ

ہو، کوئی جہل کی بات نہ کرتا ہو، اس کی صحبت میں بیٹھنے کا اثر یہ ہو کہ دنیا کی محبت گھٹتی جاوے اور حق تعالیٰ کی محبت بڑھتی جاوے اور جو مرض باطنی بیان کرو اس کو توجہ سے سن کر اس کا علاج تجویز کرے اور جو علاج تجویز کرے اس علاج سے دم بدم نفع ہوتا چلا جاوے اور اس کے اتباع کی بدولت روز بروز حالت درست ہوتی جاوے۔

۴) فرمایا کہ ہمت سے اگر انسان کام لے تو کوئی کام بھی مشکل نہیں، اور یہ ہمت پیدا ہوتی ہے کسی کامل کی صحبت میں رہنے سے یا اس سے تعلق پیدا کرنے سے۔

۵) فرمایا کہ ایسے کو مرید کرنا مناسب نہیں جس کا ادب شیخ کو کرنا پڑے بلکہ ایسے کو کرنا چاہیے جس کو جو چاہے کہہ سکے۔

٦) فرمایا کہ جب تک نسبت راسخ نہ ہو جائے مختلف بزرگوں سے ملنا اچھا نہیں، کسی کے پاس بقصدِ استفادہ و برکت نہ جاوے، مزارات پر بھی اس قصد سے نہ جاوے، اور بعد رسوخِ نسبت خود ہی جانے کو دل نہ چاہے گا۔ پھر فرمایا کہ طالب کا تو اپنے شیخ کی نسبت یہ مسلک ہونا چاہیے۔

ہمہ شہر پر ز خوباں منم و خیال ماہے
چہ کنم کہ چشمِ بدخو نہ کند بہ کس نگاہے

وہ عورت فاحشہ ہے جو اپنے خاوند کے سوا دوسرے پر نظر کرے۔ اسی طرح مرید کو شیخ کے علاوہ کسی دوسرے پر نظر نہ کرنی چاہیے، شیخ کو یہ سمجھے کہ میرے لیے سب سے انفع یہی ہے، اس کو وحدتِ مطلب کہتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ جس طرح وحدتِ مطلوب ضروری ہے اسی طرح وحدتِ مطلب ضروری ہے، البتہ نسبت راسخ ہو جانے کے بعد پھر جہاں چاہے جاوے، جہاں چاہے اُٹھے، جہاں چاہے بیٹھے۔

۷) فرمایا کہ بعد تکمیل کے پھر شیخ کا دخل تربیت میں نہیں رہتا، نہ حاجت رہتی ہے، خود منجانب اللہ بلاواسطہ اس کی تربیت ہوتی رہتی ہے، طالب شیخ سے مستغنی ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ مشاطہ بنا سنوار کر دلہن کو دولہا تک پہنچا دیتی ہے، اس کے بعد پھر وہاں اس کا گزر نہیں ہوتا۔ البتہ شیخ کا جس کی بدولت اس کو یہ وصول الی اللہ میسر

ہوا ہے ہمیشہ ممنون رہنا چاہیے ورنہ ناشکری موجبِ زوال ہو جاتی ہے۔

۸) فرمایا کہ بیعت کی حقیقت ہے اعتقادِ جازم اپنے تعلیم کرنے والے پر یعنی اس کو یہ یقین ہو کہ یہ میرا خیر خواہ ہے اور جو مشورہ دے گا وہ میرے لیے نہایت نافع ہو گا۔ غرض اس پر پورا اطمینان ہو اور اپنی رائے کو اس کی تجویز و تشخیص میں مطلق دخل نہ دے۔

۹) فرمایا کہ طالب کو اپنے شیخ کے سامنے اپنی رائے کو بالکل فنا کر دینا چاہیے۔ دو چیزیں لازمۂ طریق ہیں: اتباعِ سنت اور اتباعِ شیخ، جب یہ حالت مرید کی نہ ہو کہ اگر شیخ جان بھی مانگے تو بھی دریغ نہ کرے تب تک کچھ لطف بیعت کا نہیں۔

۱۰) فرمایا کہ جو ذکر و شغل کے لیے آوے اس کو کسی بات سے تعلق نہیں رکھنا چاہیے، بس اپنے کام میں مشغول رہے نہ کسی کا پیام پہنچاوے نہ کسی کا سلام شیخ کو پہنچاوے۔ خود بھی کسی اور جانب متوجہ نہ ہو اور نہ شیخ کو متوجہ کرے، بلکہ جہاں تک ہو سکے شیخ کو اپنی طرف متوجہ رکھے، اگر کسی کا سلام پہنچایا تو گویا اس نے خود اپنے شیخ کو دوسرے کی طرف متوجہ کیا جو اس کی مصلحت کے بھی منافی ہے اور غیرتِ عشق کے بھی خلاف ہے۔

۱۱) ایک شخص نے دریافت کیا کہ کوئی بیعت تو ایک شیخ سے ہے اور تعلیم دوسرے شیخ سے باجازت یا بلا اجازت شیخِ اوّل کے حاصل کرتا ہے تو وہ اپنے لیے افید و انفع و افضل ہونے کا اعتقاد کس کے ساتھ رکھے؟ فرمایا کہ ثانی کے ساتھ، مگر اوّل کو اس نفع کا سببِ بعید یعنی سبب السبب سمجھے اور اس کے ساتھ گستاخی نہ کرے۔

۱۲) فرمایا کہ جب کوئی مرض یاد آجائے اس کو فوراً نوٹ کر لیا کرے اور ایک ہفتہ تک دیکھا کرے کہ وہ زائل ہوا یا نہیں، اگر زائل نہ ہوا تو نفس کو اور مہلت نہ دے بلکہ مصلح کو اطلاع کر دے۔

۱۳) فرمایا کہ اخلاقِ رذیلہ کا مختصر علاج یہ ہے کہ تأمُّل و تحمل یعنی جو کام کرے سوچ کر کرے کہ شرعاً جائز ہے یا نہیں اور جلدی نہ کرے بلکہ تحمل سے کام کیا کرے یا اطلاع و اتباع یعنی اپنے احوال و اعمال سے شیخ کو مطلع کرتا رہے اور اس کی تجویز پر

عمل کرے اور جو کچھ کہے اس پر اعتماد کرے۔

۱۴) فرمایا کہ شیخ کا ولی ہونا ضروری نہیں، مقبول ہونا ضروری نہیں، ہاں فن کا جاننا اور اس میں مہارت ہونا ضروری ہے، جیسے کہ طبیب کہ اس کا پرہیز گار ہونا ضروری نہیں، فن کا جاننا البتہ ضروری ہے۔ اسی طرح اگر اعمالِ صالحہ ہوں، تقویٰ ہو، ولایت حاصل ہو جائے گی گو شیخ نہ ہو، ہاں یہ ضرور ہے کہ اگر شیخ ولی بھی ہو تو اس کی تعلیم میں برکت زیادہ ہو گی۔

۱۵) فرمایا کہ توجہ مرشد کی اس وقت نافع ہوتی ہے جبکہ اس کی اطاعت کی جاوے اور اس کے بتلانے کے موافق عمل کیا جاوے اور اپنے کو اس کے ہاتھ میں مردہ بدست زندہ کر دیا جاوے کہ وہ جس طرح چاہے تم میں تصرف کرے، اس کے بعد جو توجہ مرشد کی ہوتی ہے وہ واقعی کیمیا ہوتی ہے۔

۱۶) فرمایا کہ ایذائے شیوخ بلا قصد بھی وبال سے خالی نہیں ہوتی، اس لیے افراط فی الشفقت مضر ہے کیوں کہ جتنی شفقت زیادہ شیخ کو ہو گی اتنی ہی مرید کی بے تمیزیوں سے زیادہ ایذا ہو گی۔

۱۷) فرمایا کہ مرید کے لیے شیخ کے قلب میں اپنی طرف رغبت و اُنس پیدا کرنے کا طریق اتباع ہے، نہ کہ اس سے اختلاف کرنا اور مریدی کے سر ہو جانا۔

۱۸) فرمایا کہ سلف کے خدام کا یہ مذاق تھا کہ شیخ نے ذرا بھی شریعت سے تجاوز کیا فوراً گرفت کرتے تھے اور یہ سبق حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہم کو پڑھایا ہے۔ چناں چہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ خطبہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ ''لَوْمِلْتُ عَنِ الْحَقِّ شَيْئًا فَمَا تَفْعَلُوْنَ'' اگر میں حق سے ذرا ہٹ جاؤں تو تم کیا کرو گے؟ اسی وقت ایک صحابی تلوار لے کر اُٹھے اور سیدھی کر کے کہا ''لَنُقِيْمَنَّكَ بِهٰذَا السَّيْفِ'' یعنی ہم تلوار سے آپ کو سیدھا کر دیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اَلْحَمْدُلِلّٰهِ'' خدا کا شکر ہے کہ میرے دوستوں میں ایسے لوگ موجود ہیں جو میری کجی کو درست کر سکتے ہیں، اب مجھے بے فکری ہے

کہ ان شاء اللہ! میں حق سے نہ ہٹوں گا۔

۱۹) فرمایا کہ مناسبتِ شیخ (جو مدار ہے افاضہ و استفاضہ کا) اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ شیخ سے مرید کو اس قدر موانست ہو جاوے کہ شیخ کے کسی قول و فعل سے مرید کے دل میں طبعی نکیر نہ پیدا ہو، گو عقلی ہو۔

۲۰) فرمایا کہ اس طریق میں تکدر قلبِ شیخ مانع و حاجب ہے، اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کو جنہوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو بُرے طور سے قتل کیا تھا اپنے سامنے آنے سے روک دیا کہ روز روز دیکھ کر انقباض ہو گا اور میرے انقباض سے ضرر ہو گا کہ فیوض و برکات سے حرمان ہو جائے گا۔

۲۱) فرمایا کہ کسی بزرگ سے تعلق پیدا کر لو، اگر ممکن ہو سکے تو اس کی صحبت میں رہو، اگر اس کے حقوقِ صحبت ادا نہ کر سکو تو اس سے خط و کتابت کر کے اپنے اعمال کی حفاظت رکھو اور شیخ کو اپنے حالات کی اطلاع کرتے رہو اور وہ جو بتلائے اس پر عمل کرو کیوں کہ امراضِ باطنی کی جو دوائیں ہیں وہ ان کی خاصیت خوب جانتا ہے۔

۲۲) فرمایا کہ اس قسم کے مسائل جن کا تعلق اصلاحِ نفس سے ہے کسی تصوف کی کتاب میں دیکھ کر اس پر عمل کرنا اس شرط سے درست ہے کہ فہم میں یا حدود و شروط میں غلطی نہ ہو، لیکن ان غلطیوں کا احتمال عادتاً غالب ہے، اس لیے بدون مشورہ کسی شیخ مبصر کے خود عمل مناسب نہیں، البتہ مناسب ہے کہ اس علاج کو نقل کر کے مشورہ کر لے۔

۲۳) فرمایا کہ تعلق فی اللہ والے کی رضا کا قصد اللہ ہی کی رضا کا قصد ہے اور وہ عینِ اخلاص ہے، مثلاً شیخ کے خوش کرنے کے لیے تہجد پڑھنا خلافِ اخلاص نہیں۔

۲۴) فرمایا کہ اس طریق میں سب سے زیادہ جو مضر چیز ہے وہ معلّم پر اعتراض ہے، اس کا ہمیشہ خیال چاہیے۔

۲۵) فرمایا کہ اصل بیعت تو انقیاد و اعتقاد ہے کہ ایک شخص راہ بتانے والا ہو اور تم اس کا اتباع لازم سمجھو، بیعتِ صوری کی ضرورت نہیں۔

۲۶) فرمایا کہ شیخ اور مرید کی مناسبت کے معنیٰ یہ ہیں کہ شیخ کی سب باتیں مرید کو پسند ہوں اور مرید کی سب باتیں شیخ کو پسند ہوں، اور یہی مناسبت شرط ہے بیعت کی، نہ کہ تعلیم کی۔

۲۷) فرمایا کہ نفع باطنی کا دار و مدار مناسبتِ طبیعت پر ہے اور اس کو خود صاحبِ معاملہ ہی جان سکتا ہے، جب تک دو طبیعتوں میں موافقت نہ ہوگی نفع نہ ہوگا، مرید تو شیخ کو یہی سمجھتا رہے کہ میرے لیے بس جو کچھ ہیں یہی ہیں چاہے وہ کچھ بھی نہ ہوں۔

ہمہ شہر پر زخوباں منم وخیال ماہے
چہ کنم کہ چشمِ بدخو نہ کند بہ کس نگاہے

۲۸) فرمایا کہ اگر شیخ سے قطع تعلق کر دے تو سب فیوض بند ہو جاویں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کم تعلقی کرکے تو پھر بالکل واردات وفیوض کچھ بھی نہ رہیں گے۔

۲۹) فرمایا کہ مرید کو شیخ کے قلب کا انقباض مانعِ فیض ہو جاتا ہے، اس لیے مرید کو اپنے شیخ سے طالب علمی کی حیثیت سے پڑھنا نہ چاہیے، ہاں بلاکتاب کے بیٹھ جانا، تقریر کو سننا اور سوالات نہ کرنا اس کا مضایقہ نہیں۔

۳۰) فرمایا کہ حقوق الشیخ کا آسان خلاصہ یہ ہے کہ دل آزاری نہ ہو، نہ قول و فعل سے نہ حرکات و سکنات سے۔

۳۱) فرمایا کہ شیخ کا اتباع مطلق و اطاعتِ مطلقہ نہ عقائد میں ہے، نہ کشفیات میں، نہ جمیع مسائل میں، نہ امورِ معاشیہ میں (مثلاً شیخ طالب سے کہے کہ تم اپنی لڑکی کا رشتہ میرے لڑکے سے یا کسی اور سے کردو) صرف طریقِ تربیت، تشخیصِ امراض و تجویز و تدابیر اور ان مسائل میں ہے جن کا تعلق تربیت و اصلاحِ باطنی سے ہے، وہ بھی اس وقت تک جب تک ان کا جواز مرید و شیخ کے درمیان متفق علیہ ہو اور اگر اختلاف ہو تو شیخ سے مناظرہ کرنا تو خلافِ طریق ہے اور امتثالِ امر خلافِ شریعت ہے، ایسی صورت میں ادب جامع بین ادبین یہ ہے کہ علماء سے استفتا کرکے یا اپنی تحقیق سے حکم متعین کرکے شیخ کو اطلاع کرے کہ میں فلاں عمل کو جائز نہیں سمجھتا اور ہمارے

سلسلہ میں اس قسم کی تعلیم ہے مجھ کو کیا کرنا چاہیے، اس پر اگر شیخ پھر بھی وہی حکم دے تو اس شیخ کو چھوڑ دینا چاہیے، اور اگر وہ ترک کی اجازت دے تو یہ بھی اس کی متابعت ہے، یہ معنیٰ ہیں اتباعِ کامل کے۔ یعنی جو مرضِ نفسانی اس نے تجویز کیا ہو یا جو تدابیر اس نے تجویز کی ہوں یا جو عملِ مشروع جس کا مشروع ہونا شیخ و مرید میں متفق علیہ ہو تجویز کیا ہو، ان چیزوں میں اتباع کامل کرے، ذرا بھی اپنی رائے کو دخل نہ دے، اور باقی امور میں اتباع مراد نہیں۔

۳۲) فرمایا کہ ذوق پیدا ہوتا ہے اہل اللہ کی صحبت اور ان کی جوتیاں سیدھی کرنے سے جو کہ اعتقاد و انقیاد کے ساتھ ہو کیوں کہ یہاں محض تقلید سے کام چلتا ہے، چون و چرا کرنے سے کام نہیں چلتا ہے۔

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ
جز شکستہ می نہ گیرد فضل شاہ

جیسے کوئی بچہ استاد کے سامنے الف بے لے کر بیٹھے اور اُستاد پڑھاوے کہہ الف اور کہہ بے اور بچہ یوں کہنے لگے کہ الف کی صورت ایسی کیوں ہوئی اور بے کی ایسی کس واسطے ہوئی، تو اُستاد اس سے کہے گا کہ تو اپنے گھر کا راستہ لے۔ بات یہ ہے کہ ابتدا ہر امر کی تقلیدِ محض ہے۔

۳۳) فرمایا کہ شیخ وہ ہے کہ مصلح ہو، نرا صالح ہونا کافی نہیں۔ ولی کے لیے صالح ہونے کی ضرورت ہے، مصلح ہو یا نہ ہو، اور شیخ ولی ہونے کے لیے دونوں کے جمع ہونے کی ضرورت ہے کہ صالح بھی ہو اور مصلح بھی ہو، مصلح اگر صالح اور متقی نہیں تو ایسوں کے راستہ بتلانے میں برکت نہیں ہوتی، عادۃ اللہ ہے کہ جو ایسوں سے رجوع کرتے ہیں ان کو طریق پر آمادگی نہیں ہوتی۔ شیخ کو چاہیے کہ اپنے لیے خلوت کا بھی کچھ نہ کچھ وقت تجویز کرے، اس سے بھی برکت ہوتی ہے۔

۳۴) فرمایا کہ ایک بات سمجھنے کے قابل ہے کہ احکامِ شریعت کے خلاف کرنے سے تو آخرت میں عذاب ہوگا اور آدابِ طریقت کے خلاف کرنے سے معصیت نہیں ہوتی،

مگر دنیوی ضرر لاحق ہو جاتا ہے، آخرت کا ضرر نہ ہو گا گو بواسطہ آخرت سے بھی محرومی ہو جاوے گی کیوں کہ اس مخالفت کا اوّل ضرر یہ ہوتا ہے کہ اللہ کا نام لینے کی حلاوت جاتی رہتی ہے، پھر تعطل ہو جاتا ہے، پھر ترکِ مستحب، پھر ترکِ سنت وواجبات یہاں تک کہ سلبِ ایمان کی نوبت آجاتی ہے، کہیں اگر اس حالت میں بھی ہمت سے شریعت کا کام کرتا رہے تو آخرت کا نقصان نہیں، مگر انشراح وراحت واطمینان نصیب نہ ہو گا۔ یہ غلط ہے کہ پیر کے ناراض ہو جانے سے اللہ میاں ناراض ہوں گے اور آدابِ طریقت سے کوئی ادب غامض نہیں۔ پیر کو مکدر نہ کیا جاوے، طعن واعتراض اس پر نہ ہو، پیر سے غلطی ہو جانے پر نصیحت بھی کرے، مگر ادب سے۔

۳۵) فرمایا کہ پیر کو مکدر نہ کرنا چاہیے، اگر تکدر سے بچنے کا قصد کرے اور تکدر ہو جائے تو اس کا اثر نہیں، اثر ہوتا ہے قلب مبالات کا۔ پس یہ تین حالتیں ہیں، ایک تو دل دکھانے کا قصد ہے، دوسرے دل نہ دکھانے کا قصد نہ ہو، تیسرے دل نہ دکھانے کا قصد ہو۔ پہلی حالت اشد ہے، دوسری اہون، تیسری پسندیدہ ہے۔ دوسری حالت کا باعث قلب مبالات ہے، جس دل میں محبت اور عظمت ہو گی تو بے پروائی نہیں ہو سکتی، اگر قلب مبالات ہے اور بے پروائی ہے تو یا تو محبت کم ہے یا عظمت کم ہے، اگر محبت وعظمت دونوں نہ ہوں تو ایسے موقع پر عقل سے کام لو، سوچ کر کام کرے جس سے تکدر نہ ہو۔

۳۶) فرمایا کہ شیخ کے قلب کو ہر گز مکدر نہ کرے، اگر اس کو چھوڑنا ہی ہے تو بلا اطلاع کے چھوڑ دے ورنہ دنیاوی زندگی اس کی تلخ ہو جاوے گی تادمِ نزع اس کو چین نصیب نہ ہو گا، جس کو یقین نہ ہو وہ آزما کر دیکھ لے۔ اور ایک طرح دین کا نقصان بھی ہو سکتا ہے، وہ یہ کہ ذوق وشوق جاتا رہتا ہے، اگر ہمت کرے اور طبیعت پر جبر کرے تو دینی اعمال میں کچھ فرق نہیں آتا، لیکن وہ جو ایک خاص قسم کی توفیق وتائید تھی وہ جاتی رہتی ہے، اگر ہمت سے کام لے تو اب بھی قادر ہو سکتا ہے اور اگر ہمت نہ کی تو دینی اعمال کی بھی توفیق نہ رہے گی، اس اعتبار سے شیخ کے تکدر کرنے میں

دینی نقصان بواسطہ بھی ہوسکتا ہے، گوبلاواسطہ دینی نقصان نہیں ہوتا۔

۳۷) فرمایا کہ زیادہ راہ زن اس طریق کا کبر ہے۔ مثلاً بُرا ماننا اصلاح سے، اور فرمایا کہ تعلیم بدون صحبت کے کافی نہیں ہوتی، زیادہ تر صحبت کی ضرورت ہے۔

۳۸) فرمایا کہ جس سے معتقد ہو اس کے کہنے کو بُرا نہ مانے، تھوڑی دیر صبر کرے، شاید یہ امتحان ہی لیتے ہیں، پھر فرمایا کہ اگر وہ اس کا امتحان ہوا اور پہلے سے بتلادے تو پھر امتحان ہی کیا ہوا۔

۳۹) فرمایا کہ جب تک فنا کی کیفیت غالب نہ ہو اس کو مشتاق یا محب نہیں کہہ سکتے اور محبت کے اس درجہ کا انسان مکلف نہیں، مگر کمال یہی ہے۔ پھر فرمایا کہ اکثر ایسی محبت اوّل ہی میں ہو جاتی ہے اور اس کیفیتِ عشقیہ کے بڑھنے میں کسی اسباب کی حاجت نہیں اور بیعت میں شیخ کو طالب کی جانب سے ایسی ہی محبت کا انتظار ہوتا ہے، ہاں اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ اس کا مذاق ہی نہیں اس وقت میں مجبوری ہے، طبعاً انقیاد محض بدون اس کے نہیں ہوتا بلکہ وساوس کی مزاحمت رائے میں رہتی ہے، اور اگر ایسی محبت ہو جاوے تو پھر واللہ! اگر سرِ بازار جوتیاں لگائیں تو قلب پر اثر نہ ہو، اور طبعی حزن الگ چیز ہے، اور اگر ناگواری ہو تو محبت ہی نہیں اور اس کی تحقیق امتحان سے ہو جاتی ہے۔

۴۰) عرض کیا گیا کہ ''فروع الایمان'' میں لکھا ہے کہ شیخ کا ایک ادب یہ ہے کہ مرید اپنا سایہ شیخ پر نہ پڑنے دے۔ فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر شیخ کوئی کام کررہا ہے تو اس کا خیال رکھے کہ اس پر سایہ نہ پڑنے پاوے ورنہ پر چھائیں پڑنے اور اس میں حرکت ہونے سے اس کی یکسوئی میں فرق آکر کام میں خلل پڑے گا۔ غرض اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا ہمیشہ خیال رکھے کہ شیخ کو کوئی کلفت یا کدورت نہ ہونے پاوے۔

۴۱) ایک صاحب نے عرصہ سے خط نہ لکھنے کی وجہ سے شرمندگی ظاہر کی تھی۔ فرمایا کہ شرمندگی کا تدارک یہی ہے کہ حالت سے اطلاع دینا شروع کردیں۔

۴۲) فرمایا کہ یہ طریق بہت ہی نازک ہے، اس میں قدم رکھنے سے پہلے اپنی شان، اپنے کمالات سب کو فنا کردے اور مصلح کی ہر بات اور ہر تعلیم پر عمل کرنے کے لیے اپنے کو آمادہ کرلے، اس راہ کے لیے پہلی شرط یہ ہے کہ ایسا بن جاوے، فرماتے ہیں۔

در رہِ منزلِ لیلیٰ کہ خطر ہاست بجاں
شرطِ اوّل قدم آن است کہ مجنوں باشی

حتیٰ کہ جوتیاں کھانے تک کو تیار ہوجائے اور جو جوتے کھانے کو تیار ہوگیا اس نے گویا جوتیاں کھا ہی لیں اور اس کی اصلاح ہو ہی گئی۔ آمادہ ہونا ہی تو مشکل ہے، اس لیے کہ آمادگی وہی معتبر ہے جو خلوصِ دل سے ہو اور خلوصِ دل سے وہی آمادہ ہوتا ہے جو اپنی شان نہیں رکھتا اور یہ ہی اصل چیز ہے کام کی کہ اپنے کو مٹادے، فنا کردے، ورنہ محض جوتیاں کھانے سے بھی کیا ہوتا ہے؟

۴۳) فرمایا کہ میں اہلِ طریق کے لیے ہمیشہ اس کا خیال رکھتا ہوں کہ ہر کام سہولت سے ہوجائے، حتیٰ کہ بڑے بڑے مقاصد سہولت سے حاصل ہوجاتے ہیں اور یہ موقوف ہے صحبت پر، مرید کو شیخ کی خدمت میں ایک مدت خاص تک رہنا ضروری ہے، اس مقصود میں خاص خاص سہولت ہوجاتی ہے، رہا یہ کہ کس قدر مدت میں کام ہوجاتا ہے اس کا تعین مشکل ہے۔ یہ مناسبت پر موقوف ہے، اگر اہلِ استعداد ہوتا ہے بہت جلد کام ہوجاتا ہے۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کُل پینتالیس روز رہے، اس کے بعد حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم دے چکے جو کچھ دینا تھا۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اس وقت کا یہ فرمانا حضرت کا کہ ہم دے چکے جو کچھ دینا تھا سمجھ میں نہ آیا کہ کیا دیا، مگر پندرہ برس کے بعد معلوم ہوا کہ یہ دیا تھا۔ پھر اس پر مولانا گنگوہی نے مزاحاً فرمایا کہ اگر ہم جانتے کہ یہ چیز ہے تو اتنی محنت کیوں کرتے۔

اس پر حضرت مولانا نے مزاحاً فرمایا کہ مل جانے پر فرماتے تھے ورنہ پندرہ برس تو معلوم ہی ہونے میں لگ گئے۔

۴۴) فرمایا کہ اس طریق میں مصلح کے ساتھ مناسبت ہونا بڑی چیز ہے، بدون مناسبت کے طالب کو نفع نہیں ہو سکتا، یہی وجہ ہے کہ میں عدم مناسبت کی بنا پر طالب کو مشورہ دیتا ہوں کہ مجھ سے تم کو نفع نہ پہنچے گا، اگر تم چاہو تو کسی دوسرے مصلح کا نام بتلادوں۔

۴۵) فرمایا کہ ایک رسالے میں ایک ایسا جامع مضمون لکھا دیکھا کہ اگر وہ ذہن میں آجائے تو پھر سارے رسالے کی ضرورت ہی نہ رہے۔ کہتے ہیں کہ شیخ میں دین ہونا چاہیے انبیاء کا سا اور سیاست یعنی دار و گیر، محاسبہ، معاقبہ سلاطین کا سا، تجویز اطبا کی سی کہ وہ ہر شخص کا جدا علاج تجویز کرتا ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! انبیاء کا سا دین کیسے ہو سکتا ہے؟ فرمایا یہ مراد نہیں کہ ان کے برابر ہو، مطلب اخلاص میں تشبیہ ہے یعنی اعمال میں غوائلِ دنیا کی اور خواہشاتِ نفس کی آمیزش نہ ہو۔ جس میں یہ باتیں ہوں وہ شیخ ہو سکتا ہے۔

۴۶) ایک صاحب نے پوچھا کہ شیخ جو القائے نسبت کرتا ہے اس کے کیا معنیٰ ہیں؟ فرمایا کہ اس کی توجہ اور شفقت میں یہ برکت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نسبت القاء فرمادیتے ہیں، جیسے استاد اگر توجہ اور شفقت کے ساتھ پڑھاوے تو شاگرد کے قلب میں اللہ تعالیٰ مضامین القاء فرمادیتے ہیں، پس القاء استاد یا شیخ کا فعل نہیں۔ یہی سبب ہے کہ اس قسم کے اجارے کو فقہاء نے ناجائز کہا ہے کہ مثلاً میرے لڑکے کو حساب کا ماہر کر دو، ہاں یہ جائز ہے کہ تم بتلادو، ماہر کر دینا کسی کے اختیار میں نہیں اور بتلادینا اختیار میں ہے۔ پھر ان صاحب نے عرض کیا کہ یہ جو مشہور ہے کہ مشائخ بیعت کے وقت القائے نسبت کرتے ہیں اس کا یہی مطلب ہے؟ فرمایا کہ بیعت کے وقت اجمالاً القائے نسبت ہو جاتا ہے یعنی مناسبتِ مجملہ حق تعالیٰ کے ساتھ پیدا ہو جاتی ہے، اہل اللہ کے ساتھ تعلق ہو گیا تو گویا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہو گیا۔ بیعت سے گویا ایک خصوصیت ہو گئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔

۴۷) فرمایا کہ زیادہ مقرب بننے سے لوگوں میں حسد پیدا ہونے لگتا ہے۔ میرے یہاں کوئی مقرب نہیں، یہ میں نہیں کہتا کہ مجھے کسی سے خصوصیت نہیں، جس سے ہے

لیکن دل میں ہے۔ معاملات میں سب کے ساتھ میں یکساں ہوں، کوئی ناز نہ کرے کسی بات کا، کوئی مقرب نہ بنے، ہر شخص کو براہِ راست چاہیے معاملہ رکھنا مجھ سے، میرے یہاں سفیروں کے واسطے کا قصہ نہیں، اس میں بڑی بڑی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

۴۸) فرمایا کہ صاحبو! اہل اللہ کی مجالست میں نیت یہ ہونی چاہیے کہ وہاں دین کی باتیں سنیں گے۔ وعظ و نصیحت کی باتیں کان میں پڑیں گی، اور بزرگوں کی نیت بھی دین کی باتیں سنانے کی ہونی چاہیے۔ ہاں! مباح باتوں کی بھی اجازت ہے۔ اس کا مزاج پوچھ لیا، گھر کی حالت پوچھ لی یا اس کی طبیعت کے موافق کوئی اور بات کرلی۔ خواہ ظاہر میں فضول ہی ہو مگر اس خیال سے کہ اس کا دل کھلے گا، اُنس ہو گا، وحشت دور ہو گی۔ تو اس غرض کے بعد وہ فضول نہ رہے گی، اور یہ باتیں اس طرح کرے کہ وہ یہ سمجھ جاوے کہ شیخ کو ایسی باتوں سے ہماری رعایت مقصود ہے۔ ان باتوں کے بعد پھر کام کی باتیں شروع کر دے، دین کی باتیں سنادے۔ اگر اس نے ایسا نہ کیا تو اس نے اپنا فرضِ منصبی پورا نہ کیا۔

۴۹) ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ اس طریق میں نفع کا مدار مناسبت پر ہے۔ پہلے مناسبت پیدا کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ میں جو لوگوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ کچھ روز یہاں آکر قیام کرو، اور زمانۂ قیام میں مکاتبت مخاطبت نہ ہو، اس کی صرف یہی وجہ ہے کہ مناسبت پیدا ہو جاوے۔ لوگ اس کو بہت ہی سخت شرط بتلاتے ہیں۔ حالاں کہ اس کی سخت ضرورت ہے۔ جب تک یہ نہ ہو مجاہدات، ریاضات، مراقبات، مکاشفات سب بے کار ہیں، کوئی نفع نہ ہو گا۔ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا اگر طبعی مناسبت نہ ہو اور عقلی پیدا کرلی جاوے۔ فرمایا کہ کوئی بھی ہو، ہونا چاہیے۔ نفع اسی پر موقوف ہے۔

۵۰) فرمایا کہ طریق مشورہ لینے کا یہ ہے کہ کئی شقوق لکھیں اور ہر شق کے مفاسد اور مصالح لکھیں اور پھر ترجیح کی درخواست کریں۔

۵۱) فرمایا کہ اصلی چیز اصلاح کے لیے صحبت ہے، علم چاہے ہو یا نہ ہو بلکہ علم بھی

بلا صحبت کے بے کار ہے، صاحبِ صحبت بلا علم کی اصلاح زیادہ ہوتی ہے صاحبِ علم بلا صحبت سے۔ اسی واسطے میں کہا کرتا ہوں کہ انگریزی خواں بچوں کو صلحاء و علماء کے پاس بھیجا کرو اور بڑے بھی اس کا خیال رکھیں تو بڑا فائدہ ہو، اور ہم اس کا وعدہ کرتے ہیں کہ ہم نہ ان کے پائنچوں پر اعتراض کریں گے نہ ان کی داڑھی سے ہمیں بحث ہو گی، نہ ہم ان کو مار مار کر نماز پڑھاویں گے، وہ ہمارے پاس بیٹھیں گے تو ان کو ہم سے اور ہم کو ان سے اُنس ہو گا اور دین سے مناسبت پیدا ہو گی۔ یہ مناسبت جڑ ہے اور علم و عمل اس کی فرع۔ صحابہ رضی اللہ عنہم سب کے سب عالم نہ تھے، صرف صحبت سے پایا جو کچھ پایا اور ہمیشہ اہل اللہ نے صحبت ہی کا التزام رکھا۔ اتنی توجہ علم کی طرف نہیں کی جتنی صحبت کی طرف کی۔

۵۲) فرمایا کہ اکثر رئیسوں کو حق تعالیٰ حوصلہ عطا فرمادیتے ہیں ؎

خدا جب حسن دیتا ہے
نزاکت آہی جاتی ہے

جناب خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ اسی طرح بزرگان کاملین دولتِ باطنی دینے میں سخی ہوتے ہوں گے، مگر ان کو اس میں اختیار کیا ہے؟ وہ تو حق تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔ فرمایا کہ ان کے اختیار کی ضرورت نہیں، ان کے قلوب میں یہ برکت ہوتی ہے کہ جو اُن کو راضی رکھتا ہے اور جس کی طرف ان کے قلوب متوجہ رہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس پر فضل فرما ہی دیتا ہے، تجربہ یہی ہے۔

چناں چہ ایک مرتبہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور ایک اور شخص نہر میں وضو کر رہے تھے۔ اس شخص نے خیال کیا کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ مقبول بندے ہیں، میرا مستعمل پانی ان کے پاس جاتا ہے، یہ بے ادبی ہے، اس لیے وہ اُٹھ کر دوسری طرف ان کے نیچے جا بیٹھا۔ بعد انتقال کے اس کو کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا کہ مغفرت ہوگئی یا نہیں؟ کہا کہ میرے پاس کوئی عمل نہ تھا، اس پر مغفرت ہوئی کہ تو نے ہمارے مقبول بندے احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ادب کیا تھا، ہمیں

یہ پسند آیا۔ اسی واسطے حدیث میں آیا ہے کہ اے عائشہ! کسی نیک عمل کو حقیر نہ سمجھنا۔ ہر نیک عمل میں خاصیت مغفرت کی ہے، اسی طرح ہر گناہ میں خاصیت عذاب کی ہے چاہے چھوٹا ہو، چاہے بڑا ہو۔

۵۳) فرمایا کہ ایک صاحب نے لکھا کہ بعض لوگ مجھ کو مشورہ دیتے ہیں کہ بانوں کی دوکان کرلو۔ کوئی کہتا ہے کہ دواؤں کی دوکان کرلو تو مجھ کو کیا کرنا چاہیے؟ میں نے لکھ دیا کہ میرا باپ نہ کھٹ بُنا تھا نہ پنساری، مجھے ان چیزوں میں تجربہ نہیں۔ کسی تجربہ کار سے معلوم کرکے عمل کرو۔ میرے دو کام ہیں۔ ایک دعا کرالو چاہے وہ دنیا ہی کے لیے سہی وہ بھی عبادت ہے۔ دوسرے اللہ کا نام پوچھ لو۔ پھر فرمایا کہ اتنا تو یہ لوگ بھی سمجھتے ہیں کہ ان کو تجربہ نہیں مگر پھر بھی ایسی بات پوچھنے کی کیا وجہ؟ یوں سمجھتے ہیں کہ اللہ والوں سے پوچھ کر اس لیے کرنا چاہیے کہ ان کے دل میں وہی آوے گی جو ہونے والی ہے حالاں کہ یہ غلو ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اس مشورہ کا منشا عقائد کی خرابی ہے۔ میں اس جہل سے بھی لوگوں کو بچانا چاہتا ہوں کہ دھوکے میں نہ رہیں، اور بعض حضرات جن کا مجھ سے بے تکلفی کا تعلق ہے ان سے معلوم ہوا کہ عوام کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ جو کہتے ہیں وہی ہو جاتا ہے۔

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہی عقیدہ ہمارا بھی ہے کہ وہی ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ اعتقاد میں بھی درجات ہیں اور بنا جدا جدا ہیں، عوام کے اعتقاد کی تو نوعیت بہت ہی خراب ہے، وہ تو یہ سمجھتے ہیں کہ خلاف ہو ہی نہیں سکتا۔ بخلاف اہلِ علم کے کہ ان کا اعتقاد اس درجہ کا نہیں ہو سکتا۔

۵۴) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ظاہری محاسبہ نہ تھا، مگر برکت اتنی زبردست تھی کہ محاسبہ میں وہ کام نہیں بن سکتا جو حضرت کے یہاں بلا محاسبہ ہی بن جاتا تھا۔ یہ محض حضرت کی برکت تھی۔

۵۵) فرمایا کہ یہ طریق بہت ہی نازک ہے اس لیے راہبر کامل کی ضرورت ہے۔ بعض اوقات ماضی پر افسوس کرنا بھی حجاب مستقبل کا ہو جاتا ہے کہ اس تأسف میں غلو

کے ساتھ مشغول ہو کر آیندہ کے لیے معطل ہو جاتا ہے۔

۵۶) ایک صاحب دہلی کے آئے۔ وہ ایک واعظ کے پاس رہے تھے۔ رات دن خدمت کرنے کے خوگر تھے۔ بعد کو ان کا میلان بدعت کی طرف دیکھ کر یہاں آئے، ان کی عادت تو اسی کی پڑی ہوئی تھی۔ مجھ سے بھی بھوت کی طرح لپٹنا چاہا۔ میں نے انہیں نرمی سے سمجھایا، انہوں نے ایک پرچہ لکھ کر دیا کہ مجھے رنج ہوا، آپ نے مجھے محروم رکھا۔ میں نے بلا کر کہا کہ اگر آپ کو مجھ سے اعتقاد نہیں تو میری خدمت میں کوئی سعادت نہیں جس کی محرومی کا رنج کیا جاوے اور اگر اعتقاد ہے تو یہ عجیب بات ہے کہ آپ مجھے سعادت سے محروم کرنے والا سمجھتے ہیں۔ جب آپ مجھے ایسا سمجھتے ہیں تو میں آپ کا دُشمن دین ہوں۔ پھر یہاں آپ کا رہنا فضول ہے، تشریف لے جایئے۔ تب ان کی آنکھیں کھلیں۔ پھر میں نے کہا کہ تمہیں یہ سمجھنا چاہیے کہ جو کچھ مجھ کو کہا جاوے گا وہی ٹھیک ہو گا۔ پھر فرمایا کہ حضرت! میں نے اپنے کسی بزرگ کی خدمت ہاتھ پاؤں کی کبھی نہیں کی کہ شاید مجھ سے نہ آوے تو انہیں تکلیف ہو۔

۵۷) فرمایا کہ بزرگوں نے کہا ہے کہ گربۂ زندہ بہ از شیر مردہ۔ یعنی زندہ شیخ سے جو فیوض و برکات حاصل ہوسکتے ہیں وہ مردہ شیوخ سے نہیں ہوسکتے۔ موٹی بات ہے کہ اس طریق میں سخت ضرورت تعلیم کی ہوتی ہے اور عادتاً مُردوں سے تعلیم نہیں ہوسکتی۔ گو وہ برزخ میں احیا سے بڑھ کر متصف بالحیاۃ ہوں۔ ہاں تقویتِ نسبت ہوسکتی ہے، لیکن نری تقویتِ نسبت سے کیا ہوتا ہے؟ کوئی ہزار پہلوانی کا زور رکھتا ہو لیکن داؤ نہ جانتا ہو تو وہ کچھ بھی نہیں، ایک بچہ اسے چت کر دے گا۔ نری تقویت سے کیا ہوتا ہے؟ صنعت بھی تو چاہیے۔ روایت کا سلسلہ آخر عبث تھوڑا ہی ہے، مرغی بے مرغ کے بھی انڈے دیتی ہے لیکن خاکی انڈے سے بچے نہیں نکلتے، اسی طرح گو وہ خود کچھ ہو جاوے لیکن ایسے شخص سے دوسرے کو نفع نہیں پہنچ سکتا۔ اوّل تو خود اسی کے منتفع ہونے میں کلام ہے کیوں کہ ایسے شخص کو جو مدعی ہے نسبتِ اویسیہ کا اگر کوئی عقبہ پیش آوے تو وہ کسی سے پوچھے گا نہیں، کیوں کہ

لوگوں کے نزدیک اس کی نسبتِ اویسیہ قطع ہوجاوے گی۔ اس کو سُبکی ہونے کا خیال ہوگا۔ پھر فرمایا کہ نسبتِ اویسیہ ہوتی ہے لیکن میرے نزدیک کافی نہیں۔ ایسے شخص سے غلطیاں واقع ہوسکتی ہیں، کیوں کہ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ ہر جزئی کی تحقیق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کرسکے اور اگر ہو بھی تو احتمال ہے کشف کے غلط ہونے کا، محض روحانی طور پر فیض ہونے سے نسبت میں تو قوت ہوجاتی ہے لیکن حقیقتِ طریق معلوم نہیں ہوسکتی۔

۵۸) فرمایا کہ بیعت کے بعد جو نفع ہوتا ہے وہی بلا بیعت کے بھی حاصل ہوسکتا ہے۔ نفع کا دارومدار بیعت پر نہیں۔ عرض کیا گیا کہ پھر بیعت بدعت ہے؟ اگر بدعت ہے تو اس کو ترک کردینا چاہیے۔ فرمایا کہ بیعت بدعت نہیں، بیعت کو ضروری سمجھنا بدعت ہے، بلکہ بیعت ایک سنتِ مستحبہ غیر ضروریہ ہے۔

۵۹) فرمایا کہ اہلِ فن کے نزدیک وصولِ نفع کے لیے جو یہ شرط ہے کہ شیخ سے سارے تعلقات سے زیادہ قوی تعلق ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ استفادہ کے وقت اس کو ظنًّا اَنفع سمجھے اور اس ظن کا درجہ اتنا ہونا چاہیے کہ دوسری طرف نگرانی سے اس کو مانع ہو۔ پھر جب ایک معتدبہٖ زمانہ تک نفع نہ ہو اوّل اسی شیخ سے اس کی وجہ تحقیق کرے، اگر تسلی نہ ہو تو پھر دوسرے سے استفادہ کرے، اسی ظنِ مذکور کے ساتھ باقی مغلوب المحبت ہونا ضروری نہیں۔

۶۰) ایک مرید نے لکھا کہ بعض وقت یہ خیال آکر کہ لوگ ریاکار کہیں گے یا اچھا کہیں گے تو نفس خوش ہوگا نفل وغیرہ پڑھنے سے باز رہتا ہوں۔ کیا یہ ناکارہ ہر طرح سے محروم ہی رہے گا؟ تحریر فرمایا کہ ریا کا خیال تو شیطانی خیال ہے، باوجود اس خیال کے بھی کام کرنا چاہیے، اور مجھ سے کیا پوچھتے ہو کہ محروم رہوگے یا کیا، مجھ کو تو اپنا ہی حال معلوم نہیں۔ پھر یہ کہ اپنی کوتاہی جب سبب محرومی کا ہو تو دوسرا علاج کیا کرے۔ معلم کا کام اتنا ہے کہ طالب کام کرے اور اطلاع حالات کی دے کر جو کچھ پوچھنا ہو اس سے پوچھے۔ بدون اس کے کوئی کھیر تو ہے نہیں کہ چٹا دی جاوے گی۔

۶۱) فرمایا کہ بیعت ضروری نہیں۔ ضروری چیز تعلیم ہے اور ملقن کے ساتھ اعتقاد، کیوں کہ اگر اعتقاد ہو تو چاہے وہ خود کسی قابل نہ ہو لیکن اس کا (یعنی تعلیم حاصل کرنے والے کا) کام بن جاتا ہے۔ بشرطیکہ صحیح سلسلہ ہو۔ اگر صحیح سلسلہ نہ ہو تو نرے اعتقاد سے کچھ نہیں ہوتا۔ صحیح سلسلہ ہونے کی صورت میں چوں کہ سلسلہ دور تک متعدی ہوتا ہے، اس کے واسطے سے بزرگوں کا فیض پہنچ جاتا ہے۔ ایک بار فرمایا کہ صحیح سلسلہ کا اثر ایسا ہی ہوتا ہے جیسے نسب کے صحیح سلسلہ ہونے کا۔

۶۲) فرمایا کہ ایک پیر صاحب پر ان کے مرید کا سایہ پڑ گیا تو نہایت ہی خفا ہوئے اور جرمانہ کیا (یعنی اس کو خلافِ تعظیم و توقیر سمجھا) بس میرا تو اس باب میں یہ مسلک ہے کہ محبت کے متعلق جو آداب ہیں وہ تو ضروری، ان کے تو دقائق کی بھی رعایت چاہیے۔ باقی تعظیم و تکریم کے متعلق جو آداب ہیں وہ سب بے کار۔ چناں چہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم محبت کے آداب کا بہت لحاظ رکھتے تھے، تکریم و تعظیم کا ان کو اہتمام نہ تھا۔

۶۳) ایک صاحب نے استفسار کیا کہ محبت کے آداب کیا ہیں؟ فرمایا کہ جب محبت ہوگی خود بخود آداب معلوم ہو جائیں گے۔ جیسے لڑکا جب بالغ ہوتا ہے خود بخود اس کو شہوت ہونے لگتی ہے۔ نابالغ بچے کو کسی طرح سمجھایا جاوے کہ جماع اس طرح پر ہوتا ہے۔ محبت پیدا کر لے، پھر خود بخود آداب قلب میں آنے لگیں گے۔ محبت کے آداب کی کوئی فہرست تھوڑا ہی تیار ہو سکتی ہے۔ اور تکلف کے ساتھ محبت بھی نہ کرے۔ اگر کھینچ تان کر اور آداب کی فہرست معلوم کر کے محبت بھی کی تو اس سے کیا ہوتا ہے؟ جتنی محبت ہو بس اتنا ہی ظاہر کرے، تکلف اور تصنع نہ کرے یہ تو خواہ مخواہ شیخ کو دھوکا دینا ہے۔

۶۴) فرمایا کہ میں نے بزرگوں کے پاؤں کبھی نہیں دابے، نہ کبھی اس کا جوش اُٹھا۔ ایسی حالت میں اگر کبھی دابتا تو تصنع سے ہوتا ہے۔ جب جی میں نہیں تھا نہیں کیا کہ کون بناوٹ کرے۔ بزرگوں سے بہت سے لوگ تو اس کو ذریعۂ تقرب سمجھتے ہیں۔ البتہ جب جوش ہو تو مضایقہ نہیں۔ اور صاحب کیا بزرگوں کو معلوم نہیں ہو جاتا۔ جوش

چھپا نہیں رہتا۔ آدمی جس کو شیخ بناتا ہے وہ بہر حال اس کو اپنے سے تو زیادہ ہی عقل مند اور صاحبِ بصیرت سمجھتا ہے، پھر اس کے ساتھ تصنع کیوں کرے۔ میں بزرگوں کے معاملہ میں تو کیا بناوٹ کرتا؟ اپنے عیوب بھی ان سے کبھی نہیں چھپائے۔ صاف کہہ دیا کہ مجھ میں یہ عیوب ہیں اور یہ مرض ہیں۔ خیر وہ مرض تو گئے نہیں لیکن اس سے علاج تو ہر مرض کا معلوم ہو گیا۔ ورنہ لوگ بلی کے گُو کی طرح اپنے عیوب کو چھپاتے ہیں۔ گو معصیت کا اظہار نہیں چاہیے لیکن جب اس کی اصلاح اپنے اختیار سے باہر ہو جائے تب اظہار بھی ضروری ہے۔ گو تفصیل کی ضرورت نہیں کیوں کہ آخر شیخ کو تعلق ہوتا ہے۔ اس کو سن کر افسوس ہوتا ہے۔ ہاں! جب مرض بڑھنے لگے تب اظہار ضروری ہے۔ جیسے کسی کو سوزاک ہو جاوے تو اگر معمولی تدابیر سے اچھا نہ ہو تو ضروری ہے کہ اپنے باپ سے ظاہر کر دے۔

۶۵) ایک صاحب جو سلسلہ میں داخل ہونے کے لیے سفر کرنا چاہتے تھے اور رشوت میں بھی مبتلا تھے، انہوں نے ذکر و شغل کا شوق ظاہر کیا تھا۔ اس پر حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ جب رشوت بالکل چھوٹ جاوے، اس وقت طریقہ ذکر و شغل کا پوچھے۔

۶۶) فرمایا کہ جس طرح جو صحبت بدوں زوجین کی شہوت کے ہو اس سے نسل نہیں چلتی، عورت مرد دونوں کو شہوت ہونی چاہیے۔ چناں چہ توافقِ انزالین شرط ہے حمل قرار پانے کے لیے۔ اسی طرح بے دلی سے تعلیم کرنا بالکل ایسا ہی ہے جیسے بلا شہوت صحبت کرنا۔

۶۷) فرمایا کہ تعلیم کنندہ تو محض بہانہ ہے، اصل میں مبدأ فیاض ہی سے فیوض و برکات نازل ہوتے ہیں۔ شیخ برائے نام واسطہ ہوتا ہے لیکن طالب کو چاہیے کہ واسطہ کی قدر کرے کیوں کہ خدا کی عادت ہے کہ بدون واسطہ کے وہ فیوض و برکات نازل نہیں فرماتے۔

۶۸) فرمایا کہ بزرگوں میں یہ بات دیکھنا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں سے کتنا حصہ ملا ہے۔ اصل چیز یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کس

درجہ مناسبت ہے اور مناسبت بھی بے ساختگی اور پختگی کے ساتھ۔ یوں دو چار دن کو تو سب بن سکتے ہیں۔

۶۹) فرمایا کہ آج کل ایک مرض یہ بھی ہے کہ مرید ہونے کے لیے لوگوں کو اپنے بزرگ کے پاس لاتے ہیں اور سفارش کرتے ہیں۔ اس سے تو مجھے ایسی چڑ ہے کہ ذرا بھی معلوم ہو جاوے کہ کسی کا لایا ہوا ہے تو اسے مرید کرتا ہی نہیں تاکہ وہ ان ترغیب دینے والوں کو گالیاں دے اور پھر انہیں سفارش کرنے کا حوصلہ نہ رہے۔ جناب طلب وہ چیز ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے کسی کی سفارش کی ضرورت ہی نہیں۔ دوسرے یہ بات ہے کہ جو سفارش کے ذریعے سے بیعت ہونا چاہتا ہے تو اس کا ایہام ہوتا ہے گو یہ نیت نہ ہو، لیکن اس کی صورت اس کی ہوتی ہے کہ اس کو نیاز مندی سے عار ہے۔

۷۰) فرمایا کہ جب تک طریق کی حقیقت نہ معلوم ہو جاوے تب تک تو صحبتِ شیخ ضروری ہے۔ جب اس کی حقیقت معلوم ہو گئی اور طریق سے مناسبت پیدا ہو گئی، پھر صحبت ضروری نہیں۔

۷۱) فرمایا کہ کام میں لگنا چاہیے۔ یہ دیکھنے کی ضرورت نہیں کہ کیفیات بھی ہیں یا نہیں، حظوظ و لذائذ بھی ہیں یا نہیں اور نہ یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ کچھ ہوا یا نہیں۔ اس کو ایک مثال سے سمجھیے کہ جیسے رات کو پسنہاری آٹا پیستی ہے، مگر اس پیسنے والی کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آٹا چکی سے گر رہا ہے یا نہیں اور نہ یہ خبر ہوتی ہے کہ کس قدر جمع ہو گیا۔ پیسنے ہی کی دھن لگی رہتی ہے۔ صبح کو جب دیکھتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ تمام چکی کے گرد آٹا جمع ہے۔ اگر رات بھر یہ کرتی کہ ایک چکر چکی کا گھما کر آٹے کو ٹٹولا کرتی تو پاؤ بھر بھی آٹا نہ پیس سکتی۔

علاوہ اس کے اپنے کو جس کے سپرد کیا ہے اس پر بغیر اعتماد اور انقیاد و اعتقاد کے کام نہیں چل سکتا۔ جب جاننے والا یہ کہہ رہا ہو کہ کام ہو رہا ہے بس اطمینان کرنا چاہیے۔

۷۲) فرمایا کہ حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ

کے معاصر ہیں۔ آپ کے ایک مرید نے دریافت کیا کہ حضرت! آپ کا کون سا مقام ہے۔ کیا آپ غوث ہیں؟ آپ نے فرمایا: نَزِّہْ شَیْخَکَ عَنِ الْغَوْثِیَّۃِ یعنی اپنے شیخ کو مرتبۂ غوثیہ سے برتر سمجھو۔ پھر اس نے عرض کیا کہ پھر آپ قطب ہیں؟ فرمایا: نَزِّہْ شَیْخَکَ عَنِ الْقُطْبِیَّۃِ یعنی اپنے شیخ کو مرتبۂ قطبیت سے برتر سمجھو۔ پھر فرمایا کہ حق تعالیٰ نے تمام ارواحِ اولیاء کو جمع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جو جس کا جی چاہے مانگے۔ ہر ایک نے جو اس کے دل میں تھا عرض کیا۔ کسی نے مرتبۂ غوثیہ طلب کیا، کسی نے مرتبۂ قطبیت۔ یہاں تک کہ نوبت مجھ تک پہنچی تو میں نے عرض کیا: رَبِّ اِنِّیْ اُرِیْدُ أَنْ لَّا أُرِیْدَ وَأَخْتَارُ أَنْ لَّا اَخْتَارَ یعنی الٰہی! میں یہ چاہتا ہوں کہ کچھ نہ چاہوں اور یہ تجویز کرتا ہوں کہ کچھ نہ تجویز کروں۔ فَاَعْطَانِیْ مَا لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ مِّنْ أَھْلِ ھٰذَا الْعَصْرِ پس مجھے وہ چیز عنایت ہوئی جو اس زمانہ والوں میں سے نہ کسی کی آنکھ نے دیکھی نہ کسی کے کان نے سنی اور نہ کسی کے دل پر گزری۔ (اس سے معلوم ہوا کہ شیخ اپنے مرید کی تسلی کے لیے اپنے مقام کی اطلاع دے سکتا ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ تفویض نہایت اعلیٰ مقام ہے۔)

۷۳) فرمایا کہ قطب الارشاد نائبِ رسول ہوتے ہیں۔ لوگوں کے قلوب میں انوار و برکات ان کی وجہ سے آتے ہیں۔ برکات سے متمتع ہونے کی شرط ان کے ساتھ اعتقاد ہے۔

۷۴) فرمایا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے درمیان جو شرائط طے ہوئے تھے وہ مناسبت و عدم مناسبت کے امتحان ہی کے لیے تو طے ہوئے تھے۔ چناں چہ جب عدم مناسبت ثابت ہوگئی تو جدائی ہوگئی۔ اسی طرح شیخ اگر کسی مرید کو گو وہ معصیت کا مرتکب نہ ہو بوجہ عدم مناسبت علیحدہ کردے تو جائز ہے۔

۷۵) فرمایا کہ اس طریق کی مناسبت تو شیخ کے پاس رہنے سے اور افادات کے سننے سے حاصل ہوتی ہے۔ خصوص کام کرتے رہنے سے اور اطلاع دیتے رہنے سے۔

۷۶) فرمایا کہ بزرگوں کے سامنے سے جو کھانا اُٹھا کر ان ہی کے سامنے کھاتے ہیں میں تو

اس طریقِ متعارف کے خلاف ہوں کیوں کہ جس کے سامنے سے تبرک سمجھ کر کھانا کھالیا اگر وہ متکبر ہے تو اس کا تکبر بڑھتا ہے اور اگر متواضع ہو تو اس کو اذیت ہوتی ہے بلکہ یوں کیا جائے کہ جب کھانا اُٹھ جائے تو مالک سے مانگ لے، سامنے سے لے کر کھانا چاٹنا ٹھیک نہیں۔

۷۷) اپنے ایک عزیز کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا کہ جو جوابات تم نے لکھے ہیں اگر وہ تمہارے نزدیک شرح صدر کے ساتھ تمہارے اس معاملہ کی صفائی کے لیے کافی ہیں جو خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے تو کسی کی خوشی ناخوشی کی پروانہ کرو کیوں کہ اصل دیانت ہے اور ہر معاملہ کی انتہا حق تعالیٰ پر ہوتی ہے۔ جب حق تعالیٰ سے صفائی ہے تو اور کسی کی پروا نہیں۔ میں تو کیا چیز ہوں، میری خوشی ناخوشی کا تم پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ اگر کسی کا معاملہ فِيْمَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اللهِ صاف ہو اور اس کا شیخ جس سے وہ بیعت ہے وہ بھی ناراض ہو تو بھی پروانہ کرنا چاہیے اور اس کو کچھ نقصان نہیں پہنچ سکتا، کیوں کہ شیخ معبود نہیں ہے بلکہ واسطہ الی المعبود ہے اور معاملہ عبد کا معبود کے ساتھ ہے۔

۷۸) فرمایا کہ کام میں لگا رہے اور حالات سے اطلاع دیتا رہے۔ ان شاء اللہ! کامیابی یقینی ہے، اس راہ میں حرمان ہرگز ہرگز نہیں ہوتا۔

۷۹) فرمایا کہ طالب کی نیت تو راہ بر بننے کی بھی نہیں ہونی چاہیے بلکہ یہ نیت ہو کہ ہمیں راستہ نظر آجاوے، اور راہ بر بننے کی نیت شرک فی الطریقت ہے، بلکہ بزرگ بننے کی نیت بھی نہ ہونی چاہیے۔ اگر یہ نیت ہے تو وہ شخص غیر حق کا طالب ہے، خود کچھ تجویز نہ کرے۔

۸۰) فرمایا کہ کتابوں سے بھی ثابت ہے اور تجربہ سے بھی ثابت ہے کہ نفس کو جب تک ذلت نہ دی جائے یہ سیدھا نہیں ہوتا اور یہ ظاہر ہے کہ اپنے ہاتھ سے ذلت نہیں ہوتی۔ بازار میں کھڑے ہو کر اپنے ہاتھ سے اپنے سر پر جوتیاں بھی مار لیں تب بھی ذلت نہ ہو۔ ذلت تو جناب دوسرے ہی کے ہاتھ سے ہوتی ہے۔

۸۱) فرمایا کہ میں نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ ایک بزرگ مشغول بحق بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک کتّا سامنے سے گزرا۔ اتفاقاً اس پر نظر پڑ گئی۔ ان بزرگ کی یہ کرامت ظاہر ہوئی کہ اس نگاہ کا اس کتّے پر اتنا اثر پڑا کہ جہاں وہ جاتا تھا اور کتّے اس کے پیچھے پیچھے ہو لیتے تھے اور جہاں بیٹھتا تھا سارے کتّے حلقہ باندھ کر اس کے ارد گرد بیٹھ جاتے تھے۔ ہنس کر فرمایا کہ وہ گویا کتوں کے لیے شیخ بن گیا۔

پھر فرمایا کہ جن کے فیوض جانوروں پر ہوں ان سے انسان کیسے محروم ہو سکتا ہے؟ ہرگز مایوس نہ ہونا چاہیے۔ ہاں! دھن ہونی چاہیے چاہے تھوڑی ہی ہو۔

۸۲) فرمایا کہ نفع میں بیعت کو ذرا دخل نہیں۔ باقی کامیابی یہ حق تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ جیسا کہ طبیب صرف نسخہ تجویز کر سکتا ہے اس کا استعمال مریض کے اختیار میں ہے اور صحت دینا حق تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ طبیب صحت کی میعاد معین نہیں کر سکتا۔ البتہ اس طریق باطن میں اتنی اُمید ضرور دلائی جاسکتی ہے کہ مرض ظاہری میں تو کبھی مایوسی تک نوبت پہنچ جاتی ہے، لیکن یہاں مایوسی ہرگز نہیں۔ صحت یقینی ہے خواہ مرتے وقت ہی نصیب ہو جاوے۔ ویسے حق تعالیٰ کا فضل ہے جلدی ہو جاوے۔ باقی اپنی طرف سے اس بات پر آمادہ رہنا چاہیے کہ اگر مرتے وقت تک بھی کامیابی ہو جاوے تب بھی راضی ہیں۔

۸۳) فرمایا کہ طالب سے انکسار کرنا یہ خداع ہے ناجائز ہے۔ اگر کوئی شخص سودا خریدنے جاوے اور ہر دوکاندار کہہ دے کہ میرے یہاں نہیں ہے۔ تو وہ بے چارہ یوں ہی رہا۔ ہاں! غیر طالب سے قسم کھا کر بھی کہہ دے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں، اس میں کچھ حرج نہیں۔

۸۴) فرمایا کہ مرید کرنے کو میں نفع نہیں سمجھتا۔ اصل نفع حق بات کا کانوں میں پہنچا دینا ہے۔ مرید کرنا اپنے ذمہ واجب نہیں سمجھتا۔ ہاں! تعلیم کرنا ہر مسلمان کا حق ہے اور گو یہ کہنا ہے تو بڑی بات لیکن تحدثاً بالنعمۃ کہتا ہوں کہ الحمد للہ! میں ایک ہی جلسہ میں خدا تک پہنچا دیتا ہوں۔ راستۂ مقصود بتلا دینا خدا ہی سے ملا دینا ہے۔

۸۵) فرمایا کہ جب تک پوری مناسبت نہ ہو جاوے بیعت نہ کرنا چاہیے۔ جب پوری طرح راہ پر پڑ جائے تب چاہیے۔ مرید ہونے کے بعد پھر بے فکر ہو جاتے ہیں اور مرید ہونے کے لالچ میں تو کسی قدر اپنی اصلاح کی فکر میں مشغول بھی رہتے ہیں تا کہ جلد مقصود حاصل ہو جاوے۔ یہ اکثری ہے۔ اور شیخ مبصر بعض مواقع کو اس سے مستثنیٰ بھی کر سکتا ہے۔

۸۶) فرمایا کہ الحمدللہ! میں نے اپنے بزرگوں کے ساتھ کبھی ظاہراً یا باطناً اختلاف نہیں کیا اور ہر طرح ادب ملحوظ رکھا حالاں کہ مجھ کو سینکڑوں احتمالات سوجھتے تھے۔ لیکن میں نے ہمیشہ یہی سوچا کہ ہم کیا جانیں، اور اگر کبھی کوئی بات سمجھ میں نہ بھی آئی تب بھی دل کو یہ کہہ کر سمجھا لیا کہ یہ کیا ضرور ہے کہ کوئی بات بھی بلا سمجھے نہ رہے؟ سو واقعی طالبِ تحقیق کو پیشتر تقلید ضروری ہے۔ بعد کو بہ برکت تقلید کے تحقیق کا درجہ بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ ترتیب یہی ہے۔ دیکھیے اگر کوئی بچہ اپنے استاد کی تقلید نہ کرے اور پڑھاتے وقت یہ کہے کہ کیا دلیل ہے کہ یہ الف ہے ب نہیں تو بس پڑھ چکا۔

۸۷) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اگر کوئی ذکر و شغل کا نفع ظاہر کرتا تو فرماتے کہ بھائی استعداد تو تمہارے اندر خود موجود تھی میرے ذریعے سے صرف ظاہر ہو گئی ہے، لیکن تم ایسا مت سمجھنا، تم یہی سمجھنا کہ مجھ سے تم کو یہ نفع پہنچا ہے ورنہ تمہارے لیے مضر ہو گا۔ یہ شان اہلِ مقام ہی کی ہوتی ہے کہ ہر پہلو پر نظر رہے ورنہ اہلِ حال ایک ہی بات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ دوسرے پہلو پر ان کی نظر نہیں جاتی۔

۸۸) ایک صاحب نے سوال کیا کہ اگر کوئی مرشد کو بُرا بھلا کہے تو اس وقت کیا کرنا چاہیے؟ فرمایا کہ اس کو روک دے کہ میرے سامنے ایسا تذکرہ مت کرو، مجھ کو صدمہ ہوتا ہے۔ پھر اس کی ہمت ان شاء اللہ نہ ہو گی، اور اگر صبر نہ ہو سکے اور پوری قدرت ہو اور کسی مفسدہ کا اندیشہ نہ ہو تو اس وقت بحفظ حد شرعی جوتے سے ٹھیک کر دے۔ اگر قدرت نہ ہو اور وہ روکنے سے نہ رُکے تو وہاں سے چلا جاوے

اور اس آیت سے ثابت ہے، ارشاد ہے کہ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ.. الخ[۲۵۵] اور اس آیت کا حکم عدم قدرت کے زمانہ میں تھا، پھر زمانۂ قدرت میں دوسرا قانون ہو گیا۔ یعنی ضرب یضرب مگر اس وقت کے حالات کے مناسب یہی ہے کہ اس کو یہ اطلاع کر کے چلا جاوے کہ میں اس وجہ سے تمہارے پاس نہیں بیٹھتا کہ تم میرے پیر کو بُرا کہتے ہو۔ لڑے بھڑے نہیں۔ اس برتاؤ سے پیر کی بھی قدر ہو گی کہ پیر کی کیا پاکیزہ تعلیم ہے۔ بس وہاں ہی چلو جہاں انہوں نے تعلیم پائی ہے کہ کیسا صبر و تحمل ان میں آ گیا ہے؟ اس کو کر کے دیکھیے کہ کیا اثر ہوتا ہے؟

۸۹) فرمایا بیعت میں جلدی اچھی نہیں، جب خوب محبت ہو جاوے پیر سے اس وقت بیعت زیادہ نافع ہے۔ اس کی ایک مثال ہے اور ہے تو فحش مگر بیان کیے دیتا ہوں۔ ایک تو ہے نکاح کرنے کے بعد بیوی پر عاشق ہونا کہ ماں باپ نے نکاح کر دیا، اس کے بعد محبت ہو جاتی ہے اور ایک ہے عاشق ہو کر نکاح کرنا۔ دونوں صورتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جیسی قدر دوسری صورت میں ہوتی ہے پہلی صورت میں عشر عشیر بھی نہیں کیوں کہ دوسری صورت میں مدتوں پیچھے پھر کر تکالیف اُٹھا کر نکاح ہو گا۔ تو وہ شخص جیسی بیوی کی قدر کرے گا پہلی صورت والا نہیں کر سکتا۔ اسی طرح بیعت بھی ہے، ایک تو وہ شخص ہو کہ آتے ہی بیعت ہو جاوے اور ایک وہ کہ عاشق ہو کر بیعت ہو، پوری قدر اس کو ہو گی بیعت کی۔

۹۰) فرمایا کہ بیعت کوئی معمولی چیز نہیں۔ اسلم طریق یہ ہے کہ جس سے بیعت ہونا چاہے ایک تو کچھ مدت تک اس کو جانچے۔ جس کے دو طریق ہیں: ایک مصاحبتِ طویلہ یعنی مدتِ کافیہ تک اس کے پاس رہے اور یہ اَحوط ہے۔ دوسرا طریق مکاتبتِ طویلہ یعنی اس سے کچھ طریق پوچھ کر اس پر عمل کرے۔ پھر اپنے احوال سے اس

۲۵۵؎ النسآء: ۱۴۰

کو اطلاع دے۔ پھر جو وہ تجویز کرے اس کا اتباع کرے، اسی طرح مدت دراز تک کرتا رہے۔ بعد اس کے اگر دل چاہے بیعت کی درخواست کرے۔ پھر دوسرا جو کچھ جواب دے اس پر راضی رہے۔

۹۱) فرمایا کہ جس سے عقیدت ہو اس سے سوال و جواب کی نوبت نہ آنے دینا چاہیے بلکہ اس کی رائے اور مشورہ کے سامنے اپنی رائے کو فنا کر دینا چاہیے۔ بزرگوں کے سامنے ردوکد کرنا بالکل خلافِ ادب ہے۔

۹۲) فرمایا کہ یہ مرض عام ہو گیا ہے چاہتے ہیں کہ سہولت پہلے ہو، اس کے بعد کام شروع کریں۔ شرائع کی خاصیت یہ ہے کہ پہلے کام شروع کریں، اس کے بعد سہولت ہو گی۔ لوگوں نے اس کا عکس کر رکھا ہے۔ بڑی چیز اس طریق میں شیخ پر اعتقاد ہے۔ بدون اس کے کام نہیں چل سکتا، پھر سہولت کا انتظار کیسا؟

۹۳) فرمایا کہ اگر پیر کا پیر بھی ہو اور اس کی طرف میلان نہ ہو تو اس سے نفع نہ ہو گا۔

۹۴) فرمایا کہ کسی کے پاس نرے رہنے سے کیا ہوتا ہے جب تک اپنی اصلاح اور تربیت کی فکر نہ ہو؟

۹۵) فرمایا کہ بزرگوں کو جو خطوط لکھے جاویں ان میں اشعار کا لکھنا میں خلافِ ادب سمجھتا ہوں۔ ہاں! بطور جوش نکل جائے تو دوسری بات ہے۔ قصداً ایسا کرنے کا حاصل یہ ہے کہ ان کو اشعار سے متأثر کر کے کام نکالنا چاہیے۔ نیز اپنی لیاقت کا اظہار بھی ہے۔ طالب کا کوئی فعل معلّم کے ساتھ ایسا نہ ہونا چاہیے۔

آدابِ سلوک کے متعلق چند اشعار مع تشریح

از عرفانِ محبت مجموعہ کلام حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی دامت برکاتہم

مع تشریح از احقر

یہ معراجِ محبت ہے یہ اعجازِ محبت ہے
ہزاروں زخم کھا کر مسکرانا شادماں رہنا

اس شعر میں یہ ہدایت ہے کہ طریق میں مربّی سے جو بھی بظاہر جور و ستم اور زخم لگے اس پر شاداں و فرحاں رہے۔ شکایت اور اُف بھی نہ کرے۔

یہ عرفانِ محبت ہے یہ برہانِ محبت ہے
کہ سلطانِ جہاں ہو کر بھی بے نام و نشاں رہنا

اس شعر میں یہ ہدایت ہے کہ مخلوق میں خواہ کس قدر شہرہ اور قبول ہو لیکن خود اپنی طرف سے بے نام و نشاں رہنے کو پسند کرے۔

یہی ضبطِ محبت ہے یہی شرطِ محبت ہے
تڑپنا رات دن اور پھر بھی بے آہ و فغاں رہنا

اس شعر سے یہ ہدایت ملی کہ بعض کاملین پر شانِ ضبط غالب رہتی ہے جس سے آہ و فغاں کا ظہور نظر نہیں آتا، لیکن اندر اندر وہ تڑپتے رہتے ہیں۔ اس سے احقر کو تشفی ہوئی اور اس رنگ کے اکابر سے حسنِ ظن کی راہ ملی۔

جو خوش قسمت ہیں ان کو ہی ملا کرتی ہے یہ دولت
بہ فیضِ عشق صحراء میں بھی بن کر گلستاں رہنا

اس شعر میں یہ ہدایت ملی ہے کہ محبت کی دولت خوش قسمت لوگوں کو عطا ہوتی ہے اور اس کی برکت سے صحراء میں بھی وہ لطفِ گلستاں یعنی ناموافق حالات میں اور ناگوار احوال میں بھی گلستاں کی طرح جامِ تسلیم و رضا سے خنداں و شاداں و فرحاں و غزل خواں رہتے ہیں۔

تیرے جامِ محبت کا یہ اک ادنیٰ کرشمہ ہے
سرِ دار عاشقوں کا مست ہو کر نغمہ خواں رہنا

اس شعر میں یہ ہدایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جامِ محبت جس کو مل جاتا ہے وہ دار و رَسَن پر بھی مست اور نغمہ خواں رہتا ہے اور نازک دل نہیں ہوتا۔

دوست کی جانب سے جو پہنچے بلا
وہ بلا ہرگز نہیں وہ ہے کرم

اس شعر سے یہ ہدایت ملتی ہے کہ کبھی کرم بصورتِ ستم ہوتا ہے گھبرانا نہ چاہیے۔ مرشد کی طرف سے اصلاح کے لیے جو سختی ہو اس کو عین مہربانی و لطف سمجھے۔

حضرت مرشدی مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم کو یہ شعر بہت پسند آیا اور تقریر میں بھی پڑھا۔

واصلِ حق ہو نہیں سکتا کبھی
ڈھانہ دے تو کبر کا جب تک صنم

فائدہ: اس شعر سے یہ ہدایت ہوئی کہ کبر کا بُت جب تک توڑا نہ جائے گا اس وقت تک محبوبِ حقیقی سے واصل نہ ہوگا اور مرشد ہی اس بت کو توڑ سکتا ہے لہٰذا اس کے ہر اندازِ ستم کو بھی عینِ کرم سمجھ کر مشکور اور ممنون اور مسرور رہنا چاہیے۔

جس پہ کھل جائے گا رازِ بندگی
بھول جائے گا وہ بے شک کیف و کم

فائدہ: جس پر فنائیت و عبدیت کے اسرار منکشف ہو جاتے ہیں وہ کیفیت و کمیت کی تجویزات سے نجات پا جاتا ہے اور سراپا رضا بالقضا اور تسلیم اور افنائے تجویز کی دولت سے مشرف ہو جاتا ہے۔

توبہ ارے غیروں پر وہ بیداد کریں گے
اپنا جسے سمجھیں گے اسے یاد کریں گے

احقر کو اس شعر سے یہ ہدایت ملی کہ جس قدر تعلق قوی ہوتا ہے اُسی قدر اس کی اصلاح میں دینی مربّی زیادہ کاوش اور ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہے اور جس قدر تعلق ڈھیلا ڈھالا ہوتا ہے اُسی قدر اس کے ساتھ معاملہ نرم کیا جاتا ہے۔

ہم آہ و فغاں اور نہ فریاد کریں گے
ان کے کرمِ خاص کو بس یاد کریں گے

اس شعر سے یہ ہدایت ملی کہ مربّی کی تربیتی سختیاں نہایت شوق سے گوارا کرلے اور آہ و فغاں نہ کرے اور نہ فریاد کرے، بلکہ مربّی کے خاص کرم کو یاد کرتا رہے کہ اس کا ہر ستم

صورتاً ستم ہے معناً وہ بھی کرم ہے۔ کما قال العارف الرومی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

گر بہر زخمے تو پُر کینہ شوی
پس چرا بے صیقل آئینہ شوی

مانا نہ سہی آج تو کل یاد کریں گے
ناشاد محبت کو مگر شاد کریں گے

وقتی طور پر تربیت کے لیے اگر کچھ دن کے لیے صورتاً وہ مربّی جفا اور اعراض کرے گا تو جلد ہی پھر وہ یاد کرے گا اور پھر اپنے کرم و عطا سے خوش کر دے گا۔ حالتِ اعراض میں بھی وہ دل سے پاس رکھتا ہے۔

وہ دل سے پاس رکھتے ہیں نظر سے دور کرتے ہیں

(مجذوب رحمۃ اللہ علیہ)

جس نے اپنا مٹایا نام و نشاں
ہفت اقلیم کا بنا سلطاں

فائدہ: جو شخص ارضائے حق کے لیے اپنے نفس کو مٹا دیتا ہے من جملہ انواع افنائے نفس سے افنائے تجویز ورائے پیش مرشد ہے تو حق تعالیٰ شانہ "مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَهُ اللّٰہُ"[۲۵۶] کے وعدہ کے مطابق ہفت اقلیم کا سلطان بنا دیتے ہیں۔ یعنی عزتِ متوقعہ سے بھی زیادہ قبول فی الخلق کا مقام عطا فرماتے ہیں اور حفاظتِ غیبیہ بھی نصیب فرماتے ہیں۔ پس یہ شہرہ و قبول من الغیب و تائید الغیب کے سبب مضرت رساں بھی نہ ہو گا۔

تیر پر تیر کھاتے ہیں عشاق
نہیں کرتے ہیں پھر بھی آہ و فغاں

فائدہ: راہِ حق میں بڑے بڑے مصائب و مجاہدات برداشت کرتے ہیں اور آہ و فغاں اور شکوۂ جور و جفا نہیں کرتے بلکہ جورِ صوری میں صدہا کرمِ معنوی کو پنہاں سمجھتے ہیں۔

۲۵۶؎ کنز العمال: ۳/۵۰ (۵۴۳۷)، مؤسسۃ الرسالۃ

دما دم شراب الم درکشند
وگر تلخ بینند دم درکشند

ان کی مرضی پہ دل سے ہو قرباں
جانیے اس کو حاصلِ عرفاں

فائدہ: رضائے حق پر دل سے قربان رہے اور ارضائے حق کے اہتمام کو حاصلِ عرفاں سمجھنا چاہیے، اور ارضائے مرشد کا قصد بھی ارضائے حق ہی کا قصد ہے۔ (یعنی اپنے جذبات اور مرضیات کو اللہ تعالیٰ شانہٗ کی مرضیات پر قربان کردینا ہی حاصل عرفانِ کامل ہے۔ اگر یہ دولت حاصل نہیں تو وہ عارفِ کامل بھی نہیں۔)

آنے لگے گلشن کے مزے ہم کو قفس میں
شکوہ نہ کبھی ہم ترا صیاد کریں گے

فائدہ: اس شعر کے اندر اس نعمت کا ذکر ہے کہ تسلیم و رضا کی برکت سے ہر حال میں سالک حیاۃِ طیبہ سے مشرف رہتا ہے اور بوجہ انکشاف بعض حکم و اسرار مثل ترقی درجات فی القرب و اصلاحِ عجب و کبر و تکمیلِ عبدیت و نحو ذالک مربّی سے شکایت کے بجائے ممنونِ کرم رہتا ہے۔

ہے عشق مجھے کس لبِ شیریں کا الٰہی
گر درد بھی اُٹھتا ہے تو میٹھا مرے دل میں

(مجذوبؔ)

وہ چاہنے والوں کے لیے اپنے یقیناً
عالم ہی نیا حسن کا ایجاد کریں گے

فائدہ: وہ محبوبِ حقیقی اپنے عاشقین کے لیے یعنی ان کی تربیت و ترقی اور تکمیلِ عشق کے لیے نئے نئے اسباب و حالات ایجاد کریں گے۔

کما قال اصغر رحمہ اللہ۔

کبھی عالمِ گلستاں اور کبھی ویرانہ ہوتا ہے
جو ہوتا ہے بپاسِ خاطر دیوانہ ہوتا ہے

اسی طرح مرشد و مصلح بھی طالبین کی تکمیل و اصلاح کے لیے اور ان کو کبر و عجب اور حبِّ جاہ جیسے مہلکات سے تحفظ کے لیے نئے نئے اندازِ تربیت ایجاد کرتا ہے اور اس کا اجتہاد بوجہ مؤید بالغیب ہونے کے طالب کے لیے آبِ حیات ہوتا ہے۔ سالک کو اعتماد کامل کے ساتھ اور والہانہ طور پر مربّی کی ہر شانِ تربیت پر راضی رہتے ہوئے اس کو اپنے لیے نافع بلکہ اَنفع سمجھنا چاہیے۔

نعمت یہ مبارک ہو کہ احمدؔ کبھی تجھ کو
وہ دامِ محبت سے نہ آزاد کریں گے

فائدہ: اللہ تعالیٰ شانہٗ اپنے کرم سے جن کو اپنا مقبول بنالیتے ہیں ان کو پھر کبھی مردود نہیں فرماتے کیوں کہ وہ مقبول ہی اسے بناتے ہیں جو ان کا ہمیشہ باوفا رہتا ہے۔ علم مستقبل جس کو نہیں ہوتا وہ تو غدار اور بے وفا کو باوفا حالاتِ حاضرہ سے بنا سکتا ہے۔ جیسا کہ مخلوق میں مشاہد ہے۔ وَهٰذَا لِلْخَالِقِ مَحَالٌ یہی مراد ہے صوفیائے کرام کی اَلْفَانِیْ لَا یُرَدُّ سے۔ پس اس پر حق تعالیٰ شانہٗ کا ایک عظیم انعام ہوگا جسے وہ اپنے دامِ محبت سے آزاد نہ فرماویں گے۔ وفی هٰذا المقام نعم قال المجذوب رحمہ اللہ۔

پابندِ محبت کبھی آزاد نہیں ہے
اس قید کی اے دل کوئی میعاد نہیں ہے

مربّی مشفق حضرات بھی اپنے طالبین کے ساتھ یہی معاملہ فرماتے ہیں کہ تربیت واصلاح کی غرض سے اگر دور فرماتے ہیں تو ہمہ تن اس پر متوجہ بہ دعا رہتے ہیں اور سو جان سے اس پر ستم صوری کی حالت میں کرم معنوی سے متوجہ رہتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم جب زمانۂ ہجراں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم روئے مبارک کا انحراف فرماتے تھے اور جب ہم نہیں دیکھتے تھے تو نگاہِ نبوت ہم پر کرم انداز ہوتی تھی۔

ولنعم ما قال المجذوب رحمہ اللہ۔

یوں نظر تو مجھ پہ ڈالی جائے گی
جب میں دیکھوں گا تو ہٹالی جائے گی

جو چیز تیرے ذوق میں اُف جور و ستم ہے
احساس میں عاشق کے وہی لطف و کرم ہے

اَلْھِدَایَۃُ الْحَاصِلَۃُ مِنْ ھٰذَا الشِّعْرِ: اے مخاطب! راہِ محبت میں جس عتابِ محبوب کو تو جور و ستم سمجھ رہا ہے اور اس کو سببِ ایحاش سمجھتا ہے دراصل یہ تیری نادانی اور حقیقت ناشناسی ہے بلکہ قلتِ محبت و عظمت اور اسرارِ محبت سے ناواقفی بلکہ عجب و کبر اور حبِ جاہ کے جراثیم کی زہر افشانی اور سلامتیٔ قلب اور سلامتیٔ عقل سے تہی دامنی ہے۔ عاشقین صادقین کے نزدیک تو راہِ محبت کے ہر جور و ستم صوری صدہا لطف و کرم معنوی کے ماہتاب اور آفتاب ہوتے ہیں جن کے انوار و برکات کو خفاش طبع اور خوگر ظلمت نفوس ادراک نہیں کر پاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ اپنی رحمت سے سلامتیٔ فہم اور سلامتیٔ قلب کی دولت جس کو عطا فرماویں وہی حضرات اس دسترسی نعمائے باطنی سے مشرف ہوتے ہیں۔

ہے تیری خطا ہائے سمجھتا جو ستم ہے
کیا شئے ہے ستم کچھ بھی ہو ہر حال کرم ہے

اَلْھِدَایَۃُ الْحَاصِلَۃُ مِنْ ھٰذَا الشِّعْرِ: جس خفاش طبع اور عجب و کبر اور حبِ جاہ کی ظلمتوں کے جراثیم زدہ قلب نے راہِ سلوک میں مربّی کی جفاہائے صوری کو ستم سمجھا وہ سخت خطاکار ہے اور حضراتِ اہل اللہ کہ وہ ارحم الراحمین کی طرف سے تربیتِ نفوس و ارواح کے نمائندے ہیں، جو معاملہ اور تدبیر بھی اصلاحِ نفوس کے لیے اختیار فرمائیں وہ اس باب میں سراپا اخلاص اور سراپا وفا اور سراپا کرم اور سراپا شفقت اور سراپا محبت ہیں۔ ہر حال میں طالب کو ہر ظاہری اور صوری قہر کو عینِ مہر اور ہر ستم کو عینِ کرم سمجھنا چاہیے۔

ہو تجھ کو مبارک کوئی مائل بہ کرم ہے

اعزازِ محبت ہے جو یہ مشقِ ستم ہے

اَلْعِبْرَۃُ الْحَاصِلَۃُ مِنْ ھٰذَا الشِّعْرِ: اگر مربّی احتساب اور عتاب اور ڈانٹ ڈپٹ کا رنگ اختیار کرے تو اے طالب! تجھے یہ شانِ مرشد مبارک ہو کہ یہ عین ان کا کرم ہے۔ چاہتے ہیں کہ تیرے نفس کے عجب و کبر اور آثارِ حبِ جاہ کے سیاہ بادلوں کی حیلولت کو تیرے قلب کے محاذات سے فنا کر دیں تا کہ نسبت مع اللہ کا بدر کامل جو پردۂ خفا میں ہے حق تعالیٰ شانہٗ فنائے نفس کی برکت سے تجھ پر منکشف فرماویں اور جس احتسابِ مرشد کو تو اپنی ذلت اور رُسوائی سمجھتا ہے تو خوب سمجھ لے کہ یہ مشقِ ستم عین اعزاز ہے۔ **مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ**[۲۵۷] **ولنعم ما قال المجذوب رحمہ اللہ** ؎

عشق کی ذلت بھی عزت ہو گئی

لی فقیری بادشاہت ہو گئی

سر جس کا نہیں در پہ تیرے شوق سے خم ہے

محروم ہے کیا جانے وہ کیا چیز کرم ہے

اَلْھِدَایَۃُ الْحَاصِلَۃُ مِنْ ھٰذَا الشِّعْرِ: راہِ عشق میں محبوب کی رائے اور ارشاد پر جو تسلیم سر شوق سے نہیں کرتا اور والہانہ اتباع اور افنائے رائے اور افنائے تجویز نہیں کرتا وہ سالک محرومِ کرم اور محروم عنایتِ خاصّہ رہتا ہے اور برکاتِ تفویض و تسلیم کے انعامات سے مشرف نہیں ہوتا۔

ہر زخم میں پوشیدہ ہیں جنت کی بہاریں

عشاق سے پوچھو یہ کرم ہے کہ ستم ہے

اَلْھِدَایَۃُ الْحَاصِلَۃُ مِنْ ھٰذَا الشِّعْرِ: محبت کی راہ میں جو زخم بھی لگتے ہیں عاشق کو چاہیے کہ خوشی خوشی اسے جھیل لے، اور لفظ جھیلنا بھی توہینِ محبت ہے۔ والہانہ اور

[۲۵۷] کنز العمال: ۳/۵۰ (۵۴۳۷)، مؤسسۃ الرسالۃ

نعرۂ مستانہ کے ساتھ ہر ادائے محبوب پر فدا رہے کہ اس لذتِ تسلیم میں جنت کی بہاریں پوشیدہ ہیں۔

اس خنجرِ تسلیم سے یہ جانِ حزیں بھی
ہر لحظۂ شہادت کے مزے لوٹ رہی ہے
صدمہ سے میری آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں
دل ہے کہ ان کی خاطر تسلیم سر کیے ہے
(اخترؔ)

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ایسی محبت عطا فرماویں۔ آمین۔ محض عقل کی محبت سے اس کیفیت کا حصول عادتاً مشکل ہے۔ طبعی محبت کی الحاح کے ساتھ دعا کرنی چاہیے۔

محبت محبت تو کہتے ہیں لیکن
محبت نہیں جس میں شدت نہیں ہے
(حضرت پرتاب گڑھی)

جس کی نگہ شوق اسے ڈھونڈ رہی ہے
احساس میں اس کے نہ کرم ہے نہ ستم ہے

اَلْهِدَايَةُ الْحَاصِلَةُ مِنْ هٰذَا الشِّعْرِ: جس طالب کی نظر محبوب کی رضا پر ہوتی ہے اس کے سامنے کرم و ستم کے دونوں رُخ کالعدم ہوتے ہیں۔

فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد ازو غیر او تمنّائے

پس طالبِ رضائے حق کو تسلیم و تفویض کی راہ سے گزرنا چاہیے۔

بے کیفی میں بھی ہم نے تو اک کیفِ مسلسل دیکھا ہے
جس حال میں بھی وہ رکھتے ہیں اس حال کو اکمل دیکھا ہے

ساقی کے کرم سے جو ہے مخمور محبت
ہر ایک ستم اس کے لیے جانِ کرم ہے

اَلْهِدَایَةُ الْحَاصِلَةُ مِنْ هٰذَا الشِّعْرِ: اس شعر کے اندر یہ ہدایت نظر آتی ہے کہ مرشد کی جانب سے اصلاح کے لیے جو عنوان کبھی بضرورت سخت اور تلخ اور درشت اختیار کیا جاتا ہے وہ مفید اور مناسب سمجھ کر کیا جاتا ہے اور عقل کو غالب رکھتے ہوئے کیا جاتا ہے۔ کسی نادان کو نادانی سے غلبۂ طبع کا واہمہ بھی نہ ہونا چاہیے اور مرشد کے ہر معاملہ کو نیک محمل پر حمل کرنا چاہیے کہ وہ جسمانی باپ سے بھی زیادہ شفیق و مہربان ہوتا ہے۔ جسمانی باپ کا تو جسمانی تربیت کا احسان ہوتا ہے جس کا ثمرہ حیاتِ دنیویہ پر مرتب ہوتا ہے اور روحانی مربّی کا ثمرہ دنیا اور آخرت کی دائمی حیات دونوں جگہ مرتب ہوتا ہے۔ اسی سبب سے مربّی روحانی کے لیے طالب کو دعاگو بھی رہنا چاہیے۔ جیسا کہ بیان القرآن کے حاشیہ میں رَبِّ ارْحَمْهُمَا (الآیۃ) کے ذیل میں حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی آیت سے مرشدین کے لیے طالبین کو دعائے رحمت کرنے کی ہدایت کا استنباط فرمایا ہے۔

پس ہر ستم صوری مرشد کی طرف سے صدہا کرم معنوی کا حامل ہوتا ہے۔
لیکن جو محبت میں خام ہوتا ہے وہ گھبرا جاتا ہے اور اُنس کے بجائے وحشت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ایسے خام اور نادان لوگوں کی موانست اور تکمیلِ ہدایت کی خاطر اہل اللہ شَفَقَةً وَرَحْمَةً وَحِرْصًا عَلَى الْأُمَّةِ نزول فرماتے ہیں۔ یعنی جب اہل اللہ اپنے کرم عمیم اور پر توِ خلق عظیم سے ان خام کاروں اور نادانوں کا ضعفِ تحمل بھانپ لیتے ہیں تو پھر ایسے لوگوں کی تربیت میں نرم انداز اختیار فرماتے ہیں۔

وہ ان کارفتہ رفتہ بندۂ بے دام ہوتا ہے
محبت کے اسیروں کا یہی انجام ہوتا ہے

وقال الرومی رحمہ اللہ۔

مہر پاکاں درمیانِ جاں نشاں
دل مدہ الّا بہ مہرِ دل خوشاں

چوں کہ محبت سے اتباع کی تسہیل بلکہ تلذیذ ہوتی ہے اور قلبِ عاشق محبت کے ذریعے محبوب مرشد کے باطنی اخلاق کو بھی جذب کرلیتا ہے کَمَا قَالَ الْاِمَامُ الْغَزَالِیُّ رَحِمَہُ اللہُ: فَإِنَّ الطِّبَاعَ تَسْرِقُ الْأَخْلَاقَ مِنْ طِبَاعٍ أُخْرٰی اس لیے ساقی پہلے اپنے کرم سے طالبین کو مئے محبت سے مخمور کرتے ہیں اور جس کی برکت سے اس کا ہر ستم بھی جانِ کرم محسوس ہوتا ہے اور اس نوع کا احساسِ محبت مرشد ہی کا ثمرہ ہوتا ہے۔

لذتِ دید ہجر میں عشق کی یہ کرامتیں
میں نے خزاں میں بھی بہار دیکھ لی تیری یاد میں

اَلْھِدَایَۃُ الْحَاصِلَۃُ مِنْ ھٰذَا الشِّعْرِ: حالتِ فراق میں رضائے محبوب کے اعمال اور ذکرِ محبوب لذتِ قرب ووصال کا ذریعہ ہے۔

اُذْکُرُوا اللہ شاہِ ما دستور داد
اندر آتش دیدہ مارا نور داد

(رومی رحمۃ اللہ علیہ)

اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کو عاشقوں کے لیے دستور بنادیا۔ پس جدائی اور فراق کے غم اور آگ کو نورِ گلزار بنادیا۔

جس فلک نے مجھ کو محرومِ گلستاں کردیا
اشک ہائے خوں نے مجھ کو گل بداماں کردیا

(مجذوبؔ رحمۃ اللہ علیہ)

اللہ تعالیٰ جس کو توفیقِ ذکر عطا فرمادیں تو وہ حالتِ خزاں میں بھی بہار کا لطف پاتا ہے کیوں کہ خالقِ بہار سے رابطہ رکھنے والا مخلوق بہار کا محتاج نہیں رہتا۔

خوشا حوادثِ پیہم خوشا یہ اشکِ رواں
جو غم کے ساتھ ہو تم بھی تو غم کا کیا غم ہے

(اصغرؔ گونڈوی رحمۃ اللہ علیہ)

تیرے غم کی جو مجھ کو دولت ملے
غمِ دو جہاں سے فراغت ملے

(سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ)

زندگی پُر کیف پائی گرچہ دل پُر غم رہا
اُن کے غم کے فیض سے میں غم میں بھی بے غم رہا

(اخترؔ)

اگر عالم سراسر خار باشد
دلِ عاشق گل و گلزار باشد

(رومیؔ رحمۃ اللہ علیہ، دیوانِ شمس تبریز)

وہ گرمیٔ ہجراں وہ تیری یاد کی خنکی
جیسے کہ کہیں دھوپ میں سایہ نظر آئے

ایک ہی بات میں نظر آتی ہیں باتیں سینکڑوں
پڑ گئی جان عشق کے فیض سے اجتہاد میں

اَلْھِدَایَۃُ الْحَاصِلَۃُ مِنْ ھٰذَا الشِّعْرِ: اہلِ محبت جب شرحِ محبت کرتے ہیں تو ایک بات میں فیضانِ محبت سے سینکڑوں علوم وارد ہوتے ہیں۔

جو چپ بیٹھوں تو اک کوہِ گراں معلوم ہوتا ہوں
جو لب کھولوں تو دریائے رواں معلوم ہوتا ہوں

(مجذوبؔ)

سینہ خواہم شرحہ شرحہ از فراق
تا بگویم شرح از دردِ اشتیاق
عقل در شرحش چو خر در گل بخفت
شرح عشق و عاشقی ہم عشق گفت

لوٹ آئے جتنے فرزانے گئے
تابہ منزل صرف دیوانے گئے
مستند رستے وہی مانے گئے
جن سے ہو کر تیرے دیوانے گئے
آہ کو نسبت ہے کچھ عشاق سے
آہ نکلی اور پہچانے گئے

گفتگوئے عاشقاں در کارِ رب
جوشش عشق است نے ترکِ ادب

درونم را بہ عشق خویشتن سوز
بہ تیر دردِ خود جان و دلم دوز

(مولانانانوتوی رحمۃ اللہ علیہ)

نہیں طالب وہ جو راہ بر سے خفا ہوتے ہیں
کہیں عاشق میں بھی اندازِ جفا ہوتے ہیں

راہ بر سے خفگی خامی محبت مرشد کی علامت ہوتی ہے ورنہ شانِ عشاق تو یہ ہے کہ ہر ادائے مرشد پر فدا رہتے ہیں۔

عشق کی شان ہی کچھ اور دیکھ رہا ہوں آج میں
کیف ہے اعتماد پر لطف ہے انقیاد میں

اَلْھِدَایَۃُ الْحَاصِلَۃُ مِنْ ھٰذَا الشِّعْرِ: سالک کو مرشد کے ساتھ عقلی محبت کے ساتھ اگر طبعی محبت بھی عطائے حق سے نصیب ہو جاوے تو اعتماد اور انقیاد دونوں ہی پُر لطف اور لذیذ ہو جاتے ہیں۔ محبت اور عشقِ مرشد تمام مقاماتِ سلوک کی مفتاح ہے اور ترمذی شریف کی اس روایت سے مراد اور مسئول سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَحُبَّ عَمَلٍ یُّبَلِّغُنِیْ حُبَّکَ[۲۵۸]

اے اللہ! میں سوال کرتا ہوں آپ کی محبت کا اور آپ سے محبت کرنے والوں کی محبت کا اور ان اعمال کی محبت کا جو آپ کی محبت تک رسائی کا وسیلہ ہو۔

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کائنات میں محبتِ الٰہیہ کے لیے اور اعمالِ صالحہ کی محبت اور توفیق کے لیے اہل اللہ کی محبت سے بڑھ کر کوئی ذریعہ نہیں اور اسی حدیثِ مذکور سے استدلال فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محبتِ حق اور محبتِ اعمالِ صالحہ کے درمیان محبتِ اہل اللہ کی مطلوبیت رکھی ہے جس میں اشارہ موجود ہے کہ یہ دولت یعنی محبتِ اہل اللہ محبتِ حق اور محبتِ اعمالِ صالحہ کا وسیلہ ہے اور اس کا تعلق دونوں سے مربوط ہے۔ صوفیائے کرام اسی لیے طالبین پر شفقت و محبت سے متوجہ رہتے ہیں کہ ان کے قلوب میں مربّی کی محبت پیدا ہو جاوے اور ان کی اصلاحِ حال اور ترقیات میں یہ محبت ذریعۂ تکمیل بن جائے۔

کیف میں تو نے ڈوب کر چھیڑی جو داستانِ عشق
قابو رہا نہ ضبط پر رونے لگا میں داد میں

اَلْھِدَایَۃُ الْحَاصِلَۃُ مِنْ ھٰذَا الشِّعْرِ: اس شعر میں یہ ہدایت ہے کہ دعوت الی اللہ کے وقت حق تعالیٰ شانہٗ کی محبت کا غلبہ رہے تاکہ حق تعالیٰ کا راستہ محبوب اور لذیذ معلوم ہو اور قلوب بآسانی اس دعوت کو مشتاقانہ قبول کر لیں۔

اسلوب تعبیراتِ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ احکام کی مقدار پورے قرآن میں اگر جمع کیا جاوے تو تقریباً ایک پارے میں جمع ہو جاوے گی یا اس سے بھی کم میں۔ لیکن قصصِ انبیاء اور دلائلِ معرفت اور ذکر انعاماتِ الٰہیہ موجبہ محبتِ محسن سے تمام قرآن مملو ہے۔ اور اکابر کے مواعظ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ احکام قلیل لیکن محبت اور معرفت کے مضامین کی کثرت رہتی ہے جو **بِالْمَوْعِظَۃِ وَالْحِکْمَۃِ** کا عین مقتضا ہے۔

---

۲۵۸ جامع الترمذی: ۲/۱۸۷، باب من ابواب جامع الدعوات، ایچ ایم سعید

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ سالک کو اہلِ محبت کی صحبت اختیار کرنی چاہیے اور محبت کی ترقی کے لیے گلزارِ ابراہیم مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ اور اہل اللہ کے حالات وحکایات کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

تیری ہر اک بات پر مجھ کو نہ ہو یقین کیوں
ضعف کا نام تک نہیں ہے مرے اعتقاد میں

اَلْهِدَايَةُ الْحَاصِلَةُ مِنْ هٰذَا الشِّعْرِ: مرشد پر اعتقاد کامل جب ہوتا ہے تو اس کی ہر تربیتی تدبیر پر یقین نافعیت کے ساتھ عمل کرتا ہے اور اگر تلخ تدبیر اختیار کرتا ہے تو وجد وکیف کے ساتھ قبول کرتا ہے۔

بدرد وصاف ترا حکم نیست دم درکش
کہ آنچہ ساقی ماریخت عین الطاف است

غیر سے مطلب ہی کیا مقصود سے بس کام ہے
جو ہے عاشق اس کو کیا پروائے ننگ ونام ہے

اَلْهِدَايَةُ الْحَاصِلَةُ مِنْ هٰذَا الشِّعْرِ: مخلص سالک کی نظر حق تعالیٰ شانہٗ کی صرف رضا پر رہتی ہے۔ مخلوق کی فکر کہ دنیا کیا کہے گی اس کی پروا بھی نہیں ہونی چاہیے۔

ولنعم ما قال العارف الهندی رحمه الله۔

سارا جہاں خلاف ہو پرواہ نہ چاہیے
پیشِ نظر تو مرضیٔ جانانہ چاہیے
پھر اس نظر سے جانچ کے تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

مست ہے ہر حال میں جو عاشق بدنام ہے
اس کو کلفت میں بھی حاصلِ راحت وآرام ہے

اَلْهِدَايَةُ الْحَاصِلَةُ مِنْ هٰذَا الشِّعْرِ: عاشقِ مخلص جو بدنامی کے خوف کو بالائے طاق

رکھ دیتا ہے اس کو تفویض اور لذتِ تسلیم سے کلفتِ ظاہری میں بھی آرام و راحتِ معنوی حاصل رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کا ایک ذرّۂ غم تمام غمومِ دنیویہ کے سانپوں اور بچھوؤں کو مثل عصائے موسوی نگل جاتا ہے۔ ایک بزرگ شاعر فرماتے ہیں؎

وہ تو کہیے کہ ترے غم نے بڑا کام کیا
ورنہ مشکل تھا غمِ زیست گوارا کرنا

(اصغرؔ رحمۃ اللہ علیہ)

خوشا حوادثِ پیہم خوشا یہ اشکِ رواں
جو غم کے ساتھ ہو تم بھی تو غم کا کیا غم ہے
زندگی پُر کیف پائی گرچہ دل پُر غم رہا
ان کے غم کے فیض سے میں غم میں بھی بے غم رہا
صدمہ و غم میں مرے دل کے تبسم کی مثال
جیسے غنچہ گھرے خاروں میں چٹک لیتا ہے

(اخترؔ)

چھوڑ دے چوں وچرا تجویز سے کیا کام ہے
ہے وہی فائز جو ان کا بندۂ بے دام ہے

اَلْھِدَایَۃُ الْحَاصِلَۃُ مِنْ ھٰذَا الشِّعْرِ: اے سالک اور عاشق! تو اللہ تعالیٰ کی راہِ محبت میں چوں وچرا اور تجویز ترک کردے کہ؎

کفر است دریں مذہب خود بینی و خود رائی

محبت اور انانیتِ رائے کا اجتماع مترادف اجتماعِ ضدین ہے؎

جب تک فنائے رائے کی ہمت نہ پایئے
کیوں آپ اہلِ عشق کی محفل میں جایئے

اللہ تعالیٰ کی محبت کی راہ میں وہی بندہ فائز المرام اور خوش انجام ہوتا ہے جو چوں وچرا اور

تجویز کو ترک کر کے مرشد کا بندۂ بے دام بن جائے۔

وہ ان کارفتہ رفتہ بندۂ بے دام ہوتا ہے
محبت کے اسیروں کا یہی انجام ہوتا ہے
اس کو دنیا اور مافیہا سے کچھ مطلب نہیں
کوچۂ محبوب میں مدت سے جو گم نام ہے

اَلْهِدَایَةُ الْحَاصِلَةُ مِنْ هٰذَا الشِّعْرِ: گاہِ حق میں بے نام و نشاں پڑا رہے اور اپنی گمنامی کو عزیز رکھے اِلَّا یہ کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس سے کام لینے کے لیے اس کی شہرت کا غیبی سامان فرمادیں تو پھر یہ شہرت مضر نہ ہوگی اور یہ شخص حفاظتِ حق کے سائے میں رہے گا، لیکن اپنی طرف سے ذوق یہی ہو۔

کشتہ و مردہ بہ پیشت اے قمر
بہہ کہ شاہ زندگاں جائے دگر

(رومی رحمۃ اللہ علیہ)

تمنا ہے کہ اب ایسی جگہ کوئی کہیں ہوتی
اکیلے بیٹھے رہتے یاد ان کی دلنشیں ہوتی

(مجذوب رحمۃ اللہ علیہ)

جور میں بھی لطف کی لذت جسے ملتی نہ ہو
عشق میں پختہ نہیں ہرگز ابھی وہ خام ہے

اَلْهِدَایَةُ الْحَاصِلَةُ مِنْ هٰذَا الشِّعْرِ: جس سالک کو اپنے مرشد کی اصلاحی تغیّر مزاجی اور ڈانٹ ڈپٹ وغیرہ ناگوار ہو اور ان اداؤں میں لطف اور لذت محسوس نہ کرے اور ان ظاہری ذلتوں میں اپنی عزت نہ سمجھے وہ سالک عشق میں خام ہے ہرگز پختہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے شیخ کی محبت و عظمت اور معرفت اور توفیق افنائے نفس طلب کرے اور نازک دل نہ رہے۔

چوں گزیدی پیر نازک دل مباش

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بے وفا سہی
جس کو ہو جان و دل عزیز اس گلی میں جائے کیوں

طالب کو اپنے مرشد کے ہر ناز کو اُٹھانے کا حوصلہ ہونا چاہیے کہ یہ ناز برداری مرشد کی راہِ حق کی ناز برداری ہے۔ البتہ ضعفِ قلب اور ضعفِ طبع سے اگر طالب سے تحمل نہ ہوسکے اور یہ سبب بن جائے عدمِ موانست کا اور توحش عن المصاحبت والمجالست کا تو اپنے ضعفِ طبعی سے مرشد کو آگاہ کرکے درخواست رحم کی پیش کردے۔ اہل اللہ تو سراپا کرم اور سراپا رحمت ہوتے ہیں۔ پھر وہ ایسے طالب کی ضعفِ طبع اور ضعفِ قلب کی رعایت فرمائیں گے اور اندازِ تربیت نرم کردیں گے۔

سر جھکادیں شوق سے حق کی اطاعت کے لیے
اور کیا شے ہے اسی کا نام تو اسلام ہے

اَلْھِدَایَۃُ الْحَاصِلَۃُ مِنْ ھٰذَا الشِّعْرِ: اصلاحِ باطن کے لیے اور عجب و کبر اور خود بینی کے اثراتِ ردّیہ اور رذیلہ کو مٹانے کے لیے اگر مرشد دوائے تلخ تجویز کرے تو عجب و کبر کے ملیریا کے لیے اس دوا کو کونین سمجھ کر نگل جائے اور معالج سے حسنِ ظن اور کامل اعتماد رکھے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کونین کی برکت سے جب عجب و کبر کے حجابات رفع ہوں گے تو نسبت مع اللہ کا چاند پہلو میں جلوہ گر ہوگا اور اس کونین کی بدولت دولتِ کونین عطا ہوجاوے گی۔

میں جور میں بھی لطفِ نہاں دیکھ رہا ہوں
خوش ہو کے تیرے تیر وسناں دیکھ رہا ہوں

اَلْھِدَایَۃُ الْحَاصِلَۃُ مِنْ ھٰذَا الشِّعْرِ: طالب کو اپنے محسن، مربّی و کریم مرشد کی تنبیہات اور زجر و تغیّرِ مزاجی کو ناگوار ہونے کے بجائے اس کے اندر لطف و کرم پوشیدہ سمجھنا چاہیے کہ منشا مرشد کا اس سے تزکیۂ نفس اور اصلاحِ اخلاق ہے۔ البتہ مربّی اور معلم کو اپنی شانِ تربیت اور شانِ تعلیم پر شانِ رحمت کو غالب رکھنا چاہیے تاکہ طبائعِ ضعیفہ بھی تربیت اور تعلیم سے محروم نہ ہوں۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وعظ میں اس شعر سے اس مضمون کو بیان فرمایا ہے۔

خستگاں راچو طلب باشد وہمت نہ بود
گر تو بیداد کنی شرطِ مروت نہ بود

پس جب طالب پر سخت اندازِ تربیت بجائے مفید ہونے کے مضر محسوس ہو تو معالج کو اندازِ نرم اختیار کرنا چاہیے کیوں کہ استفادہ اور استفاضہ کے لیے طبعی موانست ضروری ہے جو مرشد کی شفقت اور رحمت سے پیدا ہوتی ہے۔ اہلِ محبت اس کی قدر جانتے ہیں کہ ہر ادائے محبت و شفقت پر دل و جان سے عاشق ہر نَفَس فدا ہوتا رہتا ہے۔

مقدر سے ملی جس کو محبت کی فراوانی
اسی کے ہاتھ سے ہوتی ہے روشن شمعِ ایمانی

اَلْهِدَايَةُ الْحَاصِلَةُ مِنْ هٰذَا الشِّعْرِ: جس کے قلب پر اللہ تعالیٰ کی محبت غالب ہو جاتی ہے تو اس کی محبت کی فراوانی ہر جگہ نظر آتی ہے۔ عبادات و ذکر کی حلاوت میں، احباب کی تربیت میں اور علیٰ رؤس المنابر اس کی محبت کا جھنڈا لہرا جاتا ہے۔ ولنعم ما قال جگر۔

میرا کمالِ عشق بس اتنا ہے اے جگرؔ
وہ مجھ پہ چھا گئے میں زمانے پہ چھا گیا

صنمارہ قلندر سزدار بمن نمائی
کہ دراز و دور دیدم رہ ورسم پارسائی

یعنی طرزِ محبت سے افنائے نفسِ تام جلد نصیب ہوتا ہے۔

قال العارف الرومی رحمہ اللہ۔

عشق ساید کوہ را مانند ریگ
عشق جوشد بحر را مانند دیگ

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما
اے طبیب جملہ علتہائے ما
اے تو افلاطون و جالینوسِ ما
اے دوائے نخوت و ناموسِ ما

(رومیؒ)

محبت تیری یہ برکت محبت تجھ پہ صد رحمت
نہیں پندار دیکھا میں نے سرشار محبت میں

پریت کی لذت جب سے ملی ہے دل کا عالم ہے کچھ اور
نگر ڈھنڈورا پیٹ رہا ہوں پریت کرو سب کوئے

(حضرت پرتاب گڑھی)

از عرفانِ محبت

سنا جس نے وہی سو جان سے حق پر ہوا قربان
کوئی دیکھے تو آکر عاشقوں کی شانِ گویائی

عجب عالم ہو اللہ اکبر اہلِ محفل کا
حدیثِ عشق کی احمدؔ نے جب بھی شرح فرمائی

احمدؔ تیرا نغمہ ہے یہ پیغامِ محبت
دلکش ہے یہ آواز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

مٹادو ہاں مٹادو اپنی ہستی تم محبت میں
یہی کہتے ہیں بسطامیؒ غزالیؒ اور جیلانیؒ

اَلْهِدَایَةُ الْحَاصِلَةُ مِنْ هٰذَا الشِّعْرِ: تمام انعاماتِ ظاہرہ و باطنہ کے ہوتے ہوئے

بھی اپنے نفس کو مٹانا اصل انعام ہے۔ اگر یہ حاصل نہ ہوا تو سب لا حاصل ہے کیوں کہ تواتر اولیائے اُمت سے افنائے نفس کی ضرورت اور اہمیت ثابت ہے اور یہ امر بین الصوفیاء مشہور علی الالسنۃ ہے جس کا صحیح مقام حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح ارشاد فرمایا کہ ”میں اپنے کو تمام مسلمانوں سے فی الحال اور تمام کافروں سے حتیٰ کہ بہائم سے بھی کمتر سمجھتا ہوں فی المآل۔ اور اگر حق تعالیٰ اہلِ جنت کی جوتیوں میں جگہ عطا فرماویں تو اس کو غنیمت سمجھوں گا۔ اس سے زیادہ کا مجھے حوصلہ نہیں۔ اور یہ جگہ بھی بر بنائے استحقاق نہیں بلکہ از راہِ ترحم ہے کہ دوزخ کا تحمل نہیں۔“

اور فرمایا کہ مجھے ناز و کبر بحمد اللہ تعالیٰ نہیں ہوتا ہے کیوں کہ ہر وقت اس کا دھیان ہے کہ ”قیامت کے دن نجانے اشرف علی کا کیا حال ہو گا؟“

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ان ارشادات میں سالکینِ راہ کے لیے نہایت اہم تعلیمات موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ عمل کی توفیق بخشیں، آمین۔

العارض محمد اختر عفا اللہ عنہ

۲۳/ جمادی الآخرہ ۱۴۰۵ھ

ادعیہ خزائنِ قرآن وحدیث

خزائنِ قرآن

خزانہ نمبر ۱

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ خُبَيْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجْنَا فِي لَيْلَةٍ مَطَرٍ وَظُلْمَةٍ شَدِيْدَةٍ نَطْلُبُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَدْرَكْنَاهُ فَقَالَ: قُلْ، قُلْتُ: مَا أَقُوْلُ؟ قَالَ: قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ حِيْنَ تُصْبِحُ وَحِيْنَ تُمْسِيْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ تَكْفِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ[۲۵۹]

حالِ راوی: عَبْدُ اللهِ بْنُ خُبَيْبٍ الْجُهَنِيُّ حَلِيْفُ الْاَنْصَارِ، مَدَنِيٌّ، لَهٗ صُحْبَتُهٗ، حَدِيْثُهٗ فِيْ اَهْلِ الْحِجَازِ۔ قبیلہ جہنیہ سے تعلق تھا جو انصار کا حلیف تھا، مدنی ہیں، صحابی ہیں، ان کی حدیث اہلِ حجاز میں پائی جاتی ہے۔[۲۶۰]

ترجمہ حدیث: حضرت عبداللہ بن خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک رات جبکہ بارش ہورہی تھی اور سخت اندھیرا تھا، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتے ہوئے نکلے، پس ہم نے آپ کو پالیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہہ۔ میں نے عرض کیا: کیا کہوں؟ فرمایا کہ قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ، صبح و شام تین مرتبہ پڑھ لیا کر یہ تجھے ہر چیز کے لیے کافی ہو جائے گی۔

فائدہ: حضرت ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ، جلد ۴، صفحہ ۳۰۷ پر لکھتے ہیں کہ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تَكْفِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ کی تشریح میں أَيْ تَكْفِيْكَ مِنْ كُلِّ شَرٍّ أَوْ مِنْ كُلِّ وِرْدٍ یعنی یہ تینوں سورتیں ہر شر سے حفاظت کے لیے کافی ہیں یا ان

---

۲۵۹ سنن ابی داؤد: ۳۳۷/۲، باب ما یقول اذا اصبح، ایچ ایم سعید

۲۶۰ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ۶۲/۴ (۴۶۴۰)، دار الکتب بالازھر

کا پڑھنے والا اگر کوئی اور وظیفہ نہ پڑھ سکے تو ان کا وِرد ہی اسے تمام وظائف سے بے نیاز کردے گا اور ہر شر سے محفوظ رہے گا۔ آج ہر مسلمان پریشان ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ جن اور آسیب نے پریشان کررکھا ہے، کوئی کہتا ہے کہ دُشمن نے جادو یا کالا عمل کرادیا ہے، کاروبار پر بندش لگوادی ہے، گاہک نہیں آتے، کسی کو ہر روز ایک نئی بلا اور مصیبت کا سامنا ہے۔ اگر ہم اس وظیفہ کو روزانہ پڑھ لیں جس میں دو تین منٹ بھی نہیں لگتے تو ہر بلا اور مصیبت سے ان شاء اللہ! محفوظ رہیں گے۔

خزانہ نمبر ۲

عَنْ مَعْقِلِ بْنِ یَسَارٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَالَ حِیْنَ یُصْبِحُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ أَعُوْذُ بِاللہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ وَقَرَأَ ثَلَاثَ اٰیٰتٍ مِّنْ اٰخِرِ سُوْرَۃِ الْحَشْرِ وَکَّلَ اللہُ بِہٖ سَبْعِیْنَ أَلْفَ مَلَکٍ یُّصَلُّوْنَ عَلَیْہِ حَتّٰی یُمْسِیَ، وَإِنْ مَّاتَ فِیْ ذَالِکَ الْیَوْمِ مَاتَ شَهِیْدًا، وَمَنْ قَالَهَا حِیْنَ یُمْسِیْ کَانَ بِتِلْکَ الْمَنْزِلَۃِ[۲۶۱]

حالِ راوی: حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ قبیلہ مزن کے ہیں۔ بَایَعَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ وَسَکَنَ الْبَصْرَۃَ، وَیُنْسَبُ إِلَیْہِ نَهْرُ مَعْقِلٍ بِالْبَصْرَۃِ صلح حدیبیہ کے وقت بیعتِ جہاد کی اور بصرہ میں سکونت اختیار کی۔ بصرہ میں نہر معقل ان ہی کے نام سے منسوب ہے۔(اسماء الرجال)

ترجمہ حدیث: حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص صبح کو تین مرتبہ أَعُوْذُ بِاللہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھے، پھر سورۂ حشر کی آخری تین آیات ایک بار پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس پر ستّر ہزار فرشتے مقرر کردیتے ہیں جو شام تک اس کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں اور اگر اس دن اسے موت آگئی تو شہید مرے گا، اور جو شام کو پڑھ

۲۶۱؎ جامع الترمذی:۲/۱۲۰،ابواب فضائل القراٰن،ایچ ایم سعید

لے تو اس کو بھی یہی درجہ حاصل ہو گا۔ یعنی ستّر ہزار فرشتے صبح تک اس کے لیے استغفار کرتے رہیں گے اور اگر اس رات میں مر گیا تو شہید مرے گا۔

سورۂ حشر کی آخری تین آیات یہ ہیں، پہلے أَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ تین مرتبہ پڑھے، پھر یہ آیات ایک مرتبہ پڑھے:

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۲۲﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ [۲۶۲]

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں روزانہ صبح ستّر ہزار فرشتوں کو اپنے لیے استغفار مانگنے کی ڈیوٹی پر لگا کر پھر ناشتہ کرتا ہوں۔

مذکورہ بالا اسمائے حسنیٰ کے معانی از بیان القرآن:

عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ: وہ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور ظاہری چیزوں کا۔

اَلْمَلِكُ: یعنی صاحبِ ملک۔

اَلْقُدُّوْسُ: جس کا ماضی عیب سے پاک ہو۔

اَلسَّلَامُ: جس کے مستقبل میں عیب لگنے کا احتمال نہ ہو۔

کذا فی الکبیر۔ اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے روح المعانی میں لکھا ہے کہ اَلسَّلَامُ هُوَ الَّذِیْ يُسَلِّمُ أَوْلِيَاءَهٗ مِنْ كُلِّ اٰفَةٍ فَيَسْلَمُوْنَ مِنْ كُلِّ مُخَوِّفٍ [۲۶۳]

السلام وہ ذات ہے جو خود بھی سلامت رہے اور اپنے دوستوں کو بھی سلامت رکھے ہر آفت سے۔ پس اس کے اولیاء سلامت رہتے ہیں ہر دھمکی دینے والے سے۔

۲۶۲؎ الحشر: ۲۲-۲۴

۲۶۳؎ روح المعانی: ۲۸/۶۳، الحشر (۲۳)، دار احیاء التراث، بیروت

اَلْمُؤْمِنُ:اس کے معنٰی ہیں امن دینے والا، ہر بلا سے نگہبانی کرنے والا۔ یعنی کوئی آفت نہیں آنے دیتا۔

اَلْمُهَيْمِنُ:اور آئی ہوئی کو بھی دور کر دیتا ہے۔

اَلْعَزِيْزُ:یعنی زبردست طاقت والا۔

اَلْجَبَّارُ:یعنی خرابی کو درست کرنے والا۔

وَفِي الرُّوْحِ: اَلْجَبَّارُ هُوَ الَّذِىْ يُصْلِحُ أَحْوَالَ خَلْقِهٖ بِقُدْرَتِهِ الْقَاهِرَةِ یعنی جبار وہ ذات ہے جو اپنے بندوں کے بگڑے ہوئے احوال کو اپنی قدرتِ غالبہ سے درست فرمادے۔

اَلْمُتَكَبِّرُ:یعنی بڑی عظمت والا ہے۔**لَيْسَ فِيْهِ التَّكَلُّفُ، بَلِ النِّسْبَةُ إِلَى الْمَأْخَذِ**

اَلْخَالِقُ:پیدا کرنے والا یعنی معدوم سے موجود کرنے والا۔

اَلْبَارِئُ :تناسبِ اعضاء سے پیدا کرنے والا۔ یعنی ٹھیک ٹھیک بنانے والا حکمت کے موافق۔

اَلْمُصَوِّرُ:صورت بنانے والا۔ **وَفِي الرُّوْحِ: اَلْمُمَيِّزُ بَيْنَ خَلْقِهٖ بِالْأَشْكَالِ الْمُخْتَلِفَةِ**۔ اپنی مخلوق میں اختلافِ صورت سے فرق کرنے والا۔

خزانہ نمبر ۳

قَدْ أَخْرَجَ أَبُوْدَاوٗدَ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَوْقُوْفًا وَابْنُ السُّنِّيِّ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ وَحِيْنَ يُمْسِيْ ''حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ'' سَبْعَ مَرَّاتٍ كَفَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مَا أَهَمَّهٗ مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ[۲۶۴]

---

۲۶۴ روح المعانی:۱۱/۵۳،یونس(۱۲۹)،دار إحیاء التراث،بیروت

حالِ راوی: ابو درداء انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ خزرجی ہیں وَاشْتَهَرَ بِكُنْيَتِهٖ اپنی کنیت سے مشہور ہوئے، درداء ان کی بیٹی کا نام ہے۔ كَانَ فَقِيْهًا عَالِمًا حَكِيْمًا سَكَنَ الشَّامَ وَمَاتَ بِدِمَشْقَ فقیہ عالم حکیم تھے، شام میں سکونت اختیار کی اور دمشق میں انتقال فرمایا۔[۲۶۵]

ترجمۂ حدیث: حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص صبح و شام سات مرتبہ حَسْبِيَ اللهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۖ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کے دنیا اور آخرت کے ہر غم کے لیے کافی ہو جائیں گے۔

ھم کی تعریف: اَلْهَمُّ هُوَ الْغَمُّ الَّذِیْ يُذِيْبُ الْاِنْسَانَ ھم اس غم کو کہتے ہیں جو انسان کو گھلا دے۔

علمی لطیفہ: اس چھوٹی سی آیت کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کے ھموم کے لیے کیوں کافی ہو جاتے ہیں؟ فرماتے ہیں: وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ وہ رب ہے عرشِ عظیم کا۔ اور عرشِ عظیم مرکز نظامِ کائنات ہے جہاں سے دونوں جہاں کے فیصلے صادر ہوتے ہیں۔ پس جب بندے نے اپنا رابطہ ربِّ عرشِ عظیم سے قائم کر لیا تو مرکز نظامِ کائنات کے رب کی پناہ میں آ گیا۔ پھر غموم و ہموم کہاں باقی رہ سکتے ہیں؟ كما قال العارف الهندى الخواجة عزيز الحسن المجذوب رحمه الله۔

جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری
اگر اِک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری

وَأَخْرَجَ ابْنُ النَّجَّارِ فِيْ تَارِيْخِهٖ عَنِ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ سَبْعَ مَرَّاتٍ ''حَسْبِيَ اللهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۖ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ'' لَمْ يُصِبْهُ فِيْ ذَالِكَ الْيَوْمِ وَتِلْكَ

---

۲۶۵ اسماء الرجال للتبريزي ولى الدين صاحب المشكوة، اسد الغابة: ۱۸/۴(۱۳۶۷)

اللَّيْلَةِ كَرْبٌ وَلَا نَكْبٌ وَلَا غَرَقٌ[266]

اور ابن نجار نے اپنی تاریخ میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ جو شخص صبح کو سات مرتبہ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ...الخ تک پڑھ لے گا، نہیں پہنچے گی اس کو اس دن اور اس رات میں کوئی بے چینی اور نہ کوئی مصیبت اور نہ وہ ڈوبے گا۔

عجیب واقعہ

وَأَخْرَجَ أَبُوالشَّيْخِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ قَالَ: خَرَجَتْ سَرِيَّةٌ إِلٰى أَرْضِ الرُّوْمِ فَسَقَطَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ فَانْكَسَرَتْ فَخِذُهٗ فَلَمْ يَسْتَطِيْعُوْا أَنْ يَّحْمِلُوْهُ فَرَبَطُوْا فَرَسَهٗ عِنْدَهٗ وَ وَضَعُوْا عِنْدَهٗ شَيْئًا مِّنْ مَّاءٍ وَ زَادٍ فَلَمَّا وَلَّوْا اٰتَاهُ اٰتٍ فَقَالَ لَهٗ مَا لَكَ هٰهُنَا؟ قَالَ: اِنْكَسَرَتْ فَخِذِيْ فَتَرَكَنِيْ أَصْحَابِيْ فَقَالَ: ضَعْ يَدَكَ حَيْثُ تَجِدُ الْأَلَمَ وَقُلْ فَاِنْ تَوَلَّوْا (الاٰية) فَوَضَعَ يَدَهٗ فَقَرَأَهَا فَصَحَّ وَرَكِبَ فَرَسَهٗ وَأَدْرَكَ أَصْحَابَهٗ[267]

حضرت محمد بن کعب سے روایت ہے کہ ایک سریّہ روم کی طرف روانہ ہوا۔ ان میں سے ایک شخص گر گیا اور اس کی ران کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ پس صحابہ رضی اللہ عنہم اس بات پر قادر نہ ہو سکے کہ اس کو اُٹھا کر لے جائیں۔ انہوں نے اس کا گھوڑا اس کے پاس باندھا اور کچھ کھانے پینے کی چیزیں اور سامان بھی پاس رکھ دیا اور آگے بڑھ گئے۔ ایک مردِ غیبی آیا اور پوچھا تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ کہا کہ میری ران کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے اور میرے ساتھیوں نے مجھے چھوڑ دیا ہے۔ اس مردِ غیبی نے کہا کہ اپنا ہاتھ وہاں رکھو جہاں تکلیف محسوس کر رہے ہو اور پڑھو فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ.. الخ پس انہوں نے اپنا ہاتھ وہاں رکھا اور یہ آیت پڑھی اور صحت یاب ہو گئے اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے ساتھیوں سے جا ملے۔

---

[266] روح المعانی: ۱۱/۵۳، التوبة (۱۲۹)، دار إحياء التراث، بيروت

[267] روح المعانی: ۱۱/۵۴، التوبة (۱۲۹)، دار إحياء التراث، بيروت

معمول علامہ آلوسی: علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَهٰذِهِ الْاٰيَةُ وِرْدُ هٰذَا الْفَقِيْرِ مُنْذُ سِنِيْنَ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ فَأَسْأَلُ اللهَ تَعَالٰى أَنْ يُّوَفِّقَ لَنَا الْخَيْرَ بِبَرَكَتِهَا إِنَّهٗ خَيْرُ الْمُوَفِّقِيْنَ[۲۶۸]

یہ آیت حَسْبِیَ اللّٰہُ.. الخ اس فقیر کے معمولات سے ہے برسوں سے اور اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اور اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ اس آیت کی برکت سے ہم کو خیر کی توفیق بخشیں اور حق تعالیٰ شانہٗ خیر الموفقین ہیں۔

فائدہ: اس وِرد کے بعد دعا بھی کرلے کہ اے اللہ تعالیٰ! بہ برکت بشارتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس آیتِ کریمہ کے وِرد کے وسیلہ سے ہماری دنیا اور آخرت کی تمام فکروں کے لیے آپ کافی ہوجایئے۔

خزائنِ احادیث

خزانہ نمبر (۱) ۲۳ / سالہ دورِ نبوت کی جامع دعا

ایسی جامع دعا جس میں ۲۳ سالہ ادعیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں:

عَنْ أَبِیْ أُمَامَةَ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: دَعَا النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِدُعَاءٍ كَثِيْرٍ لَمْ نَحْفَظْ مِنْهُ شَيْئًا قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللهِ! دَعَوْتَ بِدُعَاءٍ كَثِيْرٍ لَمْ نَحْفَظْ مِنْهُ شَيْئًا فَقَالَ: أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلٰى مَا يَجْمَعُ ذٰلِكَ كُلَّهٗ؟ تَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ- رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ[۲۶۹]

۲۶۸؎ روح المعانی: ۱۱/۵۴، التوبة (۱۲۹)، دار إحیاء التراث، بیروت

۲۶۹؎ جامع الترمذی: ۲/۱۹۲، باب احادیث شتی من ابواب الدعوات، ایچ ایم سعید

حالِ راوی: حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصر میں رہتے تھے، پھر حمص منتقل ہو گئے۔ یہ ان اصحاب میں سے ہیں جن سے بکثرت روایات منقول کی جاتی ہیں۔ ۸۶ھ میں اکیانوے سال کی عمر میں بمقام حمص انتقال ہوا۔ یہ سب سے آخری صحابی ہیں جن کا شام میں انتقال ہوا۔ ان کے بعد شام صحابہ رضی اللہ عنہم سے خالی ہو گیا۔

ترجمہ حدیث: حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت کثرت سے دعائیں مانگیں لیکن ہم چند لوگوں کو ان میں سے کچھ بھی یاد نہ رہیں۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے بہت دعائیں مانگیں لیکن ہم کو ان میں سے کچھ بھی یاد نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تم سب کو ایسی دعا نہ بتادوں جو ان سب دعاؤں کی جامع ہو۔ تم یوں کہا کرو کہ اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں اس تمام خیر کا جس کا سوال کیا آپ سے آپ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اور میں آپ سے پناہ چاہتا ہوں اس تمام شر سے جس سے پناہ چاہی آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور استعانت کے قابل صرف آپ ہی کی ذات ہے اور ہماری فریاد کو پہنچنا آپ پر احساناً واجب ہے۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اور نہیں ہے گناہوں سے بچنے کی طاقت مگر اللہ کی حفاظت سے اور نہیں ہے نیکی کی قوت مگر اللہ کی مدد سے۔

خزانہ نمبر (۲) لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ جنت کا خزانہ ہے

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثِرْ مِنْ قَوْلِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ كَنْزِ الْجَنَّةِ، قَالَ مَكْحُوْلٌ: فَمَنْ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا مَنْجَأَ مِنَ اللّٰهِ إِلَّا إِلَيْهِ كَشَفَ اللّٰهُ عَنْهُ سَبْعِيْنَ بَابًا مِّنَ الضُّرِّ وَأَدْنَاهَا الْفَقْرُ- رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ[۲۷۰]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ کثرت سے پڑھا کرو کہ یہ جنت کے خزانے

---

[۲۷۰] جامع الترمذی: ۲/۲۰۰، باب فضل لاحول ولاقوۃ الا باللہ، ایج ایم سعید

سے ہے۔ اور حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ (جو جلیل القدر تابعی ہیں، سوڈان کے رہنے والے تھے اور شام میں مفتی تھے، لَا حَوْلَ وَلَاقُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ پڑھ کر پھر فتویٰ دیتے تھے) موقوفاً روایت کرتے ہیں کہ جس نے پڑھا لَا حَوْلَ وَلَاقُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا مَنْجَأَ مِنَ اللّٰهِ إِلَّا إِلَيْهِ اللہ تعالیٰ اس سے ستّر تکلیفوں کو دور کردیں گے جن میں سب سے ادنیٰ فقر ہے۔

لَا مَنْجَأَ أَیْ لَا مَهْرَبَ وَلَا مَخْلَصَ یعنی کوئی جائے فرار اور جائے پناہ نہیں ہے۔ مِنَ اللّٰهِ، اللہ کے غضب اور عذاب سے إِلَّا إِلَيْهِ أَیْ بِالرُّجُوْعِ إِلٰی رِضَائِهٖ وَرَحْمَتِهٖ، سوائے اس کی رحمت ورضا کی طرف رجوع کرنے کے۔[۱۷۱]

مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ، جلد ۵، صفحہ ۱۲۱ پر لکھا ہے کہ لَا حَوْلَ وَلَاقُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ کے ساتھ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللّٰهِ إِلَّا إِلَيْهِ بھی ثابت ہے۔ نسائی کی مرفوع حدیث ہے۔

فائدہ ۱) یہ کلمہ لَا حَوْلَ وَلَاقُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ عرش کے نیچے کی جنت کا خزانہ ہے اور جنت کی چھت عرشِ الٰہی ہے۔ اس کے پڑھنے سے اعمالِ صالحہ کے اختیار کرنے کی اور گناہوں سے بچنے کی توفیق ہونے لگتی ہے۔ اس معنیٰ میں یہ جنت کا خزانہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبداللہ بن قیس! کیا میں تم کو جنت کے خزانوں میں سے کوئی عظیم خزانہ نہ بتادوں۔ عرض کیا بے شک بتادیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَا حَوْلَ وَلَاقُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔

اس کلمہ کو جنت کا خزانہ کہنے کی وجوہات از شرح مرقات

اس کلمہ کو جنت کا خزانہ کہا گیا جس کی حسبِ ذیل وجوہات ہیں:

۱) کیوں کہ یہ کلمہ مثل خزانے کے لوگوں کی نظر سے محفوظ اور غائب تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے عطا فرمایا گیا۔

---

[۱۷۱] مرقاۃ المفاتیح: ۲۲۹/۵، باب ثواب التسبیح والتھلیل والتکبیر، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۲) یا اس لیے کہ یہ کلمہ جنت کے ذخیروں میں سے ہے۔

۳) یا اس لیے کہ جنت کی عمدہ عمدہ نعمتوں کو حاصل کرانے والا ہے۔

۴) علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس لیے یہ خزانہ جنت کا ہے کہ یہ کلمہ اپنے کہنے والے کے لیے جنت میں عمدہ ثواب کا خزانہ جمع کرتا ہے۔

احقر عرض کرتا ہے کہ پس اسی سبب کا نام مسبب کے نام پر رکھ دیا گیا جو علاقہ مجازِ مرسل کے اصول سے **تسمیۃ السبب باسم المسبب** کہلاتا ہے۔

فائدہ۲) یہ کلمہ ننانوے بیماریوں کی دوا ہے جن میں سے سب سے ادنیٰ بیماری ایسا غم ہے جو انسان کو گھلا دے۔ اس کا نام **ھمّ** ہے:

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ دَوَاءٌ مِّنْ تِسْعَةٍ وَّتِسْعِيْنَ دَاءً أَيْسَرُهَا الْهَمُّ[۲۷۲]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ** ننانوے (دنیوی و اُخروی) بیماریوں کی دوا ہے جن میں سب سے ادنیٰ بیماری غم ہے (چاہے دنیا کا ہو یا آخرت کا۔)

فائدہ۳) جب بندہ اس کلمہ کو پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ عرش پر فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ میرا بندہ فرماں بردار ہو گیا اور سرکشی چھوڑ دی۔

وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا أَدُلُّكَ عَلٰى كَلِمَةٍ مِّنْ تَحْتِ الْعَرْشِ مِنْ كَنْزِ الْجَنَّةِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ، يَقُوْلُ اللهُ تَعَالٰى: أَسْلَمَ عَبْدِيْ وَاسْتَسْلَمَ[۲۷۳]

---

۲۷۲ مرقاۃ المفاتیح: ۲۳۰/۵، باب ثواب التسبیح والتحمید والتہلیل والتکبیر، دار الکتب العلمیۃ، بیروت / کنز العمال: ۴۵۴/۱ (۱۹۵۶)، مؤسسۃ الرسالۃ

۲۷۳ شعب الایمان للبیہقی: ۳۷۱/۱، مکتبۃ الرشد / مشکوٰۃ المصابیح: ۲۰۱/۱، باب ثواب التسبیح والتحمید والتہلیل والتکبیر، ایچ ایم سعید

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تجھے ایسا کلمہ نہ بتادوں جو عرش کے نیچے جنت کا خزانہ ہے۔ وہ لَا حَوْلَ وَلَاقُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ہے، جب بندہ اس کو پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ملائکہ سے فرماتے ہیں) أَسْلَمَ عَبْدِیْ أَیْ اِنْقَادَ وَتَرَكَ الْعِنَادَ یعنی میرا بندہ فرماں بردار ہوگیا اور سرکشی کو چھوڑ دیا۔ وَاسْتَسْلَمَ أَیْ فَوَّضَ عَبْدِیْ أُمُوْرَ الْكَائِنَاتِ إِلَى اللّٰهِ بِأَسْرِهَا یعنی میرے بندے نے دونوں جہاں کے تمام غموں کو میرے سپرد کردیا۔

یہ نعمت کیا کم ہے کہ بندہ زمین پر یہ کلمہ پڑھتا ہے اور حق تعالیٰ شانہٗ عرش پر فرشتوں کے مجمع میں اس کا ذکر فرماتے ہیں۔

شرح: یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی أَسْلَمَ عَبْدِیْ وَاسْتَسْلَمَ یہ عبارت اس حدیث میں یا تو جملہ مستانفہ ہے جو اس کلمہ کی فضیلت میں اور جو کہے اس کی فضیلت میں وارد ہوا ہے۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ شرط محذوف کی جزاء ہے۔ أَیْ إِذَا قَالَ الْعَبْدُ هٰذِهِ الْكَلِمَةَ جب بندہ یہ کلمہ کہتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں: أَسْلَمَ عَبْدِیْ وَاسْتَسْلَمَ۔

حافظ ابنِ حجر عسقلانی فرماتے ہیں حق تعالیٰ یہ بات ملائکہ سے فرماتے ہیں۔ أَیْ لِمَلٰئِكَتِهٖ مُعَلِّمًا لَّهُمْ بِكَمَالِ قَائِلِهَا الْمُتَحَلِّیْ بِمَعْنَاهَا ملائکہ کو اس کلمہ کے کہنے والے کا کمال بتانے کے لیے کہ اس کا قائل اس کے معنیٰ سے آراستہ ہے یعنی انوارِ عبدیت اور تفویض اور تسلیم سے منور اور مکمل ہے۔

جب بندہ لَا حَوْلَ وَلَاقُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ پڑھتا ہے تو حق تعالیٰ أَسْلَمَ عَبْدِیْ وَاسْتَسْلَمَ فرماتے ہیں ملائکہ سے أَسْلَمَ عَبْدِیْ أَیْ اِنْقَادَ وَتَرَكَ الْعِنَادَ وَأَخْلَصَ فِی الْعُبُوْدِيَّةِ بِالتَّسْلِیْمِ لِأُمُوْرِ الرُّبُوْبِيَّةِ یعنی میرا بندہ مطیع ہوگیا اور سرکشی کو ترک کردیا اور عبدیت میں تسلیم کے ساتھ مخلص ہوگیا حق تعالیٰ کے امورِ ربوبیت میں۔

وَاسْتَسْلَمَ أَیْ اِنْقَادَ اِنْقِیَادًا کَامِلًا أَوْ بَالَغَ فِی الْاِنْقِیَادِ وَقَطَعَ النَّظَرَ عَنِ الْعِبَادِ، وَقَالَ الطِّیْبِیُّ رَحِمَهُ اللهُ: أَیْ فَوَّضَ أُمُوْرَ الْکَائِنَاتِ إِلَی اللهِ بِأَسْرِهَا وَانْقَادَ هُوَ بِنَفْسِهٖ لِلّٰهِ مُخْلِصًا لَّهٗ

ترجمہ: بندہ کامل طور پر مطیع ہوگیا اور غیر حق سے قلب کو منقطع کرلیا۔ اور علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسلام اور استسلام کا مفہوم یہ ہے کہ میرے بندے نے تمام کائنات کے امور میرے سپرد کردیے اور اخلاص کے ساتھ اپنے نفس کو بھی میرا مطیع کردیا۔

دوسری روایت میں ہے کہ وَإِذَا قَالَ الْعَبْدُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ قَالَ اللهُ تَعَالٰی أَسْلَمَ وَاسْتَسْلَمَ أَسْلَمَ أَیْ إِسْلَامًا کَامِلًا، وَاسْتَسْلَمَ أَیْ اِنْقَادَ ظَاهِرًا وَّ بَاطِنًا[۲۷۴]

فائدہ۴) پیغامِ حضرت ابراہیم علیہ السلام بنامِ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم خیر الانام۔ یہ کلمہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پیغام اور وصیت ہے جو آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شب معراج میں ارشاد فرمایا تھا:

إِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْلَةَ أُسْرِیَ بِهٖ مَرَّ عَلٰی إِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَقَالَ: یَا مُحَمَّدُ مُرْ أُمَّتَكَ أَنْ یُّکْثِرُوْا مِنْ غِرَاسِ الْجَنَّةِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ[۲۷۵]

ترجمہ: شبِ معراج میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ہوا، آپ نے فرمایا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ اپنی اُمت کو حکم فرماویں کہ وہ جنت کے باغوں کو بڑھالیں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ سے۔

اس کے پڑھنے سے وصیتِ ابراہیمی پر عمل کی سعادت بھی نصیب ہوگی اور

۲۷۴؎ مرقاۃ المفاتیح: ۲۳۰/۵ (۲۳۲۱)، باب ثواب التسبیح والتحمید والتکبیر والتہلیل، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۲۷۵؎ مرقاۃ المفاتیح: ۲۱۶/۵ (۲۳۰۳)، باب ثواب التسبیح والتحمید والتکبیر والتہلیل، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

اس کی برکت سے جنت کے باغوں میں بھی اضافہ ہوگا۔

الفاظِ نبوت کی تشریح الفاظِ نبوت سے

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: کُنْتُ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُھَا فَقَالَ: اَتَدْرِیْ مَا تَفْسِیْرُھَا؟ قُلْتُ: اَللہُ وَرَسُوْلُہٗ أَعْلَمُ, قَالَ: لَاحَوْلَ عَنْ مَّعْصِیَۃِ اللہِ إِلَّا بِعِصْمَۃِ اللہِ وَلَا قُوَّۃَ عَلٰی طَاعَۃِ اللہِ إِلَّا بِعَوْنِ اللہِ[۲۷۶]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا میں نے لَا حَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ إِلَّا بِاللہِ پڑھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا جانتے ہو اس کی کیا تفسیر ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَاحَوْلَ عَنْ مَّعْصِیَۃِ اللہِ نہیں ہے طاقت گناہوں سے بچنے کی لیکن اللہ کی حفاظت سے وَلَا قُوَّۃَ عَلٰی طَاعَۃِ اللہِ اِلَّا بِعَوْنِ اللہِ اور نہیں ہے قوت اللہ کی طاعت کی مگر اللہ کی مدد سے۔

اس حدیث کی خصوصیت یہ ہے کہ الفاظِ نبوت کی تشریح الفاظِ نبوت سے ہوئی ہے۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ إِلَّا بِاللہِ کے الفاظ بھی سرکاری اور اس کی شرح بھی سرکاری کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ اور مَا تَفْسِیْرُھَا سے معلوم ہوا کہ حدیث کی شرح کو تفسیر سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

اور معلوم ہوا کہ بعض الفاظ لسانِ نبوت سے ایسے سرکاری لغت کے ہوتے تھے کہ تمام دنیائے عرب اس کو لغت سے حل نہ کرسکتی تھی۔ جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے ذی علم اور مفتی وفقیہ صحابی بھی حل نہ کرسکے اور بارگاہِ رسالت سے اس کی تفسیر حاصل ہوئی۔ احقر محمد اختر عرض کرتا ہے کہ لَاحَوْلَ الخ کا مفہوم اور حاصل اس آیت سے ربط اور تعلق رکھتا ہے بلکہ اس آیت سے مقتبس معلوم ہوتا ہے: اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ حضرت آلوسی رحمۃ اللہ علیہ

---

[۲۷۶] مرقاۃ المفاتیح: ۵/۲۱۶(۲۳۰۳)، باب ثواب التسبیح والتحمید والتکبیر والتہلیل، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ یہ **مَا** ظرفیہ زمانیہ مصدریہ ہے اور اس کی تفسیر اس طرح فرمائی: نفس **كَثِيْرُ الْأَمْرِ بِالسُّوْءِ** ہے **إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ أَيْ فِيْ وَقْتِ رَحْمَةِ رَبِّيْ وَعِصْمَتِهٖ** یعنی نفس بُرائی سے اسی وقت تک محفوظ رہ سکتا ہے جب تک وہ سایۂ رحمتِ حق اور سایۂ حفاظتِ حق میں رہے گا۔[۲۷۷]

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ کے ساتھ اَلْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ کا ثبوت

مشکوٰۃ میں صفحہ ۲۰۲ پر ایک روایت ہے جس میں **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ** ہے۔ اس کی شرح فرماتے ہوئے مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ جلد ۵، صفحہ ۱۲۰ پر تحریر فرماتے ہیں: **وَجَاءَ فِيْ رِوَايَةِ الْبَزَّارِ بِلَفْظِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ وَهُوَ الْمَشْهُوْرُ عَلَى الْأَلْسِنَةِ وَإِنْ لَّمْ يَرِدْ فِي الصَّحِيْحِ۔ قَالَ الطِّيْبِيُّ رَحِمَهُ اللهُ: لَمْ يَرِدْ فِيْ أَكْثَرِ الرِّوَايَاتِ إِلَّا عَنِ الْإِمَامِ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ رَحِمَهُ اللهُ فَإِنَّهُ أَرْدَفَهَا بِقَوْلِهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ** بزار کی روایت میں **اَلْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ** کا اضافہ ہے اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں بھی **اَلْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ** ہے۔ احقر عرض کرتا ہے کہ کنز العمال، جلد ۲، صفحہ ۱۴۵ میں بھی روایت ہے جس میں **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ** ہے۔[۲۷۸]

صاحبِ مظاہر حق لکھتے ہیں کہ **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ** کے پڑھنے سے خزانہ نیکیوں کا ملتا ہے اور یہ وہ خزانہ ہے جو وطنِ آخرت میں بھی کام آتا ہے اور دونوں جہاں میں اس کی برکتوں سے مالا مال ہوتا ہے، اس لیے اس کو خزانہ سے تعبیر فرمایا گیا۔

صاحبِ مظاہر حق لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ ابو الحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے مشائخ نے حکم دیا ہے کہ **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ** کے برابر کوئی کلمہ حق تعالیٰ کی طرف جھکنے اور اس کے فضل کی راہ اختیار کرنے میں معین اور مفید نہیں۔

---

۲۷۷ روح المعانی: ۱۳/۲، یوسف (۵۳)، دار إحیاء التراث، بیروت

۲۷۸ مرقاۃ المفاتیح: ۲۲۸/۵ (۲۳۱۷)، باب ثواب التسبیح والتحمید والتهلیل والتکبیر، دار الکتب العلمیة، بیروت / کنز العمال: ۱۱۸/۲، مؤسسة الرسالة / مسند امام احمد ابن حنبل: ۱۰۸/۱، مؤسسة الرسالة

حضرت مکحول تابعی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ اس کلمہ کو پڑھنے سے ستّر قسم کے نقصان اور ضرر کو حق تعالیٰ دور فرمادیتے ہیں اور سب سے ادنیٰ فقر اور محتاجی ہے۔

صاحبِ مظاہرِ حق شارح مشکوٰۃ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ روایت اگرچہ اسناد کے اعتبار سے منقطع ہے، مگر مفہوم اور معنیٰ کے اعتبار سے قابل اعتماد ہے کیوں کہ اس روایتِ حضرت مکحول کو روایتِ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ صحیح ثابت کرتی ہے جو صحاح ستہ میں مرفوعاً منقول ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع روایت سے اس روایت کی توثیق ہوتی ہے۔[۲۷۹]

خزانہ نمبر (۳) دوامِ عافیت وبقائے نعمت کی دُعا

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِکَ مِنۡ زَوَالِ نِعۡمَتِکَ وَتَحَوُّلِ عَافِیَتِکَ وَفُجَاءَۃِ نِقۡمَتِکَ وَجَمِیۡعِ سَخَطِکَ[۲۸۰]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! میں آپ سے پناہ چاہتا ہوں نعمت کے زوال اور عافیت کے چھن جانے سے اور اچانک مصیبت کے آجانے سے اور آپ کی ہر ناراضگی سے۔

زوال اور تحول کا فرق: زوال کہتے ہیں کسی شے کے باقی نہ رہنے کو بغیر بدل کے۔ جیسے کسی کا مال گم ہوجائے مگر اس کے ساتھ دوسری بلا ومصیبت نہ آئے تو اس کو نعمتِ مال کا زوال کہیں گے۔ اور تحوّل کہتے ہیں کہ نعمت بھی زائل ہوجائے اور ساتھ میں کوئی مصیبت وبلا بھی لگ جائے۔ حدیث پاک میں دونوں سے پناہ مانگی گئی ہے۔ مرقاۃ میں اس کی شرح اس طرح ہے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِکَ مِنۡ زَوَالِ نِعۡمَتِکَ بِدُوۡنِ بَدَلٍ وَتَحَوُّلِ عَافِیَتِکَ اَیۡ تَبَدُّلِ عَافِیَتِکَ بِالۡبَلَاءِ[۲۸۱]

---

۲۷۹ مظاہرحق: ۵۴۷/۲، باب تسبیح وتکبیر، دار الاشاعت

۲۸۰ صحیح مسلم: ۳۵۲/۲، باب اکثر اھل الجنۃ الفقراء واکثر اھل النار النساء، وبیان الفتنۃ بالنساء، ایچ ایم سعید

۲۸۱ مرقاۃ المفاتیح: ۳۷۰/۵ (۲۴۶۱)، کتاب الدعوات، باب الاستعاذۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

خزانہ نمبر (۴) قرض اور رنج و غم سے نجات دِلانے والی دعا

عَنْ أَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: ھُمُوْمٌ لَزِمَتْنِیْ وَدُیُوْنٌ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! قَالَ: اَفَلَا أُعَلِّمُكَ كَلَامًا إِذَا قُلْتَهٗ أَذْهَبَ اللّٰہُ هَمَّكَ وَقَضٰى عَنْكَ دَيْنَكَ قَالَ: قُلْتُ بَلٰى قَالَ: قُلْ إِذَا أَصْبَحْتَ وَإِذَا أَمْسَيْتَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ قَالَ: فَعَلْتُ ذَالِكَ فَأَذْهَبَ اللّٰہُ هَمِّیْ وَقَضٰى عَنِّیْ دَيْنِیْ۔

رواہ ابو داؤد[۲۸۲]

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے گھیر لیا ہے غموں نے اور قرضوں نے۔ یعنی کثرتِ قرض کی وجہ سے ادائیگی کی فکر سے غموں میں گرفتار ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تجھے ایسی دعا نہ بتادوں کہ جس کے پڑھنے سے اللہ تیرے غم کو دور کردے اور تیرے قرض کو ادا کرادے۔ عرض کیا کہ کیوں نہیں یعنی ضرور بتائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبح و شام یوں دعا مانگا کرو کہ اے اللہ! میں پناہ چاہتا ہوں هَمّ اور حُزْن سے۔

ھم و حزن اور عجز و کسل کے معنیٰ

اَلْهَمُّ هُوَ الْغَمُّ الَّذِیْ یُذِیْبُ الْاِنْسَانَ فَهُوَ اَشَدُّ مِنَ الْحُزْنِ وَالْحُزْنُ لَیْسَ كَذَالِكَ ھم اس غم کو کہتے ہیں جو انسان کو پگھلا دے پس وہ حزن سے اشد ہے اور حزن اتنا اشد نہیں ہوتا اور پناہ چاہتا ہوں میں عَجز اور کَسل سے۔[۲۸۳]

---

[۲۸۲] سنن ابی داؤد: ۱/۲۱۷، باب الاستعاذۃ، ایچ ایم سعید

[۲۸۳] مرقاۃ المفاتیح: ۵/۳۵۸-۳۵۹ (۲۴۴۸)، باب الدعوات فی اوقات، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

اَلْعَجْزُ ھُوَ عَدَمُ الطَّاقَۃِ عَلَی الطَّاعَۃِ طاقت یا عبادت پر قدرت نہ ہونا عجز ہے۔ اَلْکَسَلُ ھُوَ التَّثَاقُلُ عَنِ الطَّاعَۃِ مَعَ الْاِسْتِطَاعَۃِ وَالْکَسَلُ بِفَتْحِ السِّیْنِ[۲۸۴]

اور استطاعت کے باوجود عبادت میں سستی و گرانی ہونا یہ کَسَل کہلاتا ہے۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عجز اور کسل دونوں سے پناہ مانگی ہے۔ اور فرمایا پناہ چاہتا ہوں بخل سے اور بزدلی سے اور پناہ چاہتا ہوں کثرتِ قرض سے اور لوگوں کے غلبہ پالینے سے۔
راوی کا بیان ہے کہ اس شخص نے کہا کہ میں نے اس پر عمل کیا پس اللہ تعالیٰ نے میرے غم کو دور کردیا اور میرے قرض کو ادا کردیا۔

خزانہ نمبر (۵) شرکِ خفی سے نجات دِلانے والی دعا

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلشِّرْکُ أَخْفٰی فِیْ أُمَّتِیْ مِنْ دَبِیْبِ النَّمْلِ عَلَی الصَّفَا[۲۸۵]

شرک میری اُمت میں کالے پتھر پر چیونٹی کی رفتار سے زیادہ پوشیدہ ہے۔

حضرت ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسری حدیث کی شرح کرتے ہوئے شرک کے بارے میں فرماتے ہیں: وَھُوَ فِیْ غَایَۃٍ مِّنَ الْخِفَاءِ لِأَنَّہٗ أَدَقُّ مِنْ دَبِیْبِ النَّمْلَۃِ السَّوْدَاءِ عَلَی الصَّخْرَۃِ الصَّمَاءِ فِی اللَّیْلَۃِ الظَّلْمَاءِ وَقَلَّمَا یَسْلَمُ مِنْہُ الْأَقْوِیَاءُ فَکَیْفَ الضُّعَفَاءُ[۲۸۶] شرک بہت زیادہ مخفی ہوتا ہے کیوں کہ وہ اندھیری رات میں کالے پتھر پر کالی چیونٹی کی رفتار سے بھی زیادہ باریک ہے یعنی جس طرح اندھیری رات میں کالے پتھر پر کالی چیونٹی چلتی ہوئی نظر نہیں آئے گی اس سے زیادہ خفیہ طریقے سے شرک قلب میں داخل ہوجاتا ہے اور اس سے بہت کم بچ پاتے ہیں

۲۸۴؎ مرقاۃ المفاتیح:۵/۲۹۰(۲۳۸۱)،باب مایقول عند الصباح والمساء والمنام،دار الکتب العلمیۃ،بیروت

۲۸۵؎ کنز العمال:۳/۴۷۵(۷۵۰۱)،مؤسسۃ الرسالۃ

۲۸۶؎ مرقاۃ المفاتیح:۹/۵۱۳(۵۳۲۸)،باب الریاء والسمعۃ،دار الکتب العلمیۃ،بیروت

اقویا یعنی خواص اُمت بھی۔ پس ضعیف الایمان لوگوں کا کیا حال ہوگا؟

یہ سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھبرا گئے اور عرض کیا فَكَيْفَ النَّجَاةُ وَالْمَخْرَجُ مِنْ ذَالِكَ اس سے نجات اور نکلنے کا راستہ کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تجھے ایسی دعا نہ بتلادوں کہ جب تو اسے پڑھ لے تو بَرِئْتَ مِنْ قَلِيْلِهٖ وَكَثِيْرِهٖ وَصَغِيْرِهٖ وَكَبِيْرِهٖ تو قلیل شرک سے اور کثیر شرک سے اور چھوٹے شرک سے اور بڑے شرک سے نجات پاجائے؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا ضرور بتایئے اے اللہ کے رسول! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یوں دعا مانگا کرو:

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ أَنْ أُشْرِكَ بِكَ وَأَنَا أَعْلَمُ وَأَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا أَعْلَمُ [۲۸۷]

اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس سے کہ تیرے ساتھ شریک کروں اور اس کو میں جانتا ہوں اور تجھ سے معافی چاہتا ہوں اس کی کہ میں نہ جانتا ہوں۔

فائدہ: اس دعا کو معمول بنانے والوں کے لیے شرک سے نجات کی ضمانت ہے اور اخلاص کی دولت سے مالا مال ہونے کی بشارت ہے۔

خزانہ نمبر (٦) تمام بلاؤں سے محفوظ رکھنے والی دعا

اس دعا کے پڑھنے سے آسمانی اور زمینی تمام بلاؤں سے حفاظت رہتی ہے:

عَنْ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ أَبِيْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ يَقُوْلُ فِيْ صَبَاحِ كُلِّ يَوْمٍ وَمَسَاءِ كُلِّ لَيْلَةٍ بِسْمِ اللهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَيَضُرَّهٗ شَيْءٌ [۲۸۸]

ترجمہ: حضرت ابان بن عثمان سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو کہتے

---

۲۸۷ کنز العمال: ۳/۸۱۶ (۸۸۴۸)، مؤسسة الرسالة

۲۸۸ جامع الترمذی: ۲/۱۷۶، باب ما جاء فی الدعاء اذا اصبح و اذا امسی، ایچ ایم سعید

ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ صبح اور شام تین تین بار "بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ" پڑھ لے گا اس کو کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

نوٹ: مناجاتِ مقبول کی ایک منزل اگر ہر روز پڑھ لی جائے تو سات دن میں اکثر ادعیہ قرآنِ پاک اور احادیثِ مبارکہ کی وِرد ہو جاویں گی۔

ہر پریشانی کو دُور کرنے کی دعا

عَنْ أَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِذَا کَرَبَہٗ أَمْرٌ یَقُوْلُ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِیْثُ[۲۸۹]

حالِ راوی: اس حدیث کے راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں، یہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں۔ دس سال کی عمر میں اسلام لائے، ان کی والدہ کا نام اِمِ سُلیم ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں تعلیمِ فقہ کے لیے بصرہ منتقل ہو گئے اور وہیں انتقال فرمایا۔ یہ بصرہ کے آخری صحابی ہیں۔

ترجمۂ حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی کرب یعنی بے چینی اور پریشانی ہوتی تھی تو آپ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ پڑھا کرتے تھے۔ یعنی اے زندہ حقیقی اے سنبھالنے والے! آپ ہی کی رحمت سے فریاد کرتا ہوں۔

حلِ لغات و تشریح: یَا حَیُّ: أَیْ اَزَلًا اَبَدًا وَحَیَاۃُ کُلِّ شَیْءٍ بِہٖ مُؤَبَّدًا، ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا اور ہر شے کی حیات حق تعالیٰ ہی کی اس صفت حیات سے قائم ہے۔

یَا قَیُّوْمُ: أَیْ قَائِمٌ بِذَاتِہٖ وَیُقَوِّمُ غَیْرَہٗ بِقُدْرَتِہٖ، یعنی حق تعالیٰ اپنی ذات سے قائم ہیں اور تمام کائنات کو اپنی قدرتِ کاملہ سے قائم رکھتے ہیں۔[۲۹۰]

۲۸۹؎ جامع الترمذی: ۱۹۲/۲، باب جامع الدعوات عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ایچ ایم سعید

۲۹۰؎ مرقاۃ المفاتیح: ۳۶۴/۵ (۲۴۵۴)، باب الدعوات فی الاوقات، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

سوئے قضا سے حفاظت کی دعا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ وَدَرْكِ الشَّقَاءِ وَسُوْءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ[۲۹۱]

حالِ راوی: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں۔ زمانۂ جاہلیت میں ان کا نام عبد شمس تھا، مگر اسلام لانے کے بعد ان کا نام عبد اللہ یا عبد الرحمٰن تھا۔ علامہ محی الدین ابوزکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ نے پینتیس اقوال سے ثابت کیا ہے کہ ان کا نام عبد الرحمٰن تھا۔ اپنی کنیت سے ایسے مشہور ہوئے کہ کَمَنْ لَّا اِسْمَ لَهٗ ہوگئے، جیسے کہ ان کا نام ہی نہ تھا۔ پانچ ہزار تین سو چونسٹھ احادیث کے حافظ تھے۔ مدینہ منورہ میں آٹھ سو تابعین اور صحابہ کرام کو پڑھاتے تھے۔ حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں بڑے اکابر صحابی رضی اللہ عنہم بھی ان کے شاگرد تھے۔ جیسے عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عباس، حضرت جابر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم۔ ابوہریرہ نام کی وجہ یہ ہے کہ ہر وقت اپنی آستین میں بلی کا بچہ رکھتے تھے اور اس سے بہت محبت رکھتے تھے۔ اسی سبب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام ابوہریرہ رکھ دیا (یعنی بلی کا ابا) خیبر کے سال ایمان لائے اور ہر جہاد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور تعلیم کے لیے ہر وقت سفر و حضر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے۔ كَانَ رَاغِبًا فِي الْعِلْمِ وَ رَاضِيًا بِشِبَعِ بَطْنِهٖ وَكَانَ يَدُوْرُ مَعَهٗ حَيْثُ دَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دین کے علم کے لیے صرف پیٹ کی روٹی پر راضی رہتے ہوئے ہر وقت صحبتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر باش تھے۔[۲۹۲]

ترجمۂ حدیث: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! پناہ مانگو سخت ابتلا

---

[۲۹۱] صحیح البخاری: ۲/۹۷۹ (۶۶۵۸)، باب من تعوذ باللہ من درك الشقاء وسوء القضاء، المكتبة المظهرية

[۲۹۲] مرقاة المفاتيح: ۱/۶۹ (۵)، كتاب الايمان، المكتبة الامدادية

سے اور بد بختی کے پکڑ لینے سے اور ہر وہ قضا جو تمہارے لیے مضر ہو اور دُشمنوں کے طعن و تشنیع سے۔

پس طریقۂ دعا یہ ہو گا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ أَعُوْذُبِكَ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ وَدَرْكِ الشَّقَاءِ وَسُوْءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ

حلِ لغات: جَهْدِ الْبَلَاءِ، وہ بلا ہے جس میں آدمی اس کی انتہائی شدت کی وجہ سے موت کی تمنا کرنے لگے یعنی زندگی سے موت کو ترجیح دے۔

شَقَاء: شین پر زبر ہے، سعادت کی ضد ہے جس کو بد بختی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔[۲۹۳]

مزاح سید الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اِنْبِسَاطٌ مَعَ الْغَيْرِ مِنْ غَيْرِ اِيْذَاءٍ

مزاح نام ہے کسی کے ساتھ خوش طبعی کا بشرطیکہ ایذا نہ ہو۔ اگر ایذا ہو تو وہ مزاح نہیں بلکہ تمسخر اور مذاق ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی خوش طبعی فرمالیا کرتے تھے۔ چناں چہ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میرے چھوٹے اخیافی (ماں شریک) بھائی کبشہ رضی اللہ عنہ نے بلبل پالا تھا۔ جس کی موت سے وہ غمگین تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا دل خوش کرنے کے لیے ارشاد فرمایا: اے ابو عمیر! تمہارا بلبل کیا ہو گیا؟[۲۹۴]

حالِ راوی: حضرت انس رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں، ان کی والدہ کا نام اُمِ سُلیم ہے۔ ان کے والد کا نام مالک بن نضر انصاری ہے۔ یہ دس سال کی عمر میں تھے کہ ان کی والدہ صاحبہ نے ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرکے عرض کیا: یَا رَسُوْلَ اللهِ! هٰذَا خُوَيْدِمُكَ اُدْعُ اللهَ لَهٗ یہ آپ کا خادم ہے اس کے لیے دعا

---

۲۹۳ مرقاۃ المفاتیح: ۵/۳۶۵-۳۶۶ (۲۴۵۷)، باب الاستعاذۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۲۹۴ صحیح البخاری: ۲/۹۰۵ (۶۱۵۷)، باب انبساط الی الناس، المکتبۃ المظہریۃ

فرمادیجیے۔ آپ نے دعا فرمائی: اَللّٰھُمَّ بَارِكْ فِیْ مَالِهٖ وَوَلَدِهٖ وَأَطِلْ عُمْرَهٗ وَاغْفِرْ ذَنْبَهٗ اے اللہ! اس کے مال اور اولاد میں برکت دے، اس کی عمر کو دراز فرما اور اس کے گناہوں کو معاف فرما۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دعا کی برکت سے ہمارے پھل کے درختوں میں سال میں دو مرتبہ پھل آنے لگے اور اولاد میں اس قدر برکت ہوئی کہ میں نے اپنی صلبی اولاد اٹھانوے عدد دفن کی لَقَدْ دَفَنْتُ مِنْ صُلْبِیْ مِأَةً إِلَّا اثْنَیْنِ اور عمر میں اس قدر برکت ہوئی لَقَدْ بَقِیْتُ حَتّٰی سَئِمْتُ الْحَیَاةَ اتنا زندہ رہا کہ جیتے جیتے زندگی سے تھک گیا۔ چناں چہ اسماء الرجال میں ہے کہ ایک سو تین سال کی عمر پائی۔ اور فرمایا کہ چوتھی دعا کی اُمید رکھتا ہوں یعنی مغفرت کی۔ یہ بصرہ کے آخری صحابی ہیں۔ ان کے انتقال کے بعد بصرہ صحابہ سے خالی ہوگیا۔ عہدِ خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں تعلیمِ فقہ کے لیے بصرہ منتقل ہوگئے تھے۔ اِنْتَقَلَ إِلَی الْبَصْرَةِ لِیُفَقِّهَ النَّاسَ، وَهُوَ اٰخِرُ مَنْ مَّاتَ مِنَ الصَّحَابَةِ بِالْبَصْرَةِ ان کی کنیت ابو حمزہ رضی اللہ عنہ تھی۔ خلقِ کثیر نے ان سے روایت کی۔ وَلَهٗ مِنَ الْعُمُرِ مِأَةٌ وَّثَلٰثُ سِنِیْنَ[۲۹۵]

متن عبارتِ حدیث

عَنْ أَنَسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیُخَالِطُنَا حَتّٰی یَقُوْلَ لِأَخٍ لِّیْ صَغِیْرٍ یَا أَبَا عُمَیْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَیْرُ، وَكَانَ لَهٗ نُغَیْرٌ یَلْعَبُ بِهٖ فَمَاتَ[۲۹۶]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کے ساتھ انتہائی حسنِ معاشرت سے ملے جلے رہتے حتیٰ کہ میرے چھوٹے بھائی کا ایک بلبل تھا جس سے وہ کھیلا کرتا تھا وہ مرگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دل جوئی کے لیے ارشاد فرمایا: اے ابو عمیر! تمہارا بلبل کیا ہوگیا؟

---

۲۹۵ مرقاۃ المفاتیح: ۱/۳۰۷(۷)، کتاب الایمان، المکتبۃ الامدادیۃ

۲۹۶ صحیح البخاری: ۲/۹۰۵(۶۱۵۷)، باب انبساط الی الناس، المکتبۃ المظہریۃ

اس مزاحِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے محدثین رحمہم اللہ نے حسبِ ذیل مسائل کا استنباط فرمایا:

۱) **جَوَازُ تَکَنِّی الصِّغَار** (چھوٹے بچوں کی کنیت رکھنے کا جواز): ابو عمیر کا اصل نام کبشہ تھا۔ اس کنیت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب فرمانے سے چھوٹے بچوں کی کنیت کا جواز ثابت ہوا حالاں کہ وہ عمیر کے ابا نہ تھے بچے تھے، لیکن صاحبِ مرقاۃ لکھتے ہیں کہ یہ تفاؤل ہے کذب نہیں **لَایَدْخُلُ ذَالِكَ فِیْ بَابِ الْکِذْبِ لِأَنَّهٗ قَصَدَ بِهِ التَّفَاؤُلَ، وَفِیْهِ جَوَازُ تَکَنِّی الصِّغَارِ**

۲) **اِبَاحَةُ تَصْغِیْرِ الْاَسْمَاءِ**: ناموں کی تصغیر کا جواز معلوم ہوا۔ عمیر اور نغیر دونوں میں تصغیر ہے۔

۳) **اِسْتِحْبَابُ اسْتِمَالَةِ قُلُوْبِ الصِّغَارِ**: چھوٹے بچوں کے قلوب کو بہلانا اور مانوس کرنا مستحب ہے۔[۲۹۷] اس سے ان کی وحشت ختم ہو جاتی ہے اور ان کی تربیت و اصلاح میں مدد ملتی ہے اور اس طبعی موانست سے وہ اکابر کے اخلاق کو جلد جذب کر لیتے ہیں۔ احقر عرض کرتا ہے کہ اس میں مشائخ کے لیے بھی تعلیم ہے کہ وہ اپنے طالبین کے قلوب کو اس طرح مانوس کریں اور مدارس میں اساتذہ کرام کے لیے بھی سبق ہے کہ بچوں کو پٹائی اور سختی سے متوحش نہ کریں۔ گاہ گاہ خوش طبعی سے مانوس کریں۔ شانِ رحمت کو غالب رکھیں۔

پرندوں کو دل بہلانے کے لیے پالنا

وَإِنَّهٗ لَا بَأْسَ أَنْ يُّعْطَى الصَّبِیُّ الطَّيْرَ لِيَلْعَبَ بِهٖ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُّعَذِّبَهٗ[۲۹۸]

پس معلوم ہوا کہ پرندوں کا پالنا اور ان سے دل بہلانا درست ہے بشرطیکہ ان کے کھانے پینے کا خیال رکھا جاوے اور پنجرہ اتنا بڑا ہو کہ جس سے ان کی آزادی میں خلل نہ آوے

۲۹۷ مرقاۃ المفاتیح: ۹/۱۰۸ (۴۸۸۴)، کتاب الأدب، باب المزاح، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۲۹۸ مرقاۃ المفاتیح: ۹/۱۰۸ (۴۸۸۴)، کتاب الأدب، باب المزاح، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

اور وہ اپنے کو قیدی محسوس کر کے اذیت محسوس نہ کریں۔

جیسا کہ چڑیا گھر وغیرہ میں بہت بڑی جگہ کو چاروں طرف سے آہنی جال لگا کر اس میں پرندوں کو رکھا جاتا ہے۔[۲۹۹]

۴) مدینہ کے حرم میں شکار درست ہے بخلاف حرم مکہ کے۔

۵) فِيْهِ مُرَاعَاةُ السَّجَعِ فِي الْكَلَامِ: کلامِ مباح میں سجع اور قوافی کی رعایت کا جواز معلوم ہوا۔ عمیر پر قافیہ نغیر کا استعمال ہوا جبکہ عرب کی لغت میں ایک ایک لفظ کے متعدد مترادفات ہوتے ہیں۔ جیسے شیر کو اسد، غضنفر، ضیغم، حفص، لیث، قسورۃ بھی کہتے ہیں، مگر سجع کی رعایت کی گئی ہے۔

۶) فِيْهِ إِبَاحَةُ الدُّعَابَةِ: اس حدیث سے مزاح اور خوش طبعی کا جواز معلوم ہوا بلکہ مستحب ہے اگر دل خوش کرنے کی نیت ہو بَلِ اسْتِحْبَابُهٗ إِذَا كَانَ تَطْيِيْبًا۔

۷) وَفِيْ هٰذَا تَسْلِيَةٌ لَّهٗ عَلٰى فَقْدِهٖ بِمَوْتِهٖ: اس مزاح میں ابو عمیر کو بلبل کی موت سے جو غم تھا اس کی تسلی بھی ہے۔[۳۰۰]

شرائطِ مزاح

علامہ محی الدین ابو زکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مزاح سنتِ مستحبہ ہے بشرطیکہ (۱) مزاح قلیل ہو۔ (۲) مزاح سے مقصود مخاطب کا دل خوش کرنا ہو۔ (۳) ایذا رسانی کی حد سے محفوظ ہو۔

مزاح کثیر سے ممانعت کا حکم ہے:

إِيَّاكُمْ وَالْمَزَاحَ[۳۰۱] وَالْمُرَادُ بِذٰلِكَ كَثْرَةُ الْمَزَاحِ[۳۰۲]

مزاح کثیر سے ممانعت کے اسباب: علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مزاح کثیر

---

۲۹۹ ارشاد الهائم فی حقوق البهائم: ۳

۳۰۰ مرقاة المفاتيح: ۹/۱۰۷ (۴۸۸۴)، كتاب الأدب، باب المزاح، دار الكتب العلمية، بيروت

۳۰۱ شعب الايمان للبيهقي: ۷/۱۹۷ (۴۸۷۲)، باب فی بشر العلم، مكتبة الرشد

۳۰۲ كشف الخفاء ومزيل الالباس للعجلونی: ۱/۳۱۴ (۸۶۴)، مكتبة العلم الحديث

سے ممانعت اس سبب سے ہے کہ کثرتِ مزاح کثرتِ ضحک کا سبب ہے۔ جو دل کو سخت کرتا ہے اور ذکر اللہ سے غافل کرتا ہے اور مہماتِ دین کی فکر سے غافل کرتا ہے اور اکثر اوقات ایذارسانی کی حد تک پہنچ جاتا ہے اور کینہ یعنی گرانی طبع کا سبب ہو جاتا ہے اور انسان کا وقار زائل کر دیتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاح ان امور سے پاک اور محفوظ تھا۔

بابِ اوّل.... سیرتِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کے چند روشن منارے

کمالِ ایجازِ کلام اور علاجِ غضب

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے ایک مملوک غلام کی پٹائی کر رہا تھا کہ ایک آواز پیچھے سے سنی کہ اے ابومسعود! جتنی طاقت تجھے اس غلام پر حاصل ہے اس سے زیادہ طاقت اللہ تعالیٰ کو تجھ پر ہے۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو پایا۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں نے اس غلام کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے آزاد کر دیا۔ ارشاد فرمایا کہ اگر تو ایسا نہ کرتا تو تجھے جہنم کی آگ اپنی لپیٹ میں لے لیتی۔[۳۰۳]

فائدہ: اس حدیث میں غصہ کا جو علاج ہے وہ جس طرح معنوی اعتبار سے نہایت مؤثر اور اکسیر ہے اسی طرح اس کے الفاظ میں بھی عجیب بلاغت ہے جس کو اہلِ علم ہی سمجھ سکتے ہیں کہ اس مختصر عبارت میں جو چند ضمائر پر مشتمل ہے کیا حسنِ تعبیر اور صنعتِ ایجاز ہے۔ ارشاد فرمایا کہ اِعْلَمْ أَبَا مَسْعُوْدٍ لَلّٰهُ اَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلَيْهِ اس اختصار کی لذت جو الفاظ قلیلہ اور معانی کثیرہ کا مصداق ہے کس قدر وجد آفریں ہے۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

---

۳۰۳ صحیح مسلم: ۲/۵۱، باب صحبة المماليك، ایچ ایم سعید

کمالِ عقلِ نبوت کی ایک تابندہ مثال

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر تھے کہ ایک اعرابی (بدّو) آیا اور کھڑے ہو کر مسجد میں پیشاب کرنے لگا۔ پس تمام اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ڈانٹ کر اس کا پیشاب منقطع کرنا چاہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لَا تُزْرِمُوْهُ اس کا پیشاب مت منقطع کرو، اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو تاکہ آزادی سے پیشاب کرلے۔ پس سب نے اس کو چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ وہ پیشاب سے فارغ ہوگیا۔ پھر آپ نے اس کو بلا کر سمجھایا کہ مساجد میں پیشاب کرنا اور گندگی پھیلانا نامناسب فعل ہے۔ مساجد ذکر اللہ اور نماز اور قرأتِ قرآن کے لیے ہوتی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ ایک ڈول پانی لائے۔ پھر آپ نے اس کے پیشاب پر اس کو بہادیا۔[۳۰۴]

فائدہ: اس حدیث سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کمالِ عقل واضح ہوتا ہے کہ اگر اس کو اس حالت میں جذباتی طور پر شور کر کے بھگا دیا جاتا تو پوری مسجد میں پیشاب پھیل جاتا اور اس کی صفائی اور نظافت میں مشکل ہوتی، لیکن عموماً ایسے وقت جذبات عقل پر غالب آجاتے ہیں، لیکن ایک انگریز مؤرخ لکھتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عقلِ کامل سے ہم محوِ حیرت ہیں کہ آپ نے کس طرح جذبات پر غالب رہتے ہوئے اپنی حسنِ تدبیر سے پوری مسجد کو نجاست سے بچالیا، سوائے تھوڑے حصہ کے جو ایک ڈول پانی سے پاک ہوگیا۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

---

[۳۰۴] صحیح البخاری: ۸۹۰/۲ (۶۰۵۴)، باب الرفق فی الامر کله، المکتبة المظهریة

رِسالت اور بادشاہت میں فرق

حاتم طائی جن کو سخاوت میں تاریخی شہرت حاصل ہے، ان کے صاحبزادے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے مذہباً عیسائی تھے، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں آتے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عقیدت مندیوں اور جہاد کا سازو سامان دیکھ کر ان کو یہ فیصلہ کرنا کچھ دشوار معلوم ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بادشاہ ہیں یا پیغمبر ہیں۔ دفعتاً مدینہ کی ایک غریب لونڈی آتی ہے اور کہتی ہے کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھ کو کچھ عرض کرنا ہے۔ فرمایا: دیکھو مدینہ کی جس گلی میں کہو میں تمہاری بات سن سکتا ہوں۔ یہ کہہ کر اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور اس کی حاجت پوری کر دیتے ہیں۔ اس ظاہری جاہ وجلال کے پردہ میں یہ عاجزی، خاکساری اور یہ تواضع دیکھ کر حضرت عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں سے پردہ ہٹ جاتا ہے اور وہ دل میں فیصلہ کرلیتے ہیں کہ یہ یقیناً پیغمبرانہ شان ہے۔ فوراً گلے سے صلیب اُتار دیتے ہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلقۂ غلامی اپنی گردن میں ڈال لیتے ہیں اور صحابیت کے شرف سے مشرف ہو جاتے ہیں۔[۳۰۵]

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

فتح مکہ اور کمالِ عبدیت

دس ہزار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جاں نثار فوج کے ساتھ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر شہر مکہ میں فاتحانہ داخل ہوتے ہیں تو عظمتِ حق اور رحمتِ حق اور نصرتِ حق کا استحضار اور اپنی بندگی کا احساس آپ پر اس قدر غالب ہوتا ہے کہ آپ غلبۂ شکر اور تواضع سے آگے کو جھک جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ آپ کی ریش

---

۳۰۵ خطباتِ مدراس علامہ ندوی:۸۸

مبارک اونٹنی کے کجاوہ کی لکڑی سے لگ جاتی ہے۔(رواہ ابن اسحاق مرسلًا) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عبدیت کاملہ کے زاویہ قائمہ کو ایک اعشاریہ بھی متزلزل نہیں ہونے دیا۔ اس وقت خادم اور خادم زادہ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ردیف تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن سب تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہے تھے، لیکن آپ تواضع سے سر جھکائے ہوئے تھے۔[۳۰۶]

جیسا کہ ایک انگریز مؤرخ لکھتا ہے کہ ہم نے تاریخ میں کسی فاتح حکمران کو اس تواضع کی شان سے مفتوحہ علاقہ میں داخل ہوتے ہوئے نہیں دیکھا جیسا مسلمانوں کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس شہر مکہ میں جس نے کس بے رحمی سے آپ کو ہجرت پر مجبور کیا تھا اور جو لوگ آپ کے خون کے پیاسے تھے، ان پر حکمرانی کے لیے فاتحانہ داخل ہوتے وقت انتہائی تواضع کے ساتھ داخل ہوئے۔

یہ ادا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالِ عبدیت کو واضح کرتی ہے۔ پھر اہلِ مکہ کے ساتھ آپ نے کیا سلوک کیا وہ بھی قابلِ ذکر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے اہلِ قریش! آج میں وہی کہتا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا کہ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ آج کے دن تم پر کوئی الزام نہیں۔ اِذْهَبُوْا فَأَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ[۳۰۷] جاؤ! تم سب آزاد ہو۔ یہ ہے کارنامۂ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم۔

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

تیئس سالہ دورِ نبوت کی جامع دُعا

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے

---

[۳۰۶] رواہ الحاکم بسند جید، از سیرتِ مصطفٰی: ۳/ ۲۰۰، از حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

[۳۰۷] السنن الکبرٰی للبیھقی: ۹/ ۱۹۹ (۱۸۲۷۵)، باب فتح مکۃ حرسھا اللہ تعالٰی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ نے بہت دُعائیں مانگی ہیں اور ہم نے کچھ بھی تو یاد نہ رکھا۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت ابو اُمامہ کی حسرت اور غم پر مائل بہ کرم ہوئی اور ارشاد فرمایا کہ اے ابو اُمامہ! کیا ہم تمہیں ایسی دعا نہ بتادیں کہ جو ہماری تمام دُعاؤں کو اپنے اندر شامل کرلے۔ اور فرمایا کہ تم یہ دُعا کرلیا کرو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ أَسْأَلُكَ مِنْ خَیْرِ مَا سَأَلَكَ مِنْهُ نَبِیُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِیُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ[۳۰۸]

اے اللہ! میں سوال کرتا ہوں آپ سے تمام ان بھلائیوں کا جن کے لیے سوال کیا آپ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور پناہ مانگتا ہوں آپ سے ان تمام بُرائیوں سے جن سے پناہ مانگی آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ ہی کی ذات مستعان ہے یعنی مدد مانگنے کے قابل ہے اور آپ ہی پر فریاد رَسی ہے اور نہیں ہے طاقت بُرائیوں سے بچنے کی اور نہ نیک کام کرنے کی طاقت ہے، مگر آپ کی توفیق اور مدد سے۔

فائدہ: یہ کلامِ نبوت کے اعجاز وایجاز کا بے مثال تعبیری نمونہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تیئس سال کی تمام دُعائیں مختصر سے چند جملوں میں سمو دیں۔ جو چاہے مختصر وقت میں اس دعا کو مانگ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی اور مدنی زندگی کی تمام دُعاؤں کو حق تعالیٰ شانہٗ سے مانگ لے۔

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

زبانِ رسالت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نواسوں حضرت حسن اور حضرت حسین پر یہ دعا پڑھ کر دم فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہی دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے

۳۰۸؎ جامع الترمذی: ۱۹۲/۲، ابواب الدعوات، ایچ ایم سعید

بیٹے اسحاق علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام پر دَم کیا کرتے تھے۔ وہ دعا یہ ہے:

أُعِيذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَّمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ[۳۰۹]

فائدہ: یہ دعا اگر اپنے بچوں پر دَم کر دیں تو ہر قسم کے شیطانی اثرات اور نظر لگ جانے سے حفاظت رہے۔

سنتِ نبوی کی قیمت

ایک سنت کو زندہ کرنے اور اس پر عمل کرنے کا ثواب سو شہید کے برابر ہے:

مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِيْ عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِيْ فَلَهٗ أَجْرُ مِائَةِ شَهِيْدٍ[۳۱۰]

اس حدیث کے پیش نظر بخاری شریف کی ایک روایت سے ایک اہم سنت کی طرف اُمت کی توجہ مبذول کرائی جاتی ہے جس پر عمل کرنے سے سو شہید کا ثواب ملے گا اور زبان ذاکر ہوگی۔ ہم لوگ سفر میں بلندیوں پر چڑھتے اور اُترتے ہیں مگر خاموشی کے ساتھ۔ لیکن اگر ہم تھوڑی سی فکر کر کے اوپر چڑھتے وقت **اللہ اکبر** اور نیچے اُترتے وقت **سبحان اللہ** پڑھ لیا کریں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنت زندہ ہو جائے گی اور مفت کا ثواب کثیر ہاتھ لگے گا۔

بخاری شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كُنَّا إِذَا صَعِدْنَا كَبَّرْنَا وَإِذَا نَزَلْنَا سَبَّحْنَا[۳۱۱]

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو شام کے آخری صحابی ہیں ان کے انتقال کے بعد شام صحابہ رضی اللہ عنہم سے خالی ہو گیا۔ فرماتے ہیں کہ جب ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کرتے تھے تو بلندی پر چڑھتے ہوئے اللہ اکبر کہتے تھے اور نیچے پستی

۳۰۹؎ مشکوٰۃ المصابیح: ۱۳۴، باب عیادۃ المریض وثواب المرض، ایچ ایم سعید

۳۱۰؎ مشکوٰۃ المصابیح: ۳۰، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ایچ ایم سعید

۳۱۱؎ صحیح البخاری: ۴۲۰/۲ (۳۰۰۶)، باب التسبیح إذا ہبط وادیا، المکتبۃ المظہریۃ

کی جانب اُترتے ہوئے سبحان اللہ پڑھتے تھے۔

فائدہ: بلندی شان ہے اللہ تعالیٰ کی اس لیے بلندی پر چڑھتے وقت اللہ اکبر کی تعلیم دی گئی۔ اور نیچا ہونا اللہ کی شان کے خلاف ہے اس لیے نیچے اترتے ہوئے عیب سے پاکی کی تعلیم یعنی سبحان اللہ کہنے کی تعلیم دی گئی۔ اگر امتِ مسلمہ اس سنت پر عمل کرے تو دن میں بار بار ذکر کی توفیق ہو جائے گی۔

اسی طرح بخاری شریف میں جوتا پہننے کی سنت بیان فرمائی گئی ہے کہ جوتا پہنتے وقت پہلے داہنے پیر میں پہنے اور اتارتے وقت پہلے بائیں پیر سے اتارے اور یہی سنت کرتا پائجامہ پہننے کی بھی ہے۔ ان سنتوں پر ہر مسلمان کو ہر وقت عمل کا موقع مل سکتا ہے اور بار بار سنتوں پر عمل کرنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تازہ ہوتی ہے اور بندہ جلد محبوب ہو جاتا ہے کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے محبوب ہیں کہ ان کی اتباع کرنے والوں کو بھی قرآن میں محبوب بنالینے کا وعدہ ہے فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (الاٰیۃ)

نوٹ: احقر کا ایک کتابچہ ”پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری سنتیں“ ہے اس پر عمل کرنے سے سنت کی زندگی نصیب ہو سکتی ہے۔

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

بابِ دوم: خصوصیاتِ اُمّتِ رحمۃ للعالمین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

خصوصیت نمبر ۱: جماعت کی نماز

علامہ آلوسی سید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ یہودیوں کی نماز میں رکوع نہ تھا اور وہ لوگ الگ الگ نماز پڑھتے تھے، جماعت مشروع نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے اندر رکوع کو فرض فرمایا اور جماعت کی نماز کی نعمت بخشی، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ اَیْ صَلُّوْا مَعَ الْمُصَلِّیْنَ، وَعَبَّرَ بِالرُّکُوْعِ

عَنِ الصَّلٰوۃِ احْتِرَازًا عَنْ صَلٰوۃِ الْیَھُوْدِ فَاِنَّھَا لَا رُکُوْعَ فِیْھَا، وَاِنَّمَا قُیِّدَ ذَالِکَ بِکَوْنِہٖ مَعَ الرَّاکِعِیْنَ لِاَنَّ الْیَھُوْدَ کَانُوْا یُصَلُّوْنَ وُحْدَانًا فَاُمِرُوْا بِالصَّلٰوۃِ جَمَاعَۃً[۳۱۲]

رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ یعنی نماز پڑھو نماز پڑھنے والوں کے ساتھ۔ اور رکوع سے تعبیر کیا نماز کو تاکہ یہودیوں کی نماز سے احتراز ہو جائے کیوں کہ ان کی نماز میں رکوع نہ تھا۔ اور مع الراکعین کی قید اس لیے لگائی کہ یہود تنہا تنہا نماز پڑھتے تھے، پس نماز باجماعت کا حکم دیا گیا۔

علامہ ابنِ ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فتح القدیر شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ جماعت کی نماز اس اُمت کی خصوصیات میں سے ہے۔ کسی اُمت کو یہ دولت نہیں دی گئی:

وَالْجَمَاعَۃُ مِنْ خَصَائِصِ الدِّیْنِ فَاِنَّھَا لَمْ تَکُنْ مَشْرُوْعَۃً فِیْ دِیْنٍ مِّنَ الْاَدْیَانِ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اَلْجَمَاعَۃُ مِنْ سُنَنِ الْھُدٰی، لَا یَتَخَلَّفُ عَنْھَا اِلَّا مُنَافِقٌ[۳۱۳]

نماز سننِ ہدیٰ سے ہے، تارکِ جماعت بدونِ عذر صرف منافق ہی ہو سکتا ہے۔

خصوصیت نمبر ۲: اَلْاِسْتِرْجَاعُ

دوسری نعمت جو اس اُمت کو خاص طور پر دی گئی ہے وہ مصائب پر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ کی ہے۔ اس کو پڑھنے کا نام شریعت میں استرجاع ہے۔ اَلْاِسْتِرْجَاعُ مِنْ خَوَاصِ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ[۳۱۴]

مصائب پر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھنے کے متعلق علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں روایت نقل فرماتے ہیں:

۳۱۲؎ روح المعانی:۱/۲۴۷، البقرۃ(۴۳)، دار إحیاء التراث، بیروت
۳۱۳؎ فتح القدیر:۱/۳۴۵، باب الامامۃ، دار الفکر، بیروت
۳۱۴؎ روح المعانی:۲/۲۳، البقرۃ(۱۵۶)، دار إحیاء التراث، بیروت

أُعْطِيَتْ أُمَّتِيْ شَيْئًا لَمْ يُعْطَهُ أَحَدٌ مِّنَ الْأُمَمِ أَنْ تَقُوْلَ عِنْدَ الْمُصِيْبَةِ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ[۳۱۵]

اور ایک روایت میں ہے:

أُعْطِيَتْ هٰذِهِ الْأُمَّةُ عِنْدَ الْمُصِيْبَةِ شَيْئًا لَمْ تُعْطَهُ الْأَنْبِيَاءُ قَبْلَهُمْ ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ'' وَلَوْ أُعْطِيَهَا الْأَنْبِيَاءُ قَبْلَهُمْ لَأُعْطِيَهَا يَعْقُوْبُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِذْ يَقُوْلُ ''يٰآَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ'' عَلَيْهِ السَّلَامُ[۳۱۶]

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری اُمت کو ایک نعمت ایسی دی گئی ہے کہ کسی کو بھی اس سے پہلی اُمتوں میں سے نہیں دی گئی۔ وہ یہ کہ تم کہو مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس اُمت کو مصیبت کے وقت ایک ایسی نعمت دی گئی ہے جو اس اُمت سے قبل کسی نبی کو بھی نہیں دی گئی وہ نعمت اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ہے۔ اور اگر انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کو یہ نعمت دی جاتی تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ نعمت دی جاتی اور وہ يٰآَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ نہ فرماتے یعنی يٰآَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ کی جگہ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھتے۔[۳۱۷]

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ ایک اور روایت کے پیش نظر تحریر فرماتے ہیں کہ سنتِ استرجاع اس طرح سے مکمل ہوتی ہے جب ان کلمات کو بھی ادا کرے۔

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ جو شخص مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ اَللّٰهُمَّ أْجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَاخْلُفْ لِيْ خَيْرًا مِّنْهَا[۳۱۸] پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس نقصان کا نعم البدل عطا فرمائیں گے۔ چناں چہ میں نے

---

[۳۱۵] المعجم الکبیر للطبرانی: ۴۰/۱۲ (۱۲۴۱۱)، مکتبۃ ابن تیمیۃ
[۳۱۶] روح المعانی: ۲۳/۲، البقرۃ (۱۵۶)، دار إحیاء التراث، بیروت
[۳۱۷] شعب الایمان للبیہقی: ۱۷۸/۱۲ (۹۲۴۲)، باب فی الصبر علی المصائب، مکتبۃ الرشد
[۳۱۸] مسند امام احمد بن حنبل: ۲۶۲/۲۶ (۶۰۳۴۴)، مؤسسۃ الرسالۃ

اپنے شوہر ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے انتقال پر یہ دعا پڑھی تو حق تعالیٰ نے میرا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمادیا۔

حضرت عبد اللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے:

مَنِ اسْتَرْجَعَ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ جَبَرَ اللهُ تَعَالٰى مُصِيبَتَهٗ وَأَحْسَنَ عُقْبَاهُ وَجَعَلَ لَهٗ خَلَفًا صَالِحًا يَّرْضَاهُ[319]

جو شخص کسی تکلیف اور مصیبت پر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھے گا حق تعالیٰ اُس کے اِس نقصان کی تلافی فرمائیں گے اور اس کے انجام کو بہتر فرمائیں گے اور اس کو نعم البدل ایسا عطا فرمائیں گے جس سے وہ راضی ہو جاوے گا۔

یہ کلمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کانٹا چبھنے پر، مچھر کے کاٹنے پر، جوتے کا تسمہ ٹوٹنے پر اور چراغ بجھنے پر بھی پڑھا ہے۔ جیسا کہ حضرت آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت نقل فرمائی اس آیت کی تفسیر فرماتے ہوئے حَتّٰى لَدْغِ الشَّوْكَةِ وَلَسْعِ الْبَعُوْضَةِ وَانْقِطَاعِ الشَّسَعِ وَانْطِفَاءِ الْمِصْبَاحِ، وَقَدِ اسْتَرْجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذَالِكَ وَقَالَ: كُلُّ مَا يُؤْذِي الْمُؤْمِنَ فَهُوَ مُصِيبَةٌ لَهٗ وَأَجْرٌ[320] ہر اذیت والی چیز مؤمن کے لیے مصیبت ہے اور اس کے لیے اجر ہے۔

خصوصیت نمبر ۳

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا کی تفسیر میں آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اِصْرًا سے مراد تکالیفِ شاقّہ ہیں۔ سابقہ اُمم پر جو تکالیفِ شاقّہ تھیں ان ہی سے پناہ مانگی گئی ہے۔ مِنْ قَبْلِنَا سے صاحب روح المعانی تحریر فرماتے ہیں کہ سابقہ اُمتوں کی تکالیفِ شاقّہ سے مراد وَهُوَ مَا كُلِّفَهٗ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ مِنْ قَتْلِ النَّفْسِ فِي التَّوْبَةِ أَوْ فِي الْقِصَاصِ لِأَنَّهٗ كَانَ لَا يَجُوْزُ غَيْرُهٗ فِي شَرِيْعَتِهِمْ، وَقَطْعِ مَوْضِعِ النَّجَاسَةِ مِنَ الثِّيَابِ وَنَحْوِهَا، وَقِيْلَ مِنَ الْبَدَنِ، وَصَرْفِ

[319] روح المعانی: ۲/۲۴، البقرۃ (۱۵۷)، دار إحیاء التراث، بیروت

[320] روح المعانی: ۲/۲۳، البقرۃ (۱۵۶)، دار إحیاء التراث، بیروت

رُبُعِ الْمَالِ فِی الزَّکَاۃِ[۳۲۱]

فائدہ: اس اُمت کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ بنی اسرائیل پر جو تکالیفِ شاقّہ کے احکام تھے وہ اس اُمت سے اُٹھا لیے گئے، اور وہ تکالیفِ شاقّہ یہ ہیں:

۱)... قصاص اور توبہ کے لیے قتلِ نفس ضروری تھا۔

۲)... نجاست کی جگہ پاک کرنے کے لیے لباس یا بدن کو کاٹنا پڑتا تھا۔

۳)... مال کا چوتھائی حصہ زکوٰۃ دینا فرض تھا۔

جبکہ اس اُمت سے قصاص معاف کیا جاسکتا ہے یا قتل کی جگہ دیت دی جاسکتی ہے۔ اسی طرح نجاست کو پانی سے دھو دیا جاتا ہے، کپڑا یا بدن کو قطع کرنا نہیں پڑتا۔ اور زکوٰۃ صرف ڈھائی فیصد ہے۔

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور آپ کی اُمت کی مزید پانچ خصوصیات

مسئلۂ تیمم میں علامہ شامی ابنِ عابدین رحمۃ اللہ علیہ شامی، جلد ۱، صفحہ ۱۶۸ پر بخاری و مسلم کی روایت سے نقل کرتے ہیں:

أُعْطِيْتُ خَمْسًا لَّمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِيْ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَ لِأُمَّتِيْ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِّنْ أُمَّتِيْ أَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ فَلْيُصَلِّ، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِيْ، وَأُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ، وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلٰى قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً[۳۲۲]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھ کو پانچ نعمتوں سے نوازا گیا ہے جن سے کسی نبی کو نہیں نوازا گیا:

---

۳۲۱ روح المعانی: ۷۰/۳، البقرۃ (۲۸۶)، دار إحیاء التراث، بیروت

۳۲۲ صحیح البخاری: ۶۲/۱ (۴۳۹)، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم جعلت لی الارض مسجدا وطھورا، المکتبۃ المظھریۃ

۱)... ایک ماہ کی مسافت تک میرا رعب پہنچتا ہے۔ حق تعالیٰ نے میری نصرت اس رعب سے فرمائی ہے۔

۲)... میرے لیے اور بعض روایات میں ہے کہ میری اُمت کے لیے اللہ تعالیٰ نے پوری زمین کو مسجد بنادیا ہے اور پوری زمین کو تیمم کے لیے یعنی وضو کا نائب بنادیا ہے۔ سابقہ اُمتوں کے لیے خاص جگہ عبادت مقرر ہوتی تھی اور تیمم کسی اُمت کے لیے جائز نہ تھا۔ یہ قانون صرف اس اُمت کے لیے خاص ہے اور ہر جگہ نماز پڑھنے کی اجازت اس اُمت کے لیے خاص ہے۔ تمام روئے زمین کو سجدہ گاہ اس اُمت کے لیے بنادیا گیا۔

پھرتا ہوں دل میں یار کو مہماں کیے ہوئے
روئے زمیں کو کوچۂ جاناں کیے ہوئے

۳)... مالِ غنیمت کسی نبی کے لیے حلال نہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور آپ کی اُمت کے لیے مالِ غنیمت کو حلال کردیا گیا۔

۴)... شفاعتِ کبریٰ کا حق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا گیا اور کسی نبی کو نہیں دیا گیا۔

۵)... ہر نبی اپنی قوم کے لیے بھیجے جاتے تھے اور مجھے تمام کائنات کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔ (الحدیث)

علمِ نحو سے صحبتِ اہل اللہ کی ضرورت پر عجیب استدلال

میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ برکت فی العمر کے لیے یہ دعا پڑھتے تھے: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ عُمْرِیْ مِائَۃً وَّعِشْرِیْنَ سَنَۃً وَّاجْعَلْنِیْ مَحْبُوْبًا فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مِائَۃً وَّعِشْرِیْنَ سَنَۃً کی ترکیبِ نحوی سے ایک عظیم الشان مسئلۂ تصوف ہاتھ لگا۔ فنِ نحو کا قاعدہ ہے کہ عشرین کی تمیز مفرد منصوب اور مائۃ کی تمیز مفرد مجرور آتی ہے۔ مذکورہ عبارت میں سنۃ پر عشرین کا عمل ہوا

اور مائة کا عمل نہ ہوسکا جبکہ مائة، عشرین سے پانچ گنا زیادہ طاقت میں ہے۔ یہاں عشرین عاملِ قریب ہے، اس نے اپنی صحبت کا اثر سنة پر ظاہر کیا اور مائة کو اثر نہ کرنے دیا۔

اسی طرح معاشرۂ موجودہ خود خواہ کتنا ہی خراب ہو لیکن ہمارا عاملِ قریب صالح ہو تو اسی کا اثر ہم پر ظاہر ہو گا اور گمراہ کن عواملِ بعیدہ کے شرور اور فتن سے ہم محفوظ رہیں گے۔

لہٰذا ہر شخص کو چاہیے کہ اپنے اوپر کسی صالحِ قریب کا سایہ رکھے، اس کی برکت سے مضر بعید سایوں سے محفوظ رہے گا۔ اگرچہ وہ کتنے ہی قوی ہوں۔

تاثیرِ صحبت کی دوسری عجیب و غریب مثال

ایک شخص کے پاس مثلاً دس ہزار روپیہ ہیں اور اس پر زکوٰۃ ایک سال گزرنے پر واجب ہوگی۔ جب گیارہ مہینے گزر گئے تو دس ہزار اس کے پاس اور آگئے۔ ایک مہینہ کے بعد اس شخص پر زکوٰۃ پورے بیس ہزار پر واجب ہوگی، اور جس رقم پر ابھی صرف ایک مہینہ گزرا ہے ضابطہ سے اس کو وجوبِ زکوٰۃ کے لیے گیارہ مہینہ اور گزارنا چاہیے تھا لیکن چوں کہ یہ اس رقم کی صحبت یافتہ ہوئی جس پر گیارہ مہینہ کا مجاہدہ گزر چکا ہے اس کی صحبت کی برکت سے ایک ہی مہینہ میں اللہ تعالیٰ نے اس بعد والی رقم کو پہلی رقم کے مقام میں اس کو تسلیم فرمالیا۔ ایک ہی مہینہ میں یہ دوسری رقم بھی رقمِ سابق کی صحبت کی برکت سے بارگاہِ حق میں وجوبِ زکوٰۃ کے لیے قبول ہوگئی اور حولانِ حول کی شرط اس پر باقی نہ رہی۔

اسی طرح جن مشائخ نے بڑے بڑے مجاہدات اُٹھا کر بارگاہِ حق میں مقامِ قرب حاصل کیا ہے ان کی صحبت میں انسان رہ کر بہت جلد مقربِ بارگاہِ الٰہی ہو سکتا ہے۔

اسمِ ذاتِ حق اور ہماری آہ کا تعلق

اللہ تعالیٰ کے اسمِ ذات کو جب ہم طویل سانس کھینچ کر لیں تو اس اسمِ ذات

میں ہماری آہ بھی شامل محسوس ہوگی۔ اس سے یہ یقین پیدا ہوتا ہے کہ ہمارا حقیقی خالق ومالک صرف اللہ ہے جس نے اپنے بندوں کی آہ کو اپنے نام پاک میں شامل کر رکھا ہے جبکہ دوسرے باطل خداؤں کے نام میں ہماری آہ شامل نہیں ہے۔ جیسے نمرود، شداد، فرعون۔ پس جو ہماری آہ کا خریدار نہیں وہ ہمارا خدا بھی نہیں۔ احقر کا ایک شعر ہے؎

بر درِ رحمت چو در بانے نبود
آہ را در وصل حرمانے نبود

چوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دروازے پر کوئی دربان نہیں رکھا لہٰذا ہر مظلوم کی آہ براہِ راست اور جلد عرشِ الٰہی تک پہنچ جاتی ہے۔

احقر کا ایک دوسرا شعر ہے؎

میرا پیام کہہ دیا جا کے مکاں سے لامکاں
اے میری آہِ بے نوا تو نے کمال کر دیا

اللہ تعالیٰ شانہٗ نے اپنے بندوں کی فطرتِ تخلیقیہ میں یہ کیفیت رکھی ہے کہ جب غم پہنچتا ہے تو بے ساختہ آہ نکل جاتی ہے اور اسم اللہ کو لمبی سانس کے ساتھ لے کر بندہ اپنی آہ کو آغوشِ رحمتِ اسمِ ذات میں محسوس کرکے کیسی تسلی پاتا ہے۔

کیسے کریم مالک ہیں کہ اپنے غلاموں کی آہ کو اپنے نام پاک سے گلے لگا رکھا ہے۔ یہ خود دلیلِ اعظم ہے کہ ہمارا اصلی مالک اللہ ہے جس نے ہماری آہ کو ایسی پذیرائی اور شرفِ قرب عطا فرمایا ہوا ہے۔

احقر نے یہ مضمون نہ کہیں سنا تھا نہ کہیں دیکھا۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے ہمارے بزرگوں کی برکت سے یہ مضمون عطا فرمایا جس کو جہاں بھی عرض کیا اہلِ ذوق اور اہلِ علم کے ہر طبقہ نے وجد اور عجب کیف محسوس کیا۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى ذَالِكَ

شانِ محبوبیتِ باری تعالیٰ کی عجیب دلیل

الف) رَبِّ السِّجۡنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدۡعُوۡنَنِیۡۤ اِلَیۡہِ [۳۲۳]

حضرت یوسف علیہ السلام عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! قید خانہ مجھے زیادہ محبوب ہے ان اعمال سے جن کی طرف زنانِ مصر مجھے دعوت دے رہی ہیں۔ یعنی قید خانہ کی تکلیف آپ کی رضا اور قرب کی وجہ سے مجھے عزیز ہے۔

اس آیت سے حق تعالیٰ کی عظیم الشان محبوبیت ظاہر ہوتی ہے جس کا حسنِ تعبیر یہ ہے کہ جن کی راہ کے قید خانے محبوب ہی نہیں بلکہ محبوب تر ہوتے ہیں تو ان کی راہ کے گلستاں کیسے ہوں گے!

ب) وَاِلٰی رَبِّکَ فَارۡغَبۡ [۳۲۴] اور اپنے رب کی طرف رغبت کیجیے۔

اس آیت سے بھی حق تعالیٰ کی شانِ محبوبیت ظاہر ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ان کے نام کی لذت نہایت مرغوب چیز ہے۔

ج) کَلَّاۤ اِنَّہُمۡ عَنۡ رَّبِّہِمۡ یَوۡمَئِذٍ لَّمَحۡجُوۡبُوۡنَ [۳۲۵]

اس آیت سے اللہ کی عظیم الشان محبوبیت ظاہر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد فرمانا کہ ہر گز نہیں! قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دیدار سے محروم رہیں گے۔ موقعۂ سزا میں اپنے دیدار سے محجوب کرنے کا اعلان اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان شانِ محبوبیت پر دلالت کرتا ہے۔ دنیا میں کسی سلطانِ وقت نے اپنی مملکت میں کسی مجرم کو یہ سزا نہیں دی کیوں کہ یہ حاکم محض ہوتے ہیں محبوب نہیں ہوتے۔ اس آیت سے رویتِ باری تعالیٰ کا ثبوت بھی ہوتا ہے۔

۳۲۳؎ یوسف:۳۳

۳۲۴؎ الانشراح:۸

۳۲۵؎ المطففین:۱۵

تقویٰ پر فجور کی تقدیم کا سبب

۵) فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا[۳۲۶]

ضابطہ سے اچھی چیز کو مقدم کیا جاتا ہے لہٰذا تقویٰ کو مقدم ہونا چاہیے تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فجور کو کیوں مقدم فرمایا؟

جواب یہ ہے کہ فجور تقویٰ کا موقوف علیہ ہے، ہر نہی مقتضی ہے منہی عنہ کے ثبوت کو اور تقویٰ کا حاصل وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ہے۔ اگر مادّۂ فجور نہ ہوتا تو تقویٰ کا وجود بھی نہ ہوتا، جیسے کوئی شخص کہے کہ میرا قلم مت دیکھو اور اس کے پاس قلم ہی نہ ہو تو اس کا کلام لغو ہو جائے گا۔ اسی طرح تقاضائے شہوت اور مادّۂ فجور ضروری تھا جس پر عمل نہ کرکے انسان متقی بنتا ہے۔ چناں چہ حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ مادر زاد عنّین ولایتِ خاصّہ سے مشرف نہیں ہو سکتا۔

نمازِ عیدین کے راستوں کو بدلنے کے اَسرار

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدٍ خَالَفَ الطَّرِيْقَ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ[۳۲۷]

خَالَفَ الطَّرِيْقَ أَيْ رَجَعَ فِيْ غَيْرِ طَرِيْقِ الْخُرُوْجِ[۳۲۸] حضور صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن عید گاہ کو جس راستے سے تشریف لے جاتے تو واپسی پر دوسرے راستے سے تشریف لاتے۔ مرقاۃ، جلد۳، صفحہ ۲۹۰ پر حضرت ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے حسبِ ذیل اسرار اس سنتِ نبوی کے ارقام فرمائے ہیں:

۱) دونوں راستوں کے بسنے والوں کو صلحاء کی ملاقات اور دیدار کے برکات ملیں گے۔

۳۲۶؎ الشمس:۸

۳۲۷؎ صحیح البخاری:۱/۱۳۴(۹۸۷)، باب من خالف الطریق اذا رجع یوم العید، المکتبة المظهرية

۳۲۸؎ مرقاة المفاتیح:۳/۴۸۷(۱۴۳۴)، باب صلوٰة العیدین، دار الکتب العلمیة، بیروت

۲) دونوں راستوں کے لوگوں کو مسائل معلوم کرنے کے لیے موقع ملے گا۔

۳) ذکر اللہ کی اشاعت ہوگی۔

۴) کفار کے کید سے تحفظ اور احتراز ہوگا۔ یعنی دوسرے راستے پر اجتماعِ کفار اور ان کی سازش کا خاتمہ ہوگا۔

۵) دو راستوں میں جو داہنی طرف ہوگا اس کو اختیار کرنے سے اَلْأَیْمَنُ فَالْأَیْمَنُ کی سنت ادا ہوگی۔

۶) طویل راستے کے انتخاب سے ثوابِ اقدام میں اضافہ ہوگا اور واپسی پر مختصر راستہ کے انتخاب سے جلد گھر پر واپسی کی سنت ادا ہوگی۔

۷) دونوں راستوں کے فقراء پر صدقہ کرنا آسان ہوگا لِیَتَصَدَّقَ عَلٰی فُقَرَاءِ الطَّرِیْقَیْنِ

۸) خیر پر گواہوں کے لیے دو راستے۔ تَعَدُّدُ الشَّوَاهِدِ عَلَی الْخَیْرِ کا سبب ہوگا۔

۹) دونوں راستوں کے قبرستانوں کی زیارت اور ایصالِ ثواب کا موقع ملے گا۔

۱۰) منافقین کو دو راستوں سے مسلمانوں کی شاندار نقل و حرکت باعثِ غیظ علی الغیظ ہوگی۔

۱۱) اَلتَّفَاؤُلُ بِتَغَیُّرِ الْحَالِ۔

۱۲) دو راستوں سے ازدحام کی کثرت کی کلفت سے نجات ہوگی۔

۱۳) دو راستوں سے طبیعت میں نشاط اور سرور کا اضافہ ہوگا۔[۳۲۹]

خوفِ استدراج سے استدراج نہیں ہوتا

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ

ہم ان کو اس طرح ڈھیل دے رہے ہیں کہ ان کو اس کا علم بھی نہیں ہوتا۔

۳۲۹؎ مرقاۃ المفاتیح: ۳/۴۸۷ (۱۴۳۴)، باب صلوٰۃ العیدین، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

آیتِ مذکورہ دلالت کرتی ہے کہ حق تعالیٰ جس کو استدراج میں مبتلا فرماتے ہیں اس کو استدراج کا خوف اور اندیشہ ہی نہیں ہوتا۔

اب یہ مسئلہ حل ہوگیا کہ بعض اکابر کو اپنے ساتھ رجوعِ خلق کا ہجوم دیکھ کر خوف استدراج کا ہوا ہے لہٰذا ان کا یہ خوف ہی دلیل ہے کہ ان کو استدراج نہیں ہے، جو مستدرج ہوتا ہے وہ استدراج سے بے خوف ہوتا ہے۔ جیسا کہ کافر کو اپنے کفر کے بارے میں صدمہ یا خوف نہیں ہوتا ہے۔ پس مؤمن کو وسوسۂ کفر پر صدمہ ہونا دلیل ہے کہ یہ مؤمن کامل ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ذَاكَ صَرِيْحُ الْاِيْمَانِ فرمایا گیا ہے۔

مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاٰنِیْ سے کوئی صحابی نہیں بن سکتا

مولانا عزیر گل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے معلوم کیا کہ حدیث میں ہے مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاٰنِیْ تو کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے والا صحابی بن سکتا ہے؟ فرمایا: ہاں! مگر خوابی صحابی بنے گا۔

علمی استعداد کے لیے مجرب تدبیر

۱) اہتمامِ مطالعہ۔ ۲) درس کو غور سے سننا۔ ۳) تکرار۔ یہ تین کام طالب علم کو قابل بناتے ہیں۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مطالعہ کی حقیقت تَمْيِيْزُ الْمَعْلُوْمِ عَنِ الْمَجْهُوْلِ ہے۔

غمِ مجاہدہ قربِ حق تعالیٰ کا ذریعہ ہے

احقر کا شعر ہے۔

گرا کے بجلی میرا نشیمن جلا کے اپنا بنا لیا ہے
غموں کے پھولوں سے میرے دل کو برائے مسکن سجالیا ہے

حسنِ فانی پر عشق کا جنازہ

میں نے جن کو سجن بنایا تھا
جن کو میں نے بھجن سنایا تھا

میرؔ ان کے سفید بالوں نے
عشق کا میرے کفن بنایا تھا

مفت دینی خدمت کرنا اہلِ حق ہونے کی دلیل نہیں

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اِتَّبِعُوۡا مَنۡ لَّا یَسۡـَٔلُکُمۡ اَجۡرًا وَّ ہُمۡ مُّہۡتَدُوۡنَ [۳۳۰]

اتباع کرو ان لوگوں کی جو تم کو ہدایت کرکے اس پر اجرت نہیں مانگتے۔

تو آج کل امریکا والے عیسائی مذہب پھیلانے کے لیے کوئی اجرت نہیں مانگتے بلکہ رضائیاں، کمبل، دودھ کے ڈبے بھی غریبوں میں مفت تقسیم کرتے ہیں۔ تو کیا ان کی اتباع اس آیت سے لازم آتی ہے؟ ہر گز نہیں، کیوں کہ یہ آیت مطلق نہیں ہے بلکہ مقید ہے۔ آگے ارشاد ہے وَ ہُمۡ مُّہۡتَدُوۡنَ درآں حالیکہ وہ خود بھی ہدایت یافتہ ہوں۔ حال ذوالحال کے لیے بمنزلہ قید ہوتا ہے۔

علماء پر دین کی جاگیر داری کا باطل الزام

کیا اناڑی اور جہلا کو یہ حق حاصل ہے کہ ایم بی بی ایس ڈگری والے ڈاکٹروں کو ڈاکٹری کی جاگیر داری کا الزام لگائیں۔ اسی طرح پروفیسروں، وکیلوں اور انجینئروں کو بھی قیاس کرلیں۔ پس علمِ دین کے ماہروں کو بھی یہ الزام باطل ہے۔

۳۳۰؎ یٰسٓ:۲۱

استقامت اور حسنِ خاتمہ کے لیے نو مدلل نسخے

حسنِ خاتمہ کا نسخہ نمبر ۱

ہر فرض نماز کے بعد الحاح سے یہ دعا پڑھنا:

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ[۳۳۱]

ترجمہ و تفسیر از بیان القرآن: اے ہمارے رب! ہمارے دلوں کو کج نہ کیجیے بعد اس کے کہ آپ ہم کو حق کی طرف ہدایت کرچکے ہیں اور ہم کو اپنے پاس سے رحمتِ خاصّہ عطا فرمادیجیے (اور وہ رحمت یہ ہے کہ راہِ مستقیم پر ہم قائم رہیں) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے استقامت اور حسنِ خاتمہ کی درخواست کا بندوں کے لیے سرکاری مضمون نازل فرمایا ہے اور جب شاہ خود درخواست کا مضمون عطا فرمائے تو اس کی قبولیت یقینی ہوتی ہے لہٰذا اس دعا کی برکت سے استقامت اور حسنِ خاتمہ ان شاء اللہ تعالیٰ! ضرور عطا ہو گا۔

تفسیر روح المعانی میں سے اس آیت کے متعلق کچھ اہم نکتے تحریر کیے جارہے ہیں جس کے پیشِ نظر اس دعا کا لطف کچھ اور ہی محسوس ہو گا۔

یہاں رحمت سے مراد استقامت علی الدین ہے۔ قَالَ الْاٰلُوْسِیُّ السَّیِّدُ مَحْمُوْدُ الْبَغْدَادِیُّ فِی الرُّوْحِ: اَلْمُرَادُ بِهٰذِهِ الرَّحْمَةِ التَّوْفِیْقُ لِلْاِسْتِقَامَةِ عَلٰی طَرِیْقِ الْحَقِّ

اور وَهَبْ کے بعد لَنَا اور مِنْ لَّدُنْكَ دو متعلقات نازل فرما کر اصل مطلوب خاص یعنی نعمتِ استقامت اَلْمُعَبَّرُ بِالرَّحْمَةِ کا کچھ فاصلہ کر دیا۔ تَشْوِیْقًا لِّلْعِبَادِ تاکہ بندوں کے شوق میں اضافہ ہو۔

جیسے باپ چھوٹے بچے کو لڈو دکھا کر ہاتھ کچھ اوپر کرلیتا ہے تو بچہ شوق سے

۳۳۱؎ اٰل عمرٰن:۸

کو دنے لگتا ہے۔ یہ قدر نعمت کا لطیف عنوان ہے۔[۳۳۲]

لفظ ہبہ سے کیوں تعبیر فرمایا؟ اس میں کیا حکمت ہے؟ بات یہ ہے کہ حسنِ خاتمہ اور استقامت علی الدین دونوں نعمتیں مترادف ہیں اور لازم و ملزوم ہیں۔ پس یہ دو عظیم الشان نعمتیں جن کی برکت سے جہنم سے نجات اور دائمی جنت عطا ہو جاوے یہ ہماری محدود زندگی کے ریاضات کا صلہ ہر گز نہیں ہو سکتی تھیں، اس لیے حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے بندوں کو اس اہم حقیقت سے مطلع فرمادیا کہ خبر دار! اپنے کسی عمل کے معاوضہ کا تصور بھی نہ کرنا۔

یہ استقامت جس کو حسنِ خاتمہ لازم ہے یہ وہ عظیم اور غیر محدود دولت ہے جو دخولِ جنت کا سبب ہے جس کا تم کوئی معاوضہ ادا نہیں کر سکتے کیوں کہ مثلاً اسّی برس کے نماز روزوں سے اسّی برس کی جنت ملنے کا قانون اور ضابطہ سے جواز ہو سکتا تھا، لیکن ہمیشہ کے لیے غیر فانی حیات کے ساتھ جنت کا عطا ہونا اور محدود عمل پر غیر محدود اجر و انعام صرف حقِ رابطہ اور عطائے حق ہے۔ پس لفظ ہبہ سے درخواست کرو کیوں کہ ہبہ بدون معاوضہ ہوتا ہے اور ہبہ میں واہب اپنے غیر متناہی کرم سے جو چاہے دے دے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اسی نکتہ کو بیان فرماتے ہیں: وَفِی اخْتِیَارِ صِیْغَۃِ الْھِبَۃِ اِیْمَاءٌ أَنَّ ھٰذِہِ الرَّحْمَۃَ أَیْ ذَالِکَ التَّوْفِیْقَ لِلْاِسْتِقَامَۃِ عَلَی الْحَقِّ تَفَضُّلٌ مَحْضٌ بِدُوْنِ شَائِبَۃِ وُجُوْبٍ عَلَیْہِ تَعَالٰی شَانُہٗ[۳۳۳] اور صیغہ ہبہ سے تعبیر میں اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمادیا کہ اس رحمت سے مراد وہ توفیقِ حق ہے جس کی برکت سے بندہ دین پر قائم رہتا ہے اور جو کہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور ان کا کرم ہے جس کو عطا فرمائیں۔

اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ یہ معرضِ تعلیل میں ہے کہ تم کو ہم سے ہبہ مانگنے کا کیا حق ہے اور کیوں حق ہے کیوں کہ ہم بہت بڑے داتا اور بخشش کرنے والے ہیں۔ قَالَ الْعَلَّامَۃُ

۳۳۲؎ روح المعانی: ۹۰/۳، اٰل عمرٰن (۸)، دار إحیاء التراث، بیروت

۳۳۳؎ روح المعانی: ۹۰/۳، اٰل عمرٰن (۸)، دار إحیاء التراث، بیروت

الْاٰلُوْسِیُّ رَحِمَهُ اللهُ "اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ" أَیْ لِأَنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ۔[۳۳۴]

حسنِ خاتمہ کا نسخہ نمبر ۲

حسنِ خاتمہ کے لیے کثرت سے پڑھیں:

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِیْثُ[۳۳۵]

اے زندہ حقیقی کہ جس کی برکت سے تمام کائنات قائم ہے اور ہر ذرّہ کائنات کا بقا جس کے فیض پر منحصر ہے آپ کی رحمت سے فریاد کرتا ہوں۔

یَا حَیُّ: اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی سے انسان نفس کے شر سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ أَزَلًا اَبَدًا وَّحَیَاۃُ کُلِّ شَیْءٍ بِہٖ مُؤَبَّدًا حی کے معنیٰ ہیں جو ازل سے ابد تک حی ہو اور ہر شے کی حیات اس سے قائم ہو۔ حی اور قیوم میں اسمِ اعظم کا اثر ہے۔

یَا قَیُّوْمُ: أَیْ قَائِمٌ بِذَاتِہٖ وَیُقَوِّمُ غَیْرَہٗ بِقُدْرَتِہٖ، قیوم وہ ہے جو اپنی ذات سے قائم ہو اور تمام کائنات کو اپنی قدرتِ غالبہ کاملہ سے قائم رکھنے والا ہو۔

اَسْتَغِیْثُ: أَیْ أَطْلُبُ الْاِغَاثَةَ وَأَسْأَلُ الْاِعَانَةَ، طلب کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے فریادرسی کو اور اس کی اعانت کو۔[۳۳۶]

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ کا وِرد استقامت اور حسنِ خاتمہ کے لیے اور ہر بلا اور غم سے نجات کے لیے اکسیر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی غم اور صدمہ اور کرب واضطراب لاحق ہوتا تھا تو آپ اس وِرد کو کثرت سے پڑھتے تھے۔

پوری عبارت متن حدیث

عَنْ أَنَسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ إِذَا

۳۳۴؎ روح المعانی: ۹۱/۳، اٰل عمرٰن (۸)، دار إحیاء التراث، بیروت

۳۳۵؎ جامع الترمذی: ۱۹۲/۲، باب جامع الدعوات عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ایچ ایم سعید

۳۳۶؎ مرقاۃ المفاتیح: ۳۶۴/۵ (۲۴۵۴)، باب الدعوات فی الاوقات، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

كَرَبَهٗ أَمْرٌ يَقُوْلُ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيْثُ[۳۳۷]

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر ایک لمحہ بھی انسان نفس کے شر سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ[۳۳۸]

ترجمہ و تفسیر از بیان القرآن: نفس تو ہر ایک کا بُری بات بتلاتا ہے بجز اس نفس کے جس پر میرا رب رحم کرے۔ جیسا کہ انبیاء کے نفوسِ مطمئنہ ہوتے ہیں جن میں حضرت یوسف علیہ السلام کا نفس بھی داخل ہے۔ خلاصہ یہ کہ میری عصمت میرا ذاتی کمال نہیں بلکہ رحمت و عنایتِ الٰہیہ کا اثر ہے۔

اَمَّارَةٌ: كَثِيْرَةُ الْأَمْرِ (لِلْمُبَالَغَةِ) یہاں الف لام عَلَى السُّوْءِ لِلْجِنْسِ ہے۔ پس قیامت تک کے معاصی کے تمام انواعِ موجودہ اور مستقبلہ اس لفظ میں شامل ہیں کیوں کہ جنس انواع مختلف الحقائق پر مشتمل ہوتی ہے۔ پس وہ نئے نئے ایجادات و آلاتِ معاصی بھی اس سوء میں شامل ہو گئے جو قیامت تک ایجاد کیے جائیں گے۔

روح المعانی میں ہے کہ مَا رَحِمَ میں مَا مصدریہ، ظرفیہ، زمانیہ ہے۔ جس کی تفسیر یہ ہے کہ اِلَّا فِیْ وَقْتِ رَحْمَةِ رَبِّیْ وَعِصْمَتِهٖ یعنی نفس ہر وقت بُرائی کی طرف راہ دکھاتا ہے، مگر جب تک بندہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور رحمت کے سائے میں رہتا ہے نفس اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

گر ہزاراں دام باشد بر قدم
چوں تو با مائی نباشد ہیچ غم

ترجمہ: اگر ہزاروں گناہ کے جال ہر قدم پر ہوں، مگر اے خدا! آپ کی عنایت کے ہوتے ہوئے کوئی غم نہیں۔

رَحِمَ جو ماضی تھا مائے مصدریہ نے اسے مصدر بنا دیا۔ پس علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی

۳۳۷ے جامع الترمذی: ۱۹۲/۲، باب جامع الدعوات عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ایچ ایم سعید

۳۳۸ے یوسف: ۵۳

تفسیر روح المعانی کے مذکورہ مضامین سے معلوم ہوا کہ کسی کا نَفْس اگر ایک نَفَسْ بھی عصمتِ حق اور رحمتِ حق سے محروم ہو جاوے تو جس سوء میں بھی مبتلا ہو جاوے سب کا خوف ہے۔ (روح المعانی، پارہ: ۱۳، صفحہ: ۲)

حسنِ خاتمہ کا نسخہ نمبر ۳

مسواک کرنا ہے۔ علامہ شامی ابنِ عابدین رحمۃ اللہ علیہ جلد ۱، صفحہ ۸۴ پر رقم طراز ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

صَلٰوۃٌ بِسِوَاکٍ أَفْضَلُ مِنْ سَبْعِیْنَ صَلٰوۃً بِغَیْرِ سِوَاکٍ[۳۳۹]

مسواک کرنے والے وضو سے جو نماز ادا کی جائے گی اس کا ثواب سترّ گنا ان نمازوں سے زیادہ ہو گا جو بغیر مسواک والے وضو سے پڑھی جاویں گی۔ سنتِ مسواک کی برکت سے موت کے وقت کلمۂ شہادت یاد آجاوے گا۔ وَمِنْ مَنَافِعِہٖ تَذْکِیْرُ الشَّھَادَۃِ عِنْدَ الْمَوْتِ۔ رَزَقَنَا اللہُ تَعَالٰی بِمَنِّہٖ وَکَرَمِہٖ[۳۴۰] اور مسواک کی سنت کے منافع سے موت کے وقت کلمۂ شہادت کا یاد آنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرماویں احسان و کرم سے، آمین۔

مسواک پکڑنے کا مسنون طریقہ: بحوالہ شامی جلد ۱، صفحہ ۸۵ بروایت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یہ ہے کہ چھنگلیا (چھوٹی انگلی) کو مسواک کے نیچے رکھے اور انگوٹھا مسواک کے اوپری حصے کے نیچے رکھے اور باقی انگلیاں مسواک کے اوپر رکھے۔[۳۴۱]

حسنِ خاتمہ کا نسخہ نمبر ۴

ایمانِ موجودہ پر شکر کرنا ہے، یعنی ہر روز موجودہ ایمان پر شکر ادا کرنا، اور وعدہ ہے:

۳۳۹؎ مرقاۃ المفاتیح: ۸۲/۲ (۳۸۶)، باب السواک، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۳۴۰؎ ردالمحتار علی الدر المختار: ۲۳۶/۱، باب سنن الوضوء، دار الکتب العلمیۃ

۳۴۱؎ ردالمحتار علی الدر المختار: ۲۳۴/۱، باب سنن الوضوء، دار الکتب العلمیۃ

لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ [۳۴۲]

اگر تم لوگ شکر ادا کروگے تو ہم اپنی نعمتوں میں ضرور ضرور اضافہ کردیں گے۔ پس ایمان پر شکر ایمان کی بقابلکہ ترقی کا ذریعہ ہے۔

حسنِ خاتمہ کا نسخہ نمبر ۵

بد نظری سے حفاظت پر حلاوتِ ایمان عطا ہونے کا وعدہ ہے اور حلاوتِ ایمان جب دل کو ایک مرتبہ عطا ہو جاوے گی تو پھر کبھی واپس نہ لی جاوے گی۔ پس حسنِ خاتمہ کی بشارت اس عمل پر بھی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

إِنَّ النَّظَرَ سَهْمٌ مِّنْ سِهَامِ إِبْلِيْسَ مَسْمُوْمٌ مَنْ تَرَكَهَا مَخَافَتِيْ أَبْدَلْتُهٗ إِيْمَانًا يَّجِدُ حَلَاوَتَهٗ فِيْ قَلْبِهٖ [۳۴۳]

یہ حدیثِ قدسی ہے جس کی تعریف ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح فرمائی ہے:

هُوَ الْحَدِيْثُ الَّذِيْ يُبَيِّنُهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَفْظِهٖ وَيُنْسِبُهٗ إِلٰى رَبِّهٖ [۳۴۴]

حدیثِ قدسی وہ ہے کہ جس کو نبی اپنے الفاظ سے بیان کرے اور نسبت اس کی حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف کرے۔

ترجمۂ حدیث: تحقیق نظر ابلیس کے تیروں میں سے زہر میں بجھایا ہوا ایک تیر ہے، جس بندے نے میرے خوف سے اپنی نظر کو (نامحرم لڑکی سے یا حسین لڑکے سے) محفوظ رکھا، اس کو ایسا ایمان عطا کروں گا جس کی حلاوت وہ اپنے قلب میں محسوس کرے گا۔

---

[۳۴۲] ابرٰھیم:۷

[۳۴۳] المستدرك للحاكم:۳۴۹/۴(۷۸۷۵)،كنز العمال:۳۲۸/۵(۱۳۰۶۸)،فرع في مقدمات الزنا والخلوة بالاجنبية،مؤسسة الرسالة

[۳۴۴] مرقاة المفاتيح:۲۳۰/۱،كتاب الايمان،دار الكتب العلمية،بيروت

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ **وَقَدْ وَرَدَ أَنَّ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ إِذَا دَخَلَتْ قَلْبًا لَّا تَخْرُجُ مِنْہُ اَبَدًا فَفِیْہِ إِشَارَۃٌ إِلٰی بَشَارَۃِ حُسْنِ الْخَاتِمَۃِ لَہٗ**[۳۴۵] اور یہ حلاوتِ ایمان کبھی واپس نہ ہوگی۔ پس اس عمل پر بھی ایمان پر خاتمہ کی بشارت ثابت ہوگئی۔ یہ دولت حسنِ خاتمہ آج کل سڑکوں پر تقسیم ہورہی ہے۔ نظر کی حفاظت کیجیے اور یہ دولت حاصل کرلیجیے۔

حسنِ خاتمہ کا نسخہ نمبر ٦

اذان کے بعد کی دعا ہے جس کو دعائے وسیلہ بھی کہتے ہیں۔ اذان کے کلمات کا جواب دے دیجیے۔ پھر جب اذان ختم ہو تو آپ درود شریف پڑھ کر دعائے وسیلہ پڑھیے:

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ[۳۴۶]

إِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ یہ آخری جملہ مسند امام بیہقی میں ہے۔

اس دعا پر وعدہ ہے کہ **حَلَّتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ** بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جو اس دعا کو پڑھے گا اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوجاوے گی، اور جب اس دعا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت واجب ہوگی تو ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

فَفِیْہِ إِشَارَۃٌ إِلٰی بَشَارَۃِ حُسْنِ الْخَاتِمَۃِ لَہٗ

اس میں حسنِ خاتمہ کی بشارت موجود ہے کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کافر کو نہیں مل سکتی۔[۳۴۷]

۳۴۵؎ مرقاۃ المفاتیح: ۱/۴۷، کتاب الایمان، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

۳۴۶؎ السنن الکبریٰ للبیھقی: ۱/۴۱۰ (۲۰۰۹)، کتاب الصلٰوۃ، باب ما یقول اذا فرغ من ذالک، دائرۃ المعارف

۳۴۷؎ مرقاۃ المفاتیح: ۲/۳۳۱ (۶۵۹)، باب فضل الأذان وإجابۃ المؤذن، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

حسنِ خاتمہ کا نسخہ نمبر ۷

اہل اللہ کی صحبت اختیار کرنا اور ان سے محبت کرنا صرف اللہ کے لیے۔ بخاری شریف کی دو روایتوں سے پتا چلتا ہے کہ اس عملِ مذکور سے حسنِ خاتمہ کا فیصلہ مقدر ہو جاتا ہے۔

پہلی روایت: اہلِ ذکر یعنی صالحین اور اہل اللہ کی شان میں حدیث وارد ہے کہ ایک شخص مجلسِ ذکر میں صالحین اور اہل اللہ کے مجمع میں کسی حاجت سے جاتے ہوئے تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ گیا، اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے ان ذاکرین کی مغفرت کا اعلان فرمایا۔ تو ایک فرشتہ نے کہا کہ یااللہ! مگر فلاں شخص تو کسی ضرورت سے آیا تھا اور ان میں بیٹھ گیا اور وہ خطاکار بھی ہے۔ ارشاد ہوا کہ **هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ**[۳۴۸] یہ ایسے مقبولانِ حق ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا محروم اور شقی نہیں رہ سکتا، **وَلَهٗ قَدْ غَفَرْتُ** میں نے اس کو بھی بخش دیا۔

حضرت ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ **إِنَّ جَلِيْسَهُمْ يَنْدَرِجُ مَعَهُمْ فِيْ جَمِيْعِ مَا يَتَفَضَّلُ اللهُ تَعَالٰى بِهٖ عَلَيْهِمْ إِكْرَامًا لَّهُمْ**[۳۴۹] تحقیق اللہ والوں کے پاس بیٹھنے والا ان ہی کے ساتھ درج ہو جاتا ہے، تمام ان نعمتوں میں جو ان پر اللہ فضل فرماتا ہے اور یہ اہل اللہ کا اکرام ہے۔ (جیسے معزز مہمان کے ساتھ ان کے ادنیٰ خدام کو بھی اعلیٰ نعمتیں ان کی خاطر دے دی جاتی ہیں)

دوسری روایت: بخاری و مسلم میں ہے کہ تین خصائص جس میں ہوں گے وہ ان کی برکت سے ایمان کی حلاوت پائے گا:

۱) جس کے قلب میں اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام کائنات سے زیادہ محبوب ہوں۔

---

۳۴۸ صحیح البخاری: ۹۴۸/۲ (۶۴۴۳)، باب فضل ذکر اللہ تعالٰی، المکتبۃ المظھریۃ

۳۴۹ فتح الباری: ۲۱۳/۱۱، باب فضل ذکر اللہ تعالٰی، دار المعرفۃ، بیروت

۲) جو کسی بندے سے محبت کرے صرف اللہ تعالیٰ کے لیے۔

۳) اور جو ایمان عطا ہونے کے بعد کفر میں جانا اتنا ناگوار سمجھے جیسا کہ آگ میں جانے کو۔

ایمان پر خاتمہ کے لیے اللہ تعالیٰ کے لیے کسی سے محبت کرنا ایک عظیم ذریعہ ہے اور ظاہر ہے کہ یہ محبت اللہ والوں ہی کے ساتھ اعلیٰ اور کامل درجہ کی ہوتی ہے۔ پس اس کا کامل نسخہ کسی اللہ والے سے محبت کرنا ہے۔

حضرت ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ، جلد ۱، صفحہ ۷۴ پر تحریر کرتے ہیں کہ ایمان کی حلاوت جب ایک مرتبہ عطا ہو جاتی ہے تو کبھی واپس نہیں لی جاتی (یہ شاہی عطیہ ہے، شاہِ کریم عطیہ دے کر کبھی واپس نہیں لیا کرتا ہے) پس اللہ والوں کی محبت سے حلاوتِ ایمانی کا عطا ہونا اور اس پر حسنِ خاتمہ کا عطا ہونا نہایت واضح ہو گیا۔

اللہ والی محبت کی پانچ شرطیں

حضرت ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محبت خالص اللہ والی جب ہوتی ہے:

لَا يُحِبُّهٗ لِغَرَضٍ وَّ عَرَضٍ وَّ عِوَضٍ وَّلَا يَشُوْبُ مَحَبَّتَهٗ حَظٌّ دُنْيَوِيٌّ وَّلَا أَمْرٌ بَشَرِيٌّ[۳۵۰]

۱) یہ محبت غرض سے نہ ہو۔ ۲) سامانِ دنیوی مطلوب نہ ہو۔ ۳) معاوضہ مطلوب نہ ہو۔ ۴) دنیوی لطف مطلوب نہ ہو۔ ۵) بشری تقاضے سے پاک ہو۔

حلاوتِ ایمانی کی پانچ علامات

۱) اِسْتِلْذَاذُ الطَّاعَاتِ عبادات میں لذت ملتی ہے۔

۲) اِيْثَارُهَا عَلٰى جَمِيْعِ الشَّهَوَاتِ تمام خواہشات پر طاعات کو ترجیح دیتا ہے۔

۳) تَحَمُّلُ الْمَشَاقِّ فِيْ مَرْضَاةِ اللهِ اپنے رب کو راضی کرنے میں ہر تکلیف کو

۳۵۰؎ مرقاۃ المفاتیح: ۱/۷۵، کتاب الایمان، المکتبۃ الامدادیۃ

برداشت کرتا ہے۔

۴) تَجَرُّعُ الْمُرَارَاتِ فِی الْمُصِیْبَاتِ ہر مصیبت میں صبر و رضا کا گھونٹ پی لیتا ہے۔

۵) اَلرِّضَاءُ بِالْقَضَاءِ فِیْ جَمِیْعِ الْحَالَاتِ[۳۵۱] ہر حال میں اپنے مولیٰ کی قضا پر راضی رہتا ہے۔ اعتراض اور شکایت نہیں کرتا نہ زبان سے نہ قلب میں۔

وعظ ''محاسنِ اسلام'' میں ہے کہ ہندو آریوں نے جب سارے مسلمانوں کو ہندو مذہب میں لانے کی تحریک چلائی تو وہ لوگ جو اللہ والوں سے تعلق رکھتے تھے ان کو سخت مایوس کرتے تھے۔

چناں چہ کانپور میں ایک موقع پر کسی نے کہا کہ اتنے جوتے سر پر لگاؤں گا اگر تم نے اسلام کے خلاف کوئی بات کی۔ تم لوگ جانتے نہیں ہو کہ ہم مولانا گنگوہی (رحمۃ اللہ علیہ) کے مرید ہیں۔

اور دہلی کے آریہ مرکز کے دفتر میں رپورٹ آئی کہ ہمارا اثر ان لوگوں پر بالکل نہیں ہوا جو کسی اللہ والے سے تعلق رکھتے ہیں۔

یک زمانہ صحبتے با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا

ترجمہ:۔ ایک زمانہ اولیاء اللہ کی صحبت سو سال کی اخلاص کی عبادت سے افضل ہے۔

اس لیے کہ ان کی صحبت سے ایسا یقین اور ایمان عطا ہوتا ہے کہ جو مرتے دم تک سلب نہیں ہوتا۔

حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر کا یہی مطلب بیان کیا ہے کہ صحبتِ اہل اللہ سے قلب میں ایسی بات پیدا ہو جاتی ہے جس سے خروج عن الاسلام کا احتمال نہیں رہتا۔ خواہ فسق و فجور ہو جاوے، مگر دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ مردودیت تک نوبت نہیں پہنچتی، لیکن اس کے برعکس ہزار برس کی

---

۳۵۱ مرقاۃ المفاتیح: ۱/۴، کتاب الایمان، المکتبۃ الامدادیۃ

عبادت شیطان کو مردود ہونے سے نہ روک سکی۔ یہی معنیٰ ہیں اس شعر کے ؎

یک زمانہ صحبتے با اولیاء

بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا

کیوں کہ ظاہر ہے کہ ایسی چیز جو مردودیت سے ہمیشہ کے لیے محفوظ کردے وہ ہزار سال کی اس عبادت سے بڑھ کر ہے جس میں یہ اثر نہ ہو۔[۳۵۲]

حسنِ خاتمہ کا نسخہ نمبر ۸

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الصَّدَقَةَ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِيْتَةَ السُّوْءِ[۳۵۳]

صدقہ اللہ تعالیٰ کا غضب ٹھنڈا کرتا ہے اور بُری موت کو دفع کرتا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لمعات میں تحریر فرمایا ہے کہ بُری موت کے دفع کرنے سے مراد سوئے خاتمہ سے حفاظت ہے۔

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تَدْفَعُ مِيْتَةَ السُّوْءِ أَيْ تَمْنَعُ إِنْزَالَ الْمَكْرُوْهِ وَ الْبَلَاءِ فِي الْحَالِ وَتَدْفَعُ سُوْءَ الْخَاتِمَةِ فِي الْمَآلِ صدقہ بُری موت سے حفاظت کرتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ موجودہ بلا و ناگوار امور سے محفوظ رکھتا ہے اور انجام میں سوئے خاتمہ کو دفع کرتا ہے یعنی حسنِ خاتمہ کا ذریعہ ہے۔[۳۵۴]

حسنِ خاتمہ کا نسخہ نمبر ۹

اللہ تعالیٰ کی محبت سیکھنا ہے اور محبت کے اعمال اختیار کرنا ہے اور ان دونوں کا ذریعہ اہلِ محبت اللہ والوں سے محبت کرنا ہے۔ حدیثِ نبوی میں ارشاد ہے:

---

۳۵۲ ملفوظاتِ حسن العزیز: ۱۵، مطبوعۃ، ملتان

۳۵۳ صحیح ابن حبان: ۱۰۳/۸ (۳۳۰۹)، باب صدقۃ التطوع، مؤسسۃ الرسالۃ

۳۵۴ مرقاۃ المفاتیح: ۳۵۲/۴ (۱۹۰۹)، باب فضل الصدقۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ
وَحُبَّ عَمَلٍ يُّبَلِّغُنِيْ حُبَّكَ[۳۵۵]

اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں آپ کی محبت کا اور آپ سے محبت کرنے والوں کی محبت کا اور ان اعمال کا جو آپ کی محبت کا ذریعہ بنیں۔

محبتِ حق اور محبتِ اعمال برائے محبتِ حق کے درمیان میں اللہ والوں کی محبت کی درخواست کی گئی ہے جو دونوں کا ذریعہ ہے یعنی اللہ والوں کی محبت سبب ہوگا ان کی صحبت اور مجالست کا اور یہ سبب ہوگا محبتِ حق اور اعمالِ صالحہ کا۔

اہلِ محبت سوئے خاتمہ سے محفوظ ہوں گے۔ اس کی دلیل کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے ایمان والو! جو تم میں سے مرتد ہوگا دینِ اسلام سے تو اللہ تعالیٰ جلد ایسی قوم پیدا فرمائیں گے جن سے اللہ تعالیٰ محبت فرمائیں گے اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے۔ اپنی محبت کی تقدیم میں اشارہ فرمادیا گیا کہ تمہاری محبت اصل نہیں ہماری محبت کا عکس اور ظل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارتداد کے مجرمین کے مقابلے میں اہلِ محبت کو بیان فرمانا واضح دلیل ہے کہ یہ ارتداد سے محفوظ ہوں گے۔ پھر اہلِ محبت کی تین علامات بیان فرمائیں:

۱) اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ... الخ، ایمان والوں سے اپنے کو مٹا کر نہایت تواضع سے ملتے ہیں اور کفار پر سخت ہوتے ہیں۔

۲) يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ اللہ کی راہ میں ہر مجاہدہ کو برداشت کرتے ہیں۔

۳) وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ملامت کرنے والوں کی ملامت سے اندیشہ نہیں کرتے، ذٰلِكَ فَضْلُ اللهِ[۳۵۶]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کو فنائیت اور عبدیت کی تعلیم دی ہے کہ محبت کی مذکورہ نعمتیں جن کو عطا ہوں وہ اپنا کمال نہ سمجھیں بلکہ ہمارا فضل سمجھیں۔ حضرت حکیم الامت

۳۵۵؎ جامع الترمذی:۱۸۷/۲، باب من ابواب جامع الدعوات، ایج ایم سعید

۳۵۶؎ المآئدة:۵۴

تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان القرآن کے مسائل السلوک میں فرمایا ہے:

فَإِنَّ بَعْضَ الْمُغْتَرِّيْنَ مِنَ الصُّوْفِيَاءِ وَالسَّالِكِيْنَ يُنْسِبُوْنَ كَمَالَاتِهِمْ إِلٰى مُجَاهَدَاتِهِمْ وَهٰذَا عَيْنُ الْكُفْرَانِ[۳۵۷]

بعض صوفیا دھوکے میں مبتلا ہو کر اپنے کمالات کو بجائے فضلِ حق سمجھنے کے اپنے مجاہدات کا ثمرہ سمجھتے ہیں اور یہ عین ناشکری ہے۔ کیوں کہ حق تعالیٰ کی عظمت غیر محدود ہے اور اس کے حقوق غیر محدود ہیں۔ پس ہمارا کوئی مجاہدہ خواہ کتنا ہی عظیم الشان ہو وہ محدود اور ناقص ہو گا اور واجب الاستغفار ہو گا اور ناقص پر ثمرات کا عطا ہونا عقلاً بھی محض فضل ہے۔

علمِ عجیب: حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ سلاطین جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کے معزز لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں۔ پس حق تعالیٰ جس کے قلب کی بستی میں اپنا نورِ خاص داخل کرتے ہیں تو اس کے قلب کے تکبر اور عجب کے چودھریوں کو فنا کر دیتے ہیں۔ پس تعلق مع اللہ کے لیے فنائیت لازم ہے۔ اِنَّ الْمُلُوْكَ ...الخ (النمل:۳۴)

اصلاحِ نفس اور حصولِ نسبت مع اللہ کی تدابیر

برائے سالکین کرام

۱) اہل اللہ کی صحبت کا اہتمام اور حقوقِ مصلح یعنی اطلاع، اتباع، اعتماد و انقیاد کا التزام۔ کم از کم ہر مہینہ اطلاع کرنا اور ان کے ارشادات پر عمل کرنا۔

اپنے رہائشی مقام پر بھی صالحین کی مجالست اختیار کرنا۔ مضر اور بُری صحبت سے دوری اختیار کرنا بالخصوص محلِّ شہوت نوجوانوں اور نامحرم عورتوں سے دور رہنے کا سخت اہتمام کرنا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: تِلْكَ حُدُوْدُ اللهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا[۳۵۸] یعنی حدودِ الٰہیہ کے

---

۳۵۷ بیان القرآن: ۴/۶، ابرٰھیم، ایچ ایم سعید

۳۵۸ البقرۃ: ۱۸۷

قریب بھی مت جاؤ۔ پس جو لوگ حسین نوجوانوں سے اور نامحرم عورتوں سے لَاتَقْرَبُوْا رہتے ہیں وہی لَا تَفْعَلُوْا رہتے ہیں، اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے لَاتَقْرَبُوْا کا لَا ہٹا کر تَقْرَبُوْا ہوتے ہیں تو ان کا تقویٰ بھی لَا ہو جاتا ہے اور وہ تَفْعَلُوْا ہو جاتے ہیں۔

۲) جملہ معاصی سے بچنے کا اہتمام خواہ حقوق اللہ سے متعلق ہوں یا حقوق العباد سے۔ اگر کوئی شخص دل کی طاقت کے لیے خمیرہ مروارید کھاتا رہے اور ساتھ ہی ساتھ سنکھیا بھی کھاتا رہے تو اس شخص کا جو حال ہوگا وہی اس سالک کا بھی ہوگا جو ذکر کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا زہر بھی کھاتا رہتا ہے۔

۳) قصد السبیل، تبلیغِ دین، بہشتی زیور کا حصہ نمبر سات، روح کی بیماریاں اور اُن کا علاج، مواعظ و ملفوظاتِ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعہ۔ (چند صفحات کا ہر روز مطالعہ)

۴) ذکر اللہ کا اہتمام، پانچ تسبیح لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی اس طرح پڑھیں:

(الف) مربعہ (آلتی پالتی) بیٹھیں قبلہ رو باوضو خلوت میں۔

(ب) جب لَآ اِلٰہَ کہیں تو ذرا سا داہنی طرف جھک جائیں اور تصور کریں کہ میری لا الٰہ ساتوں آسمانوں کو عبور کرتی ہوئی عرشِ اعظم تک پہنچ گئی اور اِلَّا اللّٰہُ کہتے وقت بائیں طرف کو جھک جائیں اور تصور کریں کہ میرے قلب میں عرشِ اعظم سے میری لَآ اِلٰہَ انوار اِلَّا اللّٰہُ کو لے کر قلب میں داخل ہو رہی ہے اور آٹھ دس مرتبہ کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک کلمہ کو پورا کرلیں۔

۵) پانچ تسبیح ذکر اسمِ ذات اس تصور سے کریں کہ میرے قلب میں بھی زبان ہے اور قلب سے اور ہر بُنِ مُو سے اور ہر ذرّہ کائنات سے دشت و دمن اور صحراء و چمن سے چاند و سورج سے ستاروں سے اللہ اللہ نکل رہا ہے۔

خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ بحالتِ ذکر یہ اشعار پڑھا کرتے تھے ؎

دل میرا ہو جائے اِک میدانِ ھو
تو ہی تو ہو تو ہی تو ہو تو ہی تو

اور میرے تن میں بجائے آب وگل
دردِ دل ہو دردِ دل ہو دردِ دل

غیر سے بالکل ہی اُٹھ جائے نظر
تو ہی تو آئے نظر دیکھوں جدھر

نوٹ: ذکر کرتے وقت یہ نیت ہونی چاہیے کہ اس ذکر کی برکت سے اللہ تعالیٰ مجھے اپنی محبت عطا فرماویں، اور اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرے کہ اے اللہ! اپنے نام کی برکت سے میرے دل میں اپنی محبت پیدا فرمادے۔

۶) تین تسبیح درود شریف صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ۔

۷) تلاوتِ قرآن پاک بقدرِ تحمل۔

نوٹ: اگر کسی کا دماغ کمزور اور مذکورہ ذکر کا تحمل نہ ہو سکے تو جتنا تحمل ہو سکے اتنا کرے اور اپنے مصلح کو اطلاع کرے کہ اتنا مجھ سے ہو سکتا ہے اور اتنا نہیں ہو سکتا۔

۸) ذکر میں ترقی باعتبار کیفیت کے اور تعلق مع اللہ میں قوت اور ترقی کے لیے حسب ذیل مراقبات بھی ضروری ہیں، ذکر اور فکر دونوں سلوک میں ترقی کے لیے ضروری ہیں:

مراقبہ نمبر ۱) اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی کیا بندہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ (تین منٹ)

مراقبہ نمبر ۲) اَللّٰہُ حَاضِرِیْ، اَللّٰہُ نَاظِرِیْ، اَللّٰہُ مَعِیْ (تین منٹ)

مراقبہ نمبر ۳) مراقبہ موت ومابعد الموت۔ اس طرح سے کہ میں مر گیا ہوں، مجھے نہلایا جارہا ہے، پھر مجھے کفنایا جارہا ہے، پھر میرا جنازہ قبرستان لے جایا جارہا ہے، پھر مجھے قبر میں لٹایا جارہا ہے اور تختے لگائے جارہے ہیں، پھر مٹی ڈالی جارہی ہے۔ اس کے بعد سب لوگ واپس آگئے اور میں تنہا رہ گیا ہوں اور حساب شروع ہو گیا اور میدانِ محشر قائم ہے اور جہنم سامنے ہے اور سوالات ہو رہے ہیں کہ تم نے فلاں

فلاں نافرمانی کیوں کی؟ پھر اعلان ہورہا ہے کہ اے فرشتو! اسے پکڑو اور زنجیروں میں کَس دو اور جہنم میں ڈال دو۔ یہاں تک پہنچ کر اللہ تعالیٰ سے رونا شروع کردے۔ استغفار و توبہ کرے۔

مراقبہ نمبر (۴) مراقبہ انعاماتِ الٰہیہ۔ بندے کی معروضات اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے یوں عرض کرے کہ یااللہ! مسلمان گھرانے میں پیدا فرما کر ایمان کی دولت بدون سوال و درخواست عطا فرمادی۔ آپ کا بے شمار شکر ہے اور آپ نے زمین آسمان، سورج چاند ستارے، پہاڑ، دریا، حیوانات، نباتات، جمادات ہماری تربیت کے لیے خلق فرمائے۔

ابر و باد و مہہ و خورشید و فلک در کارند
تا تو نانے بکف آری و بہ غفلت نخوری

ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار
شرطِ انصاف نباشد کہ تو فرماں نہ بری

اور آپ نے صالحین کی وضع قطع نصیب فرمائی۔ عقائدِ صحیحہ سے اور اہلِ حق سے اور اہل اللہ کے دامنوں سے وابستہ فرمایا۔ سلیم الاعضاء خلق فرمایا۔ لنگڑا، لولا، اندھا، کانا معذور نہیں بنایا۔ آپ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ گناہوں کی ستّاری اور پردہ پوشی فرمائی۔ ہر مصیبت اور ہر معصیت سے حفاظت فرمائی۔ نیک بیوی، اولاد، رزقِ حلال، رہائش کا مکان، دوست احباب صالح نصیب فرمائے۔ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ عَلٰی نَعْمَآئِکَ کُلِّھَا ہر نعمت پر کہے۔ جہالت کے اندھیروں سے بچایا۔ علمِ دین کی دولت سے نوازا۔ اے اللہ! قلیل شکر کے باوجود آپ نے اپنی نعمتوں سے محروم نہیں فرمایا اور قلیل صبر کے باوجود آپ نے ہم کو رسوانہ فرمایا اور اے اللہ! آپ نے اپنی نافرمانیوں میں ہم کو مشغول دیکھا اور رسوانہ فرمایا۔

یَا مَنْ قَلَّ عِنْدَ نِعْمَتِہٖ شُکْرِیْ فَلَمْ یَحْرِمْنِیْ وَیَا مَنْ قَلَّ عِنْدَ بَلِیَّتِہٖ

صَبْرِیْ فَلَمْ یَخْذُلْنِیْ وَیَا مَنْ رَاٰنِیْ عَلَی الْخَطَایَا فَلَمْ یَفْضَحْنِیْ[۳۵۹]

اے اللہ! آپ کے بے شمار انعامات کا ہر ذرّہ کائنات کی لسان سے ہم شکر ادا کرتے ہیں اور شکر کا حق ادا نہ کرنے کی تقصیر پر ندامت کے ساتھ استغفار کرتے ہیں۔

آیت وَعَصٰی اٰدَمُ رَبَّہٗ کی تفسیر

حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق نسبتِ عصیان جائز نہیں، بعض نادان لوگوں کو عَصٰی اٰدَمُ رَبَّہٗ سے شبہ ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے عصیان صادر ہوا، لیکن یہ جہل عظیم ہے۔ قرآن کا بعض بعض کی تفسیر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عصیان سے آپ کے نسیان کو تعبیر فرمایا ہے بوجہ آپ کے علوشان اور علو مرتبت بقاعدہ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّاٰتُ الْمُقَرَّبِیْنَ۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ پارہ ۱۶، صفحہ ۲۷۵ پر ارقام فرماتے ہیں کہ یہ تعبیر یَدُلُّ عَلَی اسْتِعْظَامِ ذٰلِكَ مِنْهُ لِعُلُوِّ شَانِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ[۳۶۰] اور فرماتے ہیں کہ نسبت عصیان کی اپنے آباؤ اجداد کے ساتھ جائز نہیں ہے پھر کیسے جائز ہوگی انبیاء علیہم السلام کے ساتھ؟

نیز اکلِ شجرہ کا واقعہ قبل عطائے نبوت کا ہے جس پر یہ آیت دلالت کرتی ہے ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهٗ پھر ان کو ان کے رب نے (زیادہ) مقبول بنالیا۔

نیز یہ عصیان در حقیقت نسیان تھا۔ جیسا کہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ روح المعانی، پارہ ۱۶، صفحہ ۲۷۰ پر ارقام فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا أَیْ عَلَی الذَّنْبِ فَإِنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَخْطَأَ وَلَمْ یَتَعَمَّدْ[۳۶۱] پس حضرت آدم علیہ السلام بھول گئے اور ہم نے ان کے اندر کسی قسم کا

۳۵۹؎ کنز العمال: ۱۲۴/۲ (۳۴۴۱)، ادعیۃ الھم والحزن، مؤسسۃ الرسالۃ

۳۶۰؎ روح المعانی: ۲۷۵/۱۶، طہٰ (۱۲۲)، دار إحیاء التراث، بیروت

۳۶۱؎ روح المعانی: ۲۷۰/۱۶، طہٰ (۱۱۶)، دار إحیاء التراث، بیروت

ارادہ اور عمد گناہ کا نہ پایا۔ (نکرہ تحت النفی فائدہ عموم کا دیتا ہے) یہ محض سہو اور چُوک تھا، لیکن بڑوں کی چوک اور سہو کو بھی عظیم سمجھا جاتا ہے، اس لیے آپ کی شانِ عظمت کے اظہار کے لیے نسیان کو عصیان سے تعبیر فرمایا گیا (چوں کہ علم الٰہی میں تھا کہ بعض نادان اس آیت سے مقامِ نبوت کو اپنے قلم سے مجروح کرکے ضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا (گمراہ ہوں گے اور گمراہ کریں گے) کے مصداق ہوں گے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی دوسری آیت سے اس عصیان کی تفسیر نسیان سے فرمادی)۔

آیت مَعِیْشَۃً ضَنْکًا کی تفسیر

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا[۳۶۲]

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی یاد سے اعراض کرتے ہیں اُن کی زندگی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ان کو تلخ زندگی دنیا ہی میں دی جاتی ہے۔

اس کی تفسیر یہ ہے کہ غفلت عن الحق سے قلب کا سکون چھن جاتا ہے اور قناعت، زہد اور توکل ہاتھ سے جاتا رہتا ہے۔ پس یہ شخص شَدِیْدُ الْحِرْصِ عَلَی الدُّنْیَا ہو جاتا ہے اور مُتَھَالِکٌ لِاِزْدِیَادِھَا خَایِفٌ مِّنِ انْتِقَاصِھَا یعنی ہر وقت دنیا کی زیادتی کے لیے ہلاک ہوتا رہتا ہے اور دنیا کی کمی سے خوفزدہ رہتا ہے۔ یہی تلخ زندگی ہے۔[۳۶۳]

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وعظ میں فرمایا کہ اگر شہوت کے گناہ میں مبتلا ہے تو اس کو ہر وقت خوف رہتا ہے کہ کسی کو کہیں اطلاع نہ ہوجاوے۔ پس یہ بھی تلخ زندگی ہے اور مَعِیْشَۃً ضَنْکًا ہے۔

نگاہِ اقرباء بدلی مزاجِ دوستاں بدلا
نظر اِک اُن کی کیا بدلی کہ کُل سارا جہاں بدلا

۳۶۲؎ طٰہٰ: ۱۲۴

۳۶۳؎ روح المعانی: ۱۶/۲۷۷، طٰہٰ (۱۲۴)، دار إحیاء التراث، بیروت

جس طرف کو رُخ کیا تو نے گلستاں ہو گیا
اور پھیرا جس طرف سے رُخ بیاباں ہو گیا

آیت وَاَلْقَیْتُ عَلَیْكَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ کی تفسیر

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کے اوپر اپنی جانب سے محبتِ عظیمہ ڈال دی ہے پس جو آپ کو دیکھے گا محبت کرے گا۔روح المعانی، جلد۱۶، صفحہ ۱۸۹ پر ارقام ہے: أَیْ مَحَبَّةً عَظِیْمَةً کَائِنَةً مِّنِّیْ قَدْ زَرَعْتُهَا فِی الْقُلُوْبِ فَکُلُّ مَنْ رَاٰكَ أَحَبَّكَ بِحَیْثُ لَا یَصْبِرُ عَنْكَ محبتِ عظیمہ اپنی جانب سے دلوں میں بو دی ہے، پس جو آپ کو دیکھے گا آپ سے محبت کرے گا اور آپ سے صبر نہ کرسکے گا۔ آگے ارقام فرماتے ہیں: کَانَ فِیْ عَیْنَیْهِ مَلَاحَةٌ مَا رَاٰهُ أَحَدٌ إِلَّا أَحَبَّهٗ[۳۶۴] آپ کی آنکھوں میں اللہ تعالیٰ نے خاص ملاحت پیدا فرمادی تھی جس سے جو بھی آپ کو دیکھتا تھا پیار کرنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔ یہاں سے ایک سبق یہ بھی ملتا ہے کہ حسن کا مدار آنکھوں کی ملاحت پر ہے۔ اگر تمام جسم حسین ہو اور آنکھیں خراب ہوں تو حسن بے بنیاد ہو جاتا ہے۔ آگے ارقام فرماتے ہیں کہ حکمِ الٰہی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے جب دریائے نیل میں تابوت کے اندر رکھ کر اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر ڈال دیا تو یہ تابوت فرعون کے محل کے پاس ساحل کے قریب گزرا اور فرعون اپنی اہلیہ کے ساتھ ساحل پر تفریح کر رہا تھا۔ اس تابوت کے دیکھتے ہی اس نے اعلان کیا کہ جو اس کو اُٹھالائے گا اس کو آزاد کر دوں گا۔ اس وقت اس کے پاس چار سو غلام اور جاریہ تھیں، ایک غلام دوڑ کر اس کو اُٹھا لایا۔ کھول کر دیکھا تو ایک بچہ ہے جو أَصْبَحُ النَّاسِ اور أَجْمَلُ النَّاسِ ہے۔ اس خوشی میں اس نے سب غلاموں کو آزاد کر دیا۔ (اللہ تعالیٰ کے مقبولین کی کیا شان ہے کہ جس طرف سے گزرتے ہیں رحمتِ حق کا نزول ہوتا ہے)

---

[۳۶۴] روح المعانی: ۱۸۹/۱۶، طٰہٰ (۳۹)، دار إحیاء التراث، بیروت

پھر حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ **قُرَّتُ عَيۡنٍ لِّيۡ وَلَكَ ؕ لَا تَقۡتُلُوۡهُ**[۳۶۵] یہ بچہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اس کو مت قتل کرو۔ **فَقَالَ لَهَا: يَكُوۡنُ لَكِ، وَأَمَّا أَنَا فَلَا حَاجَةَ لِيۡ فِيۡهِ**[۳۶۶] فرعون نے کہا کہ یہ بچہ تیرے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اور بہر حال میں! پس مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں۔ امام نسائی اور ایک جماعت نے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

لَوْ أَقَرَّ فِرْعَوْنُ بِأَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ قُرَّةَ عَيْنٍ كَمَا أَقَرَّتِ امْرَأَتُهٗ لَهَدَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهٖ كَمَا هَدٰى بِهٖ امْرَأَتَهٗ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى حَرَمَهٗ ذَالِكَ[۳۶۷]

اگر فرعون بھی اقرار کرتا کہ یہ بچہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے جس طرح اس کی بیوی نے اقرار کیا تھا تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی ہدایت فرما دیتا جیسا کہ ہدایت کی اس قول کی برکت سے اس کی عورت کو، لیکن اللہ تعالیٰ نے فرعون کو اس نعمت سے محروم رکھا۔

اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ مقبولین بندوں کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک بنانا چاہیے اور زبان سے کہنا بھی چاہیے کہ اس کی برکت سے ہدایت کے دروازے کھلتے ہیں اور اس کے عکس سے وبال کا خطرہ ہوتا ہے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ شانہٗ)

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم الشان کرامت

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحیح نسخہ میں امام احمد بن محمد بن حنبل ہے۔ یہ مقامِ بغداد میں ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۴۱ھ میں وفات پائی۔ کل عمر ۷۷ سال کی پائی۔ ان کی کتاب مسند احمد احادیثِ صحیحہ کا بہترین مجموعہ ہے۔ ایک لاکھ احادیث کے حافظ تھے۔ فقہ حنبلی کے امام ہیں۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل کی مجالست آخرت کی مجلس ہوتی تھی۔ دنیا کی کوئی بات نہ ہوتی تھی۔

---

۳۶۵ القصص: ۹

۳۶۶ روح المعانی: ۱۸۹/۱۶، القصص (۹)، دار إحیاء التراث، بیروت

۳۶۷ سنن النسائی الکبریٰ: ۱۷۲/۱۰-۱۷۳ (۱۱۲۶۳)، کتاب الرقاق، مؤسسة الرسالة

ان کے صاحبزادے عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد صاحب کو نمازوں کے بعد اکثر یہ دعا مانگتے ہوئے سنا كُنْتُ أَسْمَعُ أَبِيْ كَثِيْرًا يَّقُوْلُ فِيْ دُبُرِ صَلَاتِهٖ: اَللّٰهُمَّ كَمَا صُنْتَ وَجْهِيْ عَنِ السُّجُوْدِ لِغَيْرِكَ فَصُنْ وَجْهِيْ عَنِ الْمَسْئَلَةِ لِغَيْرِكَ اے اللہ! جس طرح سے آپ نے ہمارے چہرے کو دوسروں کو سجدہ کرنے سے محفوظ فرمایا ہے اسی طرح آپ ہمارے چہرے کو اپنے غیر سے سوال کرنے سے بھی محفوظ فرمائیے۔

قَالَ مَيْمُوْنُ بْنُ الْأَصْبَغِ: كُنْتُ بِبَغْدَادَ فَسَمِعْتُ ضَجَّةً فَقُلْتُ مَا هٰذَا؟ فَقَالُوْا: أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ يُمْتَحَنُ، فَدَخَلْتُ فَلَمَّا ضُرِبَ سَوْطًا قَالَ: بِسْمِ اللهِ، فَلَمَّا ضُرِبَ الثَّانِيْ قَالَ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ، فَلَمَّا ضُرِبَ الثَّالِثَ قَالَ: اَلْقُرْاٰنُ كَلَامُ اللهِ غَيْرُ مَخْلُوْقٍ، فَلَمَّا ضُرِبَ الرَّابِعَ قَالَ: لَنْ يُّصِيْبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللهُ لَنَا، فَضُرِبَ تِسْعَةً وَّعِشْرِيْنَ سَوْطًا وَّكَانَتْ تِكَّةُ أَحْمَدَ حَاشِيَةَ ثَوْبٍ فَانْقَطَعَتْ فَنَزَلَ السِّرْوَالُ إِلٰى عَانَتِهٖ فَرَمٰى أَحْمَدُ طَرْفَهٗ إِلَى السَّمَاءِ فَحَرَّكَ شَفَتَيْهِ فَمَا كَانَ بِأَسْرَعَ مِنَ ارْتِقَاءِ السِّرْوَالِ وَلَمْ يَنْزِلْ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ بَعْدَ سَبْعَةِ أَيَّامٍ فَقُلْتُ: يَا أَبَا عَبْدِ اللهِ رَأَيْتُكَ تُحَرِّكُ شَفَتَيْكَ فَأَيَّ شَيْءٍ قُلْتَ؟ قَالَ: قُلْتُ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ بِاسْمِكَ الَّذِيْ مَلَئْتَ بِهِ الْعَرْشَ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّيْ عَلَى الصَّوَابِ فَلَا تَهْتِكْ لِيْ سِتْرًا

میمون بن اصبغ فرماتے ہیں کہ میں بغداد میں تھا۔ اچانک شور کی آواز سنی۔ دریافت کیا کہ یہ کیسا شور و غل ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ آج امام احمد کا امتحان ہو رہا ہے۔

ہو رہا ہے عشق کا پھر امتحاں
آتے ہیں ہر سمت سے تیر و سناں
حق پرستی کی سزا جورِ عیاں
ہے یقیناً سنتِ پیغمبراں

حضرت میمون بن الاصبغ فرماتے ہیں پس میں بھی وہاں داخل ہوا۔ جب پہلا کوڑا مارا گیا تو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بِسۡمِ اللّٰہِ جب دوسرا کوڑا مارا گیا تو فرمایا لَاحَوۡلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ جب تیسرا کوڑا مارا گیا تو فرمایا قرآن اللہ کا کلام ہے جو مخلوق نہیں۔

مجھ کو جی بھر کے ستا لیں شوق سے
میں نہ کھولوں گا خلافِ حق زباں

فَلَمَّا ضُرِبَ الرَّابِعَ قَالَ لَنۡ یُّصِیۡبَنَا اِلَّا مَاکَتَبَ اللّٰہُ لَنَا جب چوتھا کوڑا مارا گیا تو فرمایا لَنۡ یُّصِیۡبَنَا...الخ یعنی ہم کو ہرگز کوئی مصیبت نہیں پہنچ سکتی، مگر وہی جو اللہ نے ہمارے نفع کے لیے لکھ دی ہے۔

ہو خوشی یا درد و غم کی داستاں
سب میں شامل ان کا ہے لطفِ نہاں
ان کی مرضی پر مری قربان جاں
اللہ اللہ میں تھا اس قابل کہاں
ہے مدد پر جب مکینِ لامکاں
پھر کریں گے کیا مرے نامہرباں

اس طرح سے کل ۲۹ کوڑے مارے گئے۔ جس وقت کوڑے لگ رہے تھے آپ کے پاجامہ کا ازار بند جو کپڑے کا تھا ٹوٹ گیا۔ فَنَزَلَ السِّرۡوَالُ اِلٰی عَانَتِہٖ پس پاجامہ آپ کے پیڑو تک اُتر گیا اور آپ ڈر گئے کہ نیچے گر جائے گا۔ پس آپ نے آسمان کی طرف دیکھا اور ہونٹوں کو ہلایا۔ پس پاجامہ بہت تیزی سے اُٹھ کر ناف تک پہنچ کر خود بخود بندھ گیا اور گرنے نہیں پایا۔

میمون ابنِ اصبغ کہتے ہیں کہ میں سات دن کے بعد ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے کیا کہہ رہے تھے؟ فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں آپ کے اس نام کے صدقہ سے جس سے عرشِ اعظم کو آپ نے بھر دیا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ

أَسْأَلُكَ بِاسْمِكَ الَّذِيْ مَلَئْتَ بِهِ الْعَرْشَ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّيْ عَلَى الصَّوَابِ فَلَا تَهْتِكْ لِيْ سِتْرًا آپ جانتے ہیں کہ اگر میں حق پر ہوں تو آپ میرا ستر نہ کھلنے دیجیے۔ پس فوراً دعا قبول ہوگئی۔

احمد بن محمد الکندی کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا، میں نے دریافت کیا کہ اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ قَالَ غَفَرَلِیْ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا اور فرمایا یَا أَحْمَدُ ضُرِبْتَ فِيَّ اے احمد! کیا میرے راستے میں تجھے کوڑے مارے گئے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں! میرے رب۔ فرمایا یہ میرا چہرہ ہے تو جی بھر کے دیکھ لے۔ میں نے اپنا دیدار تیرے لیے مباح کردیا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ خبر سنی کہ آپ کے کوڑے مارے گئے ہیں تو فرمایا کہ مجھے وہ قمیص بھیج دیجیے جو کوڑے مارنے کے وقت آپ کے جسم پر تھی۔ پس امام احمد نے وہ قمیص بھجوادی۔ فَغَسَلَهُ الشَّافِعِيُّ وَشَرِبَ مَاءَهٗ پس امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قمیص کو دھوکر اس کا پانی پی لیا۔

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وَهٰذَا مِنْ أَجَلِ مَنَاقِبِهٖ یہ ان کے مناقب میں عظیم الشان واقعہ ہے، کیوں کہ امام شافعی امام احمد کے استاد تھے۔ جس دن آپ کی وفات ہوئی اور بغداد کی سڑکوں سے آپ کا جنازہ گزر رہا تھا، اس دن بیس ہزار غیر مسلم مسلمان ہوگئے۔ أَسْلَمَ يَوْمَ وَفَاتِهٖ عِشْرُوْنَ أَلْفًا

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

یہ ہے اللہ والوں کے جنازے کی شان کہ جسے دیکھ کر اتنے کفار مسلمان ہوگئے بدون وعظ کے۔

اللہ اللہ عشق کی یہ بے زبانی دیکھیے

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ؎

گرچہ تفسیرِ زباں روشن گر است
لیک عشقِ بے زباں روشن تر است

یعنی زبان سے تفسیر اگرچہ روشن گر ہے لیکن عشق بے زبان ہی جو تفسیر کرتا ہے وہ روشن تر ہے۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب فرماتے ہیں ؎

جل کے اُٹھے گا نشیمن سے دُھواں

آہ جائے گی نہ میری رائیگاں

حضرت ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دو سو تیس سال کے بعد جب آپ کی قبر کے قریب کسی معزز شہری کو اُن کے پہلو میں دفن کیا جارہا تھا تو ان کی قبر اچانک کھل گئی۔ فَوُجِدَ کَفَنُہٗ صَحِیْحًا لَمْ یَبْلَ وَجُثَّتُہٗ لَمْ تَتَغَیَّرْ پس آپ کا کفن بالکل صحیح و سالم پا گیا اور آپ کے جسمِ مبارک میں کسی قسم کا تغیر نہیں تھا گویا کہ ابھی ابھی دفن کیا گیا ہے۔

کیا مٹائے گا مرا نام و نشاں

جس کے قبضہ میں نہیں سُود و زیاں

آ نہیں سکتی کبھی اس میں خزاں

گلستاں ہے عشق کا یہ گلستاں

(عرفانِ محبت)

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے بیٹے صالح بیان کرتے ہیں کہ والد صاحب نے پانچ حج کیے تھے جن میں سے تین پیدل کیے تھے۔

امام ابوداؤد سجستانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کَأَنَّ مُجَالَسَۃَ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ مُجَالَسَۃُ الْاٰخِرَۃِ لَا یُذْکَرُ فِیْھَا شَیْءٌ مِنْ أَمْرِ الدُّنْیَا گویا کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی مجلسیں خالص آخرت کی مجلسیں ہوتی تھیں جن میں دنیا کی کوئی بات نہ ہوتی تھی۔[۳۶۸] اصغر گونڈوی نے کیا خوب کہا ہے ؎

یہاں تو اِک پیغامِ جنوں پہنچا ہے مستوں کو

ان ہی سے پوچھیے دنیا کو جو دنیا سمجھتے ہیں

۳۶۸؎ مرقاۃ المفاتیح: ۱/۲۲-۳۳، خطبۃ الکتاب فی ذکر احمد بن حنبل، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

فضیلتِ علم اور علماء قرآن وحدیث کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَالَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ دَرَجٰتٍ[۳۶۹]

ایمان والوں میں سے جن کو علمِ دین عطا ہوا ہے ان کے اُخروی درجات کو اللہ تعالیٰ بلند کر دے گا۔

اس سے قبل یَرۡفَعِ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ ہے جس کا ترجمہ یہ ہے ”اللہ تعالیٰ اس حکم کی اطاعت سے تم میں ایمان والوں کے درجات کو بلند کر دے گا۔“ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ بیان القرآن میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفہ مسجد میں تشریف رکھتے تھے اور مجلس میں مجمع زیادہ تھا۔ کچھ اہلِ بدر آئے تو ان کو کہیں جگہ نہ ملی اور نہ اہلِ مجلس مل مل کر بیٹھ گئے کہ جگہ کھل جاتی۔ آپ نے جب یہ دیکھا تو بعضے آدمیوں کو مجلس سے اٹھنے کے لیے فرمادیا۔ منافقین نے طعن کیا کہ یہ کون سی انصاف کی بات ہے، اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو اپنے بھائی کے لیے جگہ کھول دے۔ سو لوگوں نے جگہ کھول دی، اس پر یہ آیت یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا قِیۡلَ لَکُمۡ تَفَسَّحُوۡا... الخ[۳۷۰] نازل ہوئی۔ (رواہ ابن کثیر عن ابن ابی حاتم)

مجموعہ اجزائے روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اوّل آپ نے جگہ کھولنے کے لیے فرمایا ہو گا۔ سو بعضوں نے تو جگہ کھول دی جو کافی نہ ہوئی ہو گی اور بعض نے جگہ نہیں کھولی۔ آپ نے تادیباً یعنی ادب سکھانے کے لیے یا اس قاعدے کے مطابق کہ علم حاصل کرنے میں طلبہ باری باری سے آتے ہیں، جیسا کہ عربی مدارس میں ہوتا ہے اُن کو اُٹھ جانے کے لیے فرمایا جو کہ منافقین کو ناگوار ہوا۔ حَتّٰی عُرِفَتۡ کَرَاھَۃٌ فِیۡ وُجُوۡھِھِمۡ

۳۶۹؎ المجادلۃ:۱۱

۳۷۰؎ المجادلۃ:۱۱

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ اس امر کے امتثال کرنے والوں کی تین قسمیں ہیں:

۱) غیر اہلِ ایمان جو کسی مصلحتِ دنیویہ سے مان لیں جیسے منافقین وہ تو بقید **مِنْکُمْ** کے اس وعدے سے خارج ہیں۔

۲) دوسرے اہلِ ایمان غیر اہلِ علم، ان کے لیے نفس رفع درجات ہے۔

۳) تیسرے اہلِ ایمان اہلِ علم۔ چوں کہ بوجہ معرفت و علم کے ان کے امتثال کا منشا زیادہ خشیت اور زیادہ خلوص ہے جس سے عمل کا ثواب بڑھ جاتا ہے، ان کے لیے مزید رفعِ درجات ہے۔ جیسا کہ آیاتِ مذکورہ میں ذکر اہلِ ایمان کے بعد اہلِ علم کا خصوصیت سے الگ تذکرہ کیا گیا حالاں کہ یہ اہلِ ایمان میں شامل تھے۔ اس اسلوبِ بیان کا نام ''**التخصیص بعد التعمیم**'' ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے اہلِ علم کی تعظیم ثابت ہوتی ہے اور عام مؤمنین سے اہلِ علم ایمان والوں کو بذریعۂ عطف الگ بیان کرنا **کَاَنَّھُمْ جِنْسٌ اٰخَرَ** گویا کہ یہ لوگ دوسری جنس ہیں۔ اس سے علماء کا عظیم الشان مقام واضح ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں **مَا خَصَّ اللہُ تَعَالٰی الْعُلَمَاءَ فِیْ شَیْءٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ مَاخَصَّھُمْ فِیْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ** اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں علماء کی جو خصوصیت بیان فرمائی ہے ایسی خصوصیت پورے قرآن میں نہیں بیان فرمائی۔

علماء کی فضیلت میں چند احادیثِ مبارکہ

از: تفسیر روح المعانی

حدیث نمبر ۱

عَنْ أَبِی الدَّرْدَاءِ مَرْفُوْعًا: فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِ الْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ عَلٰی سَائِرِ الْکَوَاکِبِ[۳۷۱]

---

[۳۷۱] سنن ابی داؤد: ۲/۱۵۷، باب فضل العلم، ایچ ایم سعید

عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے کہ چاند کی فضیلت چودہویں کی رات میں تمام ستاروں پر ہوتی ہے۔

حدیث نمبر ٢

عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَاءَهُ الْمَوْتُ وَهُوَ يَطْلُبُ الْعِلْمَ لِيُحْيِيَ بِهِ الْاِسْلَامَ فَبَيْنَهٗ وَبَيْنَ النَّبِيِّيْنَ دَرَجَةٌ وَّاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ [٣٧٢]

طالب علمی کی حالت میں جس کو موت آجائے اور اس طالب علم کا مقصد اسلام کو زندہ کرنا ہو تو اس عالم اور انبیاء کے درمیان ایک درجہ ہے جنت میں۔ یعنی انبیاء کے مقام اور اس کے مقام میں ایک درجہ کا فصل ہے۔

حدیث نمبر ٣

وَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَيْنَ الْعَالِمِ وَالْعَابِدِ مِائَةُ دَرَجَةٍ بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ حُضْرُ الْجَوَادِ الْمُضَمَّرِ سَبْعِيْنَ سَنَةً [٣٧٣]

عالم اور عابد کے درمیان سو درجے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان میں اتنا فاصلہ ہے کہ جس فاصلہ کو تیز رو تضمیر کیا ہوا گھوڑا ستّر سال میں طے کرسکتا ہے۔

حدیث نمبر ٤

وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ: يَشْفَعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَةٌ، أَلْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْعُلَمَاءُ ثُمَّ الشُّهَدَاءُ [٣٧٤]

قیامت کے دن تین قسم کے حضرات شفاعت کریں گے: (١) انبیاء (٢) علماء (٣) شہداء۔

---

٣٧٢ سنن الدارمی:١/١٦٧(٣٨٠)،باب فضل العلم والعالم،دار البشائر بیروت

٣٧٣ کشف الخفاء ومزیل الالباس/٩٩(١٨٢٨)،مکتبۃ العلم الحدیث

٣٧٤ کنزالعمال:١٠/١٥١(٢٨٧٧٠)،کتاب العلم من قسم الاقوال،مؤسسۃ الرسالۃ

حدیث نمبر ۵

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا خُیِّرَ سُلَیْمَانُ عَلَیْهِ السَّلَامُ بَیْنَ الْعِلْمِ وَالْمُلْكِ وَالْمَالِ فَاخْتَارَ الْعِلْمَ فَأَعْطَاهُ اللهُ تَعَالٰی الْمُلْكَ وَالْمَالَ تَبْعًا لَّهٗ [۳۷۵]

حضرت سلیمان علیہ السلام کو اختیار دیا گیا علم اور ملک اور مال کے درمیان۔ پس آپ نے علم کو اختیار فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس اخلاص کی برکت سے آپ کو علم بھی عطا فرمایا اور علم کی بدولت ملک اور مال بھی عطا فرمایا۔

حدیث نمبر ٦

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: یَجْمَعُ اللهُ الْعُلَمَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَیَقُوْلُ: إِنِّیْ لَمْ أَجْعَلْ حِكْمَتِیْ فِیْ قُلُوْبِكُمْ إِلَّا وَأَنَا أُرِیْدُ بِكُمُ الْخَیْرَ اِذْهَبُوْا إِلَی الْجَنَّةِ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ عَلٰی مَا كَانَ مِنْكُمْ [۳۷٦]

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن علماء کو جمع فرمائیں گے اور فرمائیں گے کہ میں نے تمہارے قلوب میں علم و حکمت نہیں رکھی تھی، مگر اس لیے کہ میں تمہارے ساتھ بھلائی کا ارادہ رکھتا تھا۔ پس جاؤ اور جنت میں داخل ہو جاؤ اور میں نے تمہارے گناہوں کو معاف کر دیا جو تم سے صادر ہوئے تھے۔

بعض مفسرین نے آیتِ مذکورہ کے متعلق یہ تفسیر بھی کی ہے: یَرْفَعِ اللهُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَی الَّذِیْنَ لَمْ یُؤْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ اہلِ علم ایمان والوں کو غیر اہلِ علم ایمان والوں پر درجاتِ کثیرہ کی فضیلت ہے۔ [۳۷۷]

۳۷۵؎ کنزالعمال: ۱۰/۱۵۳ (۲۸۷۸۳)، کتاب العلم من قسم الاقوال، مؤسسة الرسالة

۳۷٦؎ مسند ابی حنیفة: کتاب العلم (٦)

۳۷۷؎ روح المعانی: ۲۸/۲۹، المجادلة (۱۱)، مؤسسة الرسالة

نوٹ: علم سے مراد علمِ شرعی ہے۔

وَمَنْ مَّاتَ وَهُوَ يَطْلُبُ الْعِلْمَ (أَيْ اَلْعِلْمَ الشَّرْعِيَّ) فَهُوَ شَهِيْدٌ

علامہ شامی ابنِ عابدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جس شخص کی موت طالبِ علمی کے زمانہ میں ہو اس کو شہادت کی موت نصیب ہوگی۔ طلبِ علم کی حالت میں موت شہادت ہے۔ اگرچہ پورا انہماک نہ ہو کہ ایک دن میں صرف ایک ہی درس لیتا ہو تو وہ بھی اس فضیلت میں شامل ہے۔ **إِنْ كَانَ لَهُ اشْتِغَالٌ بِهٖ تَالِيْفًا أَوْ تَدْرِيْسًا أَوْ حُضُوْرًا فِيْمَا يَظْهَرُ وَلَوْ كُلَّ يَوْمٍ دَرْسًا وَلَيْسَ الْمُرَادُ الْاِنْهِمَاكَ** علم کے ساتھ اشتغال کا مفہوم یہ ہے کہ خواہ تالیف کا سلسلہ ہو یا تدریس کا یا صرف کسی درس میں شامل ہوتا ہو اگرچہ ایک دن میں ایک ہی درس ہو یعنی انہماک مراد نہیں۔[۳۷۸]

علامہ ابنِ کثیر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ علماء کی فضیلت میں ابنِ ماجہ کی یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نافع بن عبد الحارث کی عسفان میں ملاقات ہوئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو مکہ کا گورنر بنایا تھا۔ پس فرمایا کہ اے نافع! تم نے مکہ میں اپنی جگہ کس کو نائب بنایا ہے؟ نافع نے جواب دیا کہ میں نے اپنے غلاموں میں سے ایک غلام ابن البزی کو نائب بنایا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے ایک غلام کو اپنا خلیفہ بنایا؟ جواب دیا کہ وہ کتاب اللہ کے قاری ہیں اور فرائض کے عالم ہیں اور علمِ قضا سے بھی واقف ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ خوب غور سے سنو! کہ تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَّيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ[۳۷۹]

اللہ تعالیٰ اپنی اس کتاب کے ذریعے سے قوموں کو بلندی دیتا ہے بوجہ ان کی اطاعت کے اور علمِ کتاب کے اور اسی کتاب کے ذریعے دوسری قوموں کو ذلیل کرتا ہے بسبب ان کی ناقدری کے۔

۳۷۸؎ ردالمحتار علی الدر المختار: ۱۶۵/۳، باب الشهيد، دار عالم الكتب الرياض

۳۷۹؎ تفسیر ابن کثیر: ۴۶۲/۱۲، المجادلة (۱۱)، مؤسسة قرطبة

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِى الَّذِيۡنَ يَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ[۳۸۰]

اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان سے کہیے کہ علم والے اور جہل والے کہیں برابر ہوتے ہیں؟

عالم سے مراد با عمل عالم ہے۔ جیسا کہ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اللہ کا ہر نافرمان جاہل ہے۔ جو علم سببِ عمل نہ ہو وہ شریعت میں علم نہیں۔

مَنۡ عَصَى اللهَ فَهُوَ جَاهِلٌ لِأَنَّ الۡعِلۡمَ إِذۡ لَمۡ يَكُنۡ مُوۡرِثًا لِلۡعَمَلِ فَلَيۡسَ عِلۡمًا فِى الشَّرِيۡعَةِ[۳۸۱]

علمے کہ رہ بحق نہ نماید جہالت است

جو علم حق تعالیٰ تک نہ پہنچادے وہ جہالت ہے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

علم آں باشد کہ بکشاید رہے
راہ آں باشد کہ پیش آید شہے

علم وہ ہے جو عمل کا راستہ کھول دے اور راہ وہ ہے جو حق تعالیٰ تک پہنچادے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے: كُلُّ مَنۡ عَصَى اللهَ فَهُوَ جَاهِلٌ أَجۡمَعَ عَلَيۡهِ أَصۡحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ[۳۸۲] ہر وہ شخص جو اللہ کی نافرمانی کرے وہ جاہل ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس پر اجماع ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ آیت علم کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے۔ اور هَلۡ يَسۡتَوِى الَّذِيۡنَ يَعۡلَمُوۡنَ کی تفسیر اس

۳۸۰؎ الزمر: ۹

۳۸۱؎ مرقاۃ المفاتیح: ۵/۵(۲۱۰۹) کتاب فضائل القراٰن، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۳۸۲؎ مرقاۃ المفاتیح: ۵/۵(۲۱۰۹) کتاب فضائل القراٰن، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

طرح فرماتے ہیں: فَيَعْمَلُوْنَ بِمُقْتَضٰى عِلْمِهِمْ اور وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ کی تفسیر بِمُقْتَضٰى جَهْلِهِمْ وَضَلَالِهِمْ سے فرمائی ہے یعنی اہلِ علم وہ ہیں جو اپنے علم کے مقتضا پر عمل کرتے ہیں اور جاہل وہ ہیں جو جہل کے مقتضا پر عمل کرتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے كُوْنُوْا رَبَّانِيِّيْنَ کی تفسیر اس طرح فرمائی ہے: أَيْ كُوْنُوْا حُكَمَاءَ وَعُلَمَاءَ وَفُقَهَاءَ یعنی ربّانی وہ شخص ہے جو صاحبِ حکمت، صاحبِ علم، صاحبِ فقہ ہو۔ اور کہا جاتا ہے: اَلرَّبَّانِيُّ هُوَ الَّذِيْ يُرَبِّي النَّاسَ بِصِغَارِ الْعِلْمِ قَبْلَ كِبَارِهٖ ربّانی وہ شخص ہے جو لوگوں کی تربیت کرتا ہو آسان مسائل سے، قبل مشکل مسائل کے۔[۳۸۳]

علماء سے کیا مراد ہے؟

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ[۳۸۴]

خدا سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔ واقعی اللہ تعالیٰ زبردست بڑا بخشنے والا ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں:

اَلْمُرَادُ بِالْعُلَمَاءِ الْعَالِمُوْنَ بِاللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَبِمَا يَلِيْقُ بِهٖ مِنْ صِفَاتِهِ الْجَلِيْلَةِ وَأَفْعَالِهِ الْحَمِيْدَةِ وَسَائِرِ شُئُوْنِهِ الْجَمِيْلَةِ لَا الْعَارِفُوْنَ بِالنَّحْوِ وَالصَّرْفِ مَثَلًا فَمَدَارُ الْخَشْيَةِ ذَالِكَ الْعِلْمُ لَا هٰذِهِ الْمَعْرِفَةُ فَكُلُّ مَنْ كَانَ أَعْلَمَ بِاللّٰهِ تَعَالٰى كَانَ أَخْشٰى

علماء سے وہ لوگ مراد ہیں جو اللہ کی ذات وصفات کی عظمتوں سے باخبر ہیں، نہ یہ کہ صرف

۳۸۳ـ صحیح البخاری: ۱/۱۶، باب العلم قبل القول، المکتبۃ المظھریۃ

۳۸۴ـ فاطر: ۲۸

صَرف و نحو کے جاننے والے وغیرہ۔ پس خشیت کا مدار اللہ تعالیٰ کی معرفت کے علم پر ہے، جو جتنا عارف باللہ ہوتا ہے اتنا ہی اللہ سے ڈرنے والا ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اَنَا اَعْلَمُكُمْ بِاللهِ وَاَخْشَاكُمْ بِهٖ یعنی اے لوگو! میں تم میں سب سے زیادہ اللہ کا علم رکھتا ہوں اور تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّ اللهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ، هٰذِهِ الْاٰيَةُ تَعْلِيْلٌ لِّوُجُوْبِ الْخَشْيَةِ

یہ آیت وجوبِ خشیت کی علت بیان کرتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ زبردست طاقت والے ہیں تو ان کو انتقام پر بھی کمالِ قدرت حاصل ہے اور کامل القدرت سے ڈرنا عین مقتضائے عقل ہے اور مغفرت ورحمت کا تعلق نہیں قائم ہوتا ہے مگر اس ذات سے جو سزا پر قادر ہو۔ پس عزیز اور غفور کا ربط واضح ہو گیا۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور خشیت کے آثار ہر وقت ان کے چہرے پہ نمایاں رہتے تھے۔[۳۸۵]

حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ کی تفسیر میں يَرْفَعِ اللهُ الْمُؤْمِنَ الْعَالِمَ عَلَى الْمُؤْمِنِ غَيْرِ الْعَالِمِ، وَرَفْعَةُ الدَّرَجَاتِ تَدُلُّ عَلَى الْفَضْلِ یعنی اللہ تعالیٰ مؤمن عالم کو فضیلت عطا فرماتے ہیں مؤمن غیر عالم پر درجات کی رِفعت دلالت کرتی ہے علم کی فضیلت پر۔ وَالْمُرَادُ بِالْعِلْمِ الْعِلْمُ الشَّرْعِيُّ اور یہاں علم سے مراد علمِ شرعی ہے۔ پھر اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان فرمایا جب ان کے زمانہ میں ایک غلام کو مکہ شریف کا گورنر بنایا گیا کیوں کہ وہ کتاب اللہ کا عالم اور قاری تھا۔[۳۸۶]

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس آیت سے علم کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور علم کی زیادتی کی دعا کی مطلوبیت

۳۸۵؎ روح المعانی: ۱۹۱،۱۹۲/۲۲، فاطر (۲۸)، دار إحیاء التراث، بیروت

۳۸۶؎ فتح الباری: ۱۴۱/۱، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الدین نصیحۃ، دار المعرفۃ، بیروت

ثابت ہو جاتی ہے۔ بعض مفسرین نے نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم کی زیادتی کی دعا کے علاوہ کسی چیز کی زیادتی کی دعا کا حکم نہیں دیا گیا۔ اور اس کے ثبوت میں یہ روایت لکھی ہے:

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ انْفَعْنِيْ بِمَا عَلَّمْتَنِيْ وَعَلِّمْنِيْ مَا يَنْفَعُنِيْ وَزِدْنِيْ عِلْمًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ [۳۸۷]

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے اللہ! مجھے نفع عطا فرمائیے ان علوم سے جو آپ نے مجھے سکھائے اور سکھا دیجیے ایسے علوم جو نافع ہوں مجھ کو اور میرے علم کو زیادتی نصیب فرمائیے اور تمام تعریف اللہ کے لیے ہے ہر حال میں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعا کیا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ زِدْنِيْ إِيْمَانًا وَّفِقْهًا وَّيَقِيْنًا وَّعِلْمًا [۳۸۸]

اے اللہ! میرے ایمان و فقہ میں اور یقین و علم میں زیادتی عطا فرما۔

اور حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَمَا هٰذَا إِلَّا لِزِيَادَةِ فَضْلِ الْعِلْمِ [۳۸۹]

یعنی یہ سب علم کی فضیلت کی زیادتی پر دلالت ہے۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فضیلتِ علم کے سلسلہ میں ایک حدیث حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے بیان فرماتے ہیں۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے ابوذر! (یہ ایک صحابی کا نام ہے) اگر تم کہیں جا کر ایک آیت قرآن کی سیکھ لو یہ تمہارے لیے سو رکعت (نفل)

---

۳۸۷ جامع الترمذی: ۲/۲۰۰، ابواب الدعوات، ایچ ایم سعید

۳۸۸ روح المعانی: ۱۶/۲۶۹، طٰہٰ (۱۱۵)، دار إحياء التراث، بيروت

۳۸۹ روح المعانی: ۱۶/۲۶۹، طٰہٰ (۱۱۵)، دار إحياء التراث، بيروت

پڑھنے سے بہتر ہے۔ اور اگر تم کہیں جا کر ایک مضمون علم (دین) کا سیکھ لو خواہ اس پر عمل ہو یا عمل نہ ہو یہ تمہارے لیے ہزار رکعت (نفل) پڑھنے سے بہتر ہے۔[۳۹۰]

فائدہ: اس حدیث سے علم حاصل کرنے کی کتنی بڑی فضیلت ثابت ہوئی اور یہ بھی ثابت ہوا کہ بعضے لوگ جو کہا کرتے ہیں کہ جب عمل نہ ہو سکا تو پوچھنے اور سیکھنے سے کیا فائدہ؟ یہ غلطی ہے۔ دیکھو! اس میں صاف فرما دیا ہے کہ خواہ عمل ہو یا نہ ہو دونوں حالتوں میں یہ فضیلت حاصل ہو گی۔ اس کی تین وجہ ہیں:

۱) ایک تو یہ کہ جب دین کی بات معلوم ہو گئی تو گمراہی سے تو بچ گیا، یہ بھی بڑی دولت ہے۔

۲) دوسری وجہ یہ کہ جب دین کی بات معلوم ہو گئی تو ان شاء اللہ تعالیٰ کبھی تو عمل کی بھی توفیق ہو جائے گی۔

۳) تیسری وجہ یہ کہ کسی اور کو بھی بتلادے گا، یہ بھی ضرورت اور ثواب کی بات ہے۔

فضیلتِ علم

از: تفسیر کبیر، جلد ۲، صفحہ ۱۹۸ تا ۲۰۰

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے علم کی فضیلت پر کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق میں اپنی حکمت کے کمال کو صفتِ علم کے ذریعے ظاہر فرمایا۔ اگر علم سے اشرف کوئی شے ہوتی لَكَانَ مِنَ الْوَاجِبِ اظْهَارُ فَضْلِهٖ بِذَالِكَ الشَّيْءِ تو ضروری ہوتا اظہار کرنا اس شے کے ذریعہ اپنے فضل کا، مگر اللہ تعالیٰ نے علم کی نعمت کو اپنے فضل کے اظہار کے لیے منتخب فرما کر علم کے اشرف و افضل ہونے کو واضح فرمادیا۔[۳۹۱]

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں علماء کے پانچ مناقب بیان فرمائے ہیں۔ فَإِنَّ

۳۹۰؎ سنن ابن ماجة: ۱۱۵(۲۱۹)، باب فضل من تعلم القراٰن وعلمه، المكتبة الرحمانية

۳۹۱؎ التفسير الكبير للرازي: ۲/۱۶۴، البقرة (۳۱)، دار الكتب العلمية، بيروت

اللّٰہ تَعَالٰی وَصَفَ الْعُلَمَاءَ فِیْ کِتَابِہٖ بِخَمْسِ مَنَاقِبَ

قرآنِ پاک میں علماء کے پانچ اوصاف

۱)... اَلْاِیْمَانُ:

وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِہٖ[۳۹۲]

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: اور جو لوگ علم میں پختہ کار ہیں وہ یوں کہتے ہیں کہ ہم اس پر یقین رکھتے ہیں۔ (بیانُ القرآن)

۲)... اَلتَّوْحِیْدُ وَالشَّھَادَۃُ:

شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا الْعِلْمِ[۳۹۳]

گواہی دی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی کہ بجز اس کی ذات کے کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں ہے اور فرشتوں نے بھی اور اہلِ علم نے بھی۔

۳)... اَلْبُکَاءُ:

وَیَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْکُوْنَ وَیَزِیْدُھُمْ خُشُوْعًا[۳۹۴]

(حق تعالیٰ اہلِ علم کے بارے میں فرماتے ہیں) اور ٹھوڑیوں کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے اور یہ قرآن ان کا خشوع بڑھا دیتا ہے۔

۴)... اَلْخُشُوْعُ:

اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِہٖٓ اِذَا یُتْلٰی عَلَیْھِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا[۳۹۵]

بے شک جن کو قرآن سے قبل علم دیا گیا تھا یہ قرآن جب ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو ٹھوڑیوں کے بَل گر پڑتے ہیں سجدہ میں۔

۳۹۲؎ اٰل عمرٰن: ۷

۳۹۳؎ اٰل عمرٰن: ۱۸

۳۹۴؎ بنی اسرآءیل: ۱۰۹

۳۹۵؎ بنی اسرآءیل: ۱۰۷

۵)...اَلْخَشْیَةُ:

اِنَّمَا یَخْشَی اللہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا[۳۹۶]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَاحْتَمَلَ السَّیْلُ زَبَدًا رَّابِیًا[۳۹۷]

اس آیت کے متعلق بعض لوگوں نے فرمایا ہے کہ سیل سے مراد یہاں علم ہے۔ حق تعالیٰ نے علم کو پانی سے پانچ وجوہات کے سبب تشبیہ دی ہے:

۱)...إِنَّ الْمَطَرَ یَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ کَذَالِكَ الْعِلْمُ مِنَ السَّمَاءِ۔بارش آسمان سے اُترتی ہے اسی طرح علم بھی آسمان سے اُترتا ہے۔

۲)...إِنَّ صَلَاحَ الْأَرْضِ بِالْمَطَرِ فَإِصْلَاحُ الْخَلْقِ بِالْعِلْمِ۔بے شک زمین کی درستگی بارش سے ہوتی ہے، پس مخلوق کی اصلاح علم سے ہوتی ہے۔

۳)...إِنَّ الزَّرْعَ وَالنَّبَاتَ لَا یَخْرُجُ بِغَیْرِ الْمَطَرِ کَذَالِكَ الْأَعْمَالُ وَالطَّاعَةُ لَا تَخْرُجُ بِغَیْرِ الْعِلْمِ۔بے شک کھیتی اور پودے بغیر بارش کے نہیں نکلتے اسی طرح اعمال اور اطاعت بغیر علم کے نہیں نکلتے۔

۴)... إِنَّ الْمَطَرَ فَرْعُ الرَّعْدِ وَالْبَرَقِ کَذَالِكَ الْعِلْمُ فَإِنَّ الْعِلْمَ فَرْعُ الْوَعْدِ وَالْوَعِیْدِ۔بارش فرع ہے کڑک اور بجلی کی اسی طرح علم فرع ہے وعدہ اور وعید کی۔

۵)... إِنَّ الْمَطَرَ نَافِعٌ وَضَارٌّ کَذَالِكَ الْعِلْمُ نَافِعٌ وَضَارٌّ۔بے شک بارش نافع بھی ہے اور نقصان دہ بھی ہے۔اسی طرح علم نافع بھی ہے اور نقصان دہ بھی۔ نَافِعٌ لِّمَنْ عَمِلَ بِهٖ وَضَارٌّ لِّمَنْ لَّمْ یَعْمَلْ بِهٖ[۳۹۸] علم پر عمل کرنے والوں کے لیے علم نفع مند ہوتا ہے اور علم پر عمل نہ کرنے والوں کے لیے نقصان دہ ہوتا ہے۔

---

[۳۹۶] فاطر:۲۸

[۳۹۷] الرعد:۱۷

[۳۹۸] التفسیر الکبیر للرازی:۲/۱۶۷،البقرۃ،دار الکتب العلمیۃ،بیروت

بہت سے خدا کی یاد دلانے والے خود خدا سے غافل ہیں اور بہت سے خدا سے ڈرانے والے خود خدا پر جری ہیں اور بہت سے خدا سے قریب کرنے والے خود خدا سے دور ہیں اور بہت سے خدا کی طرف دعوت دینے والے خدا سے بھاگے ہوئے ہیں اور بہت سے خدا کی کتاب کی تلاوت کرنے والے خدا کی آیات کی کھال اُتارنے والے ہیں۔

گلشنِ دنیا کی زینت پانچ چیزوں سے ہے

۱)عِلْمُ الْعُلَمَاءِ ۲)عَدْلُ الْاُمَرَاءِ ۳)عِبَادَةُ الْعِبَادِ ۴)اَمَانَةُ التُّجَّارِ ۵)نَصِیْحَةُ الْمُحْتَرِفِیْنَ (پیشہ وروں کی نصیحت)۔

پس ابلیس پانچ جھنڈے لے کر آیا اور ان پانچوں کے پاس ان کو گاڑھ دیا:

۱)علم کے پاس حسد کا جھنڈا ۲)عدل کے پاس ظلم کا جھنڈا ۳)عبادت کے پاس ریا کا جھنڈا ۴)امانت کے پاس خیانت کا جھنڈا ۵)نصیحت کے پاس ملاوٹ کا جھنڈا۔

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی فضیلت

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی فضیلت تابعین پر پانچ وجوہات سے تھی:

۱) کسی چیز کا حکم دوسروں کو نہ فرماتے جب تک اس کو خود نہ کرلیتے۔

۲) کسی چیز سے لوگوں کو منع نہ فرماتے جب تک وہ خود اس سے نہ رُک جاتے۔

۳) جو شخص ان سے کوئی چیز طلب کرتا علم سے یا مال سے تو آپ اس کو عطا فرمانے میں بخل نہ فرماتے۔

۴) اپنی دولتِ علمیہ کے سبب لوگوں سے مستغنی رہتے۔

۵) ان کا ظاہر و باطن یکساں تھا۔

علمِ نافع کے لیے پانچ شرائط

جو شخص اپنے علم کو اپنے لیے مفید بنانا چاہے وہ اپنے اندر پانچ خوبیاں حاصل کرے:

۱) فقر سے محبت کرنا تاکہ زیادہ دنیا کمانے سے فارغ رہے۔

۲) عبادت کی محبت طلبِ ثواب کے لیے۔

۳) دنیا سے بے رغبتی یعنی زہد کی محبت طلبِ فراغ کے لیے۔

۴) حکمت کی محبت طلبِ صلاحِ قلب کے لیے۔

۵) خلوت کی محبت مناجاتِ رب کے لیے۔

پانچ چیزوں کی طلب

پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں میں طلب کرو:

۱) عزت کو تواضع میں نہ کہ مال اور خاندان میں۔

۲) مال داری کو طلب کرو قناعت میں نہ کہ کثرت میں۔

۳) امن کو طلب کرو جنت میں نہ کہ دنیا میں۔

۴) راحت کو طلب کرو قلت میں نہ کہ کثرت میں۔

۵) علم کی منفعت کو طلب کرو عمل میں نہ کہ کثرتِ روایت میں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد

علم مال سے سات وجوہات سے افضل ہے:

۱) علم میراثِ انبیاء ہے اور مال میراث ہے فراعنہ کی۔

۲) علم نہیں کم ہوتا ہے خرچ سے اور مال اس کے برعکس ہے۔

۳) مال محتاج ہوتا ہے پاسبان کا اور علم محافظ ہوتا ہے صاحبِ علم کا۔

۴) جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کا مال زمین کے اوپر رہ جاتا ہے اور علم داخل ہوتا ہے

قبر میں صاحبِ علم کے ساتھ۔

۵) مال حاصل ہوتا ہے مؤمن و کافر دونوں کو لیکن علمِ دین نہیں عطا کیا جاتا مگر مؤمن کو۔

۶) ساری دنیا کے انسان دینی امور میں اہلِ علم کے محتاج ہوتے ہیں اور اہلِ علم صاحبِ مال کے محتاج نہیں ہوتے۔

۷) علم آدمی کو قوت دیتا ہے صراطِ مستقیم پر چلنے کے لیے اور مال اس کے برعکس ہے۔

مجالسِ علماء کی فضیلت

جو شخص علماء کے پاس بیٹھتا ہے اگرچہ وہ ان کے علم کو محفوظ نہ کرسکے سات نعمتیں پھر بھی اس کو حاصل ہوں گی:

۱) طالبِ علموں کی فضیلت۔

۲) جب تک اس مجلس میں رہے گا گناہوں سے محفوظ رہے گا۔

۳) جب اپنے گھر سے طلبِ علم کے لیے نکلے گا تو اس پر رحمت نازل ہوگی۔

۴) جب حلقۂ علم میں بیٹھے گا تو جو رحمت اہلِ علم پر نازل ہوگی اس میں سے اس کو بھی حصہ ملے گا۔

۵) جب تک یہ دین کی باتیں سنتا رہے گا کراماً کاتبین اس کے لیے اطاعت لکھتے رہیں گے۔

۶) اگر کوئی علمی بات نہ سمجھنے سے غمگین ہوگا تو یہ غم اس کے لیے قربِ الٰہی کا وسیلہ بنے گا۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے حدیثِ قدسی میں کہ

اَنَا عِنْدَ الْمُنْكَسِرَةِ قُلُوْبُهُمْ لِأَجْلِيْ[۳۹۹]

یعنی میں ٹوٹے ہوئے دلوں سے بہت قریب ہوں۔

۷) اس عالم کا اعزاز اپنی آنکھوں سے خود دیکھے گا اور اس کے مقابلے میں نافرمانوں کی ذلت دیکھے گا تو فسّاق سے اس کو نفرت ہوگی اور علماء کی طرف میلان ہوگا۔

۳۹۹؎ کشف الخفاء للعجلونی: ۲/۳۸۸ (۲۸۳۶)، مکتبۃ العلم الحدیث / التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف: ۱۶۳، المکتبۃ المظھریۃ

مختلف لوگوں کی صحبتوں کے اثرات

فقیہ ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ آٹھ قسم کے لوگوں کے پاس بیٹھنے سے آٹھ چیزیں پیدا ہوتی ہیں:

۱) مال داروں کے پاس بیٹھنے سے دنیا کی محبت اور رغبت۔
۲) فقراء کے پاس بیٹھنے سے حق تعالیٰ کی تقسیم پر رضا اور شکر۔
۳) سلاطین کے پاس بیٹھنے سے قساوت و کبر۔
۴) عورتوں کے پاس بیٹھنے سے جہالت و شہوت۔
۵) بچوں کے پاس بیٹھنے سے لہو و مزاح۔
۶) نافرمانوں کے ساتھ بیٹھنے سے گناہوں پر جرأت اور توبہ میں سستی۔
۷) صالحین کے ساتھ بیٹھنے سے عبادت میں رغبت۔
۸) اور علماء کے پاس بیٹھنے سے علم اور پرہیز گاری میں ترقی۔

سات چیزوں کا علم سات حضرات کو دیا گیا

حق تعالیٰ شانہٗ نے سات چیزوں کا علم سات حضرات کو عطا فرمایا ہے:

۱) تعلیمِ اسماء حضرت آدم علیہ السلام کو، وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا۔
۲) حضرت خضر علیہ السلام کو علمِ فراست، وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔
۳) حضرت یوسف علیہ السلام کو علمِ تعبیر، رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ۔
۴) حضرت داؤد علیہ السلام کو صنعتِ زرہ کا علم، وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ۔
۵) حضرت سلیمان علیہ السلام کو پرندوں کی بولی کا علم، يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ۔
۶) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تورات وانجیل کا علم، وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ۔

۷) حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو توحید و شریعت کا علم، وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ، اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ[۴۰۰]

قیامِ لیل کی فضیلت مع فضیلتِ علم

علامہ علاء الدین علی بن محمد خازن بغدادی اپنی تفسیر خازن میں فرماتے ہیں کہ اعمال کا ذکر حق تعالیٰ شانہٗ نے اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا میں بیان فرمایا اور رات میں قیامِ لیل کو ترجیح فرمائی کیوں کہ رات کو پوشیدگی زیادہ ہونے سے ریا سے حفاظت آسان ہے۔ نیز رات کی تاریکی جمعیت اور سکونِ قلب کا باعث ہوتی ہے۔ اور نَظْرًا اِلَى الْاَشْيَاءِ سے محفوظ ہوتی ہے۔ پس جب قلب احوالِ خارجیہ کے اشتغال سے فارغ ہوتا ہے تو توجہ الی اللہ میں ترقی ہوتی ہے۔ نیز رات میں نیند کا غلبہ ہوتا ہے اور نفس کو جاگنا شاق ہوتا ہے۔ پس مشاہدہ بقدرِ مجاہدہ بڑھ جاتا ہے۔ پھر ان اعمالِ مذکورہ کو علم کے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ختم فرمایا۔ ”هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ“ اِفْتَتَحَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِالْعَمَلِ وَخَتَمَهَا بِالْعِلْمِ لِاَنَّ الْعَمَلَ مِنْ بَابِ الْمُجَاهَدَاتِ وَالْعِلْمَ مِنْ بَابِ الْمُكَاشَفَاتِ اور یہی منتہائے مقام ہے۔ پس مجاہدہ اور مکاشفہ جمع ہو کر انسان کے کمالِ فضل پر دلالت کرتے ہیں۔[۴۰۱]

اور علامہ علی خازن بغدادی رحمۃ اللہ علیہ يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ کی تفسیر میں ارقام فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ ایمان والوں کو ان کی اطاعت کے سبب ان کو رفعت عطا فرماتے ہیں اور اہلِ علم ایمان والوں کو ان پر درجاتِ کثیرہ سے فضیلت عطا فرماتے ہیں۔ غیر اہلِ علم اہلِ ایمان سے صرف جنت میں داخل ہونے کو کہا جاوے گا اور اہلِ ایمان اہلِ علم کو کہا جاوے گا کہ ابھی ٹھہرو، آپ لوگ دوسرے لوگوں کی شفاعت کیجیے۔ يُقَالُ لِلْعَالِمِ قِفْ وَاشْفَعْ

---

[۴۰۰] التفسیر الکبیر للرازی: ۱۶۹/۲، البقرۃ (۳۱)، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

[۴۰۱] تفسیر الخازن: ۵۲/۴، الزمر (۹)، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

فِی النَّاس یعنی علماء کرام کو شفاعت کا حق بھی عطا فرمایا جاوے گا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اے لوگو! اس آیت سے خوب سمجھ لو کہ یہ آیت تم کو علم کے لیے ترغیب دینے والی ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں یَرْفَعِ اللہُ الَّذِیْنَ...الخ أَیْ یَرْفَعِ الْمُؤْمِنَ الْعَالِمَ فَوْقَ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ لَیْسَ بِعَالِمٍ دَرَجَاتٍ یعنی اللہ تعالیٰ مؤمن عالم کو مؤمن غیر عالم پر درجاتِ کثیرہ سے فضیلت عطا فرمائیں گے۔

حدیث: قیس بن کثیر سے روایت ہے کہ ایک شخص مدینہ سے شام حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس دمشق حاضر ہوا۔ فرمایا کیسے آئے ہو؟ عرض کیا کہ ایک حدیث جو آپ روایت کرتے ہیں، آپ سے براہِ راست سننے آیا ہوں۔ فرمایا کیا تم کو کوئی اور حاجت مثل تجارت وغیرہ نہیں۔ کہا کہ نہیں! صرف طلبِ حدیث کے لیے آیا ہوں۔ فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص علم کے لیے سفر کرے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دیتے ہیں اور فرشتے طالب علم کی خوشنودی کے لیے اپنے پر بچھا دیتے ہیں اور عالم کے لیے آسمانوں اور زمینوں کی تمام مخلوق دعائے مغفرت کرتی ہے حتیٰ کہ پانی کی مچھلیاں بھی۔ عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے قمر کی تمام ستاروں پر، علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں اور انبیاء کی وِراثت دینار اور درہم کی نہیں ہوتی، صرف علمِ دین کی وراثت ہوتی ہے۔ پس جس نے پالیا علمِ دین کو بڑی دولت سے ہمکنار ہوا۔[۴۰۲]

حدیث: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ جس کے لیے ارادہ خیر کا فرماتے ہیں اس کو علمِ دین کی نعمت عطا فرماتے ہیں۔[۴۰۳]

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی اپنی تفسیرِ مظہری میں ارقام فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ

---

[۴۰۲] جامع الترمذی:۲/۹۷،باب ماجاء فی فضل الفقه علی العبادة،ایچ ایم سعید

[۴۰۳] تفسیر الخازن:۴/۲۶۲،المجادلة(۱۲)،دار الکتب العلمیة،بیروت

نے عالم مؤمن کو غیر عالم مؤمن پر درجاتِ کثیرہ کے ساتھ فضیلت کا اس آیت وَالَّذِيْنَ أُوْتُوا الْعِلْمَ میں اس لیے بیان فرمایا ہے کہ مؤمن عالم میں علم و عمل دونوں جمع ہیں۔ فَإِنَّ الْعَمَلَ إِذَا صَدَرَ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ يُؤْتَىٰ مِنَ الْأَجْرِ مَا لَا يُؤْتَىٰ غَيْرَهُ لِأَنَّهُ يُقْتَدٰى بِهِ دُوْنَ الْجَاهِلِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَّنْقُصَ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ[۴۰۴] اہلِ علم سے جو عمل صادر ہوتا ہے اس کا اُمت بھی اقتدا کرتی ہے اور علم کی روشنی میں عمل زیادہ اجر کا مستحق ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اسلام کے اندر جس کسی نے اچھے عمل کی بنیاد رکھی تو اس کا اجر و ثواب بھی اسے ملے گا اور جو لوگ آیندہ اس پر عمل کریں گے اس کا ثواب بھی اس کو ملے گا بغیر اس کے کہ ان کے ثوابوں سے کچھ کمی ہو۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عالم کی فضیلت عابد پر اس طرح ہے جیسے میری فضیلت تمہارے ادنیٰ پر۔[۴۰۵]

اہلِ علم کے لیے خصوصی نصیحت

حق تعالیٰ اہلِ علم کے فضل کو بیان فرما کر آگے ارشاد فرماتے ہیں: وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ اے اہلِ علم! اپنے اعمال کا بھی محاسبہ کرنا کہ مطابق اپنے علم کے عمل بھی کیا یا نہیں؟ فَيُجَازِيْكُمْ عَلَيْهِ پس تم کو ان اعمال کی جزا ملے گی۔ اس آیت کے اندر عمل کے اہتمام کی ترغیب دی گئی ہے فِيْهِ تَرْغِيْبٌ لِّمَنْ عَمِلَ وَتَهْدِيْدٌ لِّمَنْ لَّمْ يَتَمَثَّلِ الْأَمْرَ وَاسْتَكْرَهَهٗ۔

اس آیت میں ترغیب ہے عمل کی اور ڈانٹ ہے ان لوگوں پر جو عمل اور اطاعت نہیں کرتے اور امتثالِ امر کو ناگوار سمجھتے ہیں۔[۴۰۶]

۴۰۴؎ صحیح مسلم:۱/۳۲۷،باب الحث علی الصدقۃ ولو بشق تمرۃ او کلمۃ طیبۃ وانہا حجاب من النار،ایچ ایم سعید

۴۰۵؎ جامع الترمذی:۲/۹۸،باب ما جاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ،ایچ ایم سعید

۴۰۶؎ التفسیر المظہری:۹/۲۲۴-۲۲۵،المجادلۃ(۱۲)،مکتبۃ الرشد،الباکستان

اہلِ علم کی مقبولیت کی علامت

اہلِ علم کی مقبولیت کی علامت ان حضرات کی خشیت اور عبدیت اور فنائیت ہے۔ اور تکبر، پندار، تحقیر الناس، احساسِ برتری، جاہ اور مال طلبی، اہل اللہ کی دعاؤں اور صحبتوں سے اعراض اور استغنا علامت قساوتِ قلبی ہے۔

اوست دیوانہ کہ دیوانہ نہ شد
مرعسس را دید و در خانہ نہ شد

حقیقت یہ ہے کہ نور علم کا صحبتِ اہل اللہ کی برکتوں سے نکھرتا ہے کیوں کہ عطر لگانے والے کے کپڑوں میں اگر پاخانہ لگا دیا جاوے تو پاخانہ کی بدبو سے عطر کی خوشبو مغلوب ہو جاوے گی۔ پس اہل اللہ کی صحبتوں سے تکبر و پندار و عجب جیسے تمام رذائل کا جب تزکیہ ہو جاتا ہے، پھر علم کی خوشبو خود اس عالم کو بھی مست کرتی ہے اور اس کے پاس جو بیٹھتے ہیں ان کو بھی مست کرتی ہے۔ صحبتِ اہل اللہ سے علم کا نور نفس کے اندھیروں کے بادلوں سے نجات پا جاتا ہے۔

نکھرتا آرہا ہے رنگِ گلشن
خس و خاشاک جلتے جارہے ہیں

مولانا گنگوہی، مولانا نانوتوی، مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے اپنے علوم میں جو برکتیں محسوس فرمائی تھیں ان کا ذکر ان حضرات نے اپنی کتابوں میں جگہ جگہ فرمایا ہے۔

مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے علمِ دین کی جو مٹھائیاں کتابوں میں پڑھی تھیں جب حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں حاضری ہوئی تو وہاں کھانے کو ملیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا۔

قال را بگذار مردِ حال شو
پیشِ مردِ کاملے پامال شو

بینی اندر خود علومِ انبیاء
بے کتاب و بے معید و اوستا

کچھ دن قیل و قال کو ملتوی کر کے صاحبِ حال بننے کے لیے کسی کامل کی صحبت میں رہ لو۔ پھر اس کی صحبت کی برکت سے بغیر کتاب اور استاد کے اپنے اندر علومِ انبیاء کا فیضان محسوس کرو گے۔

صد ہزاراں فضل دارد از علوم
جانِ خود را مے نہ داند یں ظلوم

اگر قلب میں تعلق مع اللہ اور خشیت نہ ہو تو ایسے شخص کو علم کی صفت لازمی حاصل نہیں۔ آگ ہو اور حرارت نہ ہو تو اس کو آگ کی صورت حاصل ہے حقیقت سے محروم ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایسا شخص سینکڑوں علم و فضل رکھنے کے باوجود اپنے انجام اور میدانِ محشر کے نتیجہ سے بے خبر ہے۔

سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں۔

تسلیم کہ حاصل تجھے ہر علم و ہنر ہے
لیکن یہ بتا کیا تجھے اپنی بھی خبر ہے
میں ان کے سوا کس پہ فدا ہوں یہ بتادے
لا مجھ کو دکھا ان کی طرح کوئی اگر ہے

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

جانِ جملہ علمہا این است و ایں
کہ بدانی من کیئم در یوم دیں

تمام علوم کی جان صرف یہ ہے کہ تو جان لے کہ قیامت کے دن تیری کیا قیمت ہے۔ میدانِ محشر سے پہلے اہلِ علم، اہلِ عمل، اہلِ زہد و تقویٰ، اہلِ تصوف کسی کو بھی اپنی قیمت لگانا عقلاً اور نقلاً نادانی ہے۔

حقیقی علم پر خشیت کے آثار لازم ہیں

سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا علم رکھنے والا ہوں اور سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خشیت

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ کاش! میں کوئی درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا، اور کبھی فرماتے کہ کاش! میں کوئی گھاس ہوتا کہ جانور اس کو کھالیتے۔

ایک مرتبہ ایک باغ میں تشریف لے گئے اور ایک جانور کو بیٹھا ہوا دیکھ کر ٹھنڈا سانس بھرا اور فرمایا کہ تو کس قدر لطف میں ہے کہ کھاتا ہے، پیتا ہے، درختوں کے سائے میں پھرتا ہے اور آخرت میں تجھ پر کوئی حساب کتاب نہیں، کاش! ابو بکر بھی تجھ جیسا ہوتا۔[۲۰۷]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خشیت

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسا اوقات ایک تنکا ہاتھ میں لیتے اور فرماتے کاش! میں یہ تنکا، ہوتا اور کبھی فرماتے کہ کاش! مجھے میری ماں نے جنا ہی نہ ہوتا۔ (بحوالہ بالا)

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خشیت

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ایک شب تمام رات وَامۡتَازُوا الۡیَوۡمَ اَیُّهَا

[۲۰۷] حکایاتِ صحابہ از شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ

اَلْمُجْرِمُوْنَ پڑھتے رہے اور روتے رہے۔ مطلب اس آیت شریفہ کا یہ ہے کہ قیامت کے دن مجرموں کو حکم ہوگا کہ دنیا میں تو سب ملے جلے رہے مگر آج مجرم لوگ سب الگ ہو جائیں اور غیر مجرم علیحدہ۔ اس حکم کو سن کر جتنا بھی رویا جائے تھوڑا ہے کہ نہ معلوم اپنا شمار مجرموں میں ہوگا یا فرماں برداروں میں۔

حکایت حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

ایک مسجد میں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ساری مسجد نمازیوں سے بھری ہوئی تھی۔ ایک شخص نے اعلان کیا کہ اس مسجد میں جو سب سے بُرا انسان ہو وہ باہر آجائے۔ سب سے پہلے حضرت جنید دوڑ کر مسجد سے باہر آئے اور اعلان فرمایا کہ میں سب سے بُرا ہوں۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو جب اس واقعہ کی خبر ملی تو فرمایا کہ اسی چیز نے تو جنید کو جنید بنایا ہے۔

حکایت حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ

ایک مرتبہ مصر میں سخت قحط سالی ہوئی۔ لوگوں نے حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ بارش فرمائے۔ حضرت ذوالنون مصری مصر سے باہر جنگل میں تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ سے گریہ وزاری کے ساتھ دعا مانگی کہ اے اللہ! مصر میں سب سے زیادہ نالائق سب سے زیادہ گناہ گار ذوالنون نے مصر خالی کر دیا ہے۔ اب آپ اپنی بارش رحمت کی فرماد یجیے۔ حضرت کی اس فنائیت اور تواضع پر دریائے رحمت جوش میں آیا اور خوب بارش ہوئی۔

ازیں بر ملائک شرف داشتند
کہ خود را بہ از سگ نہ پنداشتند

خاصانِ خدا اسی واسطے شرف میں ملائکہ سے بڑھ جاتے ہیں کہ خود کو کتے سے بھی بہتر نہیں سمجھتے۔

حکایت حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ایک بار حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساری رات کعبۃ اللہ میں یہ شعر سجدہ کی حالت میں پڑھتے رہے اور روتے رہے۔ یہاں تک کہ فجر کی اذان ہوگئی۔

اے خدا ایں بندہ را رسوا مکن
گر بدم من سرِّ من پیدا مکن

اے خدا! اس بندے کو رسوانہ فرمایئے، اگرچہ میں بُرا ہوں مگر میری بُرائیوں کو آپ اپنی مخلوق پر ظاہر نہ فرمایئے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ حالت تھی کہ اپنے ہر ہر خادم کو اپنے سے افضل سمجھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ آنے والوں کے قدموں کی زیارت کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔ حضرت پر شانِ عبدیت کا ہر وقت غلبہ رہتا تھا۔

ارشاداتِ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ

فرمایا کہ بندہ جب تک زندہ ہے جب تک تو شان بنانی ہی نہیں چاہیے۔ کیا خبر کیا حالت ہونے والی ہے۔ ہاں جب دنیا سے صحیح وسالم ایمان لے کر نکل جاوے پھر اینٹھے جتنا چاہے۔ بندے وہ تھے جیسے مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر چار حروف جاننے کی تہمت نہ ہوتی اور اس سے لوگ نہ جان گئے ہوتے تو ایسا گم ہوتا کہ کوئی یہ بھی نہ پہچانتا کہ قاسم دنیا میں بھی پیدا ہوا تھا۔

اور ارشاد فرمایا کہ جو عالم اپنے علم پر عمل نہ کرے اور محبِّ دنیا ہو وہ جاہل ہے کوئی بھی ہو۔

اور فرمایا کہ مجھے ہر وقت یہ خوف رہتا ہے کہ نہ جانے اشرف علی کا قیامت کے دن کیا حال ہوگا۔

ارشاد حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

ایمان چوں سلامت بہ لب گور بریم

احسنت بریں چستی و چالاکی ما

جب ایمان کو قبر میں سلامتی سے لے جاؤں گا اس وقت میں دین میں اپنی چستی و چالاکی کو بہ نظرِ استحسان دیکھوں گا۔

عالم اور عارف کا فرق

ایک شخص نے دریافت کیا کہ مولویوں کو کیا ہوا جو حضرت حاجی صاحب کی طرف رجوع کرتے ہیں، یہ لوگ تو خود لکھے پڑھے ہیں، وہاں کیا چیز ہے جس کے لیے وہاں جاتے ہیں۔ وہ کون سی بات ہے جو کتابوں میں نہیں؟ فرمایا کہ میں ایک مثال بتاتا ہوں۔ فرض کرو کہ ایک شخص تو وہ ہے کہ جس کے پاس تمام مٹھائیوں کی فہرست موجود ہے، مگر اس نے چکھی ایک بھی نہیں اور ایک شخص وہ ہے کہ نام تو ایک مٹھائی کا بھی اس کو یاد نہیں، مگر ہاتھ میں لیے ہوئے کھا رہا ہے۔ بتلاؤ تو مٹھائی کے فوائد حاصل کرنے میں آیا وہ نام یاد رکھنے والا اس حقیقت جاننے والے کا محتاج ہے یا وہ حقیقت جاننے والا اس نام یاد رکھنے والے کا۔ ظاہر ہے کہ پہلا (یعنی مٹھائی کا نام یاد رکھنے والا) دوسرے کا محتاج ہے نہ کہ برعکس۔ اسی طرح ہم اہلِ الفاظ ہیں اور حضرت صاحبِ معنیٰ۔ تو صاحبِ معنیٰ محتاج نہیں ہوتا اہلِ لفظ کا اور صاحبِ لفظ صاحبِ معنیٰ کا محتاج ہوتا ہے۔ واقعی خوب حقیقت واضح ہوگئی جس سے علماء اور عرفاء میں فرق سمجھ میں آگیا۔

خلاصۃ المقالہ

علم اور علماء کی حقیقت خشیتِ الٰہیہ ہے۔ اِنَّ الْعِلْمَ یَقْتَضِی الْخَشْیَۃَ مِنَ اللہِ وَاِنَّ الْعُلَمَاءَ الْعَامِلِیْنَ ھُمُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ اللہَ[۴۰۸] علمِ حقیقی وہ ہے جس

۴۰۸ روح المعانی: ۲۲/۱۹۱، فاطر (۲۸)، دار إحیاء التراث، بیروت

کے ساتھ خشیت ہو اور علماء در حقیقت وہ ہیں جو اپنے علم پر عامل ہوں اور یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔

خشیت اور خوف کا فرق

خشیت اس خوف کا نام ہے جس کے اندر تعظیم شامل ہو۔ اَلْخَشْیَۃُ خَوْفٌ مَعَ تَعْظِیْمٍ [۴۰۹] (سانپ سے بھی ڈرتے ہیں، مگر اس کی عظمت دل میں نہیں ہوتی۔)

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کو خشیتِ مطلوبہ عطا فرماویں، اور خشیتِ مطلوبہ یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْیَتِکَ مَا تَحُوْلُ بِہٖ بَیْنَنَا وَبَیْنَ مَعَاصِیْکَ [۴۱۰]

اے اللہ! میں آپ سے آپ کی خشیت کا اس قدر حصہ مانگتا ہوں جو میرے اور آپ کے معاصی کے درمیان حائل اور مانع بن جائے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اتنی خشیت مطلوب نہیں کہ ہم بیمار ہو کر اعمال سے معطل ہو جائیں۔ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے خشیت کی مقدار کی وضاحت فرمادی۔

علم اور ذکر کا تعلق

حق تعالیٰ نے اہلِ علم کو اہلِ ذکر سے تعبیر فرمایا ہے:

فَسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ [۴۱۱]

اگر تم کو علم نہیں ہے تو اہلِ ذکر سے سوال کرو یعنی اہلِ علم سے۔

ہمارے مرشد حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے

۴۰۹؎ مرقاۃ المفاتیح: ۱/۱۱۱ (۳۹)، کتاب الایمان، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

۴۱۰؎ جامع الترمذی: ۲/۱۸۸، باب من ابواب الدعوات، ایچ ایم سعید

۴۱۱؎ النحل: ۴۳

تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ علم کو اہلِ ذکر سے تعبیر فرما کر اہلِ علم کو ذکر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ علماء کی خاص شان اللہ تعالیٰ کی یاد ہے۔ غفلت ایک سانس کو بھی نہ ہو۔

تم سا کوئی ہم دم کوئی دمساز نہیں ہے
باتیں تو ہیں ہر دَم مگر آواز نہیں ہے
ہم تم ہی بس آگاہ ہیں اس ربطِ خفی سے
معلوم کسی اور کو یہ راز نہیں ہے

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی میں اہلِ ذکر سے مراد علماء لکھا ہے اَلْمُرَادُ بِأَهْلِ الذِّكْرِ الْعُلَمَاءُ[۴۱۲] اور قرینہ لَا تَعْلَمُوْنَ بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ جن سے سوال کیا جائے وہ اہلِ علم ہوں ورنہ بے علم بے علم سے سوال کر کے کیا پائے گا؟ اور حضرت فرماتے تھے کہ امام بخاری نے ذکر کی حدیث پر بخاری شریف کو ختم فرمایا تاکہ علماء صرف پڑھنے پڑھانے پر ہی اکتفاء نہ کریں بلکہ ذکر کے اہتمام سے اپنے مالک کا قرب حاصل کریں۔

کامیابی تو کام سے ہوگی
نہ کہ حسنِ کلام سے ہوگی
ذکر کے التزام سے ہوگی
فکر کے اہتمام سے ہوگی

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ذکر کا نفع اہل اللہ کے ساتھ تعلق سے پورا نصیب ہوتا ہے۔ جیسے تلوار کاٹ تو کرتی ہے مگر جب کسی سپاہی کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔

انعامِ ذکر

۱) اطمینان اور سکونِ قلب۔

۲) شہوت کی مغلوبیت۔

۴۱۲؎ روح المعانی: ۱۴/۱۵۰، النحل (۴۳)، دار احیاء التراث، بیروت

۳)حیاتِ حقیقی حیاتِ قلبی۔

۴) دین پر ثبات اور استقامت اور ہمت میں ترقی اور مشکلات میں آسانی۔

۵) قرب اور تعلق مع اللہ میں ہر آن ترقی۔

میں رہتا ہوں ہر وقت جنت میں گویا
مرے باغِ دل میں وہ گلکاریاں ہیں

(مجذوب رحمۃ اللہ علیہ)

۶)... عنایاتِ الٰہیہ کی پیہم بارش ؎

جو دل پر ہم ان کا کرم دیکھتے ہیں
تو دل کو بہ از جامِ جم دیکھتے ہیں

۷)... حسنِ خاتمہ، دخولِ جنت۔

(اللہ تعالیٰ اس مقالہ کو قبول فرمائیں اور ہم سب کو اس پر عمل نصیب فرمائیں، آمین۔ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ رَحْمَۃٍ لِّلْعَالَمِیْنَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔)

سیّد الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا نو سیکنڈ کا عجیب جامع وعظ

آپ حضرات اپنی اپنی گھڑیوں پر نظر رکھیے، صرف نو سیکنڈ میں وعظِ نبوت ختم ہو گا، لیکن تمام عبادات، حسنِ معاشرت اور اخلاقیات کی اصلاح کا جامع ہے۔ غور سے گھڑی دیکھیے۔ جب الفاظِ نبوت شروع ہو اس وقت سے وقت کا شمار کیجیے۔ ٹھیک نو سیکنڈ میں یہ وعظ مکمل ہو جاوے گا۔ ارشاد فرمایا:

إِذَا قُمْتَ فِیْ صَلَاتِكَ فَصَلِّ صَلَاةَ مُوَدِّعٍ وَلَا تَكَلَّمْ بِكَلَامٍ تَعْذِرُ مِنْهُ غَدًا وَأَجْمِعِ الْإِيَاسَ مِمَّا فِیْ أَيْدِی النَّاسِ[۲۱۳]

---

۲۱۳ مسند احمد: ۳۸/۴۸۴ (۲۳۴۹۸)، حدیث ابی ایوب الانصاری، مؤسسۃ الرسالۃ

اس حدیث کے راوی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہیں، ان سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھ کو نصیحت (وعظ) فرمایئے اور مختصر فرمایئے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین جملوں میں وعظ فرمایا:

إِذَا قُمْتَ فِيْ صَلَاتِكَ فَصَلِّ صَلَاةَ مُوَدِّعٍ

جب تم نماز میں کھڑے ہو تو اس نماز کو آخری نماز سمجھ کر خوب احسن طریقے سے ادا کرو۔

حلِ لغت: مُوَدِّعٍ کی دال مُشدَّد ہے اور اس پر کسرہ ہے۔

شرح: صَلَاةَ مُوَدِّعٍ: أَيْ مُوَدِّعٍ لِمَا سِوَى اللهِ بِالْاِسْتِغْرَاقِ فِيْ مُنَاجَاةِ مَوْلَاهُ۔ اپنے مولیٰ کی مناجات کے لیے ماسوی اللہ کا تارک ہو جا۔ مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ أَيْ اِجْعَلْ صَلَاتَكَ اٰخِرَ الصَّلَاةِ فَرْضًا فَحَسِّنْ خَاتِمَةَ عَمَلِكَ وَأَقْصِرْ طُوْلَ أَمَلِكَ لِاحْتِمَالِ قُرْبِ أَجَلِكَ اپنی نماز کو آخری نماز فرض کرو اور اپنے عمل کے خاتمہ کو حسین کرلو اور اپنے طول اَمل کو مختصر کرو، اس سبب سے کہ نہ معلوم کب موت آجائے۔ حضرت علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں أَيْ فَأَقْبِلْ عَلَى اللهِ بِشَرَاشِرِكَ وَوَدِّعْ غَيْرَكَ لِمُنَاجَاةِ رَبِّكَ۔

وَلَا تَكَلَّمْ بِكَلَامٍ تَعْذِرُ مِنْهُ غَدًا

ایسا کلام مت کرو کہ کل قیامت کے دن تم کو ندامت ہو۔

اور آدمی کے اسلام کا حسن یہ ہے کہ لایعنی اور غیر مفید بات کو چھوڑ دے۔ أَيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَهُوَ الْمَعْنٰى بِقَوْلِهٖ مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَالَا يَعْنِيْهِ۔

شرح: وَأَجْمِعِ الْاِيَاسَ: مراد اس سے یہ ہے کہ اپنی اُمیدوں کو قطع کردو اور ترکِ طمع کردو۔

مِمَّا فِيْ أَيْدِي النَّاسِ: أَيْ قَنَاعَةً بِالْكِفَايَةِ الْمُقَدَّرَةِ بِالْقِسْمَةِ الْمُحَرَّرَةِ الْمُقَرَّرَةِ۔ یعنی قناعت کرنا اور کافی سمجھنا اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے مقدر

اور تقسیم فرمائی ہے اپنی تحریر ازلی کے مطابق۔ اور اسی کا نام غنائے قلبی ہے یعنی لوگوں کے ہاتھوں میں جو کچھ مال و دولت ہے اپنے قلب کو اس سے مستغنی کرلینا اور اپنے مولیٰ کی تقسیم پر راضی رہنا۔[۴۱۴]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے ارشاد میں تمام عبادات کی اصلاح ہے یعنی جو نیک عمل کرے اس کو اپنا آخری عمل سمجھے۔ اس سے وہ عمل بہتر طریقے سے ادا کیا جائے گا۔ پس تمام عبادات کو اسی پر قیاس کرلیا جائے کہ شاید موت کے سبب دوبارہ ہمیں اس عمل کا موقع نہ ملے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے ارشاد میں تمام معاملات اور معاشرت کی اصلاح ہے کہ لین دین اور وعدہ اور ہر کلام میں احتیاط کا اہتمام کیا جائے تاکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو ایذا نہ پہنچے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تیسرے ارشاد میں اخلاقیات کی اصلاح ہے کہ جب اپنے قلب کو لوگوں کے مال و متاع سے مستغنی کرلے گا تو طمع تملق اور دین فروشی اور حرصِ مال سے محفوظ ہو جاوے گا۔

مختصر وقت میں بھی وعظ سے عظیم الشان نفع پہنچ سکتا ہے۔ جیسے کہ سخت سردی میں ایک پیالی گرم چائے مزاج کو بدل دیتی ہے، اور ایک سو چار ڈگری بخار کو ایک انجکشن اُتار دیتا ہے جو چند سیکنڈ میں لگایا جاتا ہے۔

حکایت: میرے شیخ مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ بمبئی کے ایک بڑے جلسہ میں قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر ہونی تھی کہ اچانک ان کو ایک سو چار ڈگری کا بخار چڑھ گیا۔ جلسہ کے مہتمم صاحب نہایت پریشانی کی حالت میں ایک امریکن ڈاکٹر سے رجوع ہوئے اور اس کو بہت بڑی فیس دینے کی لالچ دی اور کہا کہ میری عزت کا معاملہ ہے، ایسا انجکشن لگا دیجیے کہ قاری صاحب کی طبیعت ٹھیک ہو جائے اور ان کی تقریر ہو جائے لہٰذا ڈاکٹر نے ایسا انجکشن لگایا کہ جس

[۴۱۴] مرقاۃ المفاتیح: ۹/۴۱۳ (۵۲۲۶)، کتاب الرقاق، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

سے بخار بھی اُتر گیا اور قاری صاحب کی تقریر بھی ہو گئی۔

لٰہذا جب جسمانی بیماریوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایسی دوائیں پیدا کی ہیں تو روحانی بیماریوں کے لیے چند سیکنڈ کے وعظ سے نفع ہو جانا کیا مشکل ہے۔ بالخصوص انبیاء علیہم السلام کے وعظ میں تو عجیب ہی اثر ہوتا ہے۔

جی اُٹھے مردے تیری آواز سے
پھر ذرا مطرب اسی انداز سے

بیوی کے متعلق تمام پریشانیوں کا علاج

ازارشادات: حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ

بیوی کی نااتفاقی کی وجہ سے کلفت اُٹھانا بھی مجاہدہ ہے

سوال: ایک شخص نے سوال کرتے ہوئے کہا کہ جناب کی شفقت بزرگانہ پر بھروسہ کرکے کچھ اپنی دردناک حالت عرض کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ بدقسمتی سے میرا عقد جس خاتون سے ہوا ہے وہ اور میں دونوں بالکل متضاد طبیعت کے واقع ہوئے ہیں۔ اس میں نہ میں اپنی شریک قسمت کو الزام دیتا ہوں نہ حقیقتاً ان میں کوئی نقص ہے بلکہ میں ہی ایک انوکھی طبیعت کا شخص ہوں۔ اس مختلف الخیالی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم دونوں میں بجائے اُنس کے ایک ایسی بیگانگی و وحشت کی دیوار کھڑی ہو گئی ہے کہ جو روز بروز مضبوط ہی ہوتی جاتی ہے۔ ان خانگی پیچیدگیوں نے جو اثر میری زندگی اور کاروبار پر ڈالا ہے اس کا ضبطِ تحریر میں لانا تقریباً ناممکن ہے۔ ایک دائمی افسردگی نے مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے اور روز بروز میری زندگی معرض اندیشہ میں ہوتی جاتی ہے۔ میں بچپن سے اپنے مستقبل کو تابناک سمجھتا رہا تھا، مگر میرا مستقبل اب بالکل تیرہ و تار (یعنی تاریکی میں) ہو گیا ہے۔ اس مایوسی اور نااُمیدی کی حالت نے میری دنیا اور دین دونوں کو تباہ

کر کے رکھ دیا ہے۔ کوئی چارۂ کار سمجھ میں نہیں آتا۔ جناب بزرگ ہیں، مقدس ہیں، دعا کیجیے خدا مجھے اس پریشانی سے نجات دے۔ کسی صورت سے سکونِ قلب حاصل ہو جائے۔ تین سال سے برابر اس عذابِ الیم میں مبتلا ہوں۔ اپنی موت کی آرزو کرتا ہوں۔ مجبور ہو کر یہ قصد کیا ہے کہ دنیا کو چھوڑ کر ایک گوشہ میں بیٹھ جاؤں، مگر کوئی ایسا صاف باطن مجھے نہیں ملتا جو اپنے رنگ میں رنگ لے۔ ارادہ کر رہا ہوں کہ چند روز کے لیے خدمت والا میں حاضر ہو کر حضور کی توجہات سے مستفید ہوں۔

جواب: آں عزیز کا خط آیا۔ برخوردار ماشاء اللہ تعالیٰ آپ ایک مستقل باہمت آدمی ہیں۔ پھر اس قدر بے صبری اور بے استقلالی! یہی تو مواقع ہوتے ہیں عزم و ہمت دیکھنے کے۔ یہاں آنے کو جو لکھا ہے میرے سر آنکھوں پر۔

کرم نماؤ فرود آکہ خانہ خانۂ تست

مگر یہ تو سمجھیے کہ جس غرض کے لیے ایسا خیال ہے وہ خود موقوف ہے مجاہدہ پر اور جو ناگواری آپ کو پیش آرہی ہے یہ خود ایک بڑا مجاہدہ ہے۔ اگر آپ کو دوسرے رنگ کی طلب ہے تو اس کے لیے حالتِ موجودہ میں آپ خوب تیار ہو سکتے ہیں۔ پس برداشت کیجیے۔ پھر موقع پر یہاں آیئے کہ تھوڑی سی تدبیر میں کام بن جائے گا۔

نوافل میں بیوی کی طرف میلان میں حرج نہیں

سوال: اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مکان کے اندر جب میں نماز پڑھتا ہوں، میرے برابر ہی میری بیوی تھوڑے فاصلہ پر نماز پڑھتی ہوتی ہے، مگر وہ علیحدہ اور میں اپنی علیحدہ، اور ایسی حالت میں کبھی ان کی جانب کسی قدر میلان بھی ہوتا ہے۔ تو کیا ان کو پیچھے ہٹا دیا جایا کرے یعنی برابر نہ کھڑے ہونے دیا جایا کرے یا کوئی حرج نہیں؟

جواب: کوئی حرج نہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بسا اوقات نماز تہجد کی حالت میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لیٹی ہوتیں اور آپ سجدہ میں جانے کے وقت ان کے پیر کو انگلی لگا دیتے اور وہ پاؤں سمیٹ لیتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے

ساتھ جو تعلق جبی تھا اس سے عادتاً میلان ہونا لازم ہے، مگر پھر بھی اس کا انسداد نہ کیا گیا۔

محبوبہ بیوی کی موت سے صدمہ کا علاج

سوال: عرصہ ڈیڑھ دو برس کا گزرا کہ میری ایک بی بی تھی جس سے مجھ کو کمالِ اُلفت تھی بلکہ میں اس کا عاشق تھا۔ اس سے اولاد بھی اب تک موجود ہے اور وہ انتقال کر گئی۔ اس کے مرنے کا اس قدر رنج ہے کہ زبانِ قلم سے بیان نہیں ہو سکتا۔ اتنا عرصہ گزرا، اب تک وہی حالت ہے۔ بس مجنون کی تشبیہ کافی ہے۔ نہ دن کو چین ہے نہ رات کو آرام۔ میرے وِرد و وظائف بالکل چھوٹ گئے ہیں۔ بمشکل نماز پنجگانہ ادا کرتا ہوں، لیکن خشوع و خضوع کا تو نام ہی نہیں ہے۔ اس کے دفعیہ کی بہت سی ترکیبیں کیں لیکن کوئی کارگر نہ ہوئی۔ میں اس قدر مجبور ہوں کہ میرا دین اور دنیا دونوں خراب ہو رہے ہیں۔ چناں چہ میں قرض دار ہو گیا، جو اسباب میرے پاس تھا وہ رہن ہو چکا یا فروخت ہو گیا۔ اور عاقبت کا انجام بھی بہتر نہیں سمجھتا، اللہ رحم کرے، میں بہت ہی خائف رہتا ہوں اور لرزاں، مگر مجبور ہوں لہٰذا استدعا ہے کہ حضور دعا کریں کہ مجھے کوئی عورت ملے ویسی ہی ہو یا جو خیال ہے بالکل دفع ہو جائے اور ان دونوں میں میرے لیے جو بہتر ہو اس کی آپ دعا کریں بلکہ اس محبت کے عوض آں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا گھر میرے دل میں ہو اور مجھے بھی کوئی ترکیب تحریر کریں۔

جواب: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ دعائے خیر کرتا ہوں، نکاح کرنے سے نفع ہو گا۔ اگرچہ ویسی عورت نہ ہو۔ پس اگر کوئی امر مانع قوی نہ ہو تو نکاح کر لینا چاہیے، اور جب تک نکاح کا سامان نہ ہو رسالۂ تبلیغِ دین میں مضمون ''زہد وذمِ دنیا'' کو مطالعہ میں رکھیں۔ [۴۱۵]

بیوی سے محبت بڑھنا علامتِ تقویٰ ہے

سوال: طبیعت کو اس طرف زیادہ خیال ہو رہا ہے اور جو بات میرے واسطے مفید ہو اس

---

[۴۱۵] تربیت السالك، حصہ اوّل، صفحہ: ۵۳۴

سے مطلع فرمادیجیے گا اور کچھ عرصہ سے بیوی کی طرف محبت زیادہ ہوگئی ہے۔ یہ میرے واسطے کوئی مضر تو نہیں ہے؟

جواب: عین سنت اللہ ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ثمرات نیک دونوں کو عطا فرماوے۔ جب تقویٰ بڑھتا ہے تو بیوی سے محبت بڑھ جاتی ہے۔[۴۱۶]

شوہر کی چیز بلا اجازت چندہ وغیرہ میں دینا جائز نہیں

عورتوں کو جائز نہیں ہے کہ شوہر کی چیز بلا اجازت چندہ میں دیں، اور جو چیز ان کی اپنی ملکیت ہو اگرچہ بلا اجازت اس کا دینا جائز ہے، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت شوہر سے مشورہ کرکے دے۔[۴۱۷]

بیوی کا ستانا بھی مجاہدہ ہے

حال: ایک صاحب نے لکھا کہ میری بیوی کے لیے دعا کریں کہ مجھ کو بہت تنگ کرتی ہے۔

جواب: بیوی کے تنگ کرنے سے پریشان نہ ہوں، یہ بھی ایک مجاہدہ ہے جس میں تم کو ثواب ملتا ہے، ستانے دو۔[۴۱۸]

مباشرتِ اہل کا خلاف نفس کشی نہ ہونا

سوال: عرض یہ ہے کہ احقر بیاہ کے بعد آج تک بعد نمازِ عشاء و دیگر نماز و وظیفہ ادا کرنے کے بعد مکان پر واپس آتا ہے۔ ہفتہ میں دو تین بار نفس کا ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ بجز بی بی سے خلوت کیے نیند نہیں آتی، مجبور ہوں۔ ہر چند سعی کرتا ہوں کہ تہائی رات گزرنے کے بعد بی بی سے خلوت کی جائے، مگر ایسا نہیں ہوتا۔ سونے کے وقت تیمم کرکے سوتا ہوں۔ اس لیے نادم ہوں کہ سوتے وقت بے غسل ہوں بمقتضائے نفس

۴۱۶؎ تربیت السالک، حصہ اوّل، صفحہ:۵۲۵

۴۱۷؎ ملفوظاتِ کمالاتِ اشرفیہ، صفحہ:۱۰۳

۴۱۸؎ تربیت السالک، جلد:۱، صفحہ:۴۳۲

مجبور ہوں۔ نفس نتواں کشت الّا ظلِّ پیر۔

جواب: یہ نفس کشی کے خلاف نہیں ہے بلکہ یہ حقوقِ زوجہ سے ہے۔ چناں چہ اس کے عتاب کی صورت میں وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ یعنی اور ان کو ان کے لیٹنے کی جگہ میں تنہا چھوڑ دو۔ تجویز ہوئی ہے۔[۴۱۹]

بی بی سے محبت کا غیر مضر ہونا

سوال: حضرت آج کل میں ایک سخت مرض میں مبتلا ہو گیا ہوں۔ وہ یہ کہ اپنی بی بی سے زیادہ محبت ہو گئی ہے جس کی وجہ سے معمولات میں حرج واقع ہوتا ہے جس کا علاج ضروری معلوم ہوتا ہے اور یہ کہ اس محبت کو مائل الی اللہ کر دیا جائے۔ معمولات کو گرتے پڑتے کسی طرح ادا کیے جاتا ہوں اور کبھی ناغہ بھی ہو جاتا ہے جس کی وجہ وہی محبت ہے مگر وہ بات نہیں جو حضرت کی خدمت میں تھی۔ اللہ تعالیٰ پھر بہت جلد حضرت کی قدم بوسی کروائے، آمین۔

جواب: بی بی سے خواہ کتنی ہی محبت ہو جائے مذموم و مضر نہیں۔ ہاں! وہ محبت دین واعمالِ دین سے مانع نہ ہونا چاہیے۔ سو یہ امر اختیاری اور متعلق ہمت کے ہے اور حضور وغَیبت کا تفاوت امرِ طبعی ہے۔ کیا حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا شبہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب آپ کو معلوم نہیں؟ باقی دعائے خیر کرتا ہوں۔

سوال: عرض یہ ہے کہ معمولات بحمد اللہ تعالیٰ بخوبی ادا ہو رہے ہیں، مگر ایک بات اکثر خیال میں آتی ہے اُسی سے متفکر ہوں کہ دیکھیے کیا انجام ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ اہلیہ کے انتقال کو ساڑھے دس ماہ کا عرصہ ہو گیا ہے، مگر ان کا خیال کسی وقت دور نہیں ہوتا جس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ سے اس قدر بھی تعلق نہیں ہے کیوں کہ حق تعالیٰ کے ہوتے ہوئے غیر اللہ کی مفارقت کا افسوس کیا معنیٰ رکھتا ہے۔ اگر اسی حالت میں موت آگئی تو کس منہ سے حاضری ہو گی۔ چاہیے یہ تھا کہ غیر اللہ سے محض ضابطہ کا تعلق ہوتا

---

[۴۱۹] تربیت السالک: ۱/۶۵۹

اور تعلقِ قلبی حق تعالیٰ شانہٗ سے ہی ہوتا۔ یہاں اس کا عکس ہے۔ نماز میں اس قدر حضور نہیں ہوتا جس قدر قبرستان میں جی لگتا ہے۔ مرحومہ کی قبر پر جمعہ کے جمعہ جاتا ہوں، وہاں سے واپسی کو دل ہی نہیں چاہتا۔ ابھی عید کا واقعہ ہے کہ صبح بعد تلاوت مکان سے چلا گیا۔ راہ میں قبرستان ہے وہاں جاکر بیٹھ گیا۔ پونے سات بجے سے ساڑھے آٹھ بجے تک بیٹھا رہا۔ اوّل تو کچھ پڑھ کر بخشا اس کے بعد خاموش بیٹھا کرتا ہوں بیٹھ گیا۔ ایک دیوار ہے چھوٹی سی قبر کے پاس اس پر بیٹھ جایا کرتا ہوں۔ اسی پر بیٹھ گیا۔ وہاں اس قدر مستغرق ہوا کہ کسی کے آنے جانے کا بھی پتا نہ رہا اور اس کا علم یوں ہوا کہ شام کو حافظ صاحب سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ تو قبر کے پاس بیٹھا ہوا تھا، میں نے کئی آوازیں دیں مگر تو نے کوئی جواب نہ دیا۔ آخر میں چلا گیا تجھے تیرے حال پر چھوڑ کر۔ اس کو سن کر اور بھی فکر ہے کہ نماز میں تو آہستہ کی آواز بھی کان میں پڑ جاتی ہے اور قبرستان میں کئی آوازیں دی جاویں اور وہ کان میں بھی نہ پڑیں۔

لہٰذا عرض ہے کہ خدا کے واسطے خادم کا علاج تجویز فرمادیں۔ احقر تو بالکل گیا گزرا ہے، اسی حالت میں موت آگئی تو کیا ہوگا؟ لِلّٰہ خبر لیجیے۔

جواب: حلال محبت میں ایسا انہماک اگر غیر اختیاری ہو جس سے اعمالِ ضروریہ دینیہ میں خلل نہ آوے ذرا بھی دین میں مضر نہیں، نہ اس سے حق تعالیٰ کی محبت میں کمی ہوتی ہے، اور راز اس میں یہ ہے کہ یہ محبت طبعی ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت عقلی۔ تو یہ دونوں ایک قلب میں جمع ہو سکتی ہیں، اور اگر حق تعالیٰ کی محبت قلب میں نہ ہوتی یا کم ہوتی تو اس حالت سے فکر و غم نہ ہوتا۔ بالکل اطمینان رکھیں، اگر اس حالت پر موت آگئی تو ذرّہ برابر بھی خطرہ نہیں۔ البتہ دوسرے مصالح پر نظر کرکے اگر نکاح کرلیا جاوے تو انفع ہوگا۔ [۴۲۰]

بی بی اور بچوں کے پاس ذکر کرنا

ایک شخص کے جواب میں فرمایا کہ بچوں اور بی بی کے پاس رہیے، گو طبیعت کو

۴۲۰؎ تربیت السالک: ۱/۴۸،

ناگوار ہو مگر ان کے حقوق کی رعایت سے زیادہ نفع ہو گا۔[۴۲۱]

شوہر مرحوم پر صبر اختیاری ہونا چاہیے

سوال: شوہر مرحوم کے غم کی وجہ سے باوجود ڈیڑھ برس گزر جانے کے اس قدر تڑپ ہے کہ ہر چند قلب کو راجع الی اللہ کرتی ہوں لیکن یکسوئی نہیں پیدا ہوتی۔ میری قلبی خواہش یہ ہے کہ حقیقی صبر و رضا کے ساتھ محبوبِ حقیقی اور ربّ العزت کی یاد میں دل جمعی سے عبادت میں گزار دوں۔

جواب: برخورداری! سکون مطلوب ہی نہیں عمل مطلوب ہے۔ ظاہری بھی باطنی بھی۔ ظاہری تو جانتی ہو، باطنی ہر وقت کے واسطے وہ عمل جو اختیار میں ہو۔ مثلاً صبر اختیار میں ہے وہی مطلوب ہو گا۔ سکون و دل جمعی اختیار میں نہیں وہ مطلوب نہ ہو گا۔[۴۲۲]

عورت کو عمدہ کپڑے پہننے کے متعلق ہدایات

سوال: حضرت اقدس! میرا دل یہ چاہتا ہے کہ اچھے اور صاف ستھرے کپڑے پہنا کروں، اللہ تعالیٰ نے دے رکھا ہے، اور نیت یہ ہوتی ہے کہ میرے شوہر خوش رہیں اور میرے شوہر بھی یہی چاہتے ہیں، مگر مرض یہ ہے کہ جب کسی عورت کو کوئی عمدہ کپڑے پہنے دیکھتی ہوں دل بہت چاہتا ہے کہ اس قسم کا میں لے لوں۔ اکثر تو خاموش رہتی ہوں، مگر کبھی فرمایش کر بھی دیتی ہوں اور پھر مل بھی جاتا ہے۔ حضرت ارشاد فرمائیں کہ کیا یہ مرض ہے؟ اگر مرض ہو تو علاج تجویز فرمائیں۔

جواب: زینت کے درجات ہیں۔ افراط و تفریط مذموم ہے اور اعتدال محمود ہے۔ اس میں اعتدال یہ ہے کہ کسی کو دیکھ کر اس وقت مت بناؤ۔ اگر توقف کرنے سے ذہن سے نکل جائے فبہا اور اگر نہ نکلے تو جس وقت نئے کپڑوں کے بنانے کی ضرورت ہو تو اُس وقت وہی پسند آیا ہوا کپڑا بنالو۔ اگر اتفاقاً وہ اس وقت نہ مل سکے تو جانے دو اور اگر دیکھو کہ اس

---

[۴۲۱] تربیت السالک: ۱/۸۸۳
[۴۲۲] تربیت السالک: ۲/۵۴

مدت تک طبیعت مشغول رہے گی تو پسند کے وقت خرید کر رکھ لو، مگر بناؤمت۔ بناؤاس وقت جب نئے کپڑے بنانے کی ضرورت ہو تاکہ اس کے عوض کا کپڑا بچ جاوے اور شوق بھی پورا ہو جاوے اور اقتصاد بھی فوت نہ ہو، اگر تمہارے شوہر تم کو علاوہ ضروری نان و نفقہ کے جیب خرچ کے طور پر کچھ دیتے ہوں تو پھر اس انتظام میں اتنا اور اضافہ کیا جاوے کہ ایسا کپڑا اپنے خرچ کی رقم سے خریدو تاکہ نفس حدود میں محصور رہے۔[۴۲۳]

بیوی کا ہمراہ آنا نفع باطن کے منافی نہیں

سوال: ایک صاحب کا خط آیا کہ وہ اصلاح کے سلسلہ میں یہاں آنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے دریافت کیا کہ میری بی بی بھی جو کہ پہلے سے بیعت ہیں آنا چاہتی ہیں، مگر ان کے آنے سے میری یکسوئی جاتی رہے گی۔ نیز وہ بچوں کے ساتھ بے جا سختی کرتی ہیں جس سے مجھ کو اذیت ہو گی۔

جواب: ان میں (یعنی بی بی میں) ہزار کھوٹ سہی مگر جب وہ بلا ترغیب خود طلب کریں ان کی اعانت خود طاعت و نافعِ باطن ہے۔ گو ان کو ساتھ لانے سے ایک درجہ میں تشویش بھی ہو مگر تشویش نفعِ باطن کے منافی نہیں۔ البتہ وہ نفع عاجلاً محسوس نہیں ہوتا، مگر بصیرت کے بعد خود محسوس ہو گا کہ نفس میں کون سا ملکہ محمودہ پیدا ہو گیا۔[۴۲۴]

فساد بین الزوجین اصل ہے سینکڑوں فساد کی

میاں بی بی کا فساد سب فسادوں کی مرغی ہے یعنی سینکڑوں فساد کو پیدا کرتی ہے۔

بیبیاں حوروں سے افضل ہوں گی

فرمایا کہ جنت میں بیبیاں حوروں سے افضل ہوں گی، اجمل ہوں گی۔ اور اجمل کی طلب نہ خلافِ عقل ہے نہ خلافِ نقل۔ اس لیے اپنی بیویوں کے ملنے کے

---

[۴۲۳] تربیت السالک: ۱۳۶/۳

[۴۲۴] تربیت السالک: ۳۱۷/۳

لیے دعا کرنا نہ خلافِ عقل ہے نہ خلافِ نقل۔[۴۲۵]

بی بی کا ایک حق جیب خرچ بھی ہے

فرمایا کہ بی بی کا ایک حق یہ بھی ہے کہ اس کو کچھ رقم ایسی بھی دو جس کو وہ اپنے جی آئی خرچ کر سکے، جس کو جیب خرچ کہتے ہیں۔ اس کی تعداد اپنی اور اپنی بیوی کی حیثیت کے موافق ہو سکتی ہے۔ مثلاً روپیہ، دو روپیہ، دس، بیس، پچاس روپے جیسی گنجایش ہو۔[۴۲۶]

عورتوں کی اصلاح کا بہترین طریقہ

فرمایا کہ عورتوں کی اصلاح خاوند سے بہ نسبت پیر کے زیادہ ہو سکتی ہے۔ عورتوں پر سختی کرنا جواں مردی کے خلاف ہے اور عورتوں کو پردے میں رکھنا عین دلجوئی ہے۔

فرمایا کہ حدیث میں ہے:

اَلَا وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَیْرًا فَاِنَّمَا ھُنَّ عَوَانٌ عِنْدَکُمْ[۴۲۷]

یعنی عورتوں سے اچھا برتاؤ کرو کیوں کہ وہ تمہارے پاس مثل قیدی کے ہیں۔

اور جو شخص کسی کے ہاتھ میں قید ہو اور ہر طرح اس کے بس میں ہو، اس پر سختی کرنا جواں مردی کے خلاف ہے۔ لفظ **عوان** سے پردہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مقید ہو کر رہنے ہی کا نام تو پردہ ہے۔ نیز پردہ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ پردہ کا منشا حیا ہے اور حیا عورت کے لیے امر طبعی ہے اور امر طبعی کے خلاف پر کسی کو مجبور کرنا باعثِ اذیت ہے اور اذیت پہنچانا دلجوئی کے خلاف ہے۔ پس عورتوں کو پردہ میں رکھنا ان پر ظلم نہیں بلکہ

---

۴۲۵ ملفوظاتِ کمالاتِ اشرفیہ: ۱۱۸

۴۲۶ ملفوظاتِ کمالاتِ اشرفیہ: ۱۲۰

۴۲۷ جامع الترمذی: ۲۱۹/۱- ۲۲۰، باب حق المرأۃ علی زوجھا، ایج ایم سعید

حقیقت میں دِلجوئی ہے۔[۴۲۸]

اللہ تعالیٰ کی سفارش عورتوں کے بارے میں

فرمایا کہ مردوں کو غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے کس عمدہ پیرایہ میں عورتوں کی سفارش فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا[۴۲۹]

یعنی عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، اور اگر کسی وجہ سے تم کو وہ ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم کو کوئی چیز ناپسند ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت بھلائیاں رکھ دی ہوں۔ مثلاً عورت کی بد خلقی پر صبر کرنے سے اجر کثیر کا وعدہ ہے یا مثلاً اس سے کوئی اولاد ہو جاوے جو قیامت میں اس کی دستگیری کرے۔[۴۳۰]

ہر صورت میں مردوں کو اپنی بیبیوں کی قدر کرنا چاہیے

فرمایا کہ ہر صورت میں مردوں کو اپنی بیبیوں کی قدر کرنا چاہیے۔ دو وجہ سے: ایک تو بی بی ہونے کی وجہ سے کہ وہ ان کے ہاتھ میں قید ہیں اور یہ بات جواں مردی کے خلاف ہے کہ جو ہر طرح اپنے بس میں ہو اس کو تکلیف پہنچائی جائے۔

دوسرے دین کی وجہ سے کیوں کہ تم مسلمان ہو وہ بھی مسلمان ہیں۔ جیسے تم دین کے کام کرتے ہو وہ بھی کرتی ہیں اور یہ کسی کو معلوم نہیں کہ دین کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون زیادہ مقبول ہے؟ یہ بات کوئی ضروری نہیں کہ عورت مرد سے ہمیشہ گھٹی ہوئی ہو۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرد کے برابر بلکہ اس سے زیادہ

---

۴۲۸ ملفوظاتِ کمالاتِ اشرفیہ: ۱۲۰

۴۲۹ النسآء: ۱۹

۴۳۰ ملفوظاتِ کمالاتِ اشرفیہ: ۱۲۱

ہو۔ پس عورتوں کو حقیر و ذلیل نہ سمجھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ بے کس اور مجبور اور شکستہ دل کا تھوڑا سا عمل بھی مقبول فرمالیتے ہیں اور اس کے درجات بڑھادیتے ہیں۔[۴۳۱]

آج کل عورتوں کی اصلاح کا طریق

فرمایا کہ عورتوں کی اصلاح کے لیے بس یہ کافی ہے کہ وہ کتبِ دینیہ کا مطالعہ کرتی رہیں۔ باقی آج کل ایسا نمونہ کہ جس کو وہ خود مشاہدہ کرکے اپنے اخلاق درست کریں عورتوں میں ملنا قریب بہ محال ہے، اور خاوند کی معتقد نہیں ہوتیں اس لیے کتابیں پڑھا یا سنا کریں، خاوندوں کو ان کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے، آگے چاہے اصلاح ہو، یا نہ ہو بس ان کو کتابیں پڑھ کر سناتے رہیں وہ تو مواخذہ سے بَری ہوجائیں گے۔[۴۳۲]

عورتوں کی دو صفات قابلِ تعریف ہیں

فرمایا کہ عورتیں قابلِ تعریف و ترحم ہیں، ان میں دو صفت تو ایسی ہیں کہ مردوں سے کہیں بڑھی ہوئی ہیں۔ خدمت گاری اور عفّت۔ عفت تو اس درجہ ہے کہ مرد چاہے افعال سے پاک ہوں، لیکن وسوسوں سے کوئی شاید خالی ہو، اور شریف عورتوں میں سے اگر سو کو لیا جاوے تو شاید سو کی سو ایسی نکلیں گی کہ وسوسہ تک بھی ان کو عمر بھر نہ آیا ہو۔ اسی کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں: وَالْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ[۴۳۳]

---

[۴۳۱] ملفوظاتِ کمالاتِ اشرفیہ: ۱۲۴

[۴۳۲] ملفوظاتِ کمالاتِ اشرفیہ: ۱۵۸

[۴۳۳] ملفوظاتِ کمالاتِ اشرفیہ: ۲۰۶

عیب جوئی، عجب اور تکبر کا علاج

از ارشادات

حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

سوال: ایک شخص نے کہا حضور! مجھ میں تو ایک سخت عیب بھی ہے اور سختی کے ساتھ راسخ ہو گیا ہے کہ دوسروں کا عیب تو بہت بڑا معلوم ہوتا ہے حتیٰ کہ اس میں غیبت تک نوبت آجاتی ہے اور اپنا عیب نہیں معلوم ہوتا۔ ہر چند کوشش کرتا ہوں کہ یہ بدعادت مجھ سے دفع ہو جاوے لیکن کسی طرح نہیں جاتی۔ کوئی طریقہ ہدایت فرماویں تاکہ اس پر عمل کرنے سے اس بدعادت کا استیصال ہو جاوے۔ اس خاص صورت میں حضور کی دعا کا متمنی ہوں۔

جواب: دعا بھی کرتا ہوں۔ باقی تدبیر یہ ہے کہ آپ ہر کلام سے پہلے یہ سوچ لیا کیجیے کہ اگر یہ کلام میں نہ کروں تو کوئی ضروری نفع تو فوت نہ ہو گا، جس میں ضروری نفع کا فوت نہ ہونا معلوم ہو اس سے زبان بند رکھیے۔ یہ تو زبان کا انتظام ہے۔ باقی اس کی جڑ کا انتظام یہ ہے کہ جب کسی کے عیب پر نظر پڑے تو یوں سوچا کیجیے کہ گو اس شخص میں یہ عیب ہے مگر ممکن ہے کہ اس میں کچھ خوبیاں ایسی ہوں جن کے اعتبار سے اس کی مجموعی حالت میری مجموعی حالت سے عند اللہ احسن ہو۔ پھر مجھ کو اس کی عیب جوئی یا عیب گوئی کا کیا حق حاصل ہے؟ جس طرح اندھے کو یہ حق نہیں کہ کانے کو چڑاوے۔ بار بار اس مضمون کے استحضار سے ان شاء اللہ! اس عیب کا استیصال ہو جاوے گا۔ اور اگر احیاناً و اتفاقاً پھر بھی اس کا صدور ہو جاوے تو بطور جرمانے کے بیس رکعت نفل پڑھا کیجیے، ان شاء اللہ! نفس سیدھا ہو جاوے گا۔[۴۳۴]

غرور و تکبر کا علاج

سوال: ایک شخص نے کہا کہ میرے اندر غرور اور تکبر بہت ہے، دوسرے لوگوں کو

---

[۴۳۴] تربیت السالک، حصہ اوّل: ۲۶۰

عقل اور ہوشیاری میں اور کبھی علم میں اور کبھی باپ دادا کی مال داری میں اپنے سے کمتر سمجھتا ہوں۔ گو یہ مرض یہاں پر کم معلوم ہوتا ہے، اپنی بستی میں بہت پایا جاتا ہے۔ حضور اس کا علاج بتلاویں۔

جواب: ایک وقت بیٹھ کر اپنے عیبوں کو سوچا کرو اور زبان سے بھی کہا کرو کہ میں بڑا بے وقوف ہوں، میں بڑا نالائق ہوں۔ آدھ گھنٹہ روزانہ اس میں صَرف کرو اور پھر اطلاع دو۔[۴۳۵]

علمی و عملی عجب کا علاج

سوال: ایک خیال اب زیادہ آنے لگا ہے اور وہ یہ ہے کہ جس بیان میں اخلاقِ حسنہ، عقائدِ حقہ، اعمالِ جوارح ضروریہ کی ترغیب و ضرورت بیان ہوئی ہے تو خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ تو سمجھ میں بفضلہٖ تعالیٰ پہلے ہی سے موجود ہیں اور جن امورات یا رسومات سے اجتناب ضروری ہے اس پر خیال ہوتا ہے کہ تو ان سے ہمیشہ ہی مجتنب رہتا ہے تو وہ بیان کتاب دیکھنے میں بے رغبتی یا کم توجہی سے گزر جاتا ہے۔ مگر حضور کل سے خیال ہوا کہ یہ تو ظاہراً عجب معلوم ہوتا ہے۔ اب حضور اس کا علاج فرما کر تسکین فرماویں۔ اگرچہ بحمدہٖ تعالیٰ اس خیال کا اثر معمول پر نہیں پڑا اور حضور ان خیالات کا جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے ضرور معالجہ فرماویں۔ اب یہ خیال زیادہ خراب نہ کرنے پاوے۔

جواب: یوں سمجھنا چاہیے کہ اوّل تو ہر عمل اور ہر خُلق میں درجات کمال کے بھی ہیں جو مجھ کو حاصل نہیں۔ دوسرے جو کچھ حاصل ہیں ان کے بقاء کی بھی ضرورت ہے اور مطالعہ مکررہ بقاء میں معین ہوتا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے علمی و عملی کوتاہی کی اصلاح ہو جاوے گی۔

عجب کا علاج

سوال: اگر بندۂ احقر کے متعلق کوئی بُرائی کرتا ہے تو زیادہ غصہ نہیں آتا اور طبیعت فوراً رُک

۴۳۵؎ تربیت السالک، حصہ اوّل: ۲۷۱

جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص تعریف کرتا ہے تو طبیعت میں مسرت پیدا ہوتی ہے، مگر فوراً اپنی بُرائی کی طرف توجہ کرلیتا ہے اور اس کو فضلِ خداوندی سمجھتا ہے، یہ مذموم تو نہیں؟

جواب: یہ مذموم نہیں ہے۔[۴۳۶]

کبر کا علاج

سوال: کبر کا مرض اب بھی بہت ستاتا ہے۔ گو اُس سے بچنے کی بہت کوشش کرتا ہوں اور اس کے تقاضوں پر عمل نہیں کرتا۔ اگر کبھی ہو جاتا ہے تو دل پر سخت بے چینی ہوتی ہے اور استغفار کرنے سے تسکین معلوم ہوتی ہے۔

جواب: تبلیغِ دین میں لکھا ہوا علاج کرتے رہیے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کامیابی ہو گی۔[۴۳۷]

سوال: جو لوگ شریعت کے خلاف کرتے ہیں وہ میری نظر میں حقیر معلوم ہوتے ہیں حالاں کہ میں اس کو بُرا سمجھتا ہوں۔

جواب: طبعاً حقیر معلوم ہونا کبر نہیں البتہ عقلاً اتنا سمجھ لیجیے کہ شاید یہ شخص کسی خاص حالت کے اعتبار سے عنداللہ مجھ سے افضل ہو۔ بس کبر دور کرنے کے لیے اتنا کافی ہے۔[۴۳۸]

سوال: جب کوئی شخص جس میں عیب ہوتا ہے سامنے سے گزرتا ہے تو اس کی حقارت کا خیال ہو جاتا ہے، لیکن بفضلِ خدا فوراً دل سے آواز آتی ہے کہ تم سے تو اچھا ہے، تم میں فلاں عیب ہے۔

جواب: یہ مجاہدہ مطلوبہ ہے، جو ایسے موقع پر ہونا چاہیے۔

ایک شخص کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اچھا بُرا سمجھنا درجہ احتمال میں کافی ہے یعنی یہ سمجھے کہ گو اس وقت ظاہراً یہ شخص ہم سے کمتر ہے لیکن ممکن ہے کہ اسی

---

[۴۳۶] تربیت السالک، حصہ اوّل، صفحہ: ۲۸۲

[۴۳۷] تربیت السالک، حصہ اوّل، صفحہ: ۲۸۷

[۴۳۸] تربیت السالک، حصہ اوّل، صفحہ: ۲۸۸

وقت اس کے باطن میں کوئی خوبی ہم سے زیادہ ہو۔

سوال: حسب ہدایت جناب والا تبلیغ دین، بیان اخلاقِ ذمیمہ کا مطالعہ کرتا رہتا ہوں، مگر وجداناً تکبر معلوم ہوتا ہے حالاں کہ طلبہ کا جوتا اُٹھالیا کرتا ہوں۔ ملنے والوں سے سلام میں ابتدا بھی کرتا ہوں خواہ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ۔

جواب: پھر تکبر نہیں ہے، اور جو اثر وجداناً معلوم ہوتا ہے اس کے مقتضا پر عمل نہ کرنے سے اس کا ازالہ بھی ہوجاوے گا اور جب تک زوال نہ ہو وہ قابلِ ملامت نہیں ہے۔[۴۳۹]

کبر کے بارے میں ایک شخص کے پوچھنے پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ کبر کا علاج استحضار اپنے عیوب کا اور استحضار اپنے ذنوب کا اور عظمتِ حق کا ہے، اس کے تکرار سے ان شاء اللہ تعالیٰ یہ مغلوب ہوجاوے گا، اور طبیعت کا گرم ہوجانا یہ ایک اور بات ہے یہ غضب ہے۔ اس کا علاج اس امر کا استحضار ہے کہ جس طرح یہ شخص ہمارا خطاوار ہے اسی طرح ہم حق تعالیٰ کے خطاوار ہیں۔ اگر وہ ہم سے انتقام لینے لگے تو کہاں ٹھکانہ رہے؟ بس جس طرح ہم اپنے عفو کو پسند کرتے ہیں اس کے ساتھ بھی ہم کو یہی معاملہ مناسب ہے۔

غیبت کا سلسلہ شروع ہونے کے وقت سب سے بہتر یہ ہے کہ وہاں سے کسی بہانے سے اُٹھ جائیں اور پھر بھی لغزش ہوجاوے تو ہر غیبت پر دو رکعت صلوٰۃِ توبہ کا التزام ان شاء اللہ نافع ہوگا۔[۴۴۰]

کبر کی علامت

کبر کی علامت یہ ہے کہ اگر آپ کی کوئی تعظیم نہ کرے تو آپ کو غصہ آوے اور اس کے درپے ہوجاویں۔[۴۴۱]

---

۴۳۹ تربیت السالک، حصہ اوّل، صفحہ: ۲۹۰

۴۴۰ تربیت السالک، حصہ اوّل، صفحہ: ۲۹۲

۴۴۱ تربیت السالک، حصہ اوّل، صفحہ: ۲۹۵

عجب کا علاج

سوال: میں آج کل اکثر الگ الگ رہتا ہوں، کسی سے اختلاط نہیں رکھتا۔ اس سے بھی کبھی عجب آمیز خیال پیدا ہوتا ہے۔

جواب: لا یضر (کوئی نقصان دہ نہیں) اور ایسے خیالات کی وجہ سے اگر اختلاط کیا جاوے وہ مضر ہوگا۔ شیطان کی یہ بھی ایک ترکیب ہے۔

سوال: اور بعض لوگ اس عدمِ اختلاط کی وجہ سے کوئی بات مدح کی بھی کہہ دیتے ہیں، اس سے نفس خوش ہوتا ہے۔ اس کے متعلق مجھ کو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: سمجھنا چاہیے کہ یہ مادِحین (تعریف کرنے والے) نہ اس کی حقیقت سے آگاہ ہیں نہ میرے دوسرے عیوب سے۔ حسنِ ظن رکھتے ہیں جو ان کی تو خوبی ہے مگر میرے لیے حجت نہیں۔[۴۴۲]

سوال: یوں تو اعتقاد ہے ہی کہ مغفرت بجز خدا کی رحمت کے ہو ہی نہیں سکتی تاہم کوئی کام اگر توجہ دل سے اچھی طرح انجام پاتا ہے تو اس عمل کی طرف خیال جاتا ہے اور یہ خیال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور معاف فرمادیں گے تو یہ خیال بُرا تو نہیں؟

جواب: یہ خیال بُرا نہیں ہے۔

سوال: اگر کبھی کسی اچھے کام کی توفیق ہو جاتی ہے تو طبیعت نہایت ہشاش بشاش رہتی ہے۔

جواب: یہ علامتِ ایمان ہے۔

سوال: اس میں کچھ حرج تو نہیں۔ شبہ اس لیے ہوا کہ اس کا راز کہیں یہ نہ ہو کہ اپنے اعمال پر خوش ہوتے ہیں۔

جواب: عمل میں دو حیثیتیں ہیں: ایک اپنا کمال، اس اعتبار سے تو اس پر نظر نہ کرنا چاہیے۔ دوسرا یہ کہ خدا کی رحمت ہے، اس اعتبار سے اس پر مسرت خود مامور بہٖ ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

۴۴۲؎ تربیت السالک، حصہ اوّل، صفحہ:۳۲۰

قُلۡ بِفَضۡلِ اللّٰهِ وَبِرَحۡمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلۡيَفۡرَحُوۡا[۴۴۳]

سوال: ناجائز آمدنی کا دروازہ خداوند کریم کے فضل و کرم سے پہلے ہی سے بند ہے، طبیعت میں تکبر اور غرور تو بالکل نہیں البتہ خودداری زیادہ ہے۔

جواب: اپنے عیوب اور اپنا ہیچ ہونا اور فنا ہو جانا سوچا کیجیے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے اس میں کمی واقع ہو جاوے گی۔

سوال: کسی کی سخت بات کی خواہ وہ جائز ہو یا ناجائز برداشت بالکل نہیں۔

جواب: بہ تکلف ضبط کر کے اپنے عیوب سوچنے لگا کیجیے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اشتعال کم ہو جاوے گا۔

سوال: اپنی حالت کو دیکھ کر کبھی کبھی خیال ہوتا ہے کہ اب میری حالت اچھی ہے۔

جواب: صحیح خیال ہے، مگر اس کے ساتھ یہ سمجھ لیا جائے کہ میں اس کا مستحق نہیں، خدا تعالیٰ کا انعام ہے۔

سوال: مگر پھر بھی خیال ہوتا ہے کہ کہیں عجب نہ ہو اور حق سبحانہٗ کو ناپسند ہو کہ مراجعت قہقریٰ (الٹے پیر زوال کی طرف لوٹنا) کا موجب ہو جاوے۔ (اعاذنا اللہ منہ)

جواب: ابھی اوپر جس امر کے سمجھنے کا میں نے مشورہ دیا ہے اس کے ساتھ نہ عجب کا احتمال ہے اور نہ ان شاء اللہ نُکس (دوبارہ عودِ مرض) کا اندیشہ۔[۴۴۴]

سوال: حضرت! بندے کو بعض وقت جب ذکر سے فارغ ہوتا ہوں نفس کو بہت خوشی و فرحت کی حالت محسوس ہوتی ہے۔ اس خوشی کی حالت میں مجھے خوف محسوس ہوتا ہے کہ عجب و کبر کی علامت تو نہیں ہے؟

جواب: اگر اس کو اپنی فضیلت سمجھو تو کبر ہے اور اگر عطائے حق سمجھو اور اپنے کو مستحق نہ سمجھو تو شکر ہے۔

۴۴۳؎ یونس: ۵۸

۴۴۴؎ تربیت السالک، حصہ اوّل، صفحہ: ۳۲۲

سوال: پھر میں نفس کو کہتا ہوں کہ اے نفس! تو سرتاپا معصیت سے پُر ہے تو کیسے خوش ہوتا ہے۔ تجھ کو چاہیے کہ ہر وقت استغفار کرے۔ حضرت! بعض وقت قلب بالکل خدا کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور کسی کی طرف خیال نہیں رہتا۔ پورا توکل خدا پر ہو جاتا ہے۔ بعض وقت یہ حالت قلب میں نہیں پاتا ہوں تو سخت پریشانی معلوم ہوتی ہے۔

جواب: پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ ابتدا میں ایسے انقلابات ہوا کرتے ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آخر میں استقامت ہو جاوے گی، اگر اسی طرح کام میں لگے رہے۔[۴۴۵]

سوال: اور تواضع کا امتحان یہ معلوم ہوا کہ دوسرا بُرا کہے تو دل میں ذرا بھی بُرا نہ مانے، سو غور کرکے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ میں متواضع نہیں ہوں کیوں کہ اگر کوئی چھوٹا شخص (باعتبار عمر وغیرہ) مجھ کو واقعی عیب پر بھی ملامت کرے تو سخت ناگوار ہوتا ہے بلکہ بعض مرتبہ ہمجولیوں اور بڑوں کا فرمانا بھی ناگوار و گراں ہوتا ہے۔

جواب: گراں ہونا مضایقہ نہیں لیکن اس گرانی کے بعد اپنے نفس کو سمجھانا اور اس ناگواری کو دفع کرنا چاہیے یہ بھی ایک درجہ تواضع کا ہے۔

سوال: کبھی کبھی یہ دل میں آتا ہے کہ بحمد اللہ احقر ایسے مرشد بابرکت کی خدمت سے فیض حاصل کررہا ہے کہ بہت لوگوں کو اس سے محرومی ہوئی۔ پھر اس میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ کہیں یہ کبر میں شمار نہ ہو کہ میں تو ایسے پیر و مرشد سے تعلیم لیتا ہوں اور جن کو یہ بات حاصل نہیں ان سے میں اچھا ہوں۔

لٰہذا حضور والا سے اُمید ہے کہ واضح فرماویں گے کہ اس خلجان کے رفع ہونے کی کیا صورت ہے اور یہ کبر میں داخل ہے یا نہیں؟ کیوں کہ شرارتِ نفس پر مطلع ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے۔

جواب: نعمت پر فخر کرنا کبر ہے، اور اس کو عطائے حق سمجھنا اور اپنی نااہلی کو مستحضر رکھنا شکر ہے۔

۴۴۵؎ تربیت السالک، حصہ اوّل، صفحہ: ۳۲۳، ۳۲۴

سوال: لوگوں سے طبیعت میں بڑی وحشت ہوتی ہے، یہ تکبر تو نہیں؟

جواب: نہیں، مگر یہ ضرور ہے کہ جن سے وحشت ہوتی ہے ان کو حقیر نہ سمجھے۔ جیسے مریض کو غذا سے نفرت ووحشت ہوتی ہے مگر اس کو حقیر نہیں سمجھتے۔[۴۴۶]

کبر کیا ہے؟

کسی بھی کمال میں اپنے آپ کو دوسرے سے اس طرح بڑا سمجھنا کہ اس کو حقیر وذلیل سمجھے۔

کبر کا علاج

یہ سمجھنا اگر غیر اختیاری ہے تو اس پر ملامت نہیں بشرطیکہ اس کے مقتضا پر عمل نہ ہو۔ یعنی زبان سے اپنی تفضیل دوسرے کی تنقیص نہ کرے۔ دوسرے کے ساتھ برتاؤ تحقیر کا نہ کرے، اور اگر قصداً ایسا سمجھتا ہے یا سمجھتا تو بلا قصد ہے لیکن اس کے مقتضائے مذکور پر بقصد عمل کرتا ہے تو مرتکب کبر کا اور مستحقِ ملامت و عقوبت ہے، اور اگر زبان سے اس کی مدح وثناء کرے اور برتاؤ میں اس کی تعظیم کرے تو اعون فی العلاج ہے۔[۴۴۷]

وسوسۂ کبر کا علاج

سوال: اپنا حال بغرضِ اصلاح عرض ہے۔ وہ یہ ہے کہ جن لوگوں کی وضع خلافِ شریعت ہوتی ہے یا جو خلافِ شرع اُمور میں مصروف ہوتے ہیں ان کی ان باتوں سے دل میں نفرت ہوتی ہے اور بلاضرورت ان سے ابتدا اسلام وکلام کرنے کو محض حق تعالیٰ کی رضامندی کے خیال سے دل نہیں چاہتا۔ بایں ہمہ اپنے کو ان سے اچھا نہیں سمجھتا اور جو باتیں اپنے اندر موافق شریعت کے پاتا ہے ان کو محض حق تعالیٰ کا فضل واحسان جانتا ہے

[۴۴۶] تربیت السالک، حصہ اوّل، صفحہ:۳۳۶

[۴۴۷] تربیت السالک، حصہ اوّل، صفحہ:۳۳۷

اور ان کے زوال کا اندیشہ ہے کیوں کہ عطا بلا استحقاق ہے۔ اور جو باتیں خلافِ شریعت اپنے اندر جانتا ہے ان کو بھی بُرا اور قابلِ ترک سمجھتا ہے لیکن اپنے سے اتنی نفرت اپنے دل میں نہیں پاتا جس قدر اور لوگوں سے ان کی خلافِ شرع باتوں پر ہوتی ہے۔ اس وجہ سے اندیشۂ کبر ہوتا ہے۔

جواب: نفرت میں تفاوت ہونا کبر نہیں۔ نفرتِ اعتقادی تو دونوں جگہ یکساں ہے اور عبد اسی کا مامور ہے اور یہ تفاوت نفرتِ طبعی میں ہے۔ جیسے انسان کو اپنے پاخانہ سے نفرت کم ہوتی ہے اور دوسرے کے پاخانہ سے زیادہ ہوتی ہے اور راز اس تفاوت کا تفاوت فی المحبت ہے۔ اور ظاہر ہے کہ انسانوں کو اپنے نفس سے زیادہ محبت ہوتی ہے بہ نسبت غیر کے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ماں کو اپنے بچے کے پاخانہ سے اتنی نفرت نہیں ہوتی جیسا غیر محبوب کے پاخانہ سے، سو اس کا کبر سے کوئی تعلق نہیں۔[۴۴۸]

عجب و کبر کا علاج

المرتب: محمد اختر عفا اللہ عنہ

عجب: اپنی نظر میں اپنے آپ کو اچھا سمجھنا ہے۔

کبر: اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اور دوسروں کو حقیر بھی سمجھنا اور حق بات کا قبول نہ کرنا۔ اگر کوئی شخص اپنے کو بڑا نہیں سمجھتا اور دوسروں کو حقیر نہیں سمجھتا اور حق بات قبول کرتا ہے تو یہ دولت اور سلطنت اور شاندار لباس کے باوجود تکبر میں مبتلا نہیں۔

کمالاتِ اشرفیہ میں حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ بندہ جس وقت اپنے آپ کو اچھا سمجھتا ہے اس وقت اللہ تعالیٰ کی نظر میں بُرا اور حقیر ہوتا ہے، اور جب اپنی نظر میں حقیر اور بُرا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نظر میں بھلا اور اچھا ہوتا ہے۔ عجب اور کبر کی بیماری بے وقوف اور بے عقل لوگوں کو ہوتی ہے۔

۴۴۸؎ تربیت السالک، حصہ اوّل، صفحہ: ۳۶۴

ایک لڑکی کو رخصتی کے وقت اس کی سہیلیوں نے خوب زیور اور اچھے کپڑوں سے سجا کر کہا کہ بہن! تم کو مبارک ہو کہ بہت اچھی معلوم ہو رہی ہو۔ وہ رونے لگی کہ نہ معلوم شوہر کی نظر میں میرا یہ حسن قبول ہو گا یا نہیں؟

میرے حسن کا فیصلہ شوہر کے ہاتھ میں ہے، تمہارے ہاتھ میں نہیں۔ گزارہ تو شوہر کے ساتھ ہے، اسی کی نظر کا فیصلہ اصل فیصلہ ہے۔ اس لڑکی سے بھی اُس کی عقل خراب ہے جو اپنے مالک کے فیصلے سے قبل دنیا میں خود کو اچھا سمجھ رہا ہے اور چند انسانوں کی تعریف سے بے وقوف ہو گیا جبکہ قیامت کے دن کا فیصلہ باقی ہے جو اصل فیصلہ ہو گا۔ اس سے قبل اپنے کو اچھا اور بڑا سمجھنا انتہائی بے عقلی اور بے وقوفی ہے۔ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا عمدہ شعر کہا ہے ؎

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

جو شخص لوگوں کی تعریف سے اپنے کو بڑا سمجھتا ہے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اپنے گھوڑے کی لاتوں کی شرارتوں سے تنگ آکر دلال کو فروخت کرنے کے لیے دیا۔ دلال نے بازار میں اس گھوڑے کی خوب جھوٹی تعریفیں لوگوں کو سنانی شروع کیں۔ اس بے وقوف نے کہا کہ جب اس میں یہ خوبیاں ہیں تو ہم نہیں فروخت کرتے حالاں کہ تمام عمر اس گھوڑے کی خباثت اور شرارت کا تجربہ بھول گیا۔ اسی طرح جو مدتوں اپنے نفس کی شرارتوں اور معاصی سے واقف ہے، کسی کی تعریف سے اس کا اپنے نالائق نفس کو لائق سمجھنا نہایت درجہ کا گدھا پن اور حماقت ہے۔

عجب اور کبر کی بیماری سے انسان حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ اپنی ہر صفت کو یعنی علم اور دولت اور حسن و جمال یا صحت کو حق تعالیٰ شانہٗ کا عطیہ سمجھنا چاہیے اور اس کو اپنی ذاتی صفت سمجھ کر اس پر نظر کرنا ایسا ہے جیسے کوئی عاشق اپنے محبوب کے سامنے ایک آئینہ نکال کر اپنی ہی آنکھ ناک دیکھ رہا ہو تو ایسے عاشق کو اس کا محبوب دھکے دے کر نکال باہر کر دے گا۔

عجب اور کبر کا مرض دنیا اور آخرت دونوں کو تباہ کردیتا ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ جو اپنے کو مٹائے اور تواضع اختیار کرے تو حق تعالیٰ اس کو عزت اور بلندی عطا فرماتے ہیں۔ پس یہ اپنی نظر میں حقیر ہوتا ہے مگر مخلوق کی نظر میں باعزت اور کبیر ہوتا ہے۔ اور جو اپنے کو بڑا سمجھتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ ذلیل فرماتے ہیں۔ پس وہ لوگوں کی نظروں میں حقیر ہوتا ہے اور اپنی نظر میں بڑا ہوتا ہے حتیٰ کہ مخلوق کی نظر میں وہ سور اور کتّے سے بدتر ہوتا ہے۔[۴۴۹]

علاجِ کبر از مرقاۃ

فَاِذَا رَاٰی مَنْ ھُوَ اَکْبَرُ مِنْہُ سِنًّا قَالَ ھُوَ خَیْرٌ مِّنِّیْ لِاَنَّہٗ اَکْثَرُ مِنِّیْ طَاعَۃً وَّاَسْبَقُ مِنِّیْ اِیْمَانًا وَّ مَعْرِفَۃً وَاِنْ رَاٰی اَصْغَرَ مِنْہُ قَالَ اِنَّہٗ خَیْرٌ مِّنِّیْ لِاَنَّہٗ اَقَلُّ مِنِّیْ مَعْصِیَۃً[۴۵۰]

جب اپنے سے بڑی عمر والے کو دیکھے تو یہ کہے کہ وہ ہم سے بہتر ہیں کیوں کہ ان کی طاعات ہم سے زیادہ ہیں اور ایمان و معرفت میں ہم سے بڑھے ہوئے ہیں، اور اگر اپنے سے عمر میں چھوٹے کو دیکھے تو یہ کہے کہ وہ مجھ سے بہتر ہیں کیوں کہ ان کی معصیت مجھ سے کم ہے۔

اہل اللہ اور مشائخ کی صحبت کے برکات اور فوائد

مجھے سہل ہوگئیں منزلیں کہ ہوا کے رُخ بھی بدل گئے
ترا ہاتھ ہاتھ میں آگیا تو چراغ راہ کے جل گئے

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ[۴۵۱]

۴۴۹؎ کنزالعمال:۱۱۳/۳(۵۰۳۷)،مؤسسۃ الرسالۃ

۴۵۰؎ مرقاۃ المفاتیح:۱۶۲/۵(۲۲۸۸)،باب اسماء اللہ تعالیٰ،دارالکتب العلمیۃ،بیروت

۴۵۱؎ التوبۃ:۱۱۹

اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور تقویٰ کی راہ آسان ہونے کا نسخہ کاملین کی صحبت اختیار کرنا ہے۔

کاملین کی صحبت کتنی ہو؟

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ روح المعانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ کاملین کی صحبت میں اس اہتمام سے رہو کہ اخلاق و اعمالِ حسنہ تمہارے اندر جذب ہو جائیں۔ خَالِطُوْهُمْ لِتَكُوْنُوْا مِثْلَهُمْ فَكُلُّ قَرِيْنٍ بِالْمُقَارِنِ يَقْتَدِىْ[۴۵۲] باب مخالطہ اختیار کیا تاکہ معلوم ہو کہ طالب اور شیخ دونوں ہی کی طرف سے افادہ اور استفادہ کے لیے مصاحبت کا اہتمام ہو اور طالب مرشد کے کمالات کو جذب کر سکے ۔

یہاں تک جذب کرلوں کاش تیرے حسنِ کامل کو
تجھی کو سب پکار اُٹھیں گزر جاؤں جدھر ہو کر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْمَرْءُ عَلٰى دِيْنِ خَلِيْلِهٖ فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُّخَالِلُ[۴۵۳]

ہر آدمی اپنے گہرے دوست کے دین پر ہو جاتا ہے، اس لیے غور کرلے ہر ایک کہ ہم کس سے دوستی کرتے ہیں۔

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ہر آدمی اپنے دوست کے دین پر کیوں ہو جاتا ہے؟ اس کی تفہیم اور توضیح کے لیے حق تعالیٰ کا ارشاد كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ نقل فرما کر الامام الغزالی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرمایا ہے: مُجَالَسَةُ الْحَرِيْصِ وَمُخَالَطَتُهٗ تُحَرِّكُ الْحِرْصَ، وَمُجَالَسَةُ الزَّاهِدِ وَمُخَالَطَتُهٗ تَزَهِّدُ فِى الدُّنْيَا لِاَنَّ الطِّبَاعَ مَجْبُوْلَةٌ عَلَى التَّشَبُّهِ وَالْاِقْتِدَاءِ بَلِ الطَّبْعُ يَسْرِقُ مِنَ الطَّبْعِ مِنْ حَيْثُ لَا يَدْرِىْ هٰذَا[۴۵۴]

۴۵۲؎ روح المعانی: ۱۱/۵۶، التوبة (۱۱۹)، دار احیاء التراث، بیروت

۴۵۳؎ جامع الترمذی: ۲/۶۳، باب بعد ذکر باب ما جاء فی اخذ المال، ایچ ایم سعید

۴۵۴؎ مرقاة المفاتیح: ۹/۲۲۴، باب الحب فی اللہ ومن اللہ، دار الکتب العلمیة، بیروت

مخالطت حریص کی حرص کو اُبھارتی ہے اور زاہد کی مجالست دنیا کی بے رغبتی پیدا کرتی ہے کیوں کہ انسان کی طبیعت نقل اور اقتدا کے فطری تقاضے پر پیدا کی گئی ہے بلکہ طبیعت دوسری طبیعت کے عادات اور خصائل کو غیر شعوری اور غیر ارادی طور پر چوری کر لیتی ہے۔

اہل اللہ کی صحبت فرضِ عین ہے

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تزکیہ فعلِ متعدی ہے فعلِ لازم نہیں جو خود اپنے فاعل سے تمام ہو۔ پس تزکیہ کوئی بھی اپنے نفس کا خود نہیں کر سکتا جب تک کہ کوئی تزکیہ کرنے والا نہ ہو۔ فعل متعدی فاعل اور مفعول بہٖ دونوں کا محتاج ہوتا ہے۔ ایک مقام پر فرمایا اہل اللہ کی صحبت فرضِ عین ہے۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ امداد الفتاویٰ، جلد ۵، صفحہ ۱۳۹، باب السلوک میں حسبِ ذیل ہے:

سوال: میری عمر چوبیس سال ہے۔ میں ایک حامل شریعت واقفِ طریقت بزرگ سے بیعت ہوں اور اصلاحِ نفس کے لیے ان کی خدمت میں جایا کرتا ہوں۔ میرے والد صاحب منع کرتے ہیں۔ کیا اس صورت میں ان کی خدمت میں جانے سے باپ کی یہ نافرمانی گناہ ہے اور باپ حق پر ہے یا خطا پر؟

جواب: منجیاتِ قلبیہ کی تحصیل اور مہلکاتِ قلبیہ کا ازالہ واجب ہے اور تجربہ سے اس کا طریق حضرات کاملین مکملین کی صحبت اور ان کی تعلیم پر عمل کرنا ثابت ہوا ہے، اس لیے بحکم مقدمۃ الواجب واجب یہ بھی ضروری ہے اور ترک واجب میں والدین کی اطاعت واجب نہیں۔

قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ [۴۵۵]

البتہ اگر اس مرشد میں خدا نخواستہ کوئی شرعی فساد ہے تو اس کی صحبت سے بچنا واجب ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۶/ محرم ۱۳۲۶ھ

۴۵۵؎ کنز العمال: ۳/۱۱۵-۱۱۶ (۶۲۲۵)، مؤسسۃ الرسالۃ

اہل اللہ کی نظر کے برکات

اللہ والوں کی نظر میں برکت اور کرامت اور تاثیر کے متعلق حضرت ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! جعفر کی اولاد کو نظر لگ جاتی ہے۔

أَفَاسْتَرْقِيْ لَهُمْ قَالَ: نَعَمْ؛ فَإِنَّهٗ لَوْ كَانَ شَيْءٌ سَابِقَ الْقَدَرِ لَسَبَقَتْهُ الْعَيْنُ[۴۵۶]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نظر برحق ہے، تو جب بُری نظر لگ سکتی ہے تو اللہ والوں کی اچھی نظر کیسے نہ لگے گی! اکبرؔ الٰہ آبادی نے خوب فرمایا ہے ؎

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نگاہوں سے بھر دی رگ و پے میں بجلی
نظر کردہ برق تپاں ہو رہا ہے

حضرت ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

قُلْتُ: وَضِدُّ هٰذَا الْعَيْنِ نَظَرُ الْعَارِفِيْنَ فَإِنَّهٗ مِنْ حَيْثُ التَّاثِيْرِ الْإِكْسِيْرِ يَجْعَلُ الْكَافِرَ مُؤْمِنًا وَالْفَاسِقَ صَالِحًا وَّالْجَاهِلَ عَالِمًا وَالْكَلْبَ إِنْسَانًا وَّهٰذَا لِأَنَّهُمْ مَنْظُوْرُوْنَ بِنَظَرِ الْجَمَالِ وَالْأَغْيَارَ تَحْتَ اَسْتَارِ نَظَرِ الْجَلَالِ[۴۵۷]

جب بُری نظر لگ سکتی ہے تو عارفین اللہ والوں کی نظر کیسی تاثیر والی ہوگی جو کافر کو

۴۵۶؎ جامع الترمذی: ۲۶/۲، باب ما جاء فی الرقیۃ من العین، ایچ ایم سعید

۴۵۷؎ مرقاۃ المفاتیح: ۳۷۸/۸ (۴۵۶۰)، کتاب الطب والرقی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

مؤمن، فاسق کو ولی، جاہل کو عالم، کتّے کو انسان بناتی ہے کیوں کہ یہ حضرات حق تعالیٰ کی نظرِ جمال کے منظورِ نظر ہیں اور اغیار نظرِ جلال کے پردوں کے نیچے محجوب ہیں۔

حیاتِ ایمانی

اہل اللہ چوں کہ کثرتِ ذکر اللہ کا دوام رکھتے ہیں اور ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حدیث مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ...الخ کی شرح میں کہ وَفِی الْحَدِیْثِ إِیْمَاءٌ إِلٰی أَنَّ مُدَاوَمَۃَ ذِکْرِ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ تُوْرِثُ الْحَیَاۃَ الْحَقِیْقِیَّ الَّتِیْ لَا فَنَاءَ لَھَا[۴۵۸]

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

اہل اللہ کی صحبتیں جنت کے باغ ہیں

حدیث پاک میں ہے جب تم جنت کے باغوں سے گزرو تو کچھ کھاپی لیا کرو:

إِذَا مَرَرْتُمْ بِرِیَاضِ الْجَنَّۃِ فَارْتَعُوْا[۴۵۹]

جب تم جنت کے باغوں میں سے گزرو تو خوشہ چینی کرلیا کرو۔

حضرت ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

أَیْ إِذَا مَرَرْتُمْ بِجَمَاعَۃٍ یَّذْکُرُوْنَ اللہَ تَعَالٰی فَاذْکُرُوا اللہَ أَنْتُمْ أَیْضًا مُوَافَقَۃً لَّھُمْ فَإِنَّھُمْ فِیْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ[۴۶۰]

یعنی جب گزرو تم ایسی جماعت کے ساتھ جو اللہ کا ذکر کرتے ہوں تو تم بھی ان کے ساتھ ذکر میں مشغول ہوجاؤ تاکہ ان کی موافقت کا شرف حاصل ہو کیوں کہ وہ جنت کے باغوں میں ہیں۔

۴۵۸؎ مرقاۃ المفاتیح:۱۳۸/۵(۲۲۶۳)،باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ،دار الکتب العلمیۃ،بیروت

۴۵۹؎ جامع الترمذی:۱۹۱/۲،باب ماجاء فی جامع الدعوات عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،ایچ ایم سعید

۴۶۰؎ مرقاۃ المفاتیح:۱۵۵/۵(۲۳۰۱)،باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ،دار الکتب العلمیۃ،بیروت

صحبتِ اہل اللہ کے منکرین علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

وَمِنْ هُنَا نَهٰى أَهْلُ اللهِ تَعَالٰى الْمُرِيْدِيْنَ عَنْ مُوَالَاةِ الْمُنْكِرِيْنَ لِأَنَّ ظُلْمَةَ الْاِنْكَارِ الْعِيَاذُ بِاللهِ تَحَاكِيْ ظُلْمَةَ الْكُفْرِ وَ رُبَّمَا تَرَاكَمَتْ فَسَدَّتْ طَرِيْقَ الْاِيْمَانِ، وَمَنْ يَّفْعَلْ ذَالِكَ فَلَيْسَ مِنْ وِّلَايَةِ اللهِ تَعَالٰى فِيْ شَيْءٍ مُعْتَدٍ بِهٖ اِذْ لَيْسَ فِيْهِ نُوْرِيَّةٌ صَافِيَةٌ يُنَاسِبُ بِهَا الْحَضْرَةُ الْاِلٰهِيَّةُ ''لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ''[۴۶۱] کی تفسیر کے بعد من باب الاشارات فی الآیات کے ذیل میں علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ جو لوگ منکرین ہیں اللہ والوں کے فیوض اور برکات کے، ان کی صحبت میں بیٹھنے سے بھی مشائخ اپنے مریدین کو منع کرتے ہیں کیوں کہ یہ ظلمتِ انکار نہایت شدید ہے کہ بسا اوقات یہ ظلمت تہہ بہ تہہ جمتی ہوئی ورطۂ حیرت میں غرق کر دیتی ہے اور ایمان کا راستہ مسدود ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کو حق تعالیٰ کی بارگاہِ قرب سے کوئی حصہ معتدبہٖ نہیں حاصل ہوتا کیوں کہ یہ منکرین اس نورِ صاف سے محروم ہوتے ہیں جس کی قدرِ مشترک سے بارگاہِ حق سے ارواح کو مناسبت حاصل ہوتی ہے۔

صراطِ مستقیم اور اہل اللہ کی رفاقت

حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کے بعد صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ سے ضالین تک کی آیات صراطِ مستقیم کی تفسیر اور بیان ہے، اور انعام والوں کی نشان دہی دوسری آیات میں فرمائی گئی کہ وہ منعم علیہم انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں۔ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا[۴۶۲] یہ آخری جملہ بھی بتاتا ہے کہ ان حضرات سے حسن

---

[۴۶۱] روح المعانی: ۱۴۲/۳، اٰل عمرٰن (۲۸)، دار إحیاء التراث، بیروت

[۴۶۲] النسآء: ۶۹

رفاقت حاصل کرو۔ اگرچہ جملہ خبریہ ہے لیکن ہر جملہ خبریہ میں جملہ انشائیہ بھی پوشیدہ ہوتا ہے۔ بابا فرید عطار رحمۃ اللہ علیہ نے جو فرمایا تھا کہ ؎

بے رفیقے ہر کہ شد در راہِ عشق
عمر بگذشت و نہ شد آگاہِ عشق

بدونِ رفیق اور راہ بر جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں قدم رکھا تمام عمر گزر گئی مگر عشقِ حق کی حقیقت سے آگاہی نہ ہوئی۔

اس شعر میں لفظ رفیق اسی آیت سے لیا ہے۔ اللہ والوں کے الفاظ الہامی ہوتے ہیں۔

حسنِ رفاقت مطلوب ہے

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا سے ان حضرات کا بہترین رفیق ہونا بیان ہوا لیکن ساتھ ہی یہ بھی اشارہ ہوگیا کہ ان کا نفع کامل ان ہی کو حاصل ہوگا جو ان سے دوستی اور رفاقت میں اخلاص اور جمال رکھتے ہیں یعنی حسنِ رفاقت کا تعلق رکھتے ہیں جس کو اتباع سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ[۴٦۳] حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو لوگ ہماری طرف متوجہ ہیں ہمارے درباری ہیں ان کی اتباع کرو۔ معلوم ہوا کہ تعلق صرف محبت کا کافی نہیں اتباع کا مطلوب ہے۔

حضرت مرشدنا و مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ اتباع کی عجیب برکت ہے کہ اصل تو متبوع اور حسن رفاقت کے اہل انبیاء علیہم السلام ہیں مگر ان کی اتباع کی برکت سے ان ہی کی ذاتِ مقدسہ پر صدیقین اور شہداء و صالحین کو بھی عطف کردیا گیا ہے۔ اتباع کی شان اور اس کے برکات دیکھو کہ معصومین پر غیر معصومین کو عطف کیا گیا اور پھر پورے مجموعہ کے لیے وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا کا حکم لگایا گیا ہے

---

۴٦۳ لقمٰن:۱۵

کہ یہ تمام حضرات بڑے اچھے رفیق ہیں۔ سبحان اللہ! معطوف کا قواعدِ نحو سے ایک ہی حکم ہوتا ہے۔ پس منعم علیہم کا صدق ہر ایک پر الگ الگ ہو سکتا ہے۔ عشق اور محبت اور اتباع کا یہ انعام ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

اب مرا نام بھی آئے گا ترے نام کے ساتھ

منعم علیہم صراطِ مستقیم کے بدل الکُل ہیں

تفسیر بیان القرآن میں حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے عربی حاشیہ میں روح المعانی کے حوالہ سے تحریر فرمایا ہے کہ صراطِ مستقیم ترکیبِ نحوی کے اعتبار سے مبدل منہ ہے اور صراط الذین انعمت علیھم بدل الکل ہے اور بدل کی ترکیب میں مقصود بدل ہی ہوتا ہے۔ پس انعام والوں کا راستہ ہی اصل مقصود ہوا جس پر چلنے کے لیے ان کے ساتھ حسنِ رفاقت کی ضرورت ہے، کیوں کہ حدیث مبارک میں ہے کہ اَلرَّجُلُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ[۲۶۴] تو ان حضرات سے خُلّت اور دوستی اور محبت کا مطلوب ہونا بھی ثابت ہوا۔

ہمارے حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ ایک بزرگ سے کسی عالم نے دریافت کیا کہ صحبتِ اہل اللہ کیوں ضروری ہے؟ کیا کتابیں کافی نہیں؟ تو فرمایا کہ آپ صحابی کیوں نہیں ہیں؟ کہا صحابی کے لیے نبی کی صحبت ضروری ہے۔ پھر فرمایا کہ آپ تابعی بن جایئے۔ کہا کہ تابعی کے لیے صحابی کی صحبت کی ضرورت ہے۔ فرمایا اچھا تبع تابعی بن جایئے۔ کہا اس کے لیے تو تابعی کی صحبت ضروری ہے۔ پھر ان عالم صاحب نے کہا کہ حضرت! ہم سمجھ گئے ؎

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی
مرا باجانِ جاں ہمراز کردی

صحبت کے برکات کی حسّی مثالیں

۱) حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم سے احقر نے عرض کیا کہ دیسی

---

[۲۶۴] جامع الترمذی: ۶۳/۲، باب بعد ذکر باب ماجاء فی اخذ المال، ایچ ایم سعید

آم کی قلم جب لنگڑے آم سے لگاتے ہیں تو وہ دیسی آم بھی اس کی صحبت کے فیض سے لنگڑا آم بن جاتا ہے۔ اسی طرح دیسی دل اللہ والے دل کی صحبت سے اللہ والا بن جاتا ہے۔ مسکرا کر فرمایا کہ لنگڑا دل اور بگڑا دل جب اللہ والے دل سے پیوند رکھا جاتا ہے تو اس کے برکاتِ صحبت سے وہ تنگڑا دل بن جاتا ہے یعنی نہ یہ کہ وہ صرف صالح بن جاتا ہے بلکہ مصلح بھی بن جاتا ہے۔

۲) دوسری مثال تِل کی ہے۔ تل جب گلاب کی صحبت سے فیض پا کر گلِ روغن بن جاتا ہے تو تل کے تیل کا نام بدل جاتا ہے اور دام بھی بدل جاتا ہے۔ اب اس کو روغنِ گل کہتے ہیں۔ حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

روغنِ گل روغنِ کنجد نماند

آفتابے دیدا و جامد نماند

ترجمہ:۔تِل کا تیل اب روغنِ گل ہو گیا۔ برف نے آفتاب دیکھا وہ پانی ہو گیا اب جامد نہ رہا، اس کو اب برف نہ کہو۔

صحبت کے باوجود نفع نہ ہونے کی وجہ

ہمارے حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ صحبت کے ساتھ مجاہدہ بھی ضروری ہے۔ دیکھو تل کو اگر مجاہدہ نہ کرایا جائے اور رگڑ رگڑ کر اس کی بھوسی نہ چھڑائی جاوے تو گلاب کے پھول کی خوشبو اس کے اندر جذب نہ ہوگی۔ پس سالک کو التزامِ ذکر اور گناہوں سے بچنے کا اہتمام اور اطلاع و اتباع کا تمام مجاہدہ برداشت کرنا ہوگا۔ مجاہدہ سے جذبِ فیض کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے۔ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ جتنا قوی مجاہدہ ہوگا اتنا ہی جذبِ فیض قوی ہوگا۔ اَلْمُشَاهَدَةُ بِقَدْرِ الْمُجَاهَدَةِ اور ہوائی جہاز کی مثال دی کہ دیکھو کتنا قوی مجاہدہ ہے؟ جان اور مال دونوں کا مجاہدہ ہے، مگر پھر کتنی جلدی منزل پر پہنچا دیتا ہے۔ اگر مجاہدہ نہ ہو تو پائلٹ کا لڑکا بھی محروم رہے گا اور ہوائی جہاز پر نہ جا سکے گا۔

۳) تیسری مثال یہ دی کہ جس زمین پر محنت کی جاتی ہے مالی اور باغبان تربیت کرتا ہے، وہاں کیسے کیسے پھول پیدا ہوتے ہیں، اور جس زمین پر محنت نہ کی جاوے کوئی اس کا مربّی اور مالی نہ ہو تو وہاں گندگی اور کانٹے اور غیر مفید گھاس پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح دل کی زمین کا حال ہے، جس نے اپنے دل کی زمین کو کسی اللہ والے کے سپرد کر دیا اس کی تربیت کے فیض سے محبتِ الٰہیہ اور خشیتِ الٰہیہ اور تقویٰ کے کیسے کیسے پھول اور خوشنما پودے پیدا ہوتے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی کو فرماتے ہیں۔

میں رہتا ہوں دن رات جنت میں گویا
مرے باغِ دل میں وہ گلکاریاں ہیں

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

فرمایا کہ دو عالم ہمارے پاس ہوں، ایک تربیت اور صحبت یافتہ ہو دوسرا صحبت یافتہ نہ ہو، پانچ منٹ میں ہم خود بتادیں گے کہ یہ صحبت یافتہ ہے اور یہ صحبت یافتہ نہیں۔ بدون تربیت یافتہ مولوی کے ہر لفظ میں، آنکھوں کے تیور میں، کندھوں کے نشیب و فراز میں، رفتار میں، گفتار میں کبرِ نفس کے آثار ہوں گے، اور جس نے نفس کو صحبتِ اہل اللہ کے ذریعے مٹایا ہے اس کی ہر بات، ہر ادا میں عبدیت، فنائیت اور تواضع کے آثار ہوں گے۔

حضرت مولانا پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

حضرت والا احقر سے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ عَالِم بدون اصلاح و تربیت کے نفس کا کُتّا ہوتا ہے، لیکن یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ عابد جب سلوک طے کرتا ہے تو اللہ اللہ کا ذکر کرنے سے صاحبِ نور ہو جاتا ہے اور عالِم جب سلوک طے کرتا ہے تو اللہ اللہ کا ذکر کرتے کرتے نورٌ علیٰ نور ہو جاتا ہے۔ علم کا نور اور ذکر کا نور دونوں جمع ہو جاتے ہیں۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

حضرت مولانا عبد اللہ صاحب شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب ہم دورۂ حدیث سے فارغ ہوئے تو حضرت کشمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہم سب طلبہ کو جمع کرکے نصیحت کی اور فرمایا کہ دیکھو خواہ کتنی بار ختم بخاری شریف کرلو مگر جب تک اللہ والوں کی جوتیاں نہ سیدھی کروگے اور ان کی صحبت نہ اختیار کروگے حقیقت اور روحِ علم سے محروم رہوگے، اور جوش میں فرمایا: اللہ والوں کی جوتیوں کی خاک کے ذرّات سلاطینِ دنیا کے تاجوں کے موتی سے افضل ہیں۔

علامہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

امام ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب ''رسالہ قشیریہ'' میں ضرورت صحبتِ اہل اللہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ مرید پر واجب ہے کہ شیخ سے ادبِ تعلیم و تربیت حاصل کرلے۔ اگر اس کا کوئی شیخ نہیں تو کبھی فلاح نہ پائے گا۔ اس کا راہ بر شیطان ہوگا۔ یعنی اس کے کہنے پر چلے گا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو درخت خودرو ہوتا ہے وہ پتّے تو لاتا ہے مگر پھل نہیں لاتا۔ یہی حال اس کا ہوتا ہے جس کا کوئی شیخ نہیں ہوتا۔ پس رفتہ رفتہ وہ اپنی خواہشِ نفسانی کا غلام بن جائے گا اور اس کو اس غلامی سے کبھی خلاصی نہیں ہوسکتی۔

حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

یہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور حضرت مرزا جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔ اپنی کتاب ''مالا بد منہ'' میں فرماتے ہیں ''نورِ باطن صلی اللہ علیہ وسلم را از سینۂ درویشاں باید جُست''پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ باطن بزرگوں کے سینوں سے حاصل کرنا چاہیے۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

فرمایا: سو برس کی اخلاص والی عبادت سے اہل اللہ کی ایک ساعت کی صحبت کیوں افضل ہے؟ اس لیے کہ اخلاص ملتا ہی ہے ان حضرات کی صحبت کی برکت سے۔ تو سو برس کی عبادت اخلاص والی کہاں سے ملے گی؟ ان ہی حضرات کی صحبت کی برکت سے تو ملے گی۔

حضرت خواجہ معصوم باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

یہ سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قربِ خاص جس کا نام نسبت ہے یہ چیز اس عالمِ اسباب میں حضرات صوفیا ہی کے طریق پر چلنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ چناں چہ ان بزرگوں نے حق تعالیٰ کی محبت میں نہ اپنے کو دیکھا اور نہ غیر کو بلکہ سب سے یک لخت خالی ہو گئے (اور جس سے محبت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرتے ہیں اور جس سے بغض رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے رکھتے ہیں) اور جب تک نسبت مع اللہ قلب میں خوب راسخ نہ ہو جائے مرشد سے دوری اور جدائی اختیار نہ کرے ورنہ نسبت مع اللہ میں کمزوری پیدا ہو جاوے گی اور اس کمزوری کے سبب معصیت اور گناہ کا ارتکاب ہو گا جس سے دل تاریک اور اندھیرا ہو جاوے گا۔

علامہ سیّد سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

حضرت فرماتے تھے کہ حق تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کے لیے اہل اللہ کی محبت اور صحبت سے بڑھ کر کوئی تدبیر مؤثر نہیں۔

ان سے ملنے کی ہے یہی اِک راہ
ملنے والوں سے راہ پیدا کر

اور اپنے دعویٰ کی دلیل میں علامہ موصوف نے یہ حدیث پیش فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ أَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ

وَحُبَّ عَمَلٍ یُّبَلِّغُنِیْ حُبَّکَ[۲۶۵]

اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں آپ کی محبت کا اور آپ کے عاشقین کی محبت کا اور اس عمل کا جو آپ کی محبت سے قریب کرنے والا ہو۔

علامہ موصوف نے فرمایا کہ اللہ والوں کی محبت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعمال سے مقدم فرما کر یہ تعلیم بھی ہم کو فرمادی کہ اعمال کی توفیق اور ہمت اہل اللہ ہی کی صحبت سے نصیب ہوتی ہے۔

حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق
گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

حق تعالیٰ کی عنایات کے بغیر اگر کوئی فرشتہ بھی ہوجاوے اس کا نامۂ اعمال سیاہ ہے۔

بے عنایاتِ حق پر خاصانِ حق کی عنایات کا عطف، عطف تفسیری اور عطف بیانی ہے۔ مولانا نے عنایاتِ حق جو عالمِ غیب سے متعلق غیر محسوس اور غیر مبصر نظری ہے اس پر خاصانِ حق کو عطف فرما کر اس نظری کو بدیہی اور مبصر بنادیا۔ کیا علوم ہیں! عالمِ غیب کو مولانا نے عالمِ شہادت بنادیا۔ یعنی جس بندے پر دیکھو کہ اہل اللہ کی عنایاتِ خاصّہ ہیں تو سمجھ لو کہ اس پر عنایاتِ حق مبذول ہیں۔ اور اگر روئے زمین کے تمام اہل اللہ کسی مرد کو مردود کردیں تو سمجھ لو کہ یہ شخص خطرے میں ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

شیخ فرماتے ہیں کہ ہمارے والد ماجد نے ہم کو تحریر فرمایا کہ مُلّائے خشک و ناہموار نہ باشی۔ اے بیٹے! خشک مُلّا اور بدون تربیت نہ رہنا۔ شیخ نے اس نصیحت کے بعد باضابطہ تعلق مرشد سے قائم کرکے اپنی تربیت و اصلاح کا اہتمام فرمایا۔

---

۲۶۵ جامع الترمذی: ۲/۱۸۶، باب من ابواب جامع الدعوات، ایچ ایم سعید

حضرت مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

محدثِ عظیم شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ مرید اپنے شیخ کو کبھی حقارت کی نظر سے نہ دیکھے اگرچہ اپنی عبادت کی مقدار زیادہ پائے، اور جو اعتراض کرے گا اپنے شیخ پر کبھی فلاح نہ پائے گا۔ فِيْهِ تَعْلِيْمٌ لِّلْمُرِيْدِ بِأَنْ لَّا يَنْظُرَ إِلَى الشَّيْخِ بِعَيْنِ الْاِحْتِقَارِ وَإِنْ رَأٰى عِبَادَتَهٗ قَلِيْلَةً فَلْيُظْهِرْ عُذْرَهٗ وَلْيَلُمْ نَفْسَهٗ إِنْ جَرٰى فِيْهَا اِنْكَارٌ عَلٰى شَيْخِهٖ لِأَنَّ مَنِ اعْتَرَضَ عَلٰى شَيْخِهٖ لَمْ يُفْلِحْ اَبَدًا

شیخ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ نے یہ تشریح حدیث ''كَأَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا'' إِلٰى ''فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ''[۲٦٦] کے ذیل میں ارقام فرمائی ہے۔ عبارتِ مذکورہ سے اہل اللہ کی صحبت کے حقوق کا اہتمام ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے۔

ارشادِ رومی رحمۃ اللہ علیہ

خُم کہ از دریا درو راہے شود
پیشِ او جیحونہا زانو زند

جس مٹکے کو سمندر سے تعلق خفیہ حاصل ہو اس کے سامنے بڑے بڑے دریا شاگرد ہو جاتے ہیں کیوں کہ اس مٹکے کا پانی خشک نہ ہو گا اور دریا خشک ہو سکتے ہیں۔

ارشادِ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

اسی حقیقت کو حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں کہ وہ عالم جو اہل اللہ کی صحبت میں تکمیلِ سلوک کر کے صاحبِ نسبت ہو جاتا ہے اور عالم ظاہر غیر صاحبِ نسبت کے علوم میں فرق کی ایسی مثال ہے جیسے ایک حوض کا پانی ہے جو خشک ہو جاتا ہے اور ایک اس چشمہ کا پانی جس کے اندر نیچے تک گہرا کھودا گیا اور سوتا نکل آیا تو اس کا پانی کبھی ختم

۲٦٦؎ مرقاۃ المفاتیح: ۱/۲۲۰ (۱۴۵)، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، المکتبۃ الامدادیۃ

نہ ہو گا۔ پس یہ دوسری مثال عالم صاحبِ نسبت کے علم کی مثال ہے اور اوّل مثال عالم ظاہر کے علم کی ہے۔

قطرۂ علمے کہ دادی تو ز پیش
متصل گرداں بدریا ہائے خویش
یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ اهْدِنَا
لَا افْتِخَارَ بِالْعُلُوْمِ وَالْغِنٰی

اے خدا! آپ نے جو علم کا قطرہ جلال الدین رومی کی جان میں عطا فرمایا ہے اس قطرۂ علم کو اپنے غیر محدود دریائے علم سے متصل فرما دیجیے۔ اے فریاد سننے والے فریاد کرنے والوں کی فریاد کے! مجھ کو ہدایت دیجیے اور ہدایت پر قائم بھی رکھیے۔ ہم کو اپنے علم پر کوئی بھی فخر نہیں اور نہ ہم علم کے سبب آپ کی عنایات سے مستغنی ہو سکتے ہیں۔

یعنی اگر آپ کا کرم شاملِ حال نہ ہو تو علم ہوتے ہوئے بے عملی میں اہلِ علم مبتلا ہو جاتا ہے۔

تربیت اور صحبتِ اہل اللہ کی تفہیم کے لیے دو عجیب مثالیں

آملہ کے دو دانے درخت سے گرے۔ ایک حلوائی نے ایک دانے سے گزارش کی کیا آپ کو مربّہ بنا دوں؟ آملہ نے سوال کیا کہ مربّہ کیسے بناتے ہو؟ حلوائی نے کہا کہ ہم آپ کے جسم کو سوئی سے چھو چھو کر آپ کے اندر سے کسیلا پانی نکال دیں گے۔ پھر پانی میں جوش دیں گے، یہاں تک کہ آپ کا ذرّہ ذرّہ پک کر نرم ہو جاوے گا۔ پھر شیرہ میں ڈال دیں گے اور آپ کو مرتبان میں سجا کر رکھا جاوے گا اور حکماء آپ کو چاندی کے ورق میں لپیٹ کر مریضوں کو کھلائیں گے۔ مفتی اعظم اور وزیر اعظم بھی کھائیں گے۔ جن کا دل کمزور ہو گا دل کی طاقت کے لیے آپ کو تجویز کیا جائے گا۔ آپ مقویٔ قلب ہوں گے۔ یہ سن کر ایک آملہ نے اپنی تربیت سپرد کر دی۔ دوسرے نے ازراہِ تکبر انکار کیا اور کہا یہ مجاہدہ ہم سے برداشت نہ ہو گا۔ تربیت یافتہ آملہ مربۂ آملہ

بن کر ایک روپے کا ایک بکے گا اور انسانوں کے دلوں کو طاقت کے لیے عزت سے استعمال ہو گا۔ دوسرا بے تربیت یافتہ سورج کی شعاعوں سے خشک اور سیاہ رو ہو کر جھاڑو سے اکٹھا ہو کر بوروں میں ٹھونس کر بنیوں کے یہاں پھینک دیا جائے گا۔ صورت اور سیرت دونوں مسخ ہوں گی۔ بہت قیمت لگے گی تو گھٹیا دام سے ترپھلا کے نام سے بکے گا اور کسی کو قبض ہو گا یا قبض سے انجراتِ رویہ اعضائے رئیسہ کی طرف صعود کریں گے تو اس کندۂ ناتراش بے تربیت آملہ کا سفوف کھلا دیا جائے گا اور آنتوں سے پاخانہ دھکیلنے کی خدمت سپرد ہو گی۔ لوگوں کا قبض دفع کرنے کی خدمت مثل جمعدار سپرد کر دی جائے گی۔ یہ ہے استغنا عن اہل الحق اور تکبر کا انجام۔

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد
ہر کہ خود را دید او محروم شد

اسی طرح دوسری مثال بھی عجیب ہے۔ چمن میں صبح صبح نسیم سحری باغوں کی کلیوں کو تھپیڑوں کا مجاہدہ کرا کے ان کی سیل (مہر) توڑ دیتی ہے اور وہ شگفتہ ہو کر اپنی اندرونی خوشبو کی امانت کو اندرونِ چمن اور بیرونِ چمن پھیلا کر خرامانِ چمن کو مست و سرشار کرتی ہیں۔ علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حقیقت کو اپنے اس شعر میں خوب بیان فرمایا ہے۔

بوئے گُل سے یہ نسیمِ سحری کہتی ہے
حجرۂ غنچہ میں کیا کرتی ہے آسیر کو چل

احقر کا بھی اس مضمون پر شعر ہے۔

غنچہ سہتا ہے چمن میں سختیٔ بادِ سحر
اس کے دامن میں عطا ہوتی ہے پھولوں کی مہک

اس حقیقت پر احقر کے چند اشعار فارسی میں جو معارفِ مثنوی میں طبع ہوئے ہیں۔

بوئے خوش از غنچہ کے آمد بروں
تا نہ شد پیشِ نسیمے سرنگوں

کلی سے اچھی خوشبو کب ظاہر ہوئی جب تک بادِ نسیم کے سامنے زانوئے استفادہ نہ رکھا۔

جانِ تو چو غنچہ اے طالب بداں
اندرونش دردِ حق دارد نہاں

اے طالب! تیری جان مثل کلی اپنے اندر دردِ حق کی خوشبو پوشیدہ رکھتی ہے۔

چوں بگیری صحبت اہلِ نظر
غنچہ بکشاید نسیم آں سحر

تو جب اہلِ نظر کی صحبت اختیار کرے گا تو یہ صحبت تیری روح کی کلی کو شگفتہ کردے گی، اس کی صحبت مثل نسیمِ سحری ہے۔

گر نگیری از تغافل راہ بر
کے شوی از غنچہ تو گلہائے تر

اور اگر غفلت سے کسی راہ بر کو نہ پکڑا تو تیری کلی کیسے گلِ تر ہوگی۔

غنچہ را ایں کرّوفر در انجمن
ہست از فیضِ نسیمے در چمن

اے مخاطب! اگر انجمن میں تو کسی کلی کو خلعتِ گل میں آراستہ اس کا کرّوفر مشاہدہ کرتا ہے تو یقین کرلے کہ چمن میں نسیمِ سحری کا فیض اس کو پہنچا ہے۔

حضرت شاہ فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ تہجد کی نماز کے بعد جب خاص قربِ حق کی خوشبو اپنی جان میں محسوس کرتے تھے تو یہ شعر خاص وجہ سے گنگناتے تھے۔

بادِ نسیم آج بہت مشکبار ہے
شاید ہوا کے رُخ پہ کھلی زُلفِ یار ہے

حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس خوشبوئے قربِ خاص کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

بوئے آں دلبر چوں پرّاں می شود
ایں زباں ہا جملہ حیراں می شود

اس محبوبِ حقیقی کی خوشبو اُڑ کر میری روح میں محسوس ہوتی ہے تو اس کی لذت کیف آفریں کے بیان کے لیے مجھے تمام زبانیں قاصر نظر آتی ہیں۔ اور حقیقت ہے کہ لطف غیر محدود کو زبانِ محدود کیسے تعبیر کر سکتی ہے؟

حضرت اصغر گونڈوی استادِ جگر نے بھی اس مقام کو خوب تعبیر کیا ہے ؎

ترے جلووں کے آگے ہمتِ شرح و بیاں رکھ دی
زبانِ بے نگہ رکھ دی نگاہِ بے زباں رکھ دی

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے قبل نفس کی شرارت سے یہ حال تھا ؎

ہے شوق و ضبطِ شوق میں دن رات کشمکش
میں دل کو دل ہے مجھ کو پریشاں کیے ہوئے

پھر فیضانِ صحبت کے بعد کیا حال ہوا؟ خود حضرت خواجہ صاحب نے اپنا یہ حال اس طرح فرمایا ہے ؎

نقشِ بتاں مٹایا دکھایا جمالِ حق
آنکھوں کو آنکھیں دل کو مرے دل بنادیا
آہ کو سوزِ دل سے کیا نرم آپ نے
ناآشنائے درد کو بسمل بنادیا
مجذوبؔ در سے جاتا ہے دامن بھرے ہوئے
صد شکر حق نے آپ کا سائل بنادیا

ایک سبق آموز واقعہ

ایک پیٹرول کی ٹنکی والا ٹرک کا ڈرائیور پیٹرول پمپ سے چند گیلن پیٹرول خرید رہا تھا۔ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا دیکھو بیس ہزار گیلن پیٹرول اس کی پیٹھ پر ہے، مگر اس کے انجن میں پیٹرول نہ ہونے کے سبب یہ

ٹرک چل نہیں سکتا اور چند گیلن پیٹرول کا استفادہ کر رہا ہے۔ اسی طرح علوم کی کثرت کا حال ہے، جب تک دل میں خشیت اور محبت کا پیٹرول نہ ہو اپنے علوم پر عمل کی توفیق نہیں ہوتی۔ اسی محبت اور خشیت کا پیٹرول لینے کے لیے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں گئے تھے۔

صحبتِ اہل اللہ سے متعلق حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے چند ارشادات

از: ملفوظات کمالاتِ اشرفیہ

فرمایا کہ محبتِ حق پیدا کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ محبت والوں کے پاس بیٹھنا شروع کر دے۔

آہن کہ بپارس آشنا شد
فی الحال بصورت طلا شد

فرمایا کہ اصل چیز اصلاح کے لیے صحبت ہے اور ہمیشہ اہل اللہ نے صحبت ہی کا التزام رکھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو جو کچھ ملا صحبت ہی سے ملا۔

فرمایا کہ بزرگوں کی صحبت سے اگر اصلاح کامل نہ بھی ہو تو کم از کم اپنے عیوب پر نظر ہونے لگتی ہے، یہ بھی کافی ہے اور مفتاحِ طریق ہے۔

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور محب بننا چاہتے ہو تو اعمال میں ہمت کر کے شریعت کے پابند رہو، ظاہراً بھی باطناً بھی، اور اللہ اللہ کرو اور کبھی کبھی اللہ والوں کی صحبت میں جایا کرو اور ان کی غیر موجودگی میں جو کتابیں وہ بتائیں ان کو پڑھا کرو۔

فرمایا کہ اہل اللہ کے واقعات اس پر شاہد ہیں کہ ان حضرات نے اپنے کو جتنا مٹایا خدا تعالیٰ نے ان کو اتنا ہی چمکایا۔ تواضع میں جذب و کشش کی خاصیت ہے۔ متواضع کی طرف قلوب کو خود انجذاب ہوتا ہے۔ بشرطیکہ صحیح تواضع ہو، تصنع اور بناوٹ نہ ہو۔ اہل اللہ کے اندر کشف و کرامت سے زیادہ جو چیز دلکش و دلرُبا ہوتی ہے وہ

ان کے تواضع کے واقعات ہیں۔ بے شک تواضع سے وہ رفعت حاصل ہوتی ہے جو تصنع سے کبھی بھی نہیں ہوتی۔ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَهُ اللّٰہُ[۲۶۷]

فرمایا کہ اصلاح کا کوئی منتہیٰ نہیں ہے، اس لیے جب ایسا خیال ہو کہ اب میری اصلاح ہو چکی ہے اور اس پر اطمینان بھی ہو تو یہ غلط ہے۔

فرمایا کہ اللہ والوں کی صحبت سے نفع ہونے کے چار وجوہ ہیں:

۱) ان کی صحبت میں برکت ہے، جو ان کو راضی رکھتا ہے اور جس کی طرف ان کے قلوب متوجہ رہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس پر فضل فرما ہی دیتا ہے۔

۲) ان کی مجلس میں ایسے ملفوظات ہوتے ہیں جن سے نفس کے رذائل کا علم ہوتا ہے۔

۳) آنے والوں کے لیے یہ حضرات ان کی اصلاح کی دعائیں کرتے ہیں۔

۴) انسان کی طبیعت میں نقلِ اخلاق و اعمال کا خاصّہ ہے جس کے سبب بزرگوں کے پاس رہنے سے عشقِ حق اور خوفِ خدا ان کے دل سے طالب کے دل میں خود بخود منتقل ہونے لگتا ہے اور ان کے اعمالِ صالحہ کی نقل کی توفیق بھی ہونے لگتی ہے۔

فرمایا کہ شیخ کے پاس رہ کر مشغول رہنے میں اور دور رہ کر مشغول رہنے میں ایسا فرق ہے جیسے مریض ایک تو طبیب کے پاس رہ کر علاج کراوے اور دوسرے محض خط و کتابت کے ذریعے علاج کراوے۔ ظاہر ہے کہ نفع میں زمین و آسمان کا فرق ہوگا۔

ایک شخص نے دریافت کیا کہ مولویوں کو کیا ہوا کہ جو حضرت جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کرتے ہیں، یہ تو خود لکھے پڑھے ہیں۔ وہاں کیا چیز ہے جس کے لیے جاتے ہیں، وہ کون سی بات ہے جو کتابوں میں نہیں ہے؟ فرمایا کہ اس کو ایک مثال سے سمجھو۔ ایک شخص کے پاس تمام مٹھائیوں کی فہرست ہے، مگر اس نے چکھی نہیں۔ ایک وہ شخص ہے کہ نام ایک مٹھائی کا بھی نہیں جانتا، مگر ہاتھ میں سب لیے

---

[۲۶۷] کنز العمال: ۳/۵۰ (۵۴۳۷)، مؤسسة الرسالة

ہوئے کھا رہا ہے۔ اب بتاؤ کون محتاج ہے کس کا؟

فرمایا گناہوں کی عادت چھوڑنے کے تین گُر ہیں:۱) خود ہمت کرے۔ ۲) حق تعالیٰ سے ہمت طلب کرے۔ ۳) خاصانِ حق سے ہمت کی دعا کرائے۔

احقر اختر عرض کرتا ہے تیسرے جزء کے متعلق روح المعانی میں ایک عبارت ملی ہے جو اہلِ علم کے لیے قابلِ توجہ ہے۔ صَلِّ عَلَیۡہِمۡ کی تفسیر یوں کی ہے: أَیۡ بِإِمۡدَادِ الۡهِمَّةِ وَ فَیۡضَانِ أَنۡوَارِ الصُّحۡبَةِ حق تعالیٰ شانہٗ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اصحاب کے لیے ہمت کی دعا کا حکم دیا ہے۔ پس خاصانِ خدا کی دعا کا مقام واضح ہو گیا۔[۲۶۸]

اہل اللہ کی صحبت میں برکت اور ان کی مجلس میں نزولِ رحمت پر تو تجربہ و مشاہدہ تواتر سے ثابت ہے۔ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ میں رقم طراز ہیں: وَفِیۡهِ اسۡتِحۡبَابُ الدُّعَاءِ عِنۡدَ حُضُوۡرِ الصَّالِحِیۡنَ فَإِنَّ عِنۡدَ ذِکۡرِهِمۡ تَنۡزِلُ الرَّحۡمَةُ فَضۡلًا عَنۡ وُجُوۡدِهِمۡ وَحُضُوۡرِهِمۡ[۲۶۹] جب اللہ والوں کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے تو خود ان کی صحبت اور مجلس میں کس قدر رحمت برستی ہو گی!

صحبت کے اثرات اکبر الٰہ آبادی کے کلام سے؎

یکے ذی العلم در اسکول روزے
فتاد از جانب پبل بد ستم
بد و گفتم کہ کفری یا بلائی
کہ پیشِ اعتقادات تو پستم
بگفتا مسلم مقبول بودم
ولے یک عرصہ با ملحد نشستم

---

[۲۶۸] روح المعانی:۱۱/۲۵،التوبة(۱۱۱)،دار إحیاء التراث،بیروت

[۲۶۹] مرقاة المفاتیح:۵/۳۳۰(۲۴۱۹)،باب الدعوات فی الاوقات،دار الکتب العلمیة،بیروت

جمالِ نیچری در من اثر کرد
وگرنہ من ہما شیخم کہ ہستم

فیضِ مرشد کا ثبوت (قرآنِ پاک کی روشنی میں)

مشائخ کی تربیت کو مریدین کی تکمیل میں کس قدر دخلِ عظیم ہے اس کے متعلق مسائل السلوک تفسیر بیان القرآن میں ملاحظہ ہو:

وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مُوۡسٰی بِاٰیٰتِنَاۤ اَنۡ اَخۡرِجۡ قَوۡمَکَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ[۴۷۰]

اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف لاؤ۔

مسائل السلوک: اِسْنَادُ الْاِخْرَاجِ إِلَى النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مَعَ كَوْنِ الْمُخْرِجِ الْحَقِيْقِيِّ هُوَ اللّٰهُ أَقْوٰى دَلِيْلٍ عَلٰى أَنَّ لِلشَّيْخِ مَدْخَلًا عَظِيْمًا فِيْ تَكْمِيْلِ الْمُرِيْدِ[۴۷۱] ظلمات سے نور کی طرف نکالنے والا مخرجِ حقیقی تو صرف اللہ تعالیٰ شانہٗ ہیں لیکن اپنے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کی طرف اس اخراج کی نسبت کرنا نہایت قوی دلیل ہے اس بات کی کہ مرید کی تکمیل میں شیخ اور مرشد کو عظیم دخل ہے۔

ذکر اور فکر کے برکات و ثمرات

(قرآنِ پاک اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں)

حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے:

اَلَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوۡدًا وَّ عَلٰی جُنُوۡبِہِمۡ وَ یَتَفَکَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ[۴۷۲]

---

۴۷۰ ابرٰھیم:۵

۴۷۱ بیان القرآن:۶/۳،ابرٰھیم(۵)،ایچ ایم سعید

۴۷۲ اٰل عمرٰن:۱۹۱

اہلِ عقل وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں کھڑے بھی بیٹھے بھی اور لیٹے بھی اور آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں۔ آیت سے قبل لاولی الالباب ہے اور اہلِ عقل ہونے کی علامت اہلِ ذکر سے فرمائی گئی ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ قوتِ فکریہ کی صحت نورِ ذکر پر موقوف ہے لِاَنَّ الْعَقْلَ لَا یَفِیْ بِالْهِدَایَةِ مَا لَمْ یَتَنَوَّرْ بِنُوْرِ ذِکْرِ اللّٰہِ کیوں کہ عقل ہدایت کے لیے کافی نہیں جب تک اللہ کے ذکر کے نور سے منور نہ ہو۔[۴۷۳]

اللہ تعالیٰ نے آیتِ مذکورہ میں ذکر کو فکر پر مقدم فرما کر مفکرین کو تنبیہ فرمادی کہ تمہاری فکر کا جمود ہمارے ذکر کی گرمی سے دور ہوگا۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ایں قدر گفتیم باقی فکر کن
فکر اگر جامد بود رو ذکر کن
ذکر آرد فکر را در اہتزاز
ذکر را خورشید ایں افسردہ ساز

پس میں نے اس قدر بیان کردیا باقی فکر کرو اور اگر فکر میں جمود ہو تو ذکر کرو۔ ذکر قوتِ فکریہ کو حرکت میں لاتا ہے اور فکرِ افسردہ کو آفتابِ ذکر سے گرم کردو۔

تنبیہ: جو مفکرینِ اسلام ذکر اللہ سے غافل ہیں ان کی فکر پر اعتماد کرنا صحیح نہ ہوگا۔ جیسا کہ آیتِ مذکورہ سے تفسیر روح المعانی میں واضح کیا گیا ہے۔

علمِ عظیم

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ مسائل السلوک (بیان القرآن) میں ارقام فرماتے ہیں کہ یَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ سے معلوم ہوا کہ فکر کا تعلق خلق سے ہے نہ کہ خالق سے، جس کی

۴۷۳؎ روح المعانی: ۱۵۸/۴، اٰل عمرٰن (۱۹۱)، دار إحیاء التراث، بیروت

وجہ حدیث میں بیان فرمائی گئی ہے کہ تَفَکَّرُوْا فِیْ خَلْقِ اللهِ وَلَا تَتَفَکَّرُوْا فِی اللهِ فَإِنَّکُمْ لَمْ تَقْدِرُوْا قَدْرَہٗ یعنی مخلوق میں فکر کرو اور اللہ کی ذات میں فکر نہ کرو کیوں کہ تم لوگ اپنی عقل محدود کی گرفت میں اللہ تعالیٰ کی غیر محدود ذات کو نہیں لاسکتے ہو۔[۴۷۴]

دنیا میں مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ قلیل محدود بھی کثیر محدود کو اپنے اندر لانے پر قادر نہیں۔ جیسا کہ ایک گلاس صراحی کو، صراحی مٹکے کو، مٹکا حوض کو، حوض نہر کو، نہر دریا کو، دریا سمندر کو اپنے اندر نہیں سمو سکتا، پھر غیر محدود کو محدود کیسے اپنے اندر لے سکتا ہے؟

عقل جس کو گھیر لے لا انتہا کیوں کر ہوا
جو سمجھ میں آگیا پھر وہ خدا کیوں کر ہوا

(اکبر الہ آبادی)

آیتِ مذکورہ کے ذیل میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت نقل فرمائی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

ایک ساعت کی فکر ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ ایک شخص نے لیٹے ہوئے ستاروں کو اور آسمان کو دیکھ کر کہا کہ اللہ کی قسم! میں یقیناً جانتا ہوں کہ تمہارا کوئی رب اور خالق ہے۔ اے اللہ! مجھ کو بخش دیجیے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس پر نظرِ رحمت فرمائی اور اس کی مغفرت فرمادی۔ اس روایت کا متن یہ ہے:

بَیْنَمَا رَجُلٌ مُسْتَلْقٍ یَنْظُرُ اِلَی النُّجُوْمِ وَاِلَی السَّمَاءِ فَقَالَ: وَاللهِ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ أَنَّ لَكِ رَبًّا وَّخَالِقًا اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ فَنَظَرَ اللهُ تَعَالٰی لَهٗ فَغَفَرَلَهٗ[۴۷۵]

ہمارے مرشد حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ذکر ذاکر کو مذکور تک پہنچا دیتا ہے۔ سبحان اللہ! کیسی پیاری بات فرمائی۔ احقر عرض کرتا

۴۷۴؎ روح المعانی: ۱۵۹/۴، اٰل عمرٰن (۱۹۱)، دار إحیاء التراث، بیروت
۴۷۵؎ روح المعانی: ۱۵۹/۴، اٰل عمرٰن (۱۹۱)، دار احیاء التراث، بیروت

ہے کہ ہر مخلوق کے اسم اور مسمّٰی میں فاصلے ممکن ہیں۔ مثلاً ایک باپ اپنے بیٹے کا محبت سے نام لیتا ہے، لیکن اس کا بیٹا باپ سے ہزاروں میل دور ہو سکتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کی یہ عجیب شان ہے کہ جہاں بھی ان کا نام لیا جاتا ہے وہاں ان کا مسمّٰی بھی موجود ہوتا ہے۔ وہ ایسے محبوبِ حقیقی ہیں کہ جن کے اسم اور مسمّٰی میں فاصلے نہیں ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر جگہ موجود ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اللہ اللہ ذکر پاک نام دوست
اسمِ اعظم از برائے قربِ اوست

یعنی اسمِ ذات کا ذکر اللہ تعالیٰ کے قرب کے لیے اسمِ اعظم ہے ؎

اللہ اللہ گو بِرَ و تا سقف عرش

اللہ اللہ کہتے جاؤ اور صاحبِ عرش سے رابطہ قائم کرتے جاؤ۔

کثرتِ ذکر پر وعدۂ فلاح

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ[۴۷۶]

اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

صاحب جلالین نے تُفْلِحُوْنَ کی تفسیر تَفُوْزُوْنَ سے کی ہے یعنی ذکر کی برکت سے دونوں جہان میں کامیاب ہو جاؤ گے۔

علامہ ابوزکریا محی الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں فلاح کے متعلق ارشاد فرمایا ہے: لَيْسَ فِيْ كَلَامِ الْعَرَبِ كَلِمَةٌ مُّفْرَدَةٌ كَالنَّصِيْحَةِ وَالْفَلَاحِ نصیحت اور فلاح جیسا جامع لفظ کلامِ عرب میں موجود نہیں۔ اور فلاح کا مضمون بیان فرماتے ہیں کہ اَلْمُرَادُ بِالْفَلَاحِ جَمِيْعُ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ [۴۷۷] لفظ فلاح سے دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیاں مراد ہیں۔

---

۴۷۶ الجمعۃ:۱۰

۴۷۷ شرح النووی علی مسلم:۲/۳۷، باب بیان ان الدین النصیحۃ، المطبعۃ المصریۃ بالازھر

ذکر اللہ کے انوار شہوتِ نفسانیہ کی آگ کو ٹھنڈا کر دیتے ہیں

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اُذْکُرُوا اللّٰہَ شاہِ ما دستور داد

اندر آتش دید و مارا نور داد

اللہ تعالیٰ نے اُذْکُرُوا اللّٰہَ کا دستور عطا فرما کر تقاضائے شہوت کی پریشانیوں کا علاج بیان فرما دیا۔ یعنی شہوت کی آگ گناہوں سے نہیں بجھے گی بلکہ آگ میں آگ ڈالنے کے مترادف ہو گا۔ جیسا کہ دوزخ کا پیٹ دوزخیوں سے نہیں بھرے گا۔ پس ذکر اللہ کے نور سے ہی شہوت کی آگ بجھ سکتی ہے۔

ہزاروں بار گناہ کرنے سے بھی سکون نہیں مل سکتا

کیا گناہ کرنے سے گناہ کے تقاضوں کو سکون مل سکتا ہے اور گناہ کی پیاس بجھ سکتی ہے؟

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص دنیا بھر کے حسینوں پر بد نگاہی کرلے، مگر صرف ایک حسین باقی رہ جائے اور اس بد نظر سے معلوم کیا جاوے کہ پیٹ بھر گیا یا اس باقی کو بھی پیش کردوں تو یہی کہے گا کہ وہ بھی دکھادو۔ تو معلوم ہوا کہ گناہوں سے سکون حاصل کرنا ایسا ہے جیسے کہ آگ میں آگ ڈال کر بجھانے کی اُمید کرنا، اور گناہ کرکے گناہ کے تقاضوں میں سکون کی اُمید کرنا ایسا ہے جیسے پاخانہ کو پیشاب سے دھو کر طہارت کی اُمید کرنا۔ چناں چہ شہوت پرست اور صورت پسند لوگوں کی زندگی غور سے دیکھیے تو بہت ہی پریشان کن، بے چین، بے سکون، بے نیند و بے آرام نظر آئے گی۔ برعکس اہلِ ذکر، اہل اللہ کی صحبتوں میں بیٹھنے والوں کو کیسی پُرسکون زندگی اور آرام کی نیند نصیب ہے ؎

آتی نہیں تھی نیند مجھے اضطراب سے

تیرے کرم نے گود میں لے کر سلا دیا

اللہ تعالیٰ کے ذکر کی برکت سے بندہ حق تعالیٰ کی رحمت کی گود میں ہوتا ہے۔ غَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ کا عاشقانہ ترجمہ بزبانِ محبت احقر یہی کرتا ہے۔ ذکر کی مجلس والوں کو حق تعالیٰ کی رحمت اپنی آغوشِ محبت میں پیار کرتی ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ گناہوں کے تقاضوں کی کشمکش کے ساتھ بندہ زیادہ مقرب ہوتا ہے۔ اگرچہ دل بے چین اور مشوش ہو لیکن گناہ کرکے عارضی طور پر جو سکون سا ہوجاتا ہے اس وقت بدون تقاضائے گناہ بھی وہ خدا سے دور ہے کیوں کہ یہ عارضی سکون نافرمانی کی راہ سے حاصل ہوا اور وہ دائمی تشویش و بے چینی ترکِ گناہ اور تقویٰ کی راہ سے حاصل تھی اور گناہ کرنے کے تھوڑی دیر بعد ہی یہ عارضی سکون بھی چھن جاتا ہے اور ایسے شدید تقاضے شروع ہوں گے کہ نانی یاد آجائے گی کیوں کہ نفس کو گناہ کی پلید غذا مل گئی اور وہ موٹا ہوگیا اور روحانیت کمزور ہوگئی۔ اب نفس کی حکومت میں گناہ کے جھٹکے خوب ہوں گے، تقاضے شدید ہوں گے۔

مرشدی حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ نگاہِ چشمی تو بعض لوگ نیچی کرلیتے ہیں مگر نگاہِ قلبی سے اس کا تصور کرکے لطف لیتے ہیں جس کی ظلمت سے (خیانتِ صدر کی ظلمت سے) دل کا ستیاناس ہوجاتا ہے۔ اور فرمایا کہ بدنگاہی کی ظلمت کا اثر توبہ سے بھی پوری طرح نہیں جاتا جب تک کہ دوبارہ کہیں تقاضا ہو اور وہاں نگاہ نیچی کرکے دل پر ترکِ گناہ کا صدمہ نہ برداشت کرے۔ اس وقت تک دل پوری طرح منور اور صاف نہیں ہوتا۔

اہلِ ذوق و اہلِ سلوک اس تحقیق کی خوب قدر کریں گے۔ بصارت کا لطفِ حرام بصیرت کے لطفِ حلال سے محروم کردیتا ہے، اور جو بصارت کو بچاتا ہے اس کو بصیرت عطا فرمائی جاتی ہے۔ جیسا کہ حدیثِ قدسی ہے کہ نظر ایک زہریلا تیر ہے جو ابلیس کے تیروں سے ہے۔ جو میرے خوف سے اس کو ترک کردے اپنے قلب میں حلاوتِ ایمان محسوس کرے گا۔[۴۷۸]

۴۷۸؎ کنز العمال: ۳۲۸/۵ (۱۳۰۶۸)، فرع فی مقدمات الزنا و الخلوۃ بالاجنبیۃ، مؤسسۃ الرسالۃ/ المستدرک للحاکم: ۳۴۹/۴ (۷۸۷۵)

فائدہ: مذکورہ روایت کو حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت علی اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے بیان فرمایا ہے۔

بد نگاہی آنکھوں کا زنا ہے

فَالْعَيْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظَرُ[۴۷۹]

فَزِنَا الْعَيْنِ النَّظَرُ وَ زِنَا اللِّسَانِ الْمَنْطِقُ[۴۸۰]

آنکھ کا زنا نظر ہے۔ زبان سے گفتگو نامحرموں اور حسینوں سے یہ زبان کا زنا ہے۔

نفس کا مزاج گناہ کے باب میں مثل دوزخ کے ہے

اللہ تعالیٰ جب تمام دوزخیوں کو دوزخ میں ڈال دیں گے اور پوچھیں گے هَلِ امْتَلَئْتِ؟ کیا تیرا پیٹ بھر گیا؟ دوزخ کہے گی هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ کیا کچھ اور بھی ہے؟ تو بروایت بخاری شریف عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يُلْقٰى فِي النَّارِ وَ تَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ حَتّٰى يَضَعَ قَدَمَهٗ فَتَقُوْلُ قَطْ قَطْ[۴۸۱] حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تمام دوزخی دوزخ میں ڈال دیے جائیں گے اور دوزخ کہے گی کیا کچھ اور بھی ہے؟ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم رکھ دیں گے۔ تب دوزخ کہے گی بس بس (میرا پیٹ بھر گیا)۔

جہنم ہیڈ آفس ہے، نفس امارہ اس کا برانچ ہے، جس بینک کی برانچ (شاخ) میں پیسہ جمع کیا جاتا ہے وہ ہیڈ آفس میں پہنچ جاتا ہے۔ پس گناہ دوزخ تک پہنچاتا ہے اگر توبہ نہ کی۔ جو مزاج ہیڈ آفس کا ہوتا ہے وہی برانچ کا ہوتا ہے لہٰذا نفس کا پیٹ گناہوں سے نہیں بھر سکتا جس طرح دوزخ کا پیٹ دوزخیوں سے نہیں بھرے گا، ہر گناہ کے بعد آگ اور بھڑک اُٹھے

۴۷۹؎ صحیح مسلم: ۲/۳۳۶، باب قدر علی ابن اٰدم حظه من الزنا، ایچ ایم سعید

۴۸۰؎ صحیح البخاری: ۲/۹۲۲-۹۲۳ (۶۲۷۵)، باب زنا الجوارح دون الفرج، المکتبة المظهرية

۴۸۱؎ صحیح البخاری: ۲/۷۱۹ (۴۸۶۱)، باب قوله تعالیٰ ''وتقول هل من مزيد''، المکتبة المظهرية

گی اور گناہوں سے چین کے بجائے بے چینی میں اضافہ ہوگا۔ لہٰذا نفس کے سکون اور اطمینان کا واحد راستہ یہی ہے کہ نفس امّارہ کو نفس مطمئنّہ بنایا جائے جس کا واحد طریقہ یہی ہے کہ کثرت ذکر اللہ سے تعلق مع اللہ حاصل کیا جائے۔ کَمَا هُوَ الْمَنْصُوْصُ:
اَلَا بِذِكْرِ اللهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ[۴۸۲] حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے لوگو! خوب غور سے سن لو کہ صرف اللہ ہی کے ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اسی حقیقت کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں ؎

اذکروا اللہ شاہِ ما دستور داد
اندر آتش دید و مارا نور داد

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اُذْكُرُوا اللهَ کا قانون نازل فرمایا۔ تقاضائے شہوت کی آگ میں جب ہم کو دیکھا تو نارِ تقاضائے شہوت کو بجھانے کے لیے بذریعۂ ذکر اپنا نور عطا فرمایا۔

نارِ شہوت چہ کشد نورِ خدا
نورِ ابراہیم را ساز اوستا

شہوت کی آگ گناہوں سے نہیں بجھتی بلکہ نورِ خدا سے بجھتی ہے۔ دیکھو! ابراہیم علیہ السلام کے نور نے جو حق کی طرف سے ان کو عطا کیا گیا تھا نارِ نمرود کو بجھا دیا۔

پس اللہ تعالیٰ کی محبت اور معرفت اور توفیقِ اطاعت حاصل کرو جو موقوف ہے عارفین اور اہل اللہ کی صحبتوں اور ان کی جوتیاں اُٹھانے پر۔ اس کی برکت سے رفتہ رفتہ نفس مٹتا چلا جائے گا اور شہواتِ نفسانیہ کی آگ بجھ جائے گی اور ان شاء اللہ تعالیٰ چند دن میں بزبانِ حال کہہ اُٹھوگے ؎

میں دن رات رہتا ہوں جنت میں گویا
مرے باغِ دل میں وہ گلکاریاں ہیں

احقر کے چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

۴۸۲؎ الرعد:۲۸

ہر تلخی حیات و غمِ روزگار کو
تیری مٹھاسِ ذکر نے شیریں بنادیا

گرچہ میں دور ہو گیا لذتِ کائنات سے
حاصلِ کائنات کو دل میں لیے ہوں میں

جہانِ رنگ و بو میں ہر طرف بس آب و گل پایا
مگر عاشق کے آب و گل میں ہم نے دردِ دل پایا

اللہ تعالیٰ کا نور ہماری زبان سے دل میں اور دل سے روح میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس ترتیب کو احقر نے ایک شعر میں پیش کیا ہے۔

نورِ حق از ذکرِ حق در جاں رسد
از زباں در دل زدل تا جاں رسد
(اخترؔ)

اللہ کا نور بذریعۂ ذکر اللہ زبان سے دل میں اور دل سے پھر روح میں داخل ہو جاتا ہے۔

شرح: **يَضَعَ قَدَمَهٗ**: جہنم کا پیٹ بھرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کا اس میں اپنا قدم مبارک رکھنے کی شرح یہ ہے کہ علامہ شیخ قسطلانی القاہری شافعی اپنی شرح میں ارقام فرماتے ہیں: **حَتّٰى يَضَعَ قَدَمَهٗ أَيْ رَبُّ الْعِزَّةِ فِيْهَا أَيْ يُذَلِّلُهَا تَذْلِيْلَ مَنْ وُضِعَ تَحْتَ الرِّجْلِ** وضع قدم سے مراد جہنم کو ذلیل کرنا، دبا دینا، اس کی طغیانی کو خاموش کر دینا ہے۔[۴۸۳]

حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری فتح الباری، جلد ۸، صفحہ شاملہ ۵۹۲ پر ارقام فرماتے ہیں: **اَلْمُرَادُ إِذْلَالُ جَهَنَّمَ فَإِنَّهَا إِذَا بَالَغَتْ فِي الطُّغْيَانِ وَطَلَبِ الْمَزِيْدِ أَذَلَّهَا اللهُ فَوَضَعَهَا تَحْتَ الْقَدَمِ، وَلَيْسَ الْمُرَادُ حَقِيْقَةَ الْقَدَمِ، وَالْعَرَبُ تَسْتَعْمِلُ أَلْفَاظَ الْأَعْضَاءِ فِيْ ضَرْبِ الْأَمْثَالِ وَلَا**

۴۸۳ ارشاد الساری: ۷/۳۵۴، باب قوله وتقول هل من مزيد، المكتبة الكبرى الاميرية، مصر

تُرِيْدُ أَعْيَانَهَا كَقَوْلِهِمْ: رَغِمَ أَنْفُهٗ وَسُقِطَ فِيْ يَدِهٖ[۴۸۴] قدم رکھنے سے مراد جہنم کو ذلیل کرنا ہے۔ جب اس نے مبالغہ کیا طغیانی میں اور طلبِ مزید میں اللہ تعالیٰ نے اس کو تحت القدم ذلیل کردیا یعنی دبادیا، اور حقیقی قدم مراد نہیں ہے، جیسا کہ اہلِ عرب محاورات میں اعضا کا نام بولتے ہیں اور مراد اعضا نہیں ہوتے۔ جیسے اس کی ناک خاک آلود ہو یا وہ اس کے ہاتھ میں گر گیا۔ اور **قط قط** کے معنیٰ **حسبی حسبی** ہے یعنی بس بس۔ **فَتَقُوْلُ قَطْ قَطْ: وَالْمَعْنٰى حَسْبِيْ حَسْبِيْ قَدِ اكْتَفَيْتُ**[۴۸۵] یعنی بس بس میرا پیٹ بھر گیا۔

ذکر سے کیا مراد ہے؟

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ[۴۸۶]

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے **فَاذْكُرُوْنِيْ** کی تفسیر **بِالْاِطَاعَةِ** سے فرمائی اور **اَذْكُرْكُمْ** کی تفسیر **بِالْعِنَايَةِ** سے فرمائی یعنی تم ہم کو یاد کرو اطاعت سے ہم تمہیں یاد رکھیں گے عنایت سے۔[۴۸۷]

اس تفسیر سے یہ اشکال حل ہوجاتا ہے کہ کیا نعوذ باللہ حق تعالیٰ مخلوق کو بھول جاتے ہیں جبکہ ان کے لیے نسیان محال ہے۔ پس اللہ تعالیٰ مجرمین کو بھی یاد رکھتے ہیں مگر عتاب کے ساتھ اور مقبولین کو یاد رکھتے ہیں عنایت کے ساتھ۔ حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَاذْكُرُوْنِيْ بِالطَّاعَةِ قَلْبًا وَّقَالَبًا فَيَعُمُّ الذِّكْرُ بِاللِّسَانِ وَالْقَلْبِ وَالْجَوَارِحِ (فالاوّل) اَلذِّكْرُ بِاللِّسَانِ اَلْحَمْدُ وَالتَّسْبِيْحُ وَالتَّحْمِيْدُ وَقِرَاءَةُ كِتَابِ

---

۴۸۴ فتح الباری لابن حجر: ۵۹۶/۸، باب قوله ''وتقول هل من مزید''، دار المعرفة، بیروت

۴۸۵ ارشاد الساری: ۳۵۴/۷، باب قوله وتقول هل من مزید، المكتبة الكبرى الاميرية، مصر

۴۸۶ البقرة: ۱۵۲

۴۸۷ تفسیر بیان القراٰن: ۸۶/۱، البقرة (۱۵۲)، ایچ ایم سعید

اللهِ تَعَالٰی (والثانی) اَلْفِکْرُ فِی الدَّلَائِلِ الدَّالَّةِ عَلَی التَّکَالِیْفِ وَالْوَعْدِ وَالْوَعِیْدِ وَفِی الصِّفَاتِ الْاِلٰهِیَّةِ وَالْاَسْرَارِ الرَّبَّانِیَّةِ (والثالث) اِسْتِغْرَاقُ الْجَوَارِحِ فِی الْاَعْمَالِ الْمَأْمُوْرِ بِهَا خَالِیَةً عَنِ الْاَعْمَالِ الْمَنْهِیِّ عَنْهَا وَیَکُوْنِ الصَّلٰوةِ مُشْتَمِلَةٌ عَلٰی هٰذِهِ الثَّلَاثَةِ سَمَّاهَا اللهُ تَعَالٰی ذِکْرًا فِیْ قَوْلِهٖ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللهِ، وَقَالَ: أَهْلُ الْحَقِیْقَةِ حَقِیْقَةُ ذِکْرِ اللهِ تَعَالٰی أَنْ یَّنْسٰی کُلَّ شَیْءٍ سِوَاهُ[۴۸۸]

تم لوگ مجھ کو یاد کرو طاعت سے یعنی قلب سے اور قالب سے بھی، پس ذکر عام ہے خواہ زبان سے ہو یا قلب سے ہو یا جوارح سے ہو۔(**فالاوّل**) پس اوّل ذکر لسانی ہے جو شامل ہے تسبیح و تحمید و قرأتِ کلام اللہ وغیرہ پر۔(**والثانی**) اور ثانی اللہ کی مخلوق میں غور و فکر کرنا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی معرفت اور ان کی ربوبیت کے اسرار منکشف ہوں (**والثالث**) اور تیسرا یہ کہ اپنے اعضا سے اللہ تعالیٰ کے احکام بجالائے اور ان کو نافرمانی سے محفوظ رکھے۔ پس اللہ کا ذکر ان تینوں قسموں پر شامل ہے۔ اہلِ حقیقت نے بیان فرمایا ہے کہ ذکر کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی محبت غالب ہو جائے اور ماسوی اللہ کی محبت مغلوب ہو کر کالعدم ہو جائے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں؎

جب مہر نمایاں ہوا سب چھپ گئے تارے
وہ ہم کو بھری بزم میں تنہا نظر آئے

اسی حقیقت کا نام تبتُّلِ شرعی ہے۔ جیسا کہ بیان القرآن میں تحریر ہے کہ تبتُّل نام ہے تعلق مع اللہ کا تعلق ماسوی اللہ پر غالب ہو جانا نہ کہ ترکِ تعلقاتِ ضروریہ کا۔ جیسا کہ جوگیانِ ہند اور جہلائے صوفیا نے سمجھا ہے۔

نوٹ: اسی حقیقت کا نام وحدت الوجود ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد غالب رہے اور ماسوی اللہ مغلوب رہے اور کالمعدوم رہے نہ کہ عدمِ حقیقی مراد ہے۔ جیسا کہ گمان اہلِ جہل کا ہے۔

---

[۴۸۸] روح المعانی:۱۹/۲، البقرة (۱۵۱)، دار إحیاء التراث، بیروت

اس کی مثال دنیا میں آفتاب کے سامنے ستاروں کا وجود ہے جو کالعدم تو ہے لیکن حقیقتاً معدوم نہیں۔ چناں چہ شب میں ستاروں کا پھر ظہور ہو جاتا ہے۔

ایک بزرگ کی حکایت

حضرت ثابت بُنانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ مجھ کو یاد فرماتے ہیں تو مجھ کو پتا چل جاتا ہے، تو خادم نے عرض کیا کہ کیسے معلوم ہو جاتا ہے؟ فرمایا کہ قرآن کے وعدۂ اَذْکُرْکُمْ پر میرا ایمان ہے، چوں کہ میں اللہ تعالیٰ کو اس وقت یاد کر رہا ہوں تو وعدۂ قرآن کے مطابق اللہ تعالیٰ بھی ہم کو یاد فرما رہے ہیں۔

ہم یاد کریں گے وہ ہمیں یاد کریں گے
یوں ہی دلِ برباد کو آباد کریں گے
اُجڑتے ہوئے دل کو میرے آباد کریں گے
بربادِ محبت کو نہ برباد کریں گے
وہ چاہنے والوں کے لیے اپنے یقیناً
عالم ہی نیا حسن کا ایجاد کریں گے

ذکرِ قلبی پر چند اشعار

یوں تو لب پر نہیں ان کا ذکرِ جلی
ان سے لیکن ہے ہر وقت ربطِ خفی

(عرفانِ محبت)

تم سا کوئی ہمدم کوئی دمساز نہیں ہے
باتیں تو ہیں ہر دَم مگر آواز نہیں ہے
ہم تم ہی بس آگاہ ہیں اس ربطِ خفی سے
معلوم کسی اور کو یہ راز نہیں ہے

(کشکولِ مجذوبؔ)

احقر کا شعر ہے ؎

وہ دل جو تیری خاطر فریاد کر رہا ہے
اُجڑے ہوئے دلوں کو آباد کر رہا ہے

ذکرِ قلبی کا ایک خاص انعام

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ بخاری و مسلم کی روایت سے یہ حدیثِ قدسی نقل کرتے ہیں:

مَنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِيْ نَفْسِيْ وَمَنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ مَلَأٍ ذَكَرْتُهٗ فِيْ مَلَأٍ خَيْرٍ مِّنْ مَّلَئِهٖ[۴۸۹]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو بندہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور جو مجھے کسی جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اس سے بہتر جماعت میں اسے یاد کرتا ہوں۔

حضرت ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مسلم کی روایت **ذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ** کی شرح میں فرماتے ہیں:

أَيْ مُبَاهَاةً وَّافْتِخَارًا بِهِمْ بِالثَّنَاءِ الْجَمِيْلِ عَلَيْهِمْ وَبِوَعْدِ الْجَزَاءِ الْجَزِيْلِ لَهُمْ عِنْدَ الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَأَرْوَاحِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ[۴۹۰]

جماعت کے ساتھ ذکر کرنے والوں کے بارے میں حدیثِ مذکور کی شرح یہ ہے کہ ایسے بندوں کا ذکر اللہ تعالیٰ ملائکہ مقربین اور ارواحِ انبیاء کے سامنے بطور مباہات اور فخر کے ثنائے جمیل اور وعدۂ جزائے جزیل کے ساتھ فرماتے ہیں۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر ذکر پر کوئی انعام اور موعود نہ ہوتا تو یہی انعام کافی تھا کہ غلاموں کو مولیٰ یاد فرمائیں۔ یہ مالک کا کتنا بڑا اکرم

[۴۸۹] صحیح ابن حبان: ۲/۳۵-۳۶ (۳۲۸)، باب ما جاء فی الطاعات وثوابها، مؤسسة الرسالة، بیروت
[۴۹۰] مرقاة المفاتیح: ۵/۱۳۷ (۲۲۶۱)، باب ذکر الله عزوجل والتقرب الیه، دار الکتب العلمیة، بیروت

ہے! پھر اس کے ہوتے ہوئے ذکر میں کسی اور ثمرہ کی تلاش سالک کو نہ ہونی چاہیے۔ **هٰذِهٖ ثَمَرَةٌ أَصْلِيَّةٌ لِلذِّكْرِ لَوِاسْتَحْضَرَهَا لَا يَتَشَوَّشُ اَبَدًا** اگر ذاکر اس اصلی ثمرہ کو مستحضر رکھے تو کبھی تشویش میں مبتلا نہ ہو گا۔

ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے

اس کا مزہ رئیس القراء حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھو:

وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ: إِنَّ اللهَ أَمَرَنِيْ أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ قَالَ: اَللهُ سَمَّانِيْ لَكَ؟ قَالَ: نَعَمْ! قَالَ وَقَدْ ذُكِرْتُ عِنْدَ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ؟ قَالَ: نَعَمْ! فَذَرَفَتْ عَيْنَاهُ[۴۹۱]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رئیس القراء حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے اوپر قرآن کی تلاوت کروں (وفی روایۃ سورۂ بینہ کی تلاوت کروں کیوں کہ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ علماء یہود میں سے تھے اور سورۂ بینہ میں اہلِ کتاب کا قصہ ہے) حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام لیا ہے۔ پھر عرض کیا کہ کیا میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذکر کیا گیا ہوں؟ (حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کا یہ پوچھنا استعجاباً تھا یا استلذاذاً تھا۔ کذا فی المرقاۃ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں! یہ سن کر ان کی آنکھیں بہہ پڑیں یعنی اشکبار ہو گئیں۔

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آنسو بوجہ سرور و فرح کے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے، یا اس خوف سے یہ آنسو تھے کہ اس عظیم نعمت کے شکر سے میں عاجز ہوں۔ اور اس نعمت کے ساتھ ان کی وجہ تخصیص یہ ہے کہ انہوں نے حفظِ قرآن میں اور اس کی تجوید میں محنتِ شاقہ برداشت کر کے اس درجہ کمال حاصل

---

[۴۹۱] مسند احمد بن حنبل: ۲۱/۱۶ (۱۳۲۸۶)، مؤسسة الرسالة

کرلیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا: اَقْرَأُکُمْ اُبَیٌّ یعنی تم میں سب سے بڑے قاری اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو اس سے امتِ مسلمہ کو یہ تعلیم دینی ہے کہ لوگ ان سے رسمِ تلاوت سیکھیں۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اخذ فرمایا تھا۔ اور اسی طرح سلف سے خلف اخذ کرتے رہیں۔ چناں چہ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بہت تابعین رحمہم اللہ نے رسمِ قرأت کو اخذ کیا۔[۴۹۲]

ذکر کو شکر پر مقدم کرنے کی حکمت

ذکر کو شکر پر مقدم کرنے میں کیا حکمت ہے؟ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اِنَّمَا قَدَّمَ الذِّکْرَ عَلَی الشُّکْرِ لِاَنَّ فِی الذِّکْرِ اشْتِغَالًا بِذَاتِہٖ تَعَالٰی وَفِی الشُّکْرِ اشْتِغَالًا بِنِعْمَتِہٖ وَالْاِشْتِغَالُ بِذَاتِہٖ تَعَالٰی اَوْلٰی مِنَ الْاِشْتِغَالِ بِنِعْمَتِہٖ[۴۹۳] فَاذْکُرُوْنِیْ کے بعد اللہ تعالیٰ نے وَاشْکُرُوْا لِیْ نازل فرما کر اپنے ذکر کو مقدم فرمادیا، جس کی وجہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ ذکر کا حاصل اللہ کے ساتھ مشغول ہونا ہے اور شکر کا حاصل اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں مشغول ہونا ہے۔ پس ظاہر ہے کہ منعم کے ساتھ مشغول ہونا نعمتوں کی مشغولی سے افضل اور اہم ہے۔

بسودائے جاناں زجاں مشتغل
بذکرِ حبیب از جہاں مشتغل
بیادِ حق از خلق بگریختہ
چناں مست ساقی کہ مے ریختہ

محبوبِ حقیقی کی یاد میں وہ مزہ آیا کہ اپنی جان سے بے پرواہ ہوگئے اور سارے جہاں سے بھی۔ حق تعالیٰ کی یاد میں مخلوق سے کنارہ کش ہیں اور ساقی پر ایسے فریفتہ ہوئے کہ جامِ مے

۴۹۲؎ مرقاۃ المفاتیح:۵/۷۶-۷۷(۲۱۹۶)کتاب فضائل القرآن،دار الکتب العلمیۃ،بیروت

۴۹۳؎ روح المعانی:۲/۱۹،البقرۃ(۱۵۲)،دار إحیاء التراث،بیروت

ہاتھ سے گر گیا یعنی منعم کی یاد کے غلبہ سے نعمتوں کی طرف التفات سے ذہول ہو گیا۔

تمنا ہے کہ اب ایسی جگہ کوئی کہیں ہوتی
اکیلے بیٹھے رہتے یاد ان کی دلنشیں ہوتی
ستاروں کو یہ حسرت ہے کہ ہوتے وہ میرے آنسو
تمنا کہکشاں کو ہے کہ میری آستیں ہوتی
جو صورت گیر حسن و عشق کی دنیا کہیں ہوتی
تیرے ضوء کا فلک بنتا میرے ظل کی زمیں ہوتی
جو ان کو دیکھ لیتے ہم تو پھر کیا زندہ رہ جاتے
نگاہِ اوّلیں اے دل نگاہِ واپسیں ہوتی
خدا کی یاد میں بیٹھے جو سب سے بے غرض ہو کر
تو اپنا بوریا بھی پھر ہمیں تختِ سلیماں تھا
ازل میں سامنے عقل و جنوں دونوں کا ساماں تھا
جو میں ہوش و خرد لیتا تو کیا میں کوئی ناداں تھا

(کشکولِ مجذوبؔ)

معیت گر نہ ہو تیری تو گھبراؤں گلستاں میں
رہے تو ساتھ تو صحراء میں گلشن کا مزہ پاؤں

(عرفانِ محبت)

تمہاری یاد کی لذت پہ یہ دونوں جہاں قرباں
تری مانند تیرے نام کی لذت ہے لاثانی
ہر وادیِ ویراں میں گلستاں نظر آیا
قرباں میں ترے نام کی لذت پہ خدایا

(اخترؔ)

مجلسِ ذکر کے فوائد

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب کوئی قوم اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہوتی ہے تو ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور سکینہ ان پر نازل ہوتا ہے اور ان کا ذکر اللہ تعالیٰ اپنے پاس والوں میں کرتے ہیں۔[۴۹۴]

حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وہ فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں جو اہلِ ذکر کی تلاش میں رہتے ہیں۔ اس طرح سے ذاکرین کو فرشتوں کی صحبت نصیب ہو جاتی ہے اور اس صحبت کی برکت سے فرشتوں کا ذوقِ طاعت و ذوقِ تسبیح و تحمید اور ذوقِ تقرب الی اللہ اور تقدسِ اخلاقیات ذاکرین کے نفوس میں منتقل ہو سکتا ہے۔ خاکی مخلوق کو نوری مخلوق کی یہ مصاحبت مجلسِ ذکر کا انعامِ عظیم ہے۔

غَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے۔ اس کا عاشقانہ ترجمہ یہ ہے کہ اللہ کی رحمت ذاکرین کو پیار کر لیتی ہے۔ جس طرح ماں غلبۂ شفقت و رحمت سے بچے کو گود میں لے کر سینے سے لگا کر دونوں ہاتھوں سے ڈھانپ لیتی ہے جبکہ وہ ایک ہاتھ سے بھی بچے کو پکڑ سکتی ہے لیکن دونوں ہاتھ سے ڈھانپ کر اپنا سر اور گردن جھکا کر بچے کو بالکل ڈھانپ لیتی ہے جو تقاضائے رحمتِ مادر کی سراپا تصویر ہوتی ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

مادراں را مہر من آموختم
چوں بود شمعے کہ من افروختم

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے دنیا والو! اور ماؤں کی محبت پہ ناز کرنے والو! ماؤں کو محبت کرنا تو میں نے ہی سکھایا ہے، ان کی تمام تر محبت میری ہی مخلوق ہے، ان کے قلب و جگر

---

[۴۹۴] صحیح مسلم: ۳۴۵/۲، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القراٰن وعلی الذکر، ایچ ایم سعید

کے اندر مادّۂ رحمت کا خالق میں ہی ہوں۔ پس میری رحمت کا کیا عالَم ہوگا؟ اور میری شمعِ محبت کا کیا عالَم ہوگا؟

پس غَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ کی تعبیرِ عاشقانہ ترجمہ کے ساتھ یہی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ذاکرین کو پیار کرتے ہوئے غایت رحمت سے ڈھانپ لیتی ہے۔

نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ اور ذاکرین کے قلوب پر اللہ تعالیٰ سکینہ نازل فرماتے ہیں۔

سکینہ کی تفسیر

سکینہ ایک نور ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذاکرین کے قلوب میں عطا ہوتا ہے۔ أَيْ هِيَ نُوْرٌ يَّسْتَقِرُّ فِي الْقَلْبِ وَبِهٖ يَثْبُتُ التَّوَجُّهُ إِلَى الْحَقِّ وَيَتَخَلَّصُ عَنِ الطَّيْشِ فَيَزْدَادُوْا إِيْمَانًا مَّعَ إِيْمَانِهِمْ[۴۹۵] سکینہ ایک نور ہے جو قلب میں مستقل قائم رہتا ہے۔

شکر ہے دردِ دل مستقل ہوگیا
اب تو شاید مرا دل بھی دل ہوگیا

(مولانا محمد احمد صاحب)

جہانِ رنگ و بو میں ہر طرف بس آب و گِل پایا
مگر عاشق کے آب و گِل میں ہم نے دردِ دل پایا

(احقرؔ)

اس نور کی برکت سے توجہ الی الحق قائم رہتی ہے اور دربدر تاک جھانک سے آدمی نجات پاکر یکسو ہوجاتا ہے۔

دل آرامے کہ داری دل درو بند
وگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

۴۹۵؎ روح المعانی:۲۵/۱۱، دار احیاء التراث، بیروت

اب تو میں ہوں اور شغل یادِ دوست
سارے جھگڑوں سے فراغت ہو گئی

اور ایسے لوگوں کا ایمان عقلی استدلالی موروثی ترقی کر کے ایمان ذوقی حالی وجدانی بن جاتا ہے۔ جس کو ولایتِ خاصّہ سے بھی صوفیا تعبیر کرتے ہیں۔

وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيمَنْ عِنْدَهٗ یعنی اللہ تعالیٰ ملائکہ مقربین اور ارواحِ انبیاء والمرسلین کے سامنے ان کا تذکرہ بطور افتخار کے ثنائے جمیل اور وعدۂ جزائے جزیل کے ساتھ فرماتے ہیں۔[۴۹۶]

اہل اللہ کا ذکر ملائکہ کے ذکر سے افضل ہے

علامہ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں فتح الباری جلد ۱۱ صفحہ ۲۱۳ پر اِنَّ الذِّكْرَ الْحَاصِلَ مِنْ بَنِيْ اٰدَمَ أَعْلٰى وَأَشْرَفُ مِنَ الذِّكْرِ الْحَاصِلِ مِنَ الْمَلٰئِكَةِ لِحُصُوْلِ ذِكْرِ الْاٰدَمِيِّيْنَ مَعَ كَثْرَةِ الشَّوَاغِلِ وَوُجُوْدِ الصَّوَارِفِ وَصُدُوْرِهٖ فِيْ عَالَمِ الْغَيْبِ بِخِلَافِ الْمَلٰئِكَةِ فِيْ ذٰلِكَ كُلِّهٖ[۴۹۷] انسان کا ذکر افضل ہے ملائکہ کے ذکر سے کیوں کہ انسان ہزاروں افکار اور مصروفیات میں گھرا ہوا ہے، پھر بھی اللہ تعالیٰ کو نہیں بھولتا اور ملائکہ کو ذکر کے علاوہ کوئی فکر اور مصروفیت نہیں ہے، اور ملائکہ عالمِ شہادت میں یعنی حق تعالیٰ کو دیکھ کر یاد کرتے ہیں اور انسان عالمِ غیب میں یاد کرتا ہے۔

مولانا اسعد اللہ صاحب محدث سہارنپوری نے خوب فرمایا۔

گو ہزاروں شغل ہیں دن رات میں
لیکن اسعدؔ آپ سے غافل نہیں

احقر راقم الحروف کا شعر ہے۔

۴۹۶؎ مرقاۃ المفاتیح: ۵/۱۳۷ (۲۲۶۱)، باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۴۹۷؎ فتح الباری: ۱۱/۲۱۳، باب فضل ذکر اللہ عزوجل، دار المعرفۃ، بیروت

دنیا کے مشغلوں میں بھی یہ باخدا رہے
یہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جدا رہے

مفہوم ذکر اللہ جل شانہٗ

تفسیر روح المعانی کی روشنی میں

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۠ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ [۴۹۸]

اور ایسے لوگ کہ جب کوئی ایسا کام کر گزرتے ہیں جس میں (دوسروں پر) زیادتی ہو یا (کوئی گناہ کر کے خاص) اپنی ذات پر نقصان اُٹھاتے ہیں تو (معاً) اللہ تعالیٰ کی عظمت اور عذاب کو یاد کر لیتے ہیں۔ پھر اپنے گناہوں کی معافی چاہنے لگتے ہیں (یعنی اس طریقے سے جو معافی کے لیے مقرر ہے کہ دوسروں پر زیادتی کرنے میں ان اہلِ حقوق سے بھی معاف کرائے اور خاص اپنی ذات کے متعلق گناہ میں اس کی حاجت نہیں اور اللہ تعالیٰ سے معاف کرانا دونوں میں مشترک ہے) اور (واقعی) اللہ تعالیٰ کے سوا اور ہے کون جو گناہوں کو بخشتا ہو؟

(رہا اہلِ حقوق کا معاف کرنا سو وہ لوگ اس کا اختیار تو نہیں رکھتے کہ عذاب سے بھی بچالیں اور حقیقی بخشش اسی کا نام ہے) اور وہ لوگ اپنے فعل (بد) پر اصرار نہیں کرتے اور وہ (ان باتوں کو) جانتے (بھی) ہیں (کہ فلاں کام ہم نے گناہ کا کیا اور یہ کہ توبہ ضرور ہے اور یہ کہ خدا تعالیٰ غفار ہے۔ مطلب یہ کہ اعمال کی بھی درستی کر لیتے ہیں اور عقائد بھی درست رکھتے ہیں۔)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ بروایت ترمذی ارقام فرماتے ہیں کہ جب یہ

۴۹۸؎ اٰل عمرٰن:۱۳۵

آیات نازل ہوئیں تو ابلیس مع اپنے لشکر کے رونے لگا اور سر پر خاک ڈالنے لگا۔ یہاں تک کہ اس کے بری اور بحری لشکر سب جمع ہوگئے اور ان لوگوں نے کہا اے ہمارے سردار! آپ کیوں روتے ہیں؟ اس نے کہا کہ یہ آیت ایسی نازل ہوئی ہے کہ بنی آدم کو اس کا گناہ نقصان نہ پہنچاسکے گا۔ ابلیس کے لشکر نے کہا کہ ہم ان کو نفس کی ایسی خواہشات میں مبتلا کردیں گے (بدعات میں) کہ جس سے وہ لوگ نہ توبہ کریں گے اور نہ استغفار کریں گے اور اپنے کو حق پر سمجھیں گے۔ پس ابلیس ان کی اس بات سے خوش ہوگیا (آج اس دور میں اہلِ بدعت اپنے کو حق پر سمجھتے ہیں اور بدعات کو نیکی سمجھتے ہیں اور اسی وجہ سے ان کو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی)[۴۹۹]

صدورِ معاصی کے بعد "ذَکَرُوا اللّٰہَ" سے کیا مراد ہے؟

صدورِ معاصی کے بعد ذَکَرُوا اللّٰہَ سے مراد حسبِ ذیل ہے:

۱) أَيْ تَذَكَّرُوْا حَقَّهُ الْعَظِيْمَ وَوَعِيْدَهٗ اللہ تعالیٰ کا حقِ عظیم اور اس کی وعید کو یاد کرتے ہیں۔

۲) ذَكَرُوا الْعَرْضَ عَلَيْهِ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی پیشی کو یاد کرتے ہیں۔

۳) ذَكَرُوْا سُؤَالَهٗ عَنِ الذَّنْبِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اپنے گناہوں سے متعلق قیامت کے دن کے مؤاخذہ کو یاد کرتے ہیں۔

۴) ذَكَرُوْا نَهْيَهٗ تَعَالٰى اللہ تعالیٰ کے منع فرمانے کو یاد کرتے ہیں۔

۵) ذَكَرُوْا غُفْرَانَهٗ اللہ تعالیٰ کی شانِ مغفرت کو یاد کرتے ہیں۔

٦) ذَكَرُوْا جَمَالَهٗ فَاسْتَحْيَوْا اللہ تعالیٰ کے جمال کو یاد کرکے شرمندہ ہوجاتے ہیں کہ ہم نے غیر اللہ کی طرف کیوں توجہ کی اور غیر اللہ سے کیوں دل لگایا۔ آفتاب کے ہوتے ہوئے فانی چراغوں سے دل کا بہلانا نورِ آفتاب کی ناشکری ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

---

[۴۹۹] روح المعانی: ۲/۲۷۴، اٰل عمرٰن (۱۳۵)، دار إحياء التراث، بيروت

پیش نورِ آفتاب خوش مساغ
رہنمائی جستن از شمع و چراغ

گر خفاشے رفت در کور کبود
بازِ سلطان دیدہ را بارے چہ بود

باز اشہب را چو باشد خوئے موش
ننگ موشاں باشد و عار و حوش

نورِ آفتاب کے سامنے شمع اور چراغ سے راہ نمائی حاصل کرنا خلافِ ادب ہے۔

بے گماں ترک ادب باشد زما
کفرِ نعمت باشد و فعل ہوا

یقیناً یہ ترکِ ادب ہے اور کفرِ نعمت ہے اور نفسانی فعل ہے۔

اگر چمگادڑ ظلمت پرستی میں اور غلاظت میں چلا گیا تو تعجب نہیں لیکن سلطان دیدہ باز کو کیا ہو گیا کہ وہ غیر اللہ سے دل لگا کر چمگادڑ بن گیا۔ یعنی مقربِ بارگاہِ حق روحوں کی شان تو تفسیر روح المعانی میں یہ ہے طَهَارَةُ الْاَسْرَارِ مِنْ دَنَسِ الْاَغْيَارِ [۵۰۰] کہ ان کا باطن غیر اللہ کی نجاست سے پاک ہوتا ہے۔ بازِ شاہی کے لیے چوہوں کی بُری عادت زیب نہیں دیتی ورنہ وہ باز ننگ موش اور ننگِ وحوش ہو گا۔

۷) ذَكَرُوْا جَلَالَهٗ فَهَابُوْا، اللہ تعالیٰ کے جلال اور عظمتِ شان کو یاد کرتے ہیں پس ہیبت زدہ ہو جاتے ہیں۔

زباں بے نگہ رکھ دی نگاہِ بے زباں رکھ دی
ترے جلوؤں کے آگے ہمتِ شرح و بیاں رکھ دی
(اصغرؔ)

۵۰۰؎ روح المعانی: ۱۱/۲۶، التوبة (۱۱۰)، دار احیاء التراث، بیروت، ذکرہ فی باب الاشارات

۸) ذَكَرُوْا ذَاتَهُ الْمُقَدَّسَةَ عَنْ جَمِيْعِ الْقَبَائِحِ وَأَحَبُّوا التَّقَرُّبَ إِلَيْهِ بِالْمُنَاسَبَةِ بِالتَّطْهِيْرِ مِنَ الذَّمَائِمِ، اور یاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کو اور محبوب رکھتے ہیں اس کی طرف تقرب کو بذریعہ اخلاقِ ذمیمہ کی طہارت سے۔ کما قال الرومی رحمہ اللہ۔

چوں شدی زیبا بداں زیبا رسی

ذکری فرقہ کا ابطال

ذکر کے مفاہیمِ مذکورہ کے پیشِ نظر فرقۂ ذکری کا ابطال ثابت ہوتا ہے کیوں کہ یہ فرقہ اعمالِ ضروریہ کے بغیر صرف ذکر کو نجات کے لیے کافی سمجھتا ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں: لَيْسَ الْمُرَادُ مُجَرَّدَ ذِكْرِ اسْمِهٖ عَزَّ اسْمُهٗ

ذکرِ مقبول کی علامت

ذکرِ مقبول کی علامت یہ ہے کہ معاصی سے استغفار کی توفیق ہو جائے۔ جیسا کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ ذَكَرُوا اللهَ کے بعد ارشاد فرماتے ہیں فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قیامت کے مؤاخذہ کو یاد کر کے وہ گناہ سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور آیندہ کے لیے عزم علی التقویٰ کرتے ہیں۔

استغفارِ حقیقی سے کیا مراد ہے؟

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں:

وَلَيْسَ الْمُرَادُ مُجَرَّدَ طَلَبِ الْمَغْفِرَةِ بَلْ مَعَ التَّوْبَةِ وَإِلَّا فَطَلَبُ الْمَغْفِرَةِ مَعَ الْاِصْرَارِ كَالْاِسْتِهْزَاءِ بِالرَّبِّ جَلَّ شَانُهٗ وَمِنْ هُنَا قَالَتْ رَابِعَةُ الْعَدَوِيَّةُ اسْتِغْفَارُنَا هٰذَا يَحْتَاجُ إِلَى اسْتِغْفَارٍ[۵۰۱]

۵۰۱؎ روح المعانی: ۴/۶۰-۶۱، اٰل عمرٰن (۱۳۵)، دار إحياء التراث، بيروت

خلاصۂ ترجمہ: استغفار کامل سے مراد محض طلبِ مغفرت نہیں ہے بلکہ توبہ بھی ضروری ہے۔(اور توبہ نام ہے ماضی پر ندامت اور مستقبل میں عزم علی التقویٰ اور فی الحال معصیت سے الگ ہو جانے کا) [۵۰۲]

اسی سبب سے اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ کے ساتھ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ [۵۰۳] قرآن میں فرمایا گیا ہے۔

حضورِ استغفاری

استغفار اور توبہ سے بندے کو جو قرب عطا ہوتا ہے وہ تسبیحات کے قرب سے زیادہ قوی ہوتا ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ سورۂ قدر کی تفسیر میں حدیثِ قدسی نقل کرتے ہیں:

لَأَنِيْنُ الْمُذْنِبِيْنَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسَبِّحِيْنَ [۵۰۴]

گناہ گاروں کا رونا مجھے تسبیح پڑھنے والوں کی آوازوں سے زیادہ محبوب ہے۔

اس قربِ خاص کی حقیقت کو اس شعر میں بیان کیا گیا ہے ؎

کبھی طاعتوں کا سرور ہے کبھی اعترافِ قصور ہے
ہے ملک کو جس کی نہیں خبر وہ حضور میرا حضور ہے

اے جلیل اشکِ گناہ گار کے یک قطرہ کو
ہے فضیلت تیری تسبیح کے سو دانوں پر

۵۰۲؎ شرح مسلم للنووی:۲/۳۴۶،باب بیان النقصان فی الایمان،داراحیاء التراث،بیروت

۵۰۳؎ ھود:۳

۵۰۴؎ کشف الخفاء ومزیل الالباس:۲۹۸،رقم(۸۰۵)،فی باب حرف الھمزۃ مع النون/روح المعانی:۳۰/۱۹۶، القدر(۴)،داراحیاء التراث،بیروت

تسلی ہم گناہ گاروں کو حاصل ہوگئی احمدؔ
بجھادیں گے جہنم کو یہ آنسو ہیں ندامت کے

(عرفانِ محبت)

زمینِ سجدہ پہ ان کی نگاہ کا عالَم
برس گیا جو برستا تھا میرا خونِ جگر

مبارک تجھے اے میری آہِ مضطر
کہ منزل کو نزدیک تر لا رہی ہے

(اخترؔ)

رونے کا جب مزہ ہے کہ اے چشم خوں فشاں
ہر بوند میں لہو کی تمنا دکھائی دے

در جگر افتادہ ہستم صد شرر
در منا جاتم بہ بیں خونِ جگر

اے خدائے باعطا و باوفا
رحم کن بر عمرِ رفتہ بر جفا

یار شب را روز مہجوری مدہ
جانِ قربت دیدہ را دوری مدہ

(مولانا رومیؔ)

احقر کے چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

ہائے جس دل نے پیا خونِ تمنا برسوں
اس کی خوشبو سے یہ کافر بھی مسلماں ہوں گے

ترے ہاتھ سے زیرِ تعمیر ہوں میں
مبارک مجھے میری ویرانیاں ہیں

ویرانۂ حیات کی تعمیر کر گئی
روئیدادِ زندگی کسی خانہ خراب کی

(اختؔر)

حیا آتی ہے تیرے سامنے میں کس طرح آؤں
نہ آؤں تو دل مضطر کو لے کر پھر کہاں جاؤں

نہ پوچھے سوا نیک کاروں کے گر تو
کدھر جائے بندۂ گناہ گار تیرا

آہ سے راز چھپایا نہ گیا
منہ سے نکلی مرے مضطر ہو کر

چشمِ نم سے جو چھلک جاتے ہیں
ہیں فلک پر وہی اختؔر ہو کر

میرا پیام کہہ دیا جا کے مکاں سے لامکاں
اے مری آہِ بے نوا تو نے کمال کر دیا

جو حیا مانعِ استغفار و توبہ ہو وہ مردود و مذموم ہے

بعض نادان غالب کے اس شعر پر عمل کرتے ہیں؎

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالبؔ
شرم تم کو مگر نہیں آتی

جو انتہائی نادانی اور محرومی و جہل ہے بلکہ سفاہت ہے۔ ایک بزرگ نے اس شعر کو مسلمان کر دیا یعنی اس کی اصلاح کر دی۔

میں اسی منہ سے کعبہ جاؤں گا
شرم کو خاک میں ملاؤں گا
ان کو رو روکے میں مناؤں گا
اپنی بگڑی کو یوں بناؤں گا

(عرفانِ محبت)

وَ مَنۡ یَّغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ اِلَّا اللّٰہُ ۟ۚ وَ لَمۡ یُصِرُّوۡا عَلٰی مَا فَعَلُوۡا وَ ہُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ [۵۰۵]

(ترجمہ اوپر گزر چکا)۔

اصرار علی الذنب کی صحیح تعریف

تفسیر روح المعانی کی روشنی میں اَلْاِصْرَارُ الشَّرْعِیُّ الْاِقَامَۃُ عَلَی الْقَبِیْحِ بِدُوْنِ الْاِسْتِغْفَارِ وَالرُّجُوْعِ بِالتَّوْبَۃِ اور اصرارِ لغوی: اَلثَّبَاتُ عَلَی الشَّیْءِ کسی چیز پر قائم رہنا۔ اصرارِ شرعی سے مراد ہے کہ کسی گناہ پر اس طرح جم جانا کہ استغفار و توبہ سے اس کی تلافی نہ کی جائے۔ بعض لوگ نادانی سے سمجھتے ہیں کہ اگر توبہ بار بار ٹوٹ جائے تو وہ اصرار میں داخل ہے حالاں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت صاحبِ مشکوٰۃ نے نقل کی ہے:

عَنْ أَبِیْ بَکْرِنِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا قَالَ: أَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ وَإِنْ عَادَ فِی الْیَوْمِ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً [۵۰۶]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے استغفار کر لیا وہ اصرار کرنے والوں میں نہیں ہے اگرچہ عود کرے وہ دن میں ستّر بار (گناہ کی طرف)۔

۵۰۵؎ اٰل عمرٰن: ۱۳۵

۵۰۶؎ جامع الترمذی: ۱۹۶/۲، ابواب الدعوات، ایچ ایم سعید

شرح مَا اَصَرَّ: أَيْ مَا دَامَ عَلَى الْمَعْصِيَةِ[۵۰۷] یعنی اصرار نہ کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ گناہ پر قائم نہ رہے۔ ما نافیہ ہے۔

جیسا کہ اوپر مذکور ہوا استغفار سے مراد استغفارِ کامل ہے اور استغفارِ کامل بدون عزم علی التقویٰ نہیں ہوتا، اسی لیے قرآنِ پاک میں اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ کے بعد تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ بھی ہے۔ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ یہ حال ہے اور معرضِ تعلیل میں ہے یعنی یہ لوگ معاصی پر دوام نہیں کرتے۔ لِأَنَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ قُبْحَ فِعْلِهِمْ کیوں کہ اپنے معاصی کے انجام کو جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے دنیا اور آخرت دونوں حیات تباہ ہو جاتی ہیں، جس طرح مچھلی پانی سے دور ہو کر ہزاروں نعمتوں کے باوجود موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہو جاتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے دریائے قرب سے جو روح نافرمانی کے سبب دور ہو جاتی ہے وہ ہر وقت پریشان رہتی ہے۔ ہزاروں پری کے باوجود پریشانی نہیں جاتی۔

نگاہِ اقربا بدلی مزاجِ دوستاں بدلا
نظر اک ان کی کیا بدلی کہ کل سارا جہاں بدلا

جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری
اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری

استغفار و توبہ سے سلوک کس طرح طے ہوتا ہے۔ ایک بزرگ کے اس شعر میں ملاحظہ کیجیے۔

ہم نے طے کیں اس طرح سے منزلیں
گر پڑے گر کر اُٹھے اُٹھ کر چلے

گر کر جو پڑے رہتے ہیں وہی محرومِ منزل رہتے ہیں ورنہ اُٹھ اُٹھ کر چل پڑنے والے بھی کامیاب ہو جاتے ہیں۔

---

[۵۰۷] مرقاۃ المفاتیح: ۵/۲۴۸ (۲۳۴۰)، باب الاستغفار والتوبۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

عاشقانہ ذکر کی تیز رفتاری اور جلد منزل رسی

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

سیر زاہد ہر مہے یک روزہ راہ

سیر عارف ہر دمے تا تختِ شاہ

یعنی غیر عارف ایک ماہ میں ایک دن کا راستہ طے کرتا ہے اور عارف باللہ ہر سانس میں حق تعالیٰ کے قربِ خاص سے مشرف ہوتا ہے۔ اسی لیے عارف باللہ کی دو رکعت غیر عارف کی سو رکعات سے افضل ہوتی ہیں۔

بعض لوگ ذکر کی کمیت سے محروم ہیں یعنی ذکر ہی نہیں کرتے اور بعض لوگ ذکر کی کمیت تو پوری کر لیتے ہیں مگر ذکر کی کیفیتِ خاصّہ یعنی دردِ محبت سے ذکر کا اہتمام نہیں کرتے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ۔

عام می خوانند ہر دم نام پاک

ایں اثر نہ کند چوں نبود عشقناک

عام لوگ ذکر کی تعداد تو پوری کر لیتے ہیں لیکن دردِ محبت کے ساتھ والہانہ اور عاشقانہ ذکر نہیں کرتے۔ ایسے ذکر کا نفع اور اثر کامل نہیں ہوتا۔ ذکر کی عاشقانہ کیفیت اللہ والوں کی صحبتوں سے حاصل ہوتی ہے۔

کس طرح فریاد کرتے ہیں بتا دو قاعدہ

اے اسیرانِ قفس میں نو گرفتاروں میں ہوں

مزہ دل میں پائے تو بس جھوم جائے۔

نام لیتے ہی نشہ سا چھا گیا

ذکر میں تاثیر دورِ جام ہے

والہانہ ذکر اور حالتِ ذکر میں وجد کا ثبوت

مشکوٰۃ کی روایت ہے:

سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ[۵۰۸]

یعنی اہلِ محبت بازی لے گئے جو والہانہ ذکر کرتے ہیں۔ یہ ترجمہ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے فضائلِ ذکر صفحہ ۲۱ میں کیا ہے۔ احقر کو اشکال ہوا کہ شیخ نے **المفردون** کا ترجمہ والہانہ کہاں سے کیا جبکہ صحابہ کے دریافت کرنے پر کہ مفردون کون لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلذَّاکِرِیْنَ اللہَ کَثِیْرًا وَّالذَّاکِرَاتِ

اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے والے مراد ہیں۔

پھر دل میں خیال ہوا کہ حضرت شیخ نے یہ ترجمہ دلالتِ التزامی سے فرمایا ہے کہ کیوں کہ کثرتِ ذکر کثرتِ محبت کو مستلزم ہے مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَهٗ[۵۰۹] جو شخص جس چیز سے محبت کرتا ہے کثرت سے اس کا ذکر کرتا ہے۔ پھر خیال ہوا کہ شروحِ حدیث کی طرف رجوع کیا جائے۔ چناں چہ علامہ محی الدین ابوزکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم، جز نمبر ۱۷، صفحہ ۴، **کتاب الذکر** میں اس حدیث کے لفظ اَلْمُفَرِّدُوْنَ کی شرح دوسری روایت سے پیش کرتے ہیں وَجَاءَ فِیْ رِوَایَةٍ هُمُ الَّذِیْنَ اهْتَزُّوْا بِذِکْرِ اللہِ أَیْ لَهِجُوْا بِهٖ مفردون وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں وجد کرتے ہیں۔ لَهِجَ یَلْهَجُ (از سمع) شیفتہ ہونا۔ أَیْ لَهِجُوْا بِهٖ یعنی فریفتہ ہو جاتے ہیں اللہ پر، لفظِ نبوت کی شرح لفظِ نبوت سے نہایت ہی باعثِ مسرت ہوئی، پھر مرقاۃ میں اس کی شرح تلاش کی۔

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَلْمُفَرِّدُوْنَ الَّذِیْنَ لَا لَذَّةَ لَهُمْ إِلَّا بِذِکْرِهٖ وَلَا نِعْمَةَ لَهُمْ إِلَّا بِشُکْرِهٖ

---

۵۰۸ جامع الترمذی:۲/۲۰۰، باب جامع الدعوات عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ایچ ایم سعید

۵۰۹ شعب الایمان للبیہقی:۱/۳۸۸(۵۰۱)، فصل فی معانی المحبۃ، دار الکتب العلمیۃ

مفردون وہ لوگ ہیں کہ دنیا میں نہیں لذت پاتے مگر اللہ تعالیٰ ہی کے ذکر سے اور نہیں کوئی نعمت ان کو نظر آتی کائنات میں مگر اللہ تعالیٰ کے شکر کے ساتھ۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ کسی وقت اللہ تعالیٰ کو نہیں بھولتے۔ لَا یَنْسَوْنَ الرَّبَّ تَعَالٰی عَلٰی کُلِّ حَالٍ وہ ہر وقت بزبانِ حال کہتے ہیں:

اِلٰهِیْ لَا تَطِیْبُ الدُّنْیَا اِلَّا بِذِکْرِكَ[۵۱۰]

اے اللہ! مجھ کو دنیا اچھی نہیں معلوم ہوتی مگر آپ کے ذکر کے ساتھ۔ اللہ کے عاشقوں کا دل اللہ کے ذکر سے روشن ہوتا ہے۔ احقر کے چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

تجھ سے روشن ہیں جہانِ درد کے شمس و قمر
اے امامِ دردِ دل اے راہ برِ دردِ جگر
میرے دل کو روشنی دیتے نہیں شمس و قمر
کائناتِ دل کے ہیں کچھ دوسرے شمس و قمر
اے خدا تجھ سے ہی روشن ہیں ہمارے رات دن
اے ہماری کائناتِ دل کے خورشید و قمر

دل کے شمس و قمر سے مراد اللہ تعالیٰ کا نور ہے جو ذکر اللہ اور صحبتِ اہل اللہ سے عطا ہوتا ہے۔

ذکر سے حیاتِ حقیقی عطا ہوتی ہے

وَعَنْ أَبِیْ مُوْسٰی قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّهٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ[۵۱۱]

وہ شخص جو اللہ کا ذکر کرتا ہے مثل زندہ کے ہے اور جو ذکر نہیں کرتا مثل مردہ کے ہے۔

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

۵۱۰؎ مرقاۃ المفاتیح:۵/۱۳۷(۲۲۶۲)،باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ،دار الکتب العلمیۃ،بیروت

۵۱۱؎ مشکوۃ المصابیح:۱۹۶،باب ذکر اللہ عزوجل،ایچ ایم سعید

فِی الْحَدِیْثِ اِیْمَاءٌ اِلٰی اَنَّ مُدَاوَمَۃَ ذِکْرِ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ تُوْرِثُ الْحَیَاۃَ الْحَقِیْقِیَّۃَ الَّتِیْ لَا فَنَاءَ لَھَا[۵۱۲]

اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مداومت حقیقی زندگی سے آشنا کرتی ہے جس کو کبھی فنا نہیں ہے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

یعنی وہ شخص کبھی نہیں مرتا جس کا دل حق تعالیٰ کے عشق سے زندہ ہوگیا۔ جریدۂ عالم پر اس کا نقش غیر فانی ہوتا ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اَوَ مَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنَاہُ کی تفسیر کرتے ہوئے باب الاشارۃ صفحہ ۲۴، پارہ ۸ پر ارقام فرمایا ہے: قَالَ ابْنُ عَطَاءٍ: أَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا بِحَیَاۃِ نَفْسِہٖ وَمَوْتِ قَلْبِہٖ فَأَحْیَیْنَاہُ بِإِمَاتَۃِ نَفْسِہٖ وَحَیَاۃِ قَلْبِہٖ، وَسَھَّلْنَا عَلَیْہِ سُبُلَ التَّوْفِیْقِ وَکَحَّلْنَاہُ بِأَنْوَارِ الْقُرْبِ فَلَا یَرٰی غَیْرَنَا وَلَا یَلْتَفِتُ إِلٰی سِوَانَا[۵۱۳]

کیا وہ شخص جو مردہ تھا بہ سبب اپنی حیاتِ نفس اور اپنی موتِ قلب کے پس ہم نے اس کو زندہ کردیا اس کے نفس کی فنائیت اور اس کے قلب کی حیات سے، اور آسان کردیا ہم نے اس پر توفیق کے راستوں کو اور سرمہ لگادیا ہم نے اس کی آنکھوں میں اپنے انوارِ قرب کا، پس نہیں دیکھتا ہمارے غیر کو اور نہیں التفات کرتا ہمارے ماسوا کی طرف۔

یہ آیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ یا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ یا حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے عَلٰی حَسْبِ الرِّوَایَاتِ وَأَیًّا مَّا کَانَ، فَالْعِبْرَۃُ بِعُمُوْمِ اللَّفْظِ لَا بِخُصُوْصِ السَّبَبِ، فَیَدْخُلُ فِیْ ذٰلِکَ کُلُّ مَنِ انْقَادَ لِاَمْرِ اللہِ تَعَالٰی[۵۱۴] علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آیت کا سببِ

---

۵۱۲ مرقاۃ المفاتیح: ۱۳۸/۵ (۲۲۶۳)، باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۵۱۳ روح المعانی: ۲۴/۸، الانعام (۱۲۸)، دار إحیاء التراث، بیروت

۵۱۴ روح المعانی: ۱۴۹/۸، الانعام (۱۲۲)، دار إحیاء التراث، بیروت

نزول کچھ بھی ہو بقاعدۂ مسلمہ اعتبار عمومِ لفظ کا ہوتا ہے نہ کہ خصوصِ سبب کا۔ پس داخل ہوں گے اس آیت کی بشارت میں وہ تمام لوگ جو اللہ تعالیٰ کے احکام کو بجالائیں گے۔

وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم اپنے خاص بندوں کو ایسا نور (ایمان) عطا کرتے ہیں جو وہ مخلوق میں لیے پھرتے ہیں اور ان کا یہ نورِ باطن مخلوق کے تصرف سے محفوظ رہتا ہے۔

پھرتا ہوں دل میں یار کو مہماں کیے ہوئے
روئے زمیں کو کوچۂ جاناں کیے ہوئے

(مجذوبؔ)

پھرتا ہوں دل میں درد کا نشتر لیے ہوئے
صحرا و چمن دونوں کو مضطر کیے ہوئے

دنیا کے مشغلوں میں بھی یہ باخدا رہے
یہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جدا رہے

(اخترؔ)

ذکر اللہ سے رتبۂ انسانیت کی معراج

ایک بار مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں صحابہ کی ایک جماعت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول تھی۔ بعض ان میں بکھرے ہوئے بالوں والے تھے اور بعض خشک کھالوں والے اور بعض صرف ایک کپڑے والے یعنی ننگے بدن صرف ایک لنگی ان کے پاس تھی، لیکن اللہ کے ذکر کی برکت سے عند اللہ ان کا مقامِ قبول اتنا بلند تھا کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے ان کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حسب ذیل آیات نازل فرمائیں:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ [۵۱۵]

[۵۱۵] الکھف: ۲۸

اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ اپنی ذاتِ گرامی کو ان لوگوں کے پاس بیٹھنے کا پابند کیجیے جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے نازل ہونے پر اپنے دولت کدہ سے نکل کر ان لوگوں کی جستجو فرمائی۔ پس دیکھا کہ ایک جماعت اللہ کے ذکر میں مشغول ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا فرما دیے کہ خود مجھے ان کے پاس بیٹھنے کا حکم ہے۔

دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تم ہی لوگوں کے ساتھ میری زندگی ہے اور تمہارے ساتھ ہی میرا مرنا ہے یعنی میرے مرنے جینے کے ساتھی اور رفیق تم ہی لوگ ہو۔ احقر راقم الحروف کے دو شعر ہیں۔

میری زندگی کا حاصل میری زیست کا سہارا
ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا
مجھے کچھ خبر نہیں تھی ترا درد کیا ہے یاربّ
ترے عاشقوں سے سیکھا ترے سنگِ در پہ مرنا

صوفیا نے اس حدیث سے استنباط کیا ہے کہ مشائخ کو بھی مریدین کے پاس بیٹھنا ضروری ہے کہ اس میں علاوہ فائدہ پہنچانے کے اختلاط سے شیخ کے نفس کے لیے بھی مجاہدہ تامہ ہے کہ غیر مہذب لوگوں کی بدعنوانیوں کے تحمل اور برداشت سے نفس میں فنائیت اور تواضع پیدا ہوگی۔ اس کے علاوہ قلوب کے اجتماع کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور رافت کو متوجہ کرنے میں خاص دخل ہے اور یہی وجہ ہے کہ عرفات کے میدان میں سب حجاج بیک حال ایک میدان میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کیے جاتے ہیں۔ جیسا کہ ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں اس مضمون کو اہتمام سے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اَلَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ رَبَّہُمۡ سے مراد ذاکرین کی جماعت ہے۔[۵۱۶]

---

۵۱۶ فضائلِ ذکر، مصنفہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ

اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذوق اور ذکر اللہ کا نفع کامل

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ذوق پیدا ہوتا ہے اہل اللہ کی صحبت اور ان کی جوتیاں سیدھی کرنے سے جو کہ اعتقاد اور انقیاد کے ساتھ ہو کیوں کہ یہاں محض تقلید سے کام چلتا ہے۔ چوں وچرا سے کام نہیں چلتا ۔

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ
جز شکستہ می نہ گیرد فضلِ شاہ

جیسے کوئی بچہ استاد کے سامنے الف، ب لے کر بیٹھے اور استاد کہے کہو "الف" اور کہو "ب" اور بچہ کہنے لگے کہ "الف" کی صورت ایسی کیوں ہوئی اور "ب" کی ایسی کیوں ہے۔ تو استاد اس سے کہے گا کہ تو اپنے گھر کا راستہ لے۔ بات یہ ہے کہ ابتداء ہر امر کی تقلید محض ہے۔[۵۱۷]

اور ارشاد فرمایا کہ بدون صحبتِ شیخ کے اگر کوئی لاکھ تسبیحیں پڑھتا رہے کچھ نفع نہیں۔ حضرت خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! خود ذکر اللہ میں یہ صفت ہونی چاہیے تھی کہ وہ خود کافی ہو جایا کرتا، صحبتِ شیخ کی کیوں قید ہے؟ فرمایا کہ کام بنائے گا تو ذکر اللہ ہی بنائے گا لیکن عادت اللہ یوں جاری ہے کہ بدون شیخ کی صحبت کے نرا ذکر کام بنانے کے لیے کافی نہیں، اس کے لیے صحبتِ شیخ شرط ہے، جس طرح کاٹ جب کرے گی تلوار ہی کرے گی لیکن شرط یہ ہے کہ وہ کسی کے قبضہ میں ہو ورنہ اکیلی تلوار کچھ نہیں کرسکتی گو کاٹ جب ہوگا تلوار ہی سے ہوگا۔[۵۱۸]

شیخ کی ضرورت اس لیے بھی ہے کہ جس طرح مقوی غذا دودھ اور حلوہ وغیرہ ایسے معدہ میں جس میں صفرا بھرا ہوا اور قے ہو رہی ہو مضر ہوتی ہے اور یہ غذا خلط فاسد سابق کی طرف مستحیل ہو جاتی ہے۔ ایسی صورت میں طبیب پہلے مسہل دے کر معدہ کا مادّۂ فاسدہ سے تنقیہ کرتا ہے، اس کے بعد پھر خمیرہ اور بادام تجویز کرتا ہے۔ اسی طرح

---

۵۱۷ کمالاتِ اشرفیہ، ملفوظ نمبر ۵۷۹، صفحہ: ۱۲۶

۵۱۸ کمالات اشرفیہ، صفحہ: ۱۸۳

بعض تکبر اور عُجب کے مریض ذکر اور نوافل سے اور بگڑ گئے اور ان کے تکبر میں اضافہ ہو گیا۔ اگر کسی شیخِ کامل کی صحبت نہ ہو تو ایسا شخص کبر جیسے مہلک مرض میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو جاتا ہے۔ چناں چہ ایک صاحب تھانہ بھون آئے تھے۔ حضرت نے ان کو ذکر کی تعلیم دی۔ پہلے سے کبر کے مریض تھے تکبر اور بڑھ گیا جس کی علامت یہ ظاہر ہوئی کہ ہر ایک سالک کا احتساب شروع کر دیا۔ خانقاہ کے انتظام میں دخل دینے لگے۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو بہت ڈانٹا اور فرمایا کہ آپ کو کس نے خانقاہ کا مہتمم بنا دیا اور فرمایا کہ آپ کے مزاج میں تکبر ہے، اس حالت میں آپ کے لیے ذکر مفید نہ ہو گا، آپ کے لیے ذکر کو ملتوی کیا جاتا ہے۔

ترک کا لفظ اللہ تعالیٰ کے نام پاک کے ساتھ خلافِ ادب سمجھتا ہوں، اس لیے لفظ ترک کے بجائے التواء کا استعمال کیا ہے اور اب مادّۂ فاسدہ کا تنقیہ کیا جائے گا اور وہ یہ ہے کہ آپ ہر نماز کے بعد نمازیوں کی جوتیاں سیدھی کیا کیجیے اور وضو خانہ کی نالی صاف کیا کیجیے۔

طالبِ اصلاح کو اپنے مصلح سے ایسا تعلق ہونا چاہیے جیسا کہ مریض کا طبیب سے تعلق ہوتا ہے۔ چناں چہ اگر ضرورتاً طبیب کڑوی دوائی لکھ دیتا ہے تو طبعی ناگواری کے باوجود معالج سے ناراض نہیں ہوتا بلکہ دوائے تلخ کو اپنے لیے مفید سمجھ کر حلق سے اُتار لیتا ہے اور طبیب کا ممنون رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس مضمون کو شرفِ قبول عطا فرمائیں اور میری اصلاح کا ذریعہ بنائیں اور اُمتِ مسلمہ کے لیے اس کا نفع عام اور تام فرمائیں۔

(احقر محمد اختر عفا اللہ عنہ)

کظم اور غیظ کی تعریف

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ [۵۱۹]

[۵۱۹] اٰل عمرٰن: ۱۳۴

اور غصہ کے ضبط کرنے والے اور لوگوں کی تقصیرات سے در گزر کرنے والے، اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں کو جن میں یہ خصائل ہوں بوجہ اکمل محبوب رکھتا ہے۔[۵۲۰]

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کظم عرب کی لغت میں اس وقت بولتے ہیں جب مشک بھر کے بہنے کے قریب ہو تو اس کا منہ باندھتے وقت یہ جملہ مستعمل ہے شَدُّ رَأْسِ الْقِرْبَةِ عِنْدَ امْتِلَاءِهَا اور مغموم لوگوں کو کہتے ہیں: فُلَانٌ كَظِيْمٌ أَيْ مُمْتَلِئٌ حُزْنًا اور غیظ کی تعریف: هَيَجَانُ الطَّبْعِ عِنْدَ رُؤْيَةِ مَا يُنْكِرُ ناگوار بات دیکھنے سے طبیعت میں ہیجان ہو جانا۔

غیظ اور غضب کا فرق: غضب کے ساتھ ارادہ انتقام کا ہوتا ہے اور غیظ میں اندر اندر گھٹتا رہتا ہے۔ إِنَّ الْغَضَبَ يَتْبَعُهُ إِرَادَةُ الْاِنْتِقَامِ الْبَتَّةَ وَلَا كَذَالِكَ الْغَيْظُ بعض لوگوں نے کہا کہ غیظ اور غضب دونوں متلازم ہیں مگر غضب کی اسناد اور نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف صحیح اور غیظ کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف صحیح نہیں۔ هُمَا مُتَلَازِمَانِ إِلَّا أَنَّ الْغَضَبَ يَصِحُّ إِسْنَادُهُ إِلَى اللهِ تَعَالٰى وَالْغَيْظَ لَا يَصِحُّ فِيْهِ ذَالِكَ۔

وَالْمُرَادُ وَالْمُتَجَرِّعِيْنَ لِلْغَيْظِ الْمُمْسِكِيْنَ عَلَيْهِ عِنْدَ امْتِلَاءِ نُفُوْسِهِمْ مِنْهُ فَلَا يَنْتَقِمُوْنَ مِمَّنْ يُّدْخِلُ الضَّرَرَ عَلَيْهِمْ وَلَا يُبْدُوْنَ لَهٗ مَا يَكْرَهُ بَلْ يَصْبِرُوْنَ عَلٰى ذَالِكَ مَعَ قُدْرَتِهِمْ عَلَى الْاِنْفَاذِ وَالْاِنْتِقَامِ وَهٰذَا هُوَ الْمَمْدُوْحُ[۵۲۱]

مراد ان آیات سے یہ ہے کہ غیظ کا تلخ گھونٹ پی جاتے ہیں اور غیظ و غضب سے بھرے ہونے کے باوجود غصہ کو روکتے ہیں اور انتقام نہیں لیتے اس شخص سے جس نے ان کو ضرر پہنچایا ہے اور اپنے غم کو ظاہر بھی نہیں کرتے بلکہ اس پر صبر کرتے ہیں۔ باوجودیکہ ان کو ان لوگوں پر قدرت انتقام کی ہوتی ہے اور یہی قابلِ مدح لوگ ہیں۔

۵۲۰؎ بیان القرآن: ۵۸/۲-۵۹، ایچ ایم سعید

۵۲۱؎ روح المعانی: ۵۸/۴، اٰل عمرٰن (۱۳۴)، دار إحياء التراث، بیروت

غیظ و غضب کا علاج (احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں چار حدیثیں نقل فرمائی ہیں:

۱) عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا مَنْ كَظَمَ غَیْظًا وَهُوَ یَقْدِرُ عَلَی انْفَاذِهٖ مَلَأَ اللهُ تَعَالٰی قَلْبَهٗ اَمْنًا وَّاِیْمَانًا [۵۲۲]

جو شخص غصہ کو پی جائے درآنحالیکہ وہ قادر ہو اس کے نافذ کرنے پر، بھر دے گا اللہ تعالیٰ اس کے دل کو امن (سکون) اور ایمان سے۔

۲) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ قَادِرٌ عَلٰی اَنْ یُّنْفِذَهٗ دَعَاهُ اللهُ تَعَالٰی عَلٰی رُؤُوْسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰی یُخَیِّرَهُ اللهُ تَعَالٰی مِنْ اَیِّ الْحُوْرِ شَاءَ [۵۲۳]

جو شخص غصہ کو پی جائے اس حالت میں کہ وہ قادر ہو اس کے نافذ کرنے پر تو اللہ تعالیٰ بلائیں گے اس کو تمام مخلوق کے سامنے اور اختیار دیں گے کہ جس حور کو چاہے اپنی پسند سے چھانٹ لے۔

۳) عَنِ الْحَسَنِ اَنَّ اللهَ تَعَالٰی یَقُوْلُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ لِیَقُمْ مَنْ كَانَ لَهٗ عَلَی اللهِ تَعَالٰی اَجْرٌ فَلَا یَقُوْمُ اِلَّا اِنْسَانٌ عَفَا [۵۲۴]

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے کہ کھڑا ہو جائے وہ شخص جس کا میرے اوپر کوئی حق ہو۔ پس نہیں کھڑا ہوگا کوئی شخص مگر وہ انسان جس نے کسی کو معاف کیا ہوگا۔

۴) عَنْ أُبَیِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ سَرَّهٗ أَنْ یُّشْرَفَ لَهُ الْبُنْیَانُ وَ تُرْفَعَ لَهُ الدَّرَجَاتُ فَلْیَعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَهٗ وَیُعْطِ مَنْ حَرَمَهٗ وَیَصِلْ مَنْ قَطَعَهٗ [۵۲۵]

---

۵۲۲ کنز العمال: ۱۳۱/۳ (۵۸۱۲)، دار إحیاء التراث، بیروت

۵۲۳ سنن ابی داؤد: ۳۰۳/۲، باب من کظم غیظا، ایچ ایم سعید

۵۲۴ روح المعانی: ۵۸/۴، اٰل عمرٰن (۱۳۴)، دار إحیاء التراث، بیروت

۵۲۵ المستدرك علی الصحیحین للحاکم: ۲۹۵/۲ (۳۱۶۱)، کتاب التفسیر دار المعرفة، بیروت

فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص کو یہ بات خوش کرے کہ اس کے لیے اونچے محل بنائے جائیں اور اس کے درجات کو بلند کیا جائے پس اپنے ظالم کو معاف کردے اور محروم کرنے والے کو عطا کرے اور قطع رحمی کرنے والے کے ساتھ صلہ رحمی کرے۔

وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ

اَلْمُتَجَاوِزِيْنَ عَنْ عُقُوْبَةِ مَنِ اسْتَحَقُّوْا مُؤَاخَذَتَهٗ إِذَا لَمْ يَكُنْ فِيْ ذَالِكَ إِخْلَالٌ بِالدِّيْنِ[۵۲۶]

سزا کے مستحق لوگوں کو بدون سزا اور مؤاخذہ درگزر کرنے والے بشرطیکہ اس معافی سے دین میں خلل اور نقصان نہ واقع ہو۔

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ: المحسنين کا الف لام جنس کے لیے یا عہد کے لیے ہے، لیکن حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے الف لام عہد کا لیا ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس احسان کی تفسیر میں ایک واقعہ لکھا ہے:

وَمِمَّا يُؤَيِّدُ كَوْنَ الْاِحْسَانِ هُنَا بِمَعْنَى الْاِنْعَامِ مَا أَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ أَنَّ جَارِيَةً لِّعَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا جَعَلَتْ تَسْكُبُ عَلَيْهِ الْمَاءَ لِيَتَهَيَّاَ لِلصَّلَاةِ فَسَقَطَ الْاِبْرِيْقُ مِنْ يَدِهَا فَشَجَّهٗ فَرَفَعَ رَأْسَهٗ إِلَيْهَا فَقَالَتْ: إِنَّ اللهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ: وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ فَقَالَ لَهَا: قَدْ كَظَمْتُ غَيْظِيْ قَالَتْ: وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ قَالَ: قَدْ عَفَا اللهُ تَعَالٰى عَنْكِ قَالَتْ: وَاللهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ قَالَ: اِذْهَبِيْ فَأَنْتِ حُرَّةٌ لِّوَجْهِ اللهِ[۵۲۷]

امام بیہقی سے روایت ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت علی کی باندی ان کو وضو کرا رہی تھی کہ اچانک لوٹا ہاتھ سے چھوٹ گیا اور ان کو زخمی کردیا۔ پس

---

۵۲۶ روح المعانی: ۵۸/۴، اٰل عمرٰن (۱۳۴)، دار إحیاء التراث، بیروت

۵۲۷ روح المعانی: ۵۹/۴، اٰل عمرٰن (۱۳۴)، دار إحیاء التراث، بیروت

غصہ سے اس کی طرف دیکھا تو اس نے یہ آیت پڑھی وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ یہ سنتے ہی فرمایا میں نے غصہ پی لیا۔ پھر اس نے دوسری آیت پڑھی وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ یہ سن کر کہا کہ میں نے تجھ کو معاف کر دیا۔ پھر اس نے تیسری آیت پڑھی وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ انہوں نے کہا جا میں نے تجھے اللہ تعالیٰ کے لیے آزاد کر دیا۔

حقیقتِ غضب جب بندوں کی طرف منسوب ہو

اِتَّقُوا الْغَضَبَ فَاِنَّهٗ جَمْرَةٌ تَتَوَقَّدُ فِيْ قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ اَلَمْ تَرَوْا اِلَى انْتِفَاخِ أَوْدَاجِهٖ وَحُمْرَةِ عَيْنَيْهِ[۵۲۸]

علامہ آلوسی حدیث نقل فرماتے ہیں۔ تحقیق کہ غضب روشن ہوتا ہے ابنِ آدم کے قلب میں، کیا نہیں دیکھتے ہو تم غصہ میں گردن کی رگوں کا پھولا ہوا ہونا اور آنکھوں کا سرخ ہو جانا؟

غضب کی حقیقت جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو

وَفِي الْكَشَّافِ مَعْنٰى غَضَبِ اللهِ تَعَالٰى إِرَادَةُ الْاِنْتِقَامِ مِنَ الْعُصَاةِ وَإِنْزَالُ الْعُقُوْبَةِ بِهِمْ[۵۲۹]

اور تفسیر کشاف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے یہ مراد ہوتا ہے کہ انتقام کا ارادہ فرمانا نافرمانوں سے اور ان پر سزا و عذاب کا نازل کرنا۔

فائدہ: علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صفتِ غضب و رحمت حق تعالیٰ کی دونوں قدیم صفات ہیں۔ جیسا کہ حق تعالیٰ کی شان جلال کے مطابق ہے۔ لَا اَعْلَمُ الْحَقِيْقَةَ ہم حقیقت تک نہیں پہنچ سکتے۔

---

۵۲۸ روح المعانی: ۱/۹۵، الفاتحة، دار إحياء التراث، بيروت / مسند احمد: ۳/۱۹ / کنز العمال: ۱۵ / ۹۲۲ (۴۳۵۸۷)، مؤسسة الرسالة

۵۲۹ روح المعانی: ۱/۹۵، الفاتحة، دار إحياء التراث، بيروت

حدیث: سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ غَضَبِیْ: مَحْمُوْلٌ عَلَی الزِّیَادَةِ فِی الْاٰثَارِ أَوْ تَقَدُّمِ ظُهُوْرِهَا[۵۳۰]

حضرت شاہ عبد القادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پاک کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ یہ جو روایت میں ہے کہ عرش کے سامنے حق تعالیٰ شانہٗ نے حدیث مذکورہ کی یہ عبارت کندہ کرا رکھی ہے، تو یہ حق تعالیٰ کی طرف سے مراحم خسروانہ کی صفت کے ظہور کے قبیل سے ہے۔یعنی یہ شاہی رحم ہے جس پر چاہیں گے ظہور فرمادیں گے۔

بے جا غصہ اور اس کا علاج دَافِعُ الْغَضَبِ

بے جا غصہ اتنا خطرناک مرض ہے کہ بیٹے کو باپ سے، بیوی کو شوہر سے، شاگرد کو استاد سے، مرید کو شیخ سے، ملازم کو آقا سے، امتی کو نبی سے اور بندے کو خدا سے لڑا دیتا ہے۔ اور غصہ کا مریض خود بھی ہر وقت پریشان اور بے سکون رہتا ہے اور اپنے گھر والوں اور اپنے پڑوسیوں کو اور جس ماحول میں بھی رہتا ہے پریشان کرتا رہتا ہے اور اکثر اس کی نیند اس پر حرام رہتی ہے۔ انتقام لینے کی اُلجھنوں میں گرفتار رہتا ہے۔ مخلوق بھی ایسے لوگوں کو حقیر، ناقابلِ اعتبار سمجھتے ہوئے ان کی دوستی سے کنارہ کش، گریزاں اور نفور رہتی ہے۔ مغلوب الغضب آدمی سے آدمی دہشت زدہ اور متوحش رہتا ہے۔ اُمتِ مسلمہ ایسے لوگوں سے دین سیکھنے سے کتراتی ہے کیوں کہ فیض کا مدار مانوس ہونے پر ہے اور مانوس ہونا مغلوب الغضب انسان سے ناممکن ہے۔ بے جا غصہ والے اکثر آخر عمر میں ہائی بلڈ پریشر کے مریض ہو جاتے ہیں اور اعصابی تناؤ کے سبب اکثر ان لوگوں پر فالج کا حملہ بھی ہو جاتا ہے۔ غصہ کے ساتھ لفظ بے جا کی قید سے اصلاح اور تربیت کے لیے اللہ والوں کا غصہ مستثنیٰ ہو جاتا ہے کیوں کہ وہاں نکیر تو ہے لیکن تحقیر نہیں ہے، نکیر واجب اور تحقیر حرام ہے۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب نور اللہ مرقدہٗ اصلاح کے لیے

۵۳۰؎ روح المعانی: ۹۶/۱، الفاتحة، دار إحیاء التراث، بیروت

جب کسی کو ڈانٹتے تھے تو اس وقت اس مراقبہ کا استحضار فرماتے کہ جیسے کسی شاہزادے نے جرم کیا ہو اور بھنگی جلاد کو حکمِ شاہی ہوا ہو کہ اس شہزادے کو درّے لگائیں۔ تو کیا اس بھنگی جلاد کے دل میں درّے مارتے وقت کہیں یہ بھی وسوسہ ہو سکتا ہے کہ میں اس شاہزادے سے افضل ہوں؟[۵۳۱]

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ والوں کے غصہ کو اہلِ نفس اپنے اوپر قیاس نہ کریں ورنہ شیطان اللہ والوں کے فیوض وبرکات سے محروم کردے گا۔

حکایت: ایک دوکاندار بنیے نے طوطا پال رکھا تھا۔ یہ طوطا خوب باتیں کرکے خریداروں کو خوش کرتا تھا۔ ایک دن دوکاندار نہ تھا اور اچانک ایک بلی نے کسی چوہے کو پکڑنے کے لیے حملہ کیا اس طوطے نے سمجھا کہ شاید مجھے پکڑنا چاہتی ہے۔ یہ اپنی جان بچانے کے لیے ایک طرف کو بھاگا۔ اسی طرف بادام کے تیل کی بوتل رکھی تھی سارا تیل گر گیا۔ جب دوکاندار آیا تو اس نے اپنی گدی پر تیل کی چکناہٹ محسوس کی اور دیکھا کہ بوتل سے تیل گر گیا ہے۔ اس نے غصہ میں طوطے کے سر پر ایسی چوٹ لگائی کہ جس سے اس کا سر گنجا ہو گیا۔ یہ طوطا اس دوکاندار سے ناراض ہو گیا اور بولنا چھوڑ دیا۔

طوطے کے اس فعل سے دوکاندار کو سخت پریشانی ہوئی اور بہت ندامت ہوئی کہ میں اب کیا کروں کیوں کہ دوکاندار کو اس کی باتوں سے بڑا لطف ملتا تھا۔ کئی روز تک اس طوطے کی خوشامد کی۔ طرح طرح کے پھل دیے کہ خوش ہو جاوے لیکن طوطا بالکل خاموش تھا۔ اس دوکان پر جو خریدار آتے وہ بھی اس کے خاموش رہنے سے تعجب اور افسوس کرتے۔ ایک دن اس دوکان کے سامنے سے ایک کمبل پوش فقیر سر منڈائے ہوئے گزرا تو یہ طوطا فوراً بلند آواز سے بولا کہ اے گنجے! تو کس سبب سے گنجا ہوا، تُو نے بھی بوتل سے تیل گرا دیا ہو گا۔ طوطے کے اس قیاس سے لوگوں کو ہنسی آگئی کہ اس نے کمبل پوش فقیر کو بھی اپنے اوپر قیاس کیا۔ اس واقعہ سے رجوع کرتے ہوئے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نصیحت فرماتے ہیں ۔

---

[۵۳۱] انفاسِ عیسیٰ، حصہ دوم، صفحہ: ۴۷۳، مطبوعہ دیوبند

کارِ پاکاں را قیاسِ خود مگیر
گرچہ باشد در نوشتن شیر و شیر

اے عزیز! پاک لوگوں کے معاملہ کو اپنے اوپر قیاس نہ کرو۔ اگرچہ لکھنے میں شیر (دودھ) اور شیر (جانور) ایک طرح کا ہوتا ہے۔

مسائل السلوک از بیان القرآن

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی:

وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ[۵۳۲]

ترجمہ مع تفسیر: اور دینی حمیت کے جوش میں جلدی سے توریت کی تختیاں ایک طرف رکھیں اور جلدی میں ایسے زور سے رکھی گئیں کہ اگر غور نہ کرے تو شبہ ہو کہ جیسے کسی نے پٹک دی ہوں اور ہاتھ خالی کرکے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کا سر یعنی بال پکڑ کر ان کو اپنی طرف گھسیٹنے لگے کہ تم نے کیوں پورا انتظام نہ کیا اور چوں کہ غلبۂ غضب میں ایک گونہ بے اختیاری ہوگئی تھی اور غضب بھی دین کے لیے تھا، اس لیے اس بے اختیاری کو معتبر قرار دیا جائے اور اس اجتہادی لغزش پر اعتراض نہ کیا جاوے گا۔

تفسیر روح المعانی: وَالصَّوَابُ أَنْ يُّقَالَ إِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِفَرَطِ حَمِيَّةِ الدِّيْنِيَّةِ وَشِدَّةِ غَضَبِهٖ لِلّٰهِ تَعَالٰى لَمْ يَتَمَالَكْ وَلَمْ يَتَمَاسَكْ أَنْ وَقَعَتِ الْأَلْوَاحُ مِنْ يَدِهٖ بِدُوْنِ اخْتِيَارٍ فَنَزَلَ تَرْكُ التَّحَفُّظِ مَنْزِلَةَ الْاِلْقَاءِ الْاِخْتِيَارِيِّ فَعَبَّرَ بِهٖ تَغْلِيْظًا عَلَيْهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَإِنَّ حَسَنَاتِ الْأَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ- انتھٰی[۵۳۳] حضرت موسیٰ علیہ السلام پر دینی حمیت کے غلبہ سے اور شدتِ غضب سے جو صرف اللہ کے لیے تھا ایسی غیر اختیاری کیفیت طاری ہوئی کہ جس کی وجہ سے ان کے ہاتھوں سے توریت کی تختیاں گر گئیں اور ان کے مقرب بارگاہِ حق

۵۳۲؎ الاعراف:۱۵۰

۵۳۳؎ روح المعانی:۹/۶۷،الاعراف(۱۵۰)،دارإحیاءالتراث،بیروت

ہونے کے سبب ان کے ترک تحفظ کو القائے اختیاری سے تعبیر کیا گیا۔ بقاعدہ مشہورہ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ۔

حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تین سال بڑے تھے، مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام مرتبہ میں بڑے تھے کیوں کہ ان کی رسالت اور ریاست مستقلاً تھی اور یہ وزیر تھے اور بہت ہی نرم اور حلیم الطبع تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بال پکڑ کر کھینچنے میں قصد اہانت اور استخفاف کا نہ تھا۔

مسائل السلوک میں تفسیر مذکورہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔ مسائل السلوک میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بہت سے نادان لوگ بعض اہل اللہ کی دینی شدت، غضب اور فرطِ حمیت کو سوئے اخلاق سے تعبیر کرتے ہیں۔ حَاشَاهُمْ عَنْ ذَالِكَ اور وہ پاک ہیں اس الزام سے۔ اور اسی واقعہ سے شیخ کے غضب کا جواز مرید پر ثابت ہوتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ کاملین سے اجتہادی خطا کا صدور منافی کمال نہیں۔ اور ان جاہل مریدوں کی بداعتقادی بھی ثابت ہوئی جو اپنے پیروں کو خطاؤں سے معصوم سمجھتے ہیں۔[۵۳۴]

اہل اللہ اور اہلِ نفس کے غضب میں فرق

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی کا عذر قبول فرمایا اور فوراً دعا کی:

رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ ۫ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ[۵۳۵]

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی خطائے اجتہادی کی مغفرت کے ساتھ ساتھ اپنے بھائی کی مغفرت کی دعا بھی مانگی تاکہ اپنے بھائی کا دل خوش کر دیں اور دُشمنوں کی شماتت اور طعن کو رفع کر دیں۔[۵۳۶]

۵۳۴؎ بیان القرآن:۴/۴۲،الاعراف(۱۵۰)،ایچ ایم سعید

۵۳۵؎ الاعراف:۱۵۱

۵۳۶؎ روح المعانی:۹/۶۹،الاعراف(۱۵۱)،دار إحیاء التراث،بیروت

اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقبولین کو فوراً تلافی کی توفیق بھی عطا کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے عین مؤاخذہ اور احتساب کے وقت بھی تحقیر اور اہانت کا قصد نہیں کرتے۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں تو کسی سے عین باز پُرس کے وقت بھی بحمد اللہ اس کا استحضار رکھتا ہوں کہ یہ شخص مجھ سے لاکھوں درجہ افضل ہے اور یہ استحضار کوئی کمال کی بات نہیں، اس لیے کہ موٹی سی بات ہے کہ کسی کو معلوم نہیں کہ عند اللہ اس کا کیا درجہ ہے، مگر اصلاح کی ضرورت باز پُرس پر مجبور کرتی ہے اور بعض اوقات جس پر میں مؤاخذہ کرتا ہوں وہ بات فی نفسہٖ اس درجہ کی نہیں ہوتی جس درجہ کا اس پر احتساب ہوتا ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ میں اس کی منشا کو دیکھتا ہوں اور بعض جرم منشا کے اعتبار سے کبائر سے بھی سخت ہوتا ہے، اس لیے ہر جرم میں یہ خیال کرنا چاہیے کہ گو یہ صورتاً صغیرہ ہے مگر ممکن ہے کہ منشا کے اعتبار سے کبائر سے بھی بڑھ کر ہو اور اس لیے کہیں اس پر مؤاخذہ بڑا نہ ہو۔ گویہ اس کو ہلکا سمجھے ہوئے ہے۔

اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ میں سچ عرض کرتا ہوں کئی مرتبہ خیال ہوا کہ اس اصلاح کے کام کو چھوڑ دوں اور یہ چھوڑ دینا آسان ہے لیکن جب تک اس کو چھوڑا نہ جاوے اس وقت تک اصلاح کا جو طریق ہے اس کے خلاف کرنے کو جی نہیں چاہتا اور مفید بھی نہیں ہوتا۔ یہ تجربہ ہے کہ اگر نرمی سے بٹھلا کر سمجھا دیا جاوے تو اس کو اس کا قبیح ہونا معلوم نہیں ہوتا، لیکن سیاست ہی کا طریق اختیار کرنا پڑتا ہے۔[۵۳۷]

ہمارے مرشد حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کو ایسی شانِ محبوبیت عطا فرمائی تھی کہ لوگ ان کی دار و گیر پر فدا رہتے تھے اور متوحش نہ ہوتے تھے۔ ہم لوگوں کو حضرت والا اس دار و گیر کے طرز سے منع فرمایا کرتے تھے کہ اُمتِ مسلمہ مبادا تم لوگوں کا ناز نہ اُٹھا سکے۔

نوٹ: علمائے ربّانیّین کا جب یہ مقام ہے تو انبیاء علیہم السلام کا کیا مقام ہوگا؟

۵۳۷ے الافاضات الیومیہ: ۴۹/۲، مطبوعہ ملتان

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا غضب چوں کہ لِلّٰہ تھا، اس کی مثال سکر من المباح کی سی ہے جس میں مکلف نہیں رہتا۔ اس پر دوسرے شخص کے غصہ کو جو نفس کے واسطے ہو قیاس نہیں کر سکتے، بلکہ اس کی حالت سکر من المحرم کی سی ہے کہ جس کو شارع نے عذر نہیں قرار دیا۔ چناں چہ وقوعِ طلاق وغیرہ کا حکم معلوم ہے۔

نیز عادتاً ممکن ہے کہ شدتِ مشغولی میں ذہول ہو گیا ہو کہ میرے ہاتھ میں کیا ہے اور بھائی کو دارو گیر کرنے کے لیے ہاتھ خالی کرنا ہوا۔

حکایت: ایک صاحب کو غصہ کی بیماری تھی۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو لکھنؤ انوار بک ڈپو کے مولوی محمد حسن کاکوروی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھنے کا مشورہ دیا۔ چند دن بیٹھنے سے ان کا غصہ کم ہونے لگا، یہاں تک کہ معتدل ہو گیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ مولوی صاحب نے تو مجھے غصہ کے متعلق کبھی کوئی نصیحت نہیں کی، پھر مجھے ایسا نفع کیوں ہوا؟ حضرت نے فرمایا کہ موصوف میں شانِ حلم غالب ہے، صحبت سے ان کا حلم آپ کے اندر آہستہ آہستہ منتقل ہو گیا۔

حکایت: ایک دن حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک ملازم کو ڈانٹ رہے تھے۔ ملازم نے عرض کیا کہ معاف کر دیجیے۔ شیخ نے فرمایا کہ تم تو بار بار غلطی کرتے ہو، میں تمہارا کتنا بھگتوں؟ مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ کے چچا پاس بیٹھے ہوئے تھے، فرمایا کہ مولانا! اس کا اتنا بھگت لیجیے جتنا اپنے اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن بھگتوانا ہے۔

نسخۂ اکسیرِ غضب

از: حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم

حسب ذیل اُمور کو دن میں متعدد بار پڑھیں، اتنا کہ غصہ کے وقت یاد رہیں:

۱) پوری اعوذ باللہ پڑھنا۔

۲) وضو کر لینا۔

۳) کھڑے ہوں تو بیٹھ جانا، بیٹھے ہوں تو لیٹ جانا۔

۴) جس پر غصہ آرہا ہو اس کے سامنے سے ہٹ جانا یا اس کو ہٹا دینا۔

۵) کسی صالح کی صحبت میں بیٹھ جانا۔

۶) ذکر اللہ میں مشغول ہو جانا نیز درود شریف پڑھنا۔

۷) حتی الوسع بات نہ کرنا اور نہ کوئی معاملہ کرنا اس کے ساتھ جس پر غصہ آرہا ہے۔

۸) یہ سوچنا کہ غصہ ایمان کو ایسا خراب کر دیتا ہے جس طرح ایلوا شہد کو۔

۹) یہ سوچنا کہ میں بھی اللہ تعالیٰ کا خطاوار ہوں۔ اگر میری خطا پر مؤاخذہ فرمایا جاوے تو نجات پانا مشکل ہے۔ نیز دوسروں کی خطایا سے درگزر کرنے پر اُمید ہے کہ میری خطایا بھی معاف ہو جاویں گی، لہٰذا جس پر غصہ آرہا ہے اس سے درگزر کرنا ہی بہتر ہے۔

۱۰) اگر ہدایاتِ مجوزہ کے خلاف عمل ہو جاوے تو پچاس پیسے تا دس روپے خیرات کرے اور چار رکعت نفل نماز بھی پڑھے۔

اللہ تعالیٰ کے غضب اور مخلوق کے غضب میں فرق

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اِتَّقُوا الْغَضَبَ فَإِنَّهٗ جَمْرَةٌ تَتَوَقَّدُ فِیْ قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ أَلَمْ تَرَوْا إِلَى انْتِفَاخِ أَوْدَاجِهٖ وَحُمْرَةِ عَيْنَيْهِ[۵۳۸]

غصہ آگ کا شعلہ ہے جو ابنِ آدم کے دل میں سلگتا ہے۔ کیا نہیں دیکھتے ہو تم اس کی گردن کی رگوں کے پھولنے کو اور اس کی آنکھوں کی سرخی کو؟

تعریفِ مذکورہ مخلوق کے غضب کی تعریف ہے، اور اللہ تعالیٰ کے غضب کی تعریف صاحبِ کشاف نے یہ کی ہے:

إِرَادَةُ الْاِنْتِقَامِ مِنَ الْعُصَاةِ وَإِنْزَالُ الْعُقُوْبَةِ بِهِمْ[۵۳۹]

نافرمانوں سے انتقام کا ارادہ کرنا اور ان پر عذاب نازل کرنا۔

۵۳۸ مسند احمد: ۳/۱۹/ کنز العمال: ۱۵/۹۲۲ (۴۳۵۸۷)، مؤسسة الرسالة

۵۳۹ روح المعانی: ۱/۹۵، الفاتحة (۳)، دار احياء التراث، بيروت

غضب کے متعلق چند احادیثِ مبارکہ

حدیث شریف میں بروایت مشکوٰۃ ارشاد فرمایا گیا کہ غصہ ایمان کو ایسے برباد کرتا ہے (یعنی اس کے کمال اور نور کو) جیسا کہ ایلوا خراب کردیتا ہے شہد کو۔ ایلوا کو حدیث میں صَبِر فرمایا گیا ہے۔[۵۴۰]

حضرت ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس لفظ کی دو لغت ہیں:

صَبِرٌ بِفَتْحِ الصَّادِ وَکَسْرِ الْبَاءِ وَیُسَکَّنُ وَصِبْرٌ بِکَسْرِ الصَّادِ وَ بِسُکُوْنِ الْبَاءِ عَلٰی مَا اشْتَهَرَ عَلَى الْاَلْسِنَةِ[۵۴۱]

دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ

لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرَعَةِ إِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِیْ يَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ[۵۴۲]

(یعنی) پہلوان وہ نہیں ہے جو کسی کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو قابو میں کرلے۔ (یہ حدیث متفق علیہ ہے)

صُرَعَة: جیسے هُمَزَة۔ صاد پر ضمہ راء پر فتحہ[۵۴۳]

تیسری حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ غصہ شیطان سے ہے۔ (یعنی اس کے وسوسہ اور اثر سے ہے) اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ کو صرف پانی ہی بجھا سکتا ہے۔ پس جب تم میں سے کسی کو غصہ آجاوے تو وضو کرلے۔[۵۴۴]

---

۵۴۰ شعب الایمان للبیہقی: ۱۰/۵۳۱-۵۳۲ (۷۹۴۱)، مکتبۃ الرشد

۵۴۱ مرقاۃ المفاتیح: ۹/۳۰۷ (۵۱۱۸)، باب الغضب والکبر، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۵۴۲ صحیح البخاری: ۲/۹۰۳، باب الحذر من الغضب، المکتبۃ المظہریۃ

۵۴۳ مرقاۃ المفاتیح: ۹/۲۹۲-۲۹۳ (۵۱۰۵)، باب الغضب والکبر، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۵۴۴ صحیح البخاری: ۲/۴۶۴ (۳۲۹۲)، باب صفۃ ابلیس وجنودہ، المکتبۃ المظہریۃ

حضرت مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک روایت میں ہے کہ جب غصہ آوے تو أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھ لے۔[۵۴۵]

اور مرقاۃ میں ہے کہ اگر غصہ پھر بھی دور نہ ہو تو وضو کرلے اور پھر بھی دور نہ ہو تو دو رکعت نماز پڑھ لے۔ پس یہ غصہ کی دوا ہے جو شیطان پر بہت ناگوار ہے۔[۵۴۶]

اہلِ غضب کی چار قسمیں

مشکوٰۃ فصلِ ثانی باب الامر بالمعروف بروایت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث کے ذیل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تم میں سے جو جلد غصہ ہوتا ہے اور جلد رجوع کرتا ہے۔ یعنی سریع الغضب اور سریع الفیٔ ہوتا ہے فَإِحْدٰهُمَا بِالْاُخْرٰى حضرت ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ شخص نہ مدح کا مستحق ہے نہ ذم کا۔ اور وہ شخص جس کو دیر سے غصہ آتا ہے اور دیر سے زائل ہوتا ہے یہ شخص بھی مدح وذم کا مستحق نہیں۔ اور وہ شخص جس کو دیر سے غصہ آتا ہے اور جلد زائل ہوجاتا ہے تو ایسے لوگ تم میں سب سے بہتر ہیں وَخِيَارُكُمْ مَنْ يَّكُوْنُ بَطِيْءَ الْغَضَبِ سَرِيْعَ الْفَيْءِ اور تم میں سب سے بُرے وہ لوگ ہیں جن کو غصہ جلد آتا ہے لیکن دیر سے زائل ہوتا ہے۔ وَشِرَارُكُمْ مَنْ يَّكُوْنُ سَرِيْعَ الْغَضَبِ بَطِيْءَ الْفَيْءِ

حضرت ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ انسان کا کمال یہ ہے کہ اس کے اخلاقِ ذمیمہ پر اخلاقِ حمیدہ غالب ہوجائیں۔ لَا أَنَّهَا تَكُوْنُ مَعْدُوْمَةً فِيْهِ بِالْكُلِّيَّةِ نہ یہ کہ بالکل اس ذمیمہ کا یعنی غصہ کا وجود ہی نہ رہے۔ (یعنی ازالہ مقصود نہیں صرف امالہ مقصود ہے) وَإِلَيْهِ الْاِشَارَةُ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ''وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ'' حَيْثُ لَمْ يَقُلْ وَالْعَادِمِيْنَ چناں چہ حق تعالیٰ شانہٗ نے والکاظمین فرمایا کہ غصہ اور غیظ کو ضبط

---

[۵۴۵] مرقاۃ المفاتیح: ۳۰۱/۹ (۵۱۱۳)، باب الغضب والکبر، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

[۵۴۶] مرقاۃ المفاتیح: ۳۰۲/۹ (۵۱۱۳)، باب الغضب والکبر دار الکتب العلمیۃ، بیروت

کرتے ہیں۔ یہ نہیں فرمایا کہ **والعادمین** اس کو معدوم کر دیتے ہیں۔[۵۴۷]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس نے اپنی زبان کی حفاظت کی (یعنی اپنے بھائیوں کا عیب چھپایا) اللہ تعالیٰ اس کے عیب کو (انسانوں سے اور فرشتوں سے) چھپائیں گے، اور جس نے غصہ روک لیا (لوگوں پر) اللہ تعالیٰ اپنا عذاب قیامت کے دن اس پر نہ فرمائیں گے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے معافی اور معذرت کا طالب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عذر کو قبول فرماتے ہیں۔

معالجات الغضب

از: تربیت السالک

مصنفہ: حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ

ایک صاحب کے غضب کے سوال کے جواب میں ارقام فرمایا کہ سرعتِ غضب امر طبعی ہے، اختیار سے خارج ہے نہ اس پر ملامت ہے۔ البتہ اس کے مقتضا پر عمل جبکہ حدود سے تجاوز ہو جاوے مذموم ہے اور اس کا علاج بجز ہمت کے کچھ نہیں۔ اس ہمت میں مغضوب علیہ سے فوراً دور چلا جانا اور اعوذ باللہ پڑھنا اور اپنی خطاؤں اور حق تعالیٰ کے غضب کے احتمال کو یاد کرنا یہ بہت معین ہے اور نرمی وغیرہ۔ مدت تک تکلیف سے سوچ سوچ کر اختیار کرنا چاہیے مدت کے بعد ملکہ ہو گا۔ ہمت نہ ہاریے۔[۵۴۸]

ایک سوال کے جواب میں ارقام فرمایا کہ غصہ کے وقت تھوڑی سی ہمت کرنے کی ضرورت ہے کہ جس پر غصہ ہے اس کو اپنے روبرو سے علیحدہ کر دے یا خود علیحدہ ہو جاوے۔ اور پھر بھی غلطی ہو جاوے تو اس کا تدارک بھی جو آں عزیز کا معمول ہے کافی ہے اور اس کا شبہ نہ کیا جاوے کہ شاید دل سے معاف نہ کیا جاوے کیوں کہ انسان اس سے زیادہ کا مکلف نہیں کہ اپنی طرف سے دل سے راضی کرنے کی کوشش

۵۴۷؎ مرقاۃ المفاتیح: ۹/۳۳۸-۳۳۹ (۵۰۴۵)، باب الغضب والکبر، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۵۴۸؎ تربیت السالک: ۱/۲۴۶، مطبوعۃ، کراتشی

کرے، اس سے آگے اختیار نہیں تو اس کا مکلف بھی نہیں۔

ایک اور سوال کے جواب میں فرمایا کہ جس وقت غصہ آوے اس وقت یہ سوچو کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ پر بھی اس طرح غصہ کرنے لگے تو آخر میں بھی چاہوں گا کہ معافی ہو جاوے، تو مجھ کو چاہیے کہ اس شخص کو بھی معافی دے دوں، اور یہ سوچو کہ یہ شخص میرا اتنا خطاوار تو ہو گا بھی نہیں جتنا میں اللہ تعالیٰ کا گناہ گار ہوں۔ پھر جب میں معافی کا آرزومند ہوں تو اس کو کیوں نہ معاف کر دوں۔ دوسرا کام یہ کرے کہ فوراً وہاں سے جدا ہو جاوے یعنی اس جگہ نہ رہے جب تک کہ غصہ بالکل فرو نہ ہو جاوے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس تدبیر سے اس کے شر سے محفوظ رہیں گے۔ تیسرا کام یہ کرے کہ کوئی وقت معین کر کے اپنے عیوب کو مستحضر کیا کرے اور سوچا کرے کہ میں سب سے بدتر ہوں۔ اس سے کبر کی جڑ کٹ جاوے گی اور غصہ کا منشا کبر ہی ہے۔ اور غصہ کے وقت یہ خیال کر لیا کرے کہ تُو تو سب سے بدتر ہے۔ اپنے سے بڑے پر غصہ نہ آنا چاہیے۔

ایک صاحب نے لکھا تھا کہ لوگوں کو معاصی کا ارتکاب کرتے دیکھ کر انہیں سخت غصہ آتا ہے اور ضبط نہیں ہوتا اور غصہ میں سختی کے ساتھ بات چیت کی نوبت آجاتی ہے۔ جواب میں فرمایا کہ یہ حالت بُری نہیں۔ ہاں! کبھی ضعف تحمل سے تجاوز عن الاعتدال کا اندیشہ ضرور ہے۔ حتی الامکان تجاوز عن الاعتدال نہ ہونے پائے اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ عاصی کو حقیر نہ سمجھا جاوے۔ گو اس پر غصہ آوے، اس غصہ کے وقت یہ سوچا جائے کہ ہم میں اس سے بھی زیادہ عیوب ہیں۔

ایک صاحب کے غصہ کے علاج کا مجرب نسخہ دریافت کرنے پر جواب میں ارقام فرمایا کہ جس پر غصہ کیا جاوے بعد غصہ فرو ہو جانے کے مجمع میں اس کے سامنے ہاتھ جوڑیے، پاؤں پکڑیے بلکہ اس کے جوتے اپنے سر پر رکھیے۔ ایک دو بار ایسا کرنے سے نفس کو عقل آجاوے گی۔

اہل اللہ سے محبت کے دس انعام (احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں)

تنبیہ: حُبٌّ فِی اللہِ ایک کلی مُشَکِّکْ ہے جس کے انواع مختلف الدرجات

والمراتب ہوتے ہیں۔ اس مقالہ میں جو فوائد بیان کیے گئے ہیں وہ اگرچہ عام مسلمانوں کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ کے واسطے محبت کرنے پر موعود ہیں، لیکن تجربہ اور مشاہدہ یہی ہے کہ اہل اللہ کی محبت سے ایسے فوائد وبرکات حاصل ہوتے ہیں کہ جن کی تاثیر سے انسان کے قلب وروح میں انقلاب پیدا ہوجاتا ہے اور غفلت کی حیوانی زندگی اللہ والی زندگی سے تبدیل ہوجاتی ہے۔ یہ بات عام مسلمانوں کے ساتھ محبت **لِلّٰهِیه** سے حاصل نہیں ہوسکتی۔ جیسا کہ نصِ قطعی میں اس کی صراحت موجود ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ**[۵۴۹] اور صحبت اختیار کرو کاملین متقین کی۔ صادقین اور متقین کلی متساوی ہیں۔ **کَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ؕ وَ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ**[۵۵۰]

پس اس محبت **لِلّٰهِیه** کا نوع کامل اللہ والوں سے وہ محبت ہے جو ان حضرات سے صرف اصلاح نفس اور اللہ کی محبت حاصل کرنے کے لیے اختیار کی جاتی ہے۔ بالخصوص طالبین اور سالکین کو اہلِ حق (متبع شریعت وسنت) مرشدین سے جس درجہ شدید اور قوی محبت ہوتی ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔

اسی حقیقت کے پیش نظر اس مقالہ کا یہ عنوان تجویز کیا گیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مقالہ کو قبول فرماویں۔

انعامِ اوّل... اللہ تعالیٰ کی محبت کا عطا ہونا

ایسے شخص کے لیے اللہ تعالیٰ کی محبت واجب ہوجاتی ہے، حدیثِ قدسی ہے:

وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ وَالْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَزَاوِرِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَبَاذِلِیْنَ فِیَّ[۵۵۱]

حدیثِ قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو لوگ میری وجہ سے آپس میں

---

۵۴۹ التوبة: ۱۱۹

۵۵۰ البقرة: ۱۷۷

۵۵۱ مؤطا امام مالك: ۲۳، باب ما جاء في المتحابين في الله / كنز العمال: ۸/۹ (۲۴۶۷۰)، باب من كتاب الصحبة في الترغيب فيها، مؤسسة الرسالة

محبت رکھتے ہیں اور میری وجہ سے آپس میں بیٹھتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں میری محبت ان کے لیے واجب ہو جاتی ہے۔

یہ وجوبِ احسانی اور تفضّلی کہلاتا ہے۔ یعنی قانوناً اور ضابطہ سے حق تعالیٰ شانہٗ پر واجب نہیں، صرف احساناً اور فضلاً واجب فرمالیتے ہیں۔ ان لوگوں کے لیے جو آپس میں اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرتے ہیں۔ فِیْ بمعنی لِاَجْلِیْ ہے اس لیے فرمایا کہ اور جو آپس میں میری رضا کے لیے مجالست کرتے ہیں، باب تحابب فرمایا تاکہ محبت کا دونوں طرف سے ظہور ہونا ثابت ہو اور تجالس سے دونوں طرف سے مجالست کا اہتمام یعنی شیخ اور طالب کا ہر دو طرف سے محبت اور مجالست کا اہتمام ہو۔ جیسا کہ وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

ہمارے مرشد شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ شیخ کو چاہیے کہ صبر کے ساتھ مجلس میں بہ اہتمام بیٹھ کر طالبین کی تربیت اور اصلاح کی باتیں سنائے اور طالبین کو ذکر کا اہتمام بھی کرنا چاہیے۔ جیسا کہ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ سے ظاہر ہے تاکہ نورِ ذکر کی برکت سے انوارِ الٰہیہ بواسطہ مرشد کے انجذاب ہو سکے۔ نور، نور کا جاذب ہوتا ہے، اور طالب کا اخلاص بھی شرط ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کو مراد بناوے۔ کشف، خواب اور خلافت یا دنیا کی طلب نہ رکھے جو کہ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ اخلاص اور اہتمامِ ذکر سے مرشد کا قلب خود بخود فیضان کا جام و مینا انڈیل دے گا جو کہ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰکَ عَنْھُمْ[۵۵۲] سے ظاہر ہو رہا ہے ؎

تشنگاں گر آب جویند از جہاں

آب ہم جوید بعالم تشنگاں

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر پیاسے تلاش کرتے ہیں جہاں میں پانی کو تو پانی بھی جہاں میں اپنے پیاسوں کو تلاش کرتا ہے۔

۵۵۲؎ الکھف:۲۸

ہم تمہارے تم ہمارے ہو چکے
دونوں جانب سے اشارے ہو چکے

محبت کو مجالست سے قبل بیان فرمایا۔ کلامِ نبوت کی بلاغت ملاحظہ فرمایئے کہ اگر محبت نہ ہو تو مجالست بے کار ہے۔ قلب نہ ہو تو قالب لے کر کیا کریں گے؟ منافق یہی تو تھے جو قالب سے بیٹھتے تھے بارگاہِ نبوت میں اور قلوب سے غائب اور غیر حاضر ہوتے تھے۔ کیا خوب کسی نے کہا ہے؎

آدمی آدمی سے ملتا ہے
دل مگر کم کسی سے ملتا ہے

محبت قلب میں ہوتی ہے۔ محبت کو پہلے بیان فرما کر تعلیم فرمادی کہ اللہ والوں کی محبت قلب میں ہو پھر قالب کے ساتھ ان کی مجلس میں بیٹھو۔ تو قلبِ مرشد سے قلوبِ حاضرہ کو حضور مع الحق کی دولت عطا ہوجاوے گی اور محبت نہ ہونے سے قلب نہ ہوگا۔ یہ محبت عجیب مظروف ہے کہ ظرف دل اس سے قائم رہتا ہے۔ اور محبت کو مقدم بیان کرنے کا ایک راز یہ بھی ہے کہ محبت ہی سے مجالست کی توفیق ہوتی ہے۔

مَحَبَّتُكَ جَائَتْ بِیْ إِلَیْكَ عاشق کہتا ہے کہ آپ کی محبت آپ تک مجھے لائی ہے۔ اور محبت عملِ قلب ہے جو مخفی ہے۔ اس کے ثبوت کا ظہور مجالست سے ہوگا۔ صرف دعویٰ محبت کا ہو اور مجالست نہ ہو یعنی محبوب کے پاس آکر نہ بیٹھے تو وہ محبت محبت ہی نہیں ہے؎

دل میں اگر حضور ہو سر تیرا خم ضرور ہو
جس کا نہ کچھ ظہور ہو عشق وہ عشق ہی نہیں

تحابب کے بعد تجالس کا راز معلوم ہوگیا۔ الفاظِ نبوت کے تقدم و تاخر کے اسرار و معانی اور بلاغت بتاتے ہیں کہ یہ مضمون درباری اور سرکاری ہے۔ غیر مقرب بارگاہ سے ایسے علوم بھرے الفاظ صادر نہیں ہوسکتے۔

تو ندیدی گہے سلیماں را
چہ شناسی زبانِ مرغاں را

تجالس کی نعمت کا اہتمام دونوں جانب سے ہو۔ باب تفاعل کے استعمال سے یہ بات واضح ہورہی ہے کہ مرشدین ومشائخ بھی طالبین کو اپنے لیے نعمت سمجھیں۔ حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے پاس اللہ کے لیے آنے والوں کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔

متحابین اور متجالسین کے بعد متزاورین کو بیان فرمایا۔ اس میں تعلیم ہے کہ بالکل وہیں بیٹھ کر نہ رہ جاؤ، بلکہ آنا جانا رکھو۔ اگرچہ مرشد کے پاس جو حضوری حاصل ہوگی ویسی اس سے دوری میں نہ ہوگی، لیکن دائمی مجالست نہ رکھو، اپنے گھر جاؤ، معاش حلال اور بال بچوں کے، ماں باپ کے حقوق بھی ادا کرو۔ حضور دوام کے لیے پیدا کرنا ہوتا تو ملائکہ بناتے۔ بال بچوں کے تعلقات میں کیوں مشغول کرتے اور اس زندگی کو سنت کے مطابق ہونے کے سبب اعلیٰ ترین بندگی کیوں قرار دیتے۔

اسی زندگی کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مجالست بارگاہِ نبوت کی حضوری کو بال بچوں کے ساتھ مشغولی میں نہ پاکر اپنے اوپر نفاق کا گمان کیا تھا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں ہرگز نہیں یہ نفاق نہیں سَاعَةً كَذَا وَسَاعَةً كَذَا حضوریٔ تام جو میرے پاس تمہیں ہوتی ہے کبھی یہ بھی تمہیں حاصل ہوتا کہ حقوقِ الٰہیہ ادا کرنے کی ایمانی کیفیت سے سرشار ہو، اور کبھی اس میں ہم سے جدائی کے سبب کمی لاحق ہو تاکہ اپنے بال بچوں کے حقوق ادا کرو۔ ادائیگی حقوقِ خلق کو بھی ادائے حقوقِ خالق کا جزء اور تکملہ سمجھو۔ ابّا کا حق یہ بھی ہے کہ بھائیوں کا حق بھی ادا کرو۔ ربّا کا حق ادا کرتے ہوئے ان کی مخلوق کا حق بھی ادا کرو۔

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہی عجیب شرح اس کی فرمائی:

سَاعَةً كَذَا وَسَاعَةً كَذَا أَيْ سَاعَةً فِي الْحُضُوْرِ تُؤَدُّوْنَ حُقُوْقَ اللهِ

وَسَاعَةً فِي الْفُتُوْرِ تُؤَدُّوْنَ حُقُوْقَ نَفْسِهٖ وَأَهْلِهٖ وَعِيَالِهٖ[۵۵۳]

کبھی تو حضوری تام ہو کہ حق تعالیٰ کے حقوق ادا کرو اور کبھی حضوری میں کچھ کمی اور نزول ہو تاکہ اپنے نفس اور اہل و عیال کے حقوق ادا کرو۔

اور اَلْمُتَزَاوِرِيْنَ کے بعد مُتَبَاذِلِيْنَ فرمایا کہ محبت کے تعلقِ قلبی کے ثبوت کا کبھی تجالس سے، کبھی تزاور سے اور کبھی تباذل سے ظہور ہو۔ یعنی ایک دوسرے پر اللہ تعالیٰ کی محبت میں مال بھی خرچ کرتے ہیں۔

حکایت: ایک بخیل تھا۔ اس کا کتّا بھوک سے مر رہا تھا۔ سر پر اس کے روٹیوں کا ٹوکرا بھرا تھا اور وہ بخیل زار و قطار رو رہا تھا کہ ہائے میرا کتّا بھوک سے مر رہا ہے۔ کسی نے کہا کہ اپنے سر پر جو روٹیاں رکھے ہوئے ہے اس میں سے کھلا دے۔ اس نے کہا کہ روٹیوں میں پیسے لگے ہیں اور آنسو تو مفت کے ہیں، لیکن مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آنسو کا مفت سمجھنا نادانی ہے۔ آنسو دراصل جگر کا خون ہے جو غم سے پانی ہو جاتا ہے۔

اشک خون است وز غم آبے شدہ است

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل اللہ کی محبت اور ان کی مجالست اور ان کی زیارت اور ان کی خدماتِ مالیہ پر عمل کرنے سے جلد حق تعالیٰ کی محبت عطا ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے احسان اور فضل سے اپنی محبت کا عطا فرمانا ایسے لوگوں کے لیے اپنے ذمہ واجب فرما رکھا ہے۔ اور ہر دو جانب سے یہ اعمال صادر ہوں، یک طرفہ محبت کافی نہیں ہے۔

تشریح از مرقاۃ

لَا يُحِبُّهٗ لِغَرَضٍ وَعَرَضٍ وَعِوَضٍ وَلَا يَشُوْبُ مَحَبَّتَهٗ حَظٌّ دُنْيَوِيٌّ وَلَا أَمْرٌ بَشَرِيٌّ بَلْ مَحَبَّتُهٗ تَكُوْنُ خَالِصَةً لِلّٰهِ تَعَالٰى فَيَكُوْنُ مُتَّصِفًا بِالْحُبِّ فِي اللّٰهِ وَدَاخِلًا فِي الْمُتَحَابِّيْنَ لِلّٰهِ[۵۵۴]

---

۵۵۳ مرقاۃ المفاتیح: ۵/۱۵۱ (۲۲۶۸)، باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۵۵۴ مرقاۃ المفاتیح: ۱/۵۷، کتاب الایمان، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ والی محبت کے لیے پانچ شرائط ہیں: ۱) یہ محبت غرضِ نفسانی کے لیے نہ ہو۔ ۲) مال کے لیے نہ ہو۔ ۳) کسی بدلہ کی اُمید پر نہ ہو۔ ۴) کسی طبعی تقاضے کے سبب نہ ہو۔ ۵) حظوظِ دنیوی مقصود نہ ہوں۔ ان صفاتِ خمسہ والی محبت للّٰہی اور متحابین فی اللہ میں داخل ہوتے ہیں۔

انعامِ ثانی… حلاوتِ ایمانی

ایسے لوگوں کو جو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے محبت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے قلوب کو حلاوتِ ایمانی عطا ہوتی ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ مَنْ كَانَ اللهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ وَمَنْ يَّكْرَهُ اَنْ يَّعُوْدَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَنْقَذَهُ اللهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ[۵۵۵]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تین صفات جس میں ہوں گی وہ حلاوتِ ایمان کی مٹھاس اپنے دل میں محسوس کرے گا۔

صفتِ اولیٰ: جس کے قلب میں اللہ اور رسول تمام کائنات میں سب سے زیادہ محبوب ہوں۔

صفتِ ثانیہ: جو کسی بندے سے صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے محبت کرے۔

صفتِ ثالثہ: جو ایمان نصیب ہونے کے بعد کفر کی طرف لوٹنے کو اس قدر ناگوار سمجھے جیسے کہ اس کو آگ میں داخل ہونا ناگوار ہو۔

حلاوتِ ایمانی کی پانچ علامات

۱) إِسْتِلْذَاذُ الطَّاعَاتِ۔ ۲) إِيْثَارُهَا عَلٰى جَمِيْعِ الشَّهَوَاتِ وَالْمُسْتَلَذَّاتِ۔ ۳) تَحَمُّلُ الْمَشَاقِّ فِيْ مَرْضَاةِ اللهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ ۴) تَجَرُّعُ

۵۵۵ صحیح البخاری: ۱/۷، من کرہ ان یعود فی الکفر، المکتبة المظهرية

اَلْمَرَارَاتِ فِی الْمُصِیْبَاتِ۔ ۵) وَالرِّضَا بِالْقَضَاءِ فِیْ جَمِیْعِ الْحَالَاتِ۔[۵۵۶]

۱) عبادات میں لذت پانا۔ ۲) فرماں برداری اور اطاعت کو گناہوں کی فانی لذت پر ترجیح دینا۔ ۳) اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں ہر مشقت اور تکلیف کو برداشت کرنا۔ ۴) مصائب کی تلخیوں پر صبر و تسلیم کے ساتھ رہنا (اور تدبیر و دعا کے ساتھ رحمت کا انتظار کرنا)۔ ۵) جمیع حالات میں رضاء بالقضاء (یعنی کسی بھی حالت میں اللہ تعالیٰ کی شانِ تربیت کے متعلق اعتراض نہ کرنا)

انعامِ ثالث ... حُسنِ خاتمہ کا مقدر ہونا

اللہ تعالیٰ کے لیے جب کوئی بندے سے محبت کرتا ہے تو اس کو حلاوتِ ایمانی عطا ہوتی ہے۔ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَقَدْ وَرَدَ اَنَّ حَلَاوَةَ الْاِیْمَانِ اِذَا دَخَلَتْ قَلْبًا لَا تَخْرُجُ مِنْهُ اَبَدًا، فَفِیْهِ اِشَارَةٌ اِلٰی بَشَارَةِ حُسْنِ الْخَاتِمَةِ لَهٗ۔[۵۵۷]

جب ایمان کی حلاوت ایک مرتبہ قلب مؤمن کو عطا فرمادی جاتی ہے تو پھر وہ کریم مالک عطائے شاہی کو دے کر کبھی واپس نہیں لیتے۔ اور اس میں اشارہ ہے کہ ایسے شخص کو حسنِ خاتمہ نصیب ہوگا۔

انعامِ رابع ... سترّ ہزار فرشتوں کی دعا

اَلْمُقْتَبَسُ مِنَ الْحَدِیْثِ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا خَرَجَ مِنْ بَیْتِهٖ زَائِرًا أَخَاهُ شَیَّعَهٗ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ کُلُّهُمْ یُصَلُّوْنَ عَلَیْهِ وَیَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا إِنَّهٗ وَصَلَ فِیْكَ فَصِلْهُ۔[۵۵۸]

۵۵۶؎ مرقاۃ المفاتیح: ۱/۴۷، کتاب الایمان، المکتبۃ الامدادیۃ

۵۵۷؎ مرقاۃ المفاتیح: ۱/۴۷، کتاب الایمان، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

۵۵۸؎ شعب الایمان للبیہقی: ۱/۴۹۳ (۹۰۲۴)، قصۃ ابراھیم فی المعانقۃ، دار الکتب العلمیۃ/مشکوٰۃ المصابیح: ۴۲۷، باب الحب فی اللہ ومن اللہ، ایچ ایم سعید

جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے تعلق سے کسی بندے کی زیارت کے لیے اپنے گھر سے نکلتا ہے تو ستّر ہزار فرشتے اس کے ساتھ ہوتے ہیں اور اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور یہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! یہ بندہ صرف آپ کی محبت میں اس بندے سے ملنے جارہاہے، آپ اس کے اس عمل کی جزاء میں اپنے قرب سے اس کو مشرف فرمادیجیے۔

تشریح از مرقاۃ: ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(إِنَّهُ وَصَلَ فِيْكَ) أَيْ لِأَجْلِكَ (فَصِلْهُ) أَيْ بِوَصْلِكَ الْمُعَبَّرِ عَنْ قُرْبِكَ جَزَاءً وِّفَاقًا[۵۵۹]

اے اللہ! تیرے اس بندے نے تیری رضا کے لیے فلاں بندے سے ملاقات کی پس آپ اس کو جزائے موافق عمل کے قاعدہ سے اپنا وصل جس کو قرب سے تعبیر کیا جاتا ہے عطا فرمادیجیے۔

وصل او را محال می گویند
قرب او را وصال می گویند

اللہ تعالیٰ کا وصال بالمعنی اللغوی محال ہے، اللہ تعالیٰ کے قرب ہی کو وصال کہتے ہیں۔

احقر عرض کرتا ہے کہ جو لوگ مشائخ اور مرشدین کے پاس اللہ کے لیے آتے جاتے ہیں ان کے لیے ستّر ہزار فرشتوں کی یہ دعا کیسے رائیگاں جائے گی اور یہ معصوم اور پاک مخلوق کی دعا برائے حصولِ قرب ملنے سے اہل اللہ سے رابطہ رکھنے والے اگر جلد اللہ والے بن جاتے ہیں تو کیا تعجب ہے۔ کیا خوب مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ؎

پیر باشد نردبانِ آسماں
تیر پراں از کہ گردد از کماں

پیر سفر آسمانی کے لیے سیڑھی ہے اور تیر کب اُڑتا ہے جب کمان میں ہوتا ہے۔

۵۵۹ مرقاۃ المفاتیح: ۲۲۸/۹ (۵۰۲۵)، باب الحب فی اللہ ومن اللہ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

فضیلت زیارتِ صالحین

(مسلم شریف کی ایک روایت سے)

ایک شخص اللہ کے لیے محبت کرتا تھا۔ ایک دن اس کے پاس جارہا تھا کہ ایک فرشتہ اس کے راستے میں ملا جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغام رساں بنا کر بھیجا تھا، اس نے دریافت کیا کہ أَيْنَ تُرِيْدُ؟ کہاں کا ارادہ ہے؟ قَالَ: أُرِيْدُ أَخًا لِيْ فِيْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ کہا کہ اس بستی میں میرا اللہ کے لیے ایک محبوب دوست ہے اس سے ملنے جارہا ہوں۔ فرشتے نے پوچھا اور کوئی غرض تو نہیں؟ اس نے کہا کہ نہیں! صرف یہی وجہ ہے کہ میں اس سے اللہ کے لیے محبت رکھتا ہوں۔ اس فرشتے نے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے کہ میں تم کو یہ بشارت دے دوں کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنا محبوب بنالیا جیسا کہ تو نے اسے اللہ تعالیٰ کے لیے محبوب بنایا ہوا ہے۔ بِأَنَّ اللهَ قَدْ اَحَبَّكَ كَمَا اَحْبَبْتَهٗ فِيْهِ[۵۶۰]

شرح مرقاۃ: ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ علامہ ابوزکریا محی الدین نووی نے فرمایا کہ فِيْهِ فَضْلُ الْمَحَبَّةِ فِي اللهِ وَإِنَّهَا سَبَبٌ لِّحُبِّ اللهِ وَفَضِيْلَةِ زِيَارَةِ الصَّالِحِيْنَ[۵۶۱] علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس حدیث سے محبت للّٰھی کی فضیلت اور اس محبت سے جلد محبوب عند اللہ بن جانے کا ثبوت ملتا ہے اور صالحین کی زیارت کی فضیلت کا ثبوت ملتا ہے۔

انعامِ خامس ... متحابّین فی اللہ کا محشر اور جنت میں ساتھ ہونا

متحابّین فی اللہ قیامت کے دن محشر میں اور جنت میں بھی ساتھ رہیں گے:

لَوْ أَنَّ عَبْدَيْنِ تَحَابَّا فِي اللهِ عَزَّوَجَلَّ وَاحِدٌ فِي الْمَشْرِقِ وَاٰخَرُ فِي الْمَغْرِبِ لَجَمَعَ اللهُ بَيْنَهُمَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَقُوْلُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتَ تُحِبُّهٗ فِيَّ أَيْ لِأَجْلِيْ[۵۶۲]

---

۵۶۰ صحیح مسلم: ۲/۳۱۷، باب فضل الحب فی اللہ، ایچ ایم سعید

۵۶۱ مرقاۃ المفاتیح: ۹/۲۱۳ (۵۰۰۷)، باب الحب فی اللہ ومن اللہ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۵۶۲ کنز العمال: ۹/۴ (۲۴۶۴۶)، باب الترغیب فی الصحبۃ، مؤسسۃ الرسالۃ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو لوگ آپس میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لیے محبت رکھتے ہیں، اگرچہ ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب میں رہتا ہو تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دونوں کو جمع فرمادیں گے اور ارشاد فرمائیں گے کہ یہ وہی بندہ ہے جس سے تو میرے لیے محبت رکھتا تھا۔

اس حدیث سے اللہ والوں سے اللہ کے لیے محبت کا انعامِ عظیم معلوم ہوا کہ محشر میں بھی ساتھ ہو گا۔

تشریح: ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن جمع کرنے میں چند مقاصد ہیں: لِشَفَاعَةِ اَحَدِهِمَا لِلْاٰخَرِ تاکہ ایک دوسرے کی شفاعت کریں۔ أَوْفِي الْجَنَّةِ عَلٰى سَبِيْلِ الْمُصَاحَبَةِ یا جنت میں بھی پڑوسی بنادیا جاوے گا اور ساتھ ساتھ رہیں گے۔ وَالْمُزَاوَرَةِ فِيْهَا وَالْمُجَاوَرَةِ ایک دوسرے کی زیارت کریں اور قرب حاصل رہے۔ يَقُوْلُ هٰذَا الَّذِىْ یہ فرمانا کہ یہ وہی بندہ ہے جس سے تو میرے لیے محبت رکھتا تھا۔ يَقُوْلُ هٰذَا عَلٰى لِسَانِ مَلَكٍ أَوْ بِغَيْرِ وَاسِطَةٍ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا یہ فرمان حق تعالیٰ کا یا تو بواسطہ فرشتہ ہو گا یا براہِ راست ہر ایک سے ارشاد فرمائیں گے۔[۵۶۳]

ہمارے مرشد شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب سے ہم کو پتا چلا ہے کہ جنت میں دوستوں سے ملاقات ہو گی ہم کو جنت کا اشتیاق بڑھ گیا ہے۔

احقر عرض کرتا ہے کہ دنیا میں بھی اللہ والوں کی ملاقات جنت کی نعمت سے کم نہیں۔

میسر چوں مرا صحبت بجان عاشقاں آید
ہمیں بینم کہ جنت بر زمیں از آسماں آید

۵۶۳؎ مرقاۃ المفاتیح: ۹/۲۲۷ (۵۰۲۴)، باب الحب فی اللہ ومن اللہ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کی صحبت جب میسر ہوجاتی ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جنت آسمان سے زمین پر آگئی۔

اللہ والوں کے پاس تو ہر وقت ان کی جنت ساتھ رہتی ہے اور وہ جنت **بِالْحُضُوْرِ مَعَ الْمَوْلٰی** ہے اور آخرت میں **بِلِقَاءِ الْمَوْلٰی** کی جنت ملے گی **کما قال القاری فی المرقاۃ**۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؎

میں رہتا ہوں دن رات جنت میں گویا
مرے باغِ دل میں وہ گلکاریاں ہیں

انعامِ سادس... روزِ محشر عرش کا سایہ نصیب ہونا

وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللہِ اجْتَمَعَا عَلَیْہِ وَتَفَرَّقَا عَلَیْہِ[۵۶۴]

پوری حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ سات قسم کے لوگوں کو قیامت کے دن عرش کا سایہ عطا ہوگا: ۱) امام عادل۔ ۲) وہ جوان جس نے اپنی جوانی عباداتِ الٰہی میں صَرف کی۔ ۳) وہ شخص جس کا قلب مسجد میں لٹکا رہتا ہے یعنی نماز کا انتظار رہتا ہے۔ ۴) وہ دو بندے جو اللہ تعالیٰ کے لیے آپس میں محبت کریں اور اسی محبت پر ان کا اجتماع اور ان کا افتراق ہوا ہو۔ ۵) اور وہ شخص جس کو صاحبِ جمال اور صاحبِ نسب یعنی حسین اور شریف خاندان کی عورت دعوتِ گناہ دے اور وہ کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ ۶) اور وہ آدمی جو اس طرح خفیہ صدقہ کرے کہ داہنے ہاتھ کے صدقہ کرنے کی خبر بائیں ہاتھ کو بھی نہ ہو۔ ۷) اور وہ آدمی جو تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاویں۔

تشریح نمبر ۴: حضرت حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

وَالْمُرَادُ اَنَّھُمَا دَامَا عَلَی الْمَحَبَّۃِ الدِّیْنِیَّۃِ وَلَمْ یَقْطَعَاھَا بِعَارِضٍ دُنْیَوِیٍّ، سَوَاءٌ اِجْتَمَعَا حَقِیْقَۃً اَمْ لَا حَتّٰی فَرَّقَ بَیْنَھُمَا الْمَوْتُ[۵۶۵]

---

۵۶۴ صحیح البخاری: ۹۱/۱، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلوٰۃ، المکتبۃ المظھریۃ

۵۶۵ فتح الباری: ۱۴۵/۲، باب اثنان فما فوقھا جماعۃ، دار المعرفۃ، بیروت

جو محبت اللہ تعالیٰ کے لیے کسی بندے کی کسی بندے سے ہو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ دونوں اس محبت للّٰہی پر ہمیشہ قائم رہیں اور دنیوی معاملات کی وجہ سے اس محبت کو منقطع نہ کریں۔ یہاں تک کہ موت ہی ان کو جدا کرے۔

ان کے لیے بخاری شریف کی اس حدیث میں قیامت کے دن عرش کا سایہ ملنے کا وعدہ ہے، جس دن کوئی سایہ ہی نہ ہو گا سوائے عرش کے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: أَيْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِيْ اَلْيَوْمَ أُظِلُّهُمْ فِيْ ظِلِّيْ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلِّيْ[۵۶۶]

ترجمہ و شرح از مرقاۃ: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے کہ کہاں ہیں وہ بندے جو میرے جلال اور عظمتِ شان کے سبب آپس میں محبت رکھتے تھے (اور جلال کے لفظ سے یہ بات واضح فرمادی کہ یہ محبت نفسانی تعلقات سے بالکل پاک ہوگی) آج میں ان کو عرش کا سایہ عطا کروں گا جس دن کوئی سایہ نہ ہو گا میرے سایۂ عرش کے علاوہ۔ قَالَ الْمُلَّا عَلِيُّ الْقَارِيُّ رَحِمَهُ اللهُ فِيْ شَرْحِ جَلَالِيْ مَا قَالَ جَمَالِيْ اَيْ اِنَّهُمْ مُنَزَّهُوْنَ عَنْ شَائِبَةِ النَّفْسِ وَالْهَوٰى[۵۶۷]

حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کے لیے جو محبت ہوتی ہے اس کی تین شرط بیان فرمائی ہیں۔ یعنی عرش کا سایہ ملنے کے لیے اس محبت کے لیے یہ شرائط ہیں:

۱) وَالْمُرَادُ أَنَّهُمَا دَامَا عَلَيْهِ، وہ دونوں اس محبت پر قائم رہیں اور دائم رہیں۔ ذرا ذرا سی بات پر لڑائی کر کے اس کو ضایع نہ کریں۔

۲) وَلَمْ يَقْطَعَاهَا بِعَارِضٍ دُنْيَوِيٍّ، اور دونوں اس محبت کو دنیا کی حقیر عارض کی بنا پر قطع نہ کریں۔

---

۵۶۶ صحیح مسلم: ۲/۳۱۷، باب فضل الحب فی اللہ، ایج ایم سعید

۵۶۷ مرقاۃ المفاتیح: ۹/۲۱۱ (۵۰۰۶)، باب الحب فی اللہ ومن اللہ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۳) حَتّٰی فَرَّقَ بَیْنَہُمَا الْمَوْتُ، یہاں تک کہ دونوں کی اس محبت کو موت ہی جدا کر دے۔ یعنی خاتمہ دونوں کا اسی محبت پر ہو۔ سَوَاءٌ اِجْتَمَعَا حَقِیْقَۃً اَمْ لَا خواہ ایک جگہ رہتے ہوں یا دور دور قیام ہو مگر قلب میں اتصال ہو۔

گاہ گاہ ملاقات بھی ہو۔ وہ محبت جس کا کچھ ظہور نہ ہو اس کا اعتبار نہیں۔

دل میں اگر حضور ہو سر تیرا خم ضرور ہو
جس کا نہ کچھ ظہور ہو عشق وہ عشق ہی نہیں

انعامِ سابع ... مخلوق میں اکرام اور محبوبیت

جو لوگ اللہ والوں سے اللہ تعالیٰ کی نسبت سے محبت رکھتے ہیں اور ان کا اکرام کرتے ہیں، وہ دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی محبت اور اللہ تعالیٰ ہی کا اکرام ہے، جس طرح کسی کی اولاد سے محبت کرنا اور اکرام کرنا ان کے باپ کی محبت اور اکرام میں شامل سمجھا جاتا ہے۔[۵۶۸]

اہل اللہ کی محبت چوں کہ اللہ ہی کے لیے ہوتی ہے اس لیے تحریر ہے کہ جن لوگوں نے بزرگوں کی محبت اور ان کی صحبت اختیار کی ہے اور ان کے ناز برداشت کیے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو بلندی اور عزت دنیا میں بھی عطا فرمائی ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم اور مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اور تعلق کے بعد مخلوقِ خدا میں جو عزت ملی اور مخلوقِ خدا نے ہماری جو قدر و منزلت کی وہ تعلق سے قبل نہ تھا۔ احقر کے قلب میں اس نعمت کی دو دلیل سمجھ میں آئی ہے: ۱) مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ[۵۶۹] حق تعالیٰ کے لیے جو اپنے آپ کو مٹائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو بلندی عطا فرمائے گا۔

---

۵۶۸ کمالاتِ اشرفیہ، ملفوظ نمبر: ۳۰۲، صفحہ: ۶۸

۵۶۹ کنز العمال: ۵۰/۳ (۵۷۳۴)، مؤسسۃ الرسالۃ

چناں چہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شعر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔

ہاں مجھے مثلِ کیمیا خاک میں تو ملائے جا
شان میری گھٹائے جا رُتبہ مرا بڑھائے جا

نہیں کچھ اور خواہش آپ کے در پر میں لایا ہوں
مٹا دیجیے مٹا دیجیے میں مٹنے ہی کو آیا ہوں

ہم خاک نشینوں کو نہ مسند پہ بٹھاؤ
یہ عشق کی توہین ہے اعزاز نہیں ہے

۲) دوسری دلیل یہ حدیث ہے:

مَا أَحَبَّ عَبْدٌ عَبْدًا لِلّٰهِ إِلَّا أَكْرَمَ رَبَّهٗ عَزَّ وَجَلَّ[۵۷۰]

جو بندہ اللہ کے لیے کسی سے محبت کرتا ہے تو دراصل یہ محبت اللہ کے اکرام میں داخل ہے (یعنی اللہ کا خاص بندہ سمجھ کر اس کی عزت و محبت کرنا ایسا ہی ہے گویا کہ اس نے اپنے رب کا اکرام کیا) اور وعدہ ہے جزائے موافق عمل کا جَزَآءً وِّفَاقًا

پس اللہ تعالیٰ ایسے بندے کا اکرام اپنی مخلوق کے قلوب میں ڈال دیتے ہیں اور یہ بھی تجربہ ہے کہ جن لوگوں نے بزرگوں کی صحبت سے اپنے کو بے نیاز کیا اور مستغنی رہے تو بقول حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کہ جس نے اپنے کو مستقل بالذات سمجھا وہ مستقل بدذات ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگ اپنے کو اپنی نظر میں معزز سمجھتے ہیں، تاریخ ان کو فراموش کر دیتی ہے کیوں کہ قبول فی الارض کا انعام حق تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتا ہے کسی کے چاہنے سے نہیں ملتا، اور جن کو یہ انعام ملتا ہے وہ اپنے کو بے نام و نشاں رکھنے کے مشتاق ہوتے ہیں۔

---

۵۷۰ إطراف المُسند المعتلی بأطراف المسند الحنبلی: ۲۹/۶ (۷۶۴۲)، دار ابن کثیر بیروت

اور فرمایا کہ بزرگوں کی صحبت اور زیارت بڑی چیز ہے۔ ان کی یاد سے دل میں نور آتا ہے اور حق تعالیٰ سے تعلق پیدا ہوتا ہے۔ (ملفوظ نمبر ۳۰۳، بحوالہ بالا)

اور فرمایا کہ اہل اللہ پر طعنہ اور اعتراض کے متعلق مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے دو شعر یاد آئے ؎

ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد
تا دلِ صاحب دلے نامد بدرد

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں زند

اللہ تعالیٰ کسی کو رسوا کرنے کا ارادہ نہیں فرماتے جب تک کہ وہ کسی اللہ والے کا دل نہیں دکھاتا، اور جب کسی کو رسوا کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کی علامت کے طور پر اس کی زبان سے اہل اللہ کی شان میں بدکلامی شروع ہو جاتی ہے۔ (ملفوظ نمبر ۴۲۹، بحوالہ بالا)

ہر کہ خدمت می کند مخدوم شد
ہر کہ خود را دید او محروم شد

جو اپنے بزرگوں کی خدمت کرتا ہے وہ مخدوم بنا دیا جاتا ہے اور جو تکبر کے سبب خدمتِ اکابر سے فرار اختیار کرتا ہے وہ محروم رہتا ہے۔ جس نے بھی اپنے نفس کو اپنے بڑوں کے سامنے مٹایا اس کو اللہ تعالیٰ نے عزت عطا فرمائی۔ جیسا کہ ارشاد مبارک ہے:

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ[۵۷۱]

تواضع پر بلندی اور عزت موعود ہے، مگر تواضع میں اخلاص شرط ہے۔ یہ وعدہ بشرط شی ہے یعنی یہ تواضع خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لیے ہو، اور اس کے اندر بشرط لاشی بھی پوشیدہ ہے یعنی غیر اللہ کی نجاست سے پاک ہو۔ (حُبِّ مال و جاہ و خواہشِ نفس وغیرہ سے مخلوط نہ ہو)

۵۷۱؎ کنز العمال: ۵۰/۳ (۵۷۳۲)، مؤسسۃ الرسالۃ/ مشکوٰۃ المصابیح: ۴۳۴، کتاب الادب، باب الغضب والکبر، ایچ ایم سعید

انعامِ ثامن ... قلیل مدت میں دیندار اور صالح بن جانا

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْمَرْءُ عَلٰى دِيْنِ خَلِيْلِهٖ فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُّخَالِلُ [۵۷۲]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان اپنے گہرے دوست کے دین پر ہو جاتا ہے، پس چاہیے کہ جس کو خلیل بنائے غور کرلے کہ وہ اس قابل ہے یا نہیں۔

شرح حدیث: ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ [۵۷۳]

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور متقین کی صحبت اختیار کرو یعنی تقویٰ کی نعمت اہلِ تقویٰ کی صحبت سے عطا ہوگی۔

حدیثِ مذکور دراصل اسی آیت کی تفسیر ہے کہ اگر کسی متقی بندے سے گہری دوستی کرلی جاوے تو اس کے قلب کا تقویٰ آپ کے قلب میں منتقل ہو جاوے گا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لِاَنَّ الطِّبَاعَ مَجْبُوْلَةٌ عَلَى التَّشَبُّهِ وَالْاِقْتِدَاءِ، بَلِ الطَّبْعُ يَسْرِقُ مِنَ الطَّبْعِ مِنْ حَيْثُ لَا يَدْرِيْ [۵۷۴]

انسان کے اندر یہ خاصیت ہے کہ بہت جلد اپنے ساتھی کے اخلاق کو اپنے اندر جذب کرلیتا ہے۔ جیسا کہ مشاہدہ ہے کہ دنیادار کے ساتھ رہنے سے دنیا کی محبت میں اضافہ ہو جاتا ہے، اسی طرح عاشقانِ خدا کی صحبت سے عشقِ خدا میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

---

[۵۷۲] سنن ابی داؤد: ۳۰۸/۲ (۴۸۳۵)، باب من یؤمر ان یجالس، ایچ ایم سعید

[۵۷۳] التوبۃ: ۱۱۹

[۵۷۴] مرقاۃ المفاتیح: ۲۲۴/۹ (۵۰۱۹)، باب الحب فی اللہ ومن اللہ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

کہ زدل تا دل یقیں روزن بود

نے جدا و دور چوں دو تن بود

اے لوگو! دل سے دل تک خفیہ راستے ہیں۔ مثل جسم کے قلوب دور نہیں۔

متصل نہ بود سفال دو چراغ

نور شاں ممزوج باشد در مساغ

جس طرح سے کہ چراغوں کے ٹھیکرے یعنی جسم تو الگ الگ ہوتے ہیں لیکن ان کے انوار فضا میں مخلوط ہوتے ہیں، اسی طرح اللہ والوں کے پاس بیٹھنے سے ان کے قلوب کے انوار پاس والوں کے قلوب میں داخل ہو جاتے ہیں۔

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

تو نے مجھ کو کیا سے کیا شوقِ فراواں کر دیا

پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں کر دیا

مجھے سہل ہو گئیں منزلیں کہ ہوا کے رُخ بھی بدل گئے

ترا ہاتھ ہاتھ میں آ گیا تو چراغ راہ کے جل گئے

اللہ والوں کی صحبت سے اعمالِ صالحہ کی توفیق اور گناہ سے اجتناب کا داعیہ نصیب ہوتا ہے، اہل اللہ کی محبت سے ان کے اخلاقِ حسنہ اور اعمالِ صالحہ کے دواعی اور تقاضے ان کے طالبین کے دلوں میں منتقل ہو جاتے ہیں:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ

حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ اے ایمان والو! تقویٰ والی حیات اور نفس و شیطان کی غلامی سے محفوظ حیات جب عطا ہو گی کہ ہمارے خاص بندوں کی صحبت میں رہو۔

حدیث میں ہے کہ اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ آدمی اپنے گہرے دوست کے دین پر ہو جاتا ہے۔

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی شرح میں اسی آیت **كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ** کو پیش کیا ہے۔ اور امام غزالی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے **لِأَنَّ الطِّبَاعَ مَجْبُوْلَةٌ عَلَى التَّشَبُّهِ وَالْاِقْتِدَاءِ بَلِ الطَّبْعُ يَسْرِقُ مِنَ الطَّبْعِ مِنْ حَيْثُ لَا يَدْرِيْ** طبعیتیں ایک دوسرے کے اخلاق کو غیر شعوری طور پر جذب کر لیتی ہیں ۔

جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد

کیا خوب فرمایا ہے خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں۔

نقشِ بتاں مٹایا دکھایا جمالِ حق
آنکھوں کو آنکھیں دل کو مرے دل بنادیا
آہن کو سوزِ دل سے کیا نرم آپ نے
نا آشنائے درد کو بسمل بنادیا
مجذوب در سے جاتا ہے دامن بھرے ہوئے
صد شکر حق نے آپ کا سائل بنادیا

انعامِ تاسع ... جنّت میں معیّت

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! قیامت کب آوے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: افسوس ہے تجھ پر! قیامت کے لیے تو نے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا میں نے کوئی تیاری نہیں کی البتہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب رکھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ[۵۷۵]

تو اپنے محبوب کے پاس ہو گا۔

۵۷۵؎ جامع الترمذی:۲/۶۴، باب المرء مع من احب، ایچ ایم سعید

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس بات سے مسلمانوں کو اسلام کے بعد جس قدر مسرور پایا اتنا کسی اور چیز سے نہیں۔[۵۷۶]

تشریح: ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، جلد ۹، صفحہ ۲۵۰ پر تحریر فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اگرچہ عباداتِ قلبیہ، بدنیہ، مالیہ کا ذکر نہیں لیکن محبت کے لیے اطاعت لازم ہے اور اصل ہے پس اصل کا ذکر کرکے فرع سے اعراض کیا گیا۔ یہ تَسْمِیَۃُ اللَّازِمِ بِاسْمِ الْمَلْزُوْمِ کے قبیل سے مجاز مرسل ہے۔ جو محبت اطاعت کے ساتھ نہ ہو وہ محبتِ کاملہ نہیں ہے۔ حضرت رابعہ کا ارشاد ہے ؎

تَعْصِی الْاِلٰہَ وَ أَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّہٗ
هٰذَا الْعَمْرِیْ فِی الْقِیَاسِ بَدِیْعٗ
لَوْ کَانَ حُبُّکَ صَادِقًا لَّأَطَعْتَہٗ
إِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعٗ"[۵۷۷]

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہو اور دعویٰ محبت کا کرتے ہو! یہ بات نہایت ہی عجیب ہے۔ اگر تیری محبت سچی ہوتی تو اطاعت کرتا کیوں کہ ہر محب اپنے محبوب کی اطاعت کرتا ہے۔

حدیث: ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ مجھے میری جان سے اور اہل و عیال سے زیادہ ہی محبوب ہیں۔ میں گھر میں جب آپ کو یاد کرتا ہوں تو بے چین ہو جاتا ہوں اور حاضر ہو کر دیدار کر لیتا ہوں اور جب اپنی موت کو یاد کرتا ہوں اور آپ کی وفات کو تو یہ خوف ہوتا ہے کہ آپ تو جنت میں انبیاء علیہم السلام کے درجہ میں ہوں گے اور اگر مجھے جنت مل گئی تو ادنیٰ درجہ میں ملے گی۔ آپ کا دیدار کس

۵۷۶؎ شرح السنۃ للبغوی: ۱۳/۶۴(۳۴۷۹)، باب المرء مع من احب، المکتب الاسلامی/ مشکوٰۃ المصابیح: ۴۲۶، باب الحب فی اللہ ومن اللہ، ایچ ایم سعید

۵۷۷؎ مرقاۃ المفاتیح: ۹/۲۱۴(۵۰۰۹)، باب الحب فی اللہ ومن اللہ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

طرح ہوگا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں کچھ ارشاد نہ فرمایا۔ حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی:

وَمَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیۡقًا[۵۷۸]

اور جو لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے وہ منعم علیہم یعنی انبیاء علیہم السلام اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوں گے۔

حضرت ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مراد اس معیت سے معیتِ خاصّہ ہے اور وہ یہ کہ ان حضرات کی ملاقات ہوتی رہے گی۔ محب اور محبوب کو غمِ فراق نہ ہوگا، اور اس معیت سے یہ مراد نہیں ہے کہ محب اور محبوب دونوں ایک ہی درجہ میں ہوں گے کہ یہ نصِ قطعی کے خلاف ہے کیوں کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے لَھُمۡ دَرَجَاتٌ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ مرقاۃ میں یہ روایت بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر اس طرح فرمائی ہے کہ اعلیٰ درجہ کے جنتی اسفل والوں کے پاس نزول کریں گے۔ پس جنت کے باغوں میں سب کا اجتماع ہوا کرے گا اور اللہ کے احسانات کا ذکر کریں گے اور یہ معیت حسب حسنِ تعلق و محبت اور حسن رفاقت مختلف درجات کی ہوگی۔ جس کو اپنے اکابر سے جس طرح کی محبت ہوگی اسی طرح کی وہاں بھی معیت نصیب ہوگی۔[۵۷۹]

انعامِ عاشر... نور اور موتی کے منابر پر بیٹھنا نصیب ہوگا

اَلۡمُتَحَابُّوۡنَ فِیۡ جَلَالِیۡ لَھُمۡ مَنَابِرُ مِنۡ نُّوۡرٍ[۵۸۰]

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے لیے آپس میں محبت رکھتے ہیں ان کے لیے قیامت کے دن نور کے منبر ہوں گے۔

۵۷۸؎ النسآء: ۶۹

۵۷۹؎ مرقاۃ المفاتیح: ۹/۲۱۴-۲۱۵ (۵۰۰۹)، باب الحب فی اللہ ومن اللہ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۵۸۰؎ جامع الترمذی: ۲/۶۴، باب الحب فی اللہ، ایچ ایم سعید/مشکوٰۃ المصابیح: ۴۲۶، باب الحب فی اللہ ومن اللہ، ایچ ایم سعید

جامع صغیر میں یہ روایت بھی ہے جس کو مرقاۃ میں نقل کیا گیا ہے:

اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِی اللهِ عَلٰی کَرَاسِیٍّ مِنْ یَاقُوْتٍ حَوْلَ الْعَرْشِ[۵۸۱]

اللہ تعالیٰ کے لیے آپس میں محبت رکھنے والے عرش کے کنارے یاقوت (موتی) کی کرسیوں پر ہوں گے۔

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کیا عجب ہے کہ یہ نعمت محشر میں حاصل ہو، قبل اس کے کہ لوگ جنت یا جہنم میں داخل کیے جائیں۔[۵۸۲]

نوٹ: مشکوٰۃ، صفحہ ۴۲۶ پر بروایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی قسم کا مضمون اس اضافہ کے ساتھ ہے کہ یہ متحابین فی اللہ کون لوگ ہیں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللهِ... الخ اس سے معلوم ہوا کہ یہ فضائل ان لوگوں کے لیے ہیں جو اہل اللہ سے اللہ تعالیٰ کی محبتِ کاملہ سیکھیں اور اتباع اور اطاعت کی برکت سے اللہ تعالیٰ کے قربِ خاص سے مشرف ہوں۔

وَ فِیْ رِوَایَةِ التِّرْمِذِیِّ قَالَ: یَقُوْلُ اللهُ تَعَالٰی اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِیْ جَلَالِیْ لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُوْرٍ یَّغْبِطُهُمُ النَّبِیُّوْنَ وَالشُّهَدَاءُ[۵۸۳] الفاظ اس روایت میں ”اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِیَّ جَلَالِیْ“ ہیں یعنی جو لوگ آپس میں محبت رکھتے ہیں میری عظمت اور جلال کے سبب ان کے لیے میدانِ محشر میں نور کے منبر ہوں گے۔ انبیاء اور شہداء ان پر غبطہ اور رشک کریں گے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب: حدیثِ قدسی میں لفظ ”جلالی“ آیا ہے، ”جمالی“ نہیں آیا تو ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح فرماتے ہیں کہ آپس میں یہ محبت اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کے سبب ہونے میں یہ اشارہ کر دیا گیا کہ اِنَّهُمْ مُنَزَّهُوْنَ عَنْ شَائِبَةِ النَّفْسِ وَالْهَوٰی[۵۸۴] یہ اولیائے کرام جو دنیا میں آپس میں اللہ تعالیٰ کی محبت

---

۵۸۱ جامع الصغیر للسیوطی:۱-۲/۵۴۹(۹۱۶۷)، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۵۸۲ مرقاۃ المفاتیح:۹/۲۱۷(۵۰۱۱)، باب الحب فی اللہ ومن اللہ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۵۸۳ جامع الترمذی:۲/۶۴، باب الحب فی اللہ، ایچ ایم سعید

۵۸۴ مرقاۃ المفاتیح:۹/۲۱۱(۵۰۰۶)، باب الحب فی اللہ ومن اللہ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

کے سبب محبت رکھتے تھے ان کی یہ محبت نفسانی محبتوں اور خواہشاتِ نفسانیہ کے آثار سے پاک و صاف تھی۔ جمال کا لفظ ہوتا تو بہت سے نادان صوفی حسن و جمال کم عمر صالحین کا دیکھ کر ان سے محبت کرتے نفسانی لذت کے لیے اور بہانہ بناتے کہ یہ دنیا کے حسین آئینہ جمالِ الٰہیہ ہیں، ان کے آئینہ میں ہم جمالِ حق کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

کلامِ نبوت کا اعجاز ملاحظہ فرمائیے کہ ''فِیْ جَلَالِیْ'' کے لفظ سے ان تمام نفسانی جراثیم پر کیسی ڈی ڈی ٹی چھڑک دی۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ حضرت! ہم کو شریعت حسینوں کے دیکھنے سے کیوں منع کرتی ہے اور بد نظری کو حرام کیوں کیا؟ جبکہ ہم ان کو آئینۂ جمال سمجھتے ہیں۔ ان روشن چہروں کے آئینے میں ہم جمالِ خداوندی دیکھتے ہیں۔ تو فرمایا کہ جناب یہ آئینے تو ہیں مگر آتشی آئینے ہیں جن سے آپ جل کر خاک ہو جائیں گے۔ اسی وجہ سے ہر عاشق مجاز بے چین اور عذاب میں مبتلا رہتا ہے اور نیند بھی نہیں آتی اور بالآخر پاگل ہو جاتے ہیں یا خودکشی کر لیتے ہیں، العیاذ باللہ تعالیٰ۔

بروایت ترمذی اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرنے والوں کے لیے نور کے منابر کا ذکر ہے اور انبیاء علیہم السلام اور شہدائے کرام کا ان پر غبطہ کرنا معلوم ہوا، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا انبیائے کرام کی شان پر ان کی شان کی فضیلت لازم آتی ہے؟ جواب یہ ہے کہ ہرگز نہیں۔ محدثین کرام نے حسب ذیل جواب دیے ہیں:

۱) إِنَّ الْمُرَادَ بِالْغِبْطَةِ الْاِسْتِحْسَانُ وَالثَّنَاءُ عَلَيْهِمْ لَا مَعْنَاهَا الْحَقِيْقِيُّ
غبطہ سے مراد ان حضرات کے اس اللہ والی محبت کی تعریف اور ثناء کرنا ہے نہ کہ اس کے حقیقی معنٰی۔

۲) وَإِنَّ الْكَلَامَ عَلَى الْفَرْضِ وَالتَّقْدِيْرِ أَيْ لَوْ كَانَ لِلْفَرِيْقَيْنِ غِبْطَةٌ عَلٰى أَحَدٍ لَكَانَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ۔ یعنی اگر غبطہ کرتے یہ حضرات آپس میں تو ان لوگوں پر کرتے۔

۳) اور یہ رشک بوجہ ان کے افضل ہونے کے نہ ہوگا بلکہ ان کے بے فکر ہونے سے

ہو گا۔ اِنَّھُمْ لَا یَخَافُوْنَ وَلَا یَحْزَنُوْنَ، وَأَمَّا غَیْرُھُمْ فَالنَّبِیُّوْنَ مُھْتَمُّوْنَ بِأُمَمِھِمْ وَالْأُمَمُ مُشْتَغِلُوْنَ بِأَنْفُسِھِمْ۔ یہ لوگ بے فکر، بے غم، اپنی اپنی حالت میں مشغول ہوں گے اور انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی اُمتوں کے غم اور فکر اور ان کی نجات کے اہتمام میں مشغول ہوں گے۔

غبطہ اور حسد میں فرق

غِبْطَۃٌ بِالْکَسْرِ ھُوَ تَمَنِّیْ عَلٰی نِعْمَۃٍ عَلٰی أَنْ لَّا تَتَحَوَّلَ مِنْ صَاحِبِھَا بِخِلَافِ الْحَسَدِ فَاِنَّہٗ تَمَنِّیْ زَوَالِھَا عَنْ صَاحِبِھَا[۵۸۵]

غبطہ میں نعمت کی تمنا ہوتی ہے لیکن صاحبِ نعمت سے زوالِ نعمت کی تمنا نہیں کرتا۔ برعکس حسد کے کہ حاسد محسود کے لیے زوالِ نعمت کی تمنا کرتا ہے۔ خواہ وہ نعمت اس کو ملے یا نہ ملے۔

حدیث میں غبطہ سے مراد استحسان ہے۔ یعنی ان متحابین فی اللہ کی حالت کو انبیاء علیہم السلام پسندیدہ نظروں سے دیکھیں گے اور انبیاء علیہم السلام اپنی اُمتوں کی شفاعت میں مشغول ہوں گے اور اُمتیں اپنی اپنی فکر میں ہوں گی۔

حضرت مولانا محمد احمد صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں ؎

حسد کی آگ میں کیوں جل رہے ہو
کفِ افسوس تم کیوں مل رہے ہو
خدا کے فیصلے سے کیوں ہو ناراض
جہنم کی طرف کیوں چل رہے ہو

علاجِ حسد: حسد کی بیماری کسی ایکسرے سے معلوم نہیں ہو سکتی۔ کوئی سائنس دان اس بیماری کا علاج نہیں جانتا۔ یہاں سائنس فیل ہو جاتی ہے۔ یہاں انبیاء علیہم السلام کی

۵۸۵؎ مرقاۃ المفاتیح: ۹/۲۱۷-۲۱۸ (۵۰۱۱)، باب الحب فی اللہ ومن اللہ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

تعلیمات کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہ روحانی امراض ہیں جن کے لیے معالجینِ ارواح کی ضرورت ہے اور انبیاء علیہم السلام اور ان کے صحیح نائبین اولیائے کرام ہیں۔ کتاب "روح کی بیماریاں اور اُن کا علاج" میں اس کا علاج موجود ہے۔

محبتِ الٰہیہ کے حصول کے لیے چار اعمال

وہ چار اعمال جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ اپنی محبت عطا فرمانے کو اپنے ذمے احساناً و فضلاً واجب فرمالیتے ہیں۔

ملنے والوں سے راہ پیدا کر

حدیثِ قدسی:

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ وَالْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَزَاوِرِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَبَاذِلِیْنَ فِیَّ رَوَاہُ مَالِكٌ[۵۸۶]

وَفِیْ رِوَایَۃِ التِّرْمِذِیِّ: اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِیْ جَلَالِیْ لَھُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُّوْرٍ یَّغْبِطُھُمُ النَّبِیُّوْنَ وَالشُّھَدَاءُ[۵۸۷]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میری محبت ان لوگوں کے لیے واجب ہو جاتی ہے جو میری وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں اور میری وجہ سے آپس میں بیٹھتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔ روایت کیا اس کو مالک رحمہ اللہ نے۔ اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ وہ لوگ جو میری عظمتِ شان کے سبب سے آپس میں محبت رکھتے

۵۸۶ مؤطا امام مالک: ۳۲۳، باب ما جاء فی المتحابین فی اللہ /کنز العمال: ۸/۹(۲۴۶۷۰)، باب من کتاب الصحبۃ فی الترغیب فیھا، مؤسسۃ الرسالۃ

۵۸۷ جامع الترمذی: ۲/۶۴، باب الحب فی اللہ، ایچ ایم سعید

ہیں قیامت کے دن ان کے لیے نور کے منبر ہوں گے اور ان کی اس شان پر انبیاء علیہم السلام اور شہدائے کرام رشک کریں گے۔

حالِ راوی: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ انصاری، خزرجی ہیں۔ کنیت ابو عبد اللہ تھی۔ عقبۂ ثانیہ کے سترّ شرکاء میں سے ایک یہ بھی ہیں۔ بدری ہیں، یمن کے قاضی تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے بھی ان سے روایت فرمائی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو شام کا حاکم بنایا تھا۔

شرح حدیث: یہ حدیثِ قدسی ہے جس کی تعریف مرقاۃ، جلد ا، صفحہ ۹۵ پر مرقوم ہے: اَلْحَدِیْثُ الْقُدْسِیُّ هُوَ الْكَلَامُ الَّذِیْ یُبَیِّنُهُ النَّبِیُّ بِلَفْظِهٖ وَیُنْسِبُهٗ إِلٰی رَبِّهٖ[۵۸۸] حدیثِ قدسی وہ کلام ہے جس کو نبی اپنے الفاظ میں ادا کرتا ہے اور نسبت اس کی اپنے رب کی طرف کرتا ہے۔

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث جامع صغیر نے امام احمد کی روایت سے اور طبرانی اور حاکم اور امام بیہقی نے حضرت معاذ کی روایت سے نقل کی ہے۔

لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ سے مراد لِاَجْلِیْ ہے۔ یعنی جو میری وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں۔ احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ لفظ متحابین کو مقدم فرمانے کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ محبت کا محل قلب ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرنا گویا قلوب کا اجتماع ہے۔ اس کے بعد مُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ فرما کر یہ بتادیا کہ مجالست کا حاصل اجتماعِ قوالب ہے۔ یعنی احباب کا جمع ہونا ہے، اور یہ نافع اس وقت ہی ہوتا ہے جب قلوب بھی جمع ہوں ورنہ اگر دلوں میں محبت نہ ہو اور اجسام جمع ہوں تو یہ اجتماع بدون قلوب محض بے روح اور غیر مفید ہوگا۔ شاعر کہتا ہے ؎

آدمی آدمی سے ملتا ہے
دل مگر کم کسی سے ملتا ہے

اسی سبب سے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ؎

۵۸۸؎ مرقاۃ المفاتیح: ۱/۲۳۰، کتاب الایمان، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

مہر پاکاں درمیان جاں نشاں
دل مدہ الا بہ مہر دل خوشاں

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی محبت کو اپنی جان کے درمیان رکھو، اور کسی کو مت دل دینا سوائے ان بندوں کے جن کے دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے اچھے ہو گئے ہیں۔

اہل اللہ کی صحبتوں میں جو لوگ قلبی محبت سے نہیں بیٹھتے ان کو نفع کامل نہیں ہوتا ہے۔ اس حدیثِ متحابین سے یہ مسئلہ تصوف کا حل ہو گیا کہ تجالس کا نفع تحابب پر موقوف ہے یعنی قوالب کے اجتماع کا نفع اجتماعِ قلوب پر موقوف ہے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا مَحَبَّةَ أَوْلِيَائِكَ فِيْ قُلُوْبِنَا بِمَنِّكَ وَفَضْلِكَ اے اللہ! اپنے اولیاء کی محبت ہمارے قلوب میں اپنی مہربانی سے اور فضل سے عطا فرما، آمین۔

تَقَدُّمِ تَحَابُب کا فائدۂ عظیمہ

چوں کہ افادہ اور استفادہ کا مدار مناسبت اور محبت اور اُنس پر ہے، اس لیے اہل اللہ کا اپنے مکارمِ اخلاق اور غایتِ شفقتات سے اُمتِ مسلمہ کے قلوب کو مانوس کرنے میں نہایت اہتمام فرمانا ان کے تعامل اور عادتِ ثانیہ سے ہے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا اِتِّبَاعَھُمْ

تجالس کے بعد تزاور فرما کر یہ مسئلہ بتا دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے جس سے محبت ہو مجالست کے بعد وہیں ڈیرہ جما کر بیٹھے نہ رہنا، بلکہ گاہ گاہ آنا جانا اور زیارت کرتے رہنا تاکہ کاروبار اور معاش کے ضروری امور اور اہل و عیال کے حقوقِ واجبہ بھی فوت نہ ہوں۔ پھر تزاور کے بعد تباذل فرما کر بتا دیا کہ صرف سوکھی (خشک) محبت نہ کرنا بلکہ ایک دوسرے پر کچھ مال بھی خرچ کرنا۔

تَهَادَوْا تَحَابُّوْا حدیث میں ہے کہ ہدیہ دو گے تو آپس میں محبت پیدا ہو گی۔ دال پر زبر ہے۔ بعض لوگ پیش پڑھتے ہیں جو غلط ہے۔ اس حدیث کی پوری عبارت یہ ہے:

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: تَهَادَوْا تَحَابُّوْا وَتَصَافَحُوْا یَذْهَبِ الْغِلُّ عَنْکُمْ[۵۸۹]

آپس میں ہدیہ دیا کرو اس سے محبت پیدا ہوتی ہے اور آپس میں مصافحہ کیا کرو یہ عمل تمہارے قلوب سے کینہ اور گرانیِ طبع کو زائل کر دے گا۔

فائدہ: جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں آوے اس کو اپنے لیے نعمت سمجھے۔ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں میرے پاس آتا ہے میں اس کے قدموں کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہدیہ دے اس کو ضرور کھانا چاہیے، اس سے قلب میں نور پیدا ہوتا ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ جو آپس میں محبت رکھتے ہیں "فِیْ جَلَالِیْ" یعنی میری عظمت کے سبب۔ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "جَمَالِیْ" کا لفظ نہیں فرمایا تاکہ معلوم ہو کہ جس محبت کا اس حدیث میں ذکر ہو رہا ہے وہ شائبۂ نفس اور خواہشاتِ نفسانی سے بالکلیہ محفوظ اور پاک ہے۔ ورنہ لفظ جمالی سے بعض نادان صوفیا کسی نوجوان صالح کے حسن سے متاثر ہو کر اس سے محبت کرتے اور اس سے محبت پر ان ثمرات کا انتظار کرتے اور احمقانہ تاویل کرتے کہ یہ آئینۂ جمالِ خداوندی ہیں۔ ان کے آئینہ میں ہم جمالِ حق کا مشاہدہ کرتے ہیں اور یہ صریح ضلالت ہے اور گمراہ پیروں کا شیوہ ہے۔

حکایت: ایک صاحب نے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ شریعت ہم کو حسینوں کے دیکھنے سے کیوں منع کرتی ہے؟ ہم تو ان کو آئینۂ جمالِ حق سمجھتے ہیں اور ان حسینوں کے آئینے میں ہم جمالِ خداوندی کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ یہ آئینے تو ہیں مگر آتشی آئینے ہیں، جل کر خاک ہو جاؤ گے۔

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت "بِجَلَالِیْ" کے متعلق یہ ہے **بِجَلَالِیْ أَیْ بِسَبَبِ عَظَمَتِیْ وَلِأَجْلِ تَعْظِیْمِیْ أَوِالَّذِیْنَ یَکُوْنُ التَّحَابُبُ بَیْنَهُمْ لِأَجْلِ**

۵۸۹؎ کنز العمال: ۶/۱۱۰ (۱۵۰۵۶)، کتاب الامارۃ والقضاء، مؤسسۃ الرسالۃ

رِضَا جَنَابِیْ وَجَزَاءِ ثَوَابِیْ قَالَ الطَّیْبِیُّ: وَخَصَّ الْجَلَالَ بِالذِّکْرِ لِدَلَالَتِهٖ عَلَی الْهَیْبَةِ وَالسَّطْوَةِ أَیِ الْمُنَزَّهُوْنَ عَنْ شَائِبَةِ الْهَوٰی وَالنَّفْسِ وَالشَّیْطَانِ فِی الْمَحَبَّةِ فَلَا یَتَحَابُّوْنَ إِلَّا لِأَجْلِیْ وَلِوَجْهِیْ اور ممکن ہے کہ ”جلالی“ کے ساتھ جمالی مقدر ہو اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ أَیِ الْمُتَحَابُّوْنَ فِیْ حَالَةِ الْقَبْضِ وَالْبَسْطِ وَالْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ وَالْمِحْنَةِ وَالْمِنْحَةِ فَیُفِیْدُ دَوَامَ تَحَابُبِهِمْ[۵۹۰] یہ محبت میری عظمت کے سبب ہوتی ہے اور میری رضا کے لیے، اور لفظ جلال کا خاص کرنا اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہیبت اور عظمت سے یہ محبت ہے اور نفسانی آمیزش اور شیطانی سازش سے یہ محبت پاک ہے۔ یہ محبت صرف رضائے حق کے لیے ہے۔ یا ”بِجَلَالِیْ“ کے لفظ کے ساتھ جمالی کا لفظ بھی مقدر اور محذوف ہے۔ (عَلٰی سَبِیْلِ الْاِکْتِفَاءِ وَالتَّقْدِیْرِ) پس مطلب یہ ہوگا کہ ان کی یہ محبت ہر حال میں ہے خواہ قبض ہو یا بسط ہو، خوف و رجاء ہو یا تکلیف ہو یا نعمت ہو، ہر حال میں یہ اللہ والی محبت قائم رہتی ہے۔ یعنی ظہورِ صفت جلال میں بھی اور ظہورِ صفت جمال میں بھی۔

اہل اللہ کی صحبت کا ایک عظیم الشان انعام

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرنا اور بالخصوص جہاں کوئی خونی رشتہ بھی نہ ہو اور نہ وہاں مال ملنے کی توقع ہو، خالص اللہ تعالیٰ کے لیے آپس میں مجلس ہو (جو اللہ والوں کے یہاں کامل درجہ میں نظر آتی ہے) اس کا ایک عظیم الشان فائدہ یہ بھی ہے کہ ایسی مجلسوں میں اللہ تعالیٰ کی شان اجتباء یعنی شانِ جذب کا ظہور ہوتا ہے جس سے بندہ جلد اللہ تعالیٰ کا محبوب اور مقبول بن جاتا ہے۔ جیسا کہ روایت ہے:

إِنَّ لِرَبِّكُمْ فِیْ أَیَّامِ دَهْرِكُمْ نَفَحَاتٍ فَتَعَرَّضُوْا لَهٗ...الخ[۵۹۱]

---

[۵۹۰] مرقاة المفاتیح: ۲۱۱/۹ (۵۰۰۶)، باب الحب فی اللہ ومن اللہ، دار الکتب العلمیة، بیروت

[۵۹۱] کنز العمال: ۷/۶۹۷ (۲۱۳۲۴)، باب صلٰوة النوافل والفصل فی الترغیب فیھا، مؤسسة الرسالة

یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کائنات کے ایام ولیالی میں خاص رحمت کی ہوائیں چلتی ہیں، ان کو تلاش کرو، اگر ان کو تم پاجاؤگے تو کبھی بدبخت نہ ہوگے۔ پس اس روایت میں اشارہ ہے کہ یہ نعمت ہر ایک کو نہیں ملتی اور نہ ہر وقت ملتی ہے کیوں کہ یہ نعمت جذبِ حق (شانِ اجتباء) حق تعالیٰ کی عطا پر موقوف ہے جو دونوں جہاں کی نعمت کا وسیلہ ہے، اور اللہ تعالیٰ کے لیے تحابب سبب بن جاتا ہے تجاذبِ حق کا۔

إِنَّ هٰذِهِ النِّعْمَةَ لَمْ تَحْصُلْ لِكُلِّ أَحَدٍ وَلَا تُوْجَدُ فِيْ كُلِّ وَقْتٍ لِأَنَّهَا تَتَوَقَّفُ عَلٰى جَذْبَةٍ مِنْ جَذَبَاتِ الْحَقِّ (أَيْ نَفَحَاتِ الْحَقِّ) تُوَازِيْ عَمَلَ الثَّقَلَيْنِ، وَالتَّحَابُبُ سَبَبُ التَّجَاذُبِ[۵۹۲] مرقاۃ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی مجلس میں اللہ تعالیٰ کی اس شانِ جذب کا ظہور ہوتا ہے جو اس آیت اَللّٰہُ یَجۡتَبِیۡۤ اِلَیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ میں ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اپنی طرف جذب کرکے اپنا بنالیتے ہیں۔

ہم تمہارے تم ہمارے ہو چکے
دونوں جانب سے اشارے ہو چکے
اشارے ہوئے ہیں نظارے ہوئے ہیں
ہم ان کے ہوئے وہ ہمارے ہوئے ہیں

(مجذوب رحمۃ اللہ علیہ)

یہ نعمتِ جذب ہر ایک کو نہیں ملتی اور نہ ہر وقت ملتی ہے۔ اس کے لیے اشخاص خاص ہوتے ہیں اور اوقات خاص ہوتے ہیں۔ لَمْ تَحْصُلْ لِكُلِّ أَحَدٍ وَلَا تُوْجَدُ فِيْ كُلِّ وَقْتٍ۔

محبت کے لیے کچھ خاص دل مخصوص ہوتے ہیں
یہ وہ نغمہ ہے کہ ہر ساز پر چھیڑا نہیں جاتا

نوٹ: ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے إِنَّ لِرَبِّكُمْ فِيْ أَيَّامِ دَهْرِكُمْ کی حدیث پوری

[۵۹۲] مرقاۃ المفاتیح: ۹/۲۱۸ (۵۰۱۲)، باب الحب فی اللہ ومن اللہ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

نقل نہیں فرمائی۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''**التشرف بمعرفة احاديث التصوف**'' میں پوری حدیث اس طرح نقل فرمائی ہے:

إِنَّ لِرَبِّكُمْ فِيْ أَيَّامِ دَهْرِكُمْ نَفَحَاتٍ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ مِنْ حَدِيْثِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَأَبِيْ سَعِيْدٍ وَقَدْ تَقَدَّمَ وَتَمَامُهُ أَلَا فَتَعَرَّضُوْا لَهَا، وَفِيْ نُسْخَةٍ أَنْ يُّصِيْبَكُمْ نَفْحَةٌ مِنْهَا فَلَا تَشْقَوْنَ بَعْدَهَا أَبَدًا''[۵۹۳]

نفحات کا ترجمہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تجلیاتِ مقربات سے فرمایا ہے یعنی وہ تجلیاتِ الٰہیہ جن کے ظہور سے بندہ اللہ تعالیٰ کا مقرب بنالیا جاتا ہے، اور اس مقام پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شعر بھی ارقام فرمایا ہے۔

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی
شاید کہ نگاہِ کند آگاہ نباشی

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک لمحہ کو بھی غافل نہ ہونا چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ جس وقت وہ نگاہِ کرم فرمائیں اور تم کسی اور طرف غفلت سے مشغول ہو۔

فائدہ: یہ حدیث **إِنَّ لِرَبِّكُمْ نَفَحَاتٍ...الخ** جامع صغیر، جلد ا، صفحہ ۹۵ پر بھی ہے۔

تنبیہ: اہتمامِ ذکر اور ترکِ معاصی کے مجاہدات سے قلوب میں جذبِ نفحاتِ الٰہیہ کی صلاحیت اور استعداد پیدا ہوتی ہے، اس لیے اہل اللہ کی مجالس کے ساتھ معاصی سے حفاظت کا اہتمام اور کچھ ذکر اللہ کا التزام بھی ضروری ہے، اور اہل اللہ کی مجلس میں اکثر متحابین فی اللہ ہی کا مجمع ہوتا ہے، اس لیے شانِ جذبِ حق کا ظہور وہاں زیادہ ہوتا ہے۔ پس ان کی مجلسوں کی برکت سے انسان جلد اللہ والا بن جاتا ہے۔

نیز دوسری حدیث مشکوٰۃ میں ہے کہ آدمی اپنے خلیل (دوست) کے دین پر ہو جاتا ہے۔ **اَلْمَرْءُ عَلٰى دِيْنِ خَلِيْلِهٖ**[۵۹۴] جس کی حکمت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ

۵۹۳؎ کنز العمال: ۶۹/۷، (۲۱۳۲۴)، باب صلٰوۃ النوافل والفصل فی الترغیب فیھا، مؤسسۃ الرسالۃ

۵۹۴؎ جامع الترمذی: ۶۳/۲، باب بعد ذکر باب ما جاء فی اخذ المال، ایچ ایم سعید

فرمائی ہے کہ بَلِ الطَّبْعُ يَسْرِقُ مِنَ الطَّبْعِ مِنْ حَيْثُ لَا يَدْرِيْ هٰذَا[۵۹۵] یعنی طبائع دوسرے طبائع سے اخلاق کو جذب کرلیتے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو متحابّین فِی اللّٰہِ، مُتَجَالِسِيْنَ فِی اللّٰہِ، مُتَزَاوِرِيْنَ فِی اللّٰہِ، مُتَبَاذِلِيْنَ فِی اللّٰہِ ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور حسب وعدہ ان چار اعمال کو شرفِ قبول عطا فرما کر اپنی محبت کو ہمارے لیے عطا فرمانا فضلاً و احساناً اپنے کرم سے واجب فرمائیں، آمین ثم آمین۔

صالحین کی بستی کے برکات

احقر کے تین اشعار ؎

دل چاہتا ہے ایسی جگہ میں رہوں جہاں
جیتا ہو کوئی درد بھرا دل لیے ہوئے

مری زندگی کا حاصل مری زیست کا سہارا
ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا

مجھے کچھ خبر نہیں تھی ترا درد کیا ہے یا ربّ
ترے عاشقوں سے سیکھا ترے سنگِ در پہ مرنا

صالحین کی بستی پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے

محدثِ عظیم ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، جلد ۵، صفحہ ۱۹۵ پر ارقام فرماتے ہیں کہ صالحین کی محفل میں دعا مانگنا مستحب ہے۔

فَإِنَّ عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِيْنَ تَنْزِلُ الرَّحْمَةُ فَضْلًا عِنْدَ وُجُوْدِهِمْ وَحُضُوْرِهِمْ[۵۹۶]

---

[۵۹۵] مرقاۃ المفاتیح: ۲۲۴/۹، باب الحب فی اللہ ومن اللہ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

[۵۹۶] مرقاۃ المفاتیح: ۳۳۰/۵ (۲۴۱۹)، باب الدعوات فی الاوقات، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت جب صالحین کے ذکر سے نازل ہوتی ہے تو جہاں صالحین خود رہتے ہوں اس جگہ پر کتنی رحمت برستی ہوگی!

ذاکرین کی مجالس جنت کے باغ ہیں

إِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا قَالُوْا: وَمَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ؟ قَالَ حَلَقُ الذِّكْرِ[۵۹۷]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب تم جنت کے باغوں سے گزرو تو خوب کھل کر کھاپی لیا کرو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ جنت کے باغ کیا ہیں؟ فرمایا: ذکر کے حلقے۔

تشریح: محدثِ عظیم حضرت ملّا علی قاری فرماتے ہیں: **حَاصِلُ الْمَعْنٰى: إِذَا مَرَرْتُمْ بِجَمَاعَةٍ يَّذْكُرُوْنَ اللهَ تَعَالٰى فَاذْكُرُوْهُ أَنْتُمْ مُوَافَقَةً لَّهُمْ فَإِنَّهُمْ فِيْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ، قَالَ النَّوَوِيُّ رَحِمَهُ اللهُ: وَاعْلَمْ أَنَّهٗ كَمَا يُسْتَحَبُّ الذِّكْرُ يُسْتَحَبُّ الْجُلُوْسُ فِيْ حَلَقِ أَهْلِهٖ**[۵۹۸] اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب تم ایسی جماعت سے گزرو جو اللہ تعالیٰ کو یاد کر رہی ہو تو تم بھی ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے لگو کیوں کہ وہ جنت کے باغوں میں ہیں۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس طرح ذکر مستحب ہے اسی طرح اہلِ ذکر کی صحبتوں میں بیٹھنا بھی مستحب ہے۔

خدا تعالیٰ کے عاشقوں کی صحبت میں جنت کا لطف آتا ہے۔ احقر کا فارسی شعر ہے ؎

میسر چوں مرا صحبت بجانِ عاشقاں آید
ہمیں بینم کہ جنت بر زمیں از آسماں آید

جب مجھے اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کی صحبت میسر آجاتی ہے تو اتنا لطف آتا ہے کہ جیسے جنت

---

۵۹۷ جامع الترمذی: ۲/۱۹۱، باب جامع الدعوات عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ایچ ایم سعید

۵۹۸ مرقاۃ المفاتیح: ۵/۱۵۵ (۲۳۷۱)، باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

آسمان سے زمین پر آگئی ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

میں رہتا ہوں دن رات جنت میں گویا
مرے باغِ دل میں وہ گلکاریاں ہیں

اللہ تعالیٰ سے تعلقِ خاص کی علامات

محدثِ عظیم حضرت ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، جلد ۵، صفحہ ۵۹۲ پر ارقام فرماتے ہیں: وَمِنْ أَمَارَاتِ وِلَايَتِهٖ أَنْ يَّرْزُقَهُ اللهُ تَعَالٰى مَوَدَّةً فِيْ قُلُوْبِ أَوْلِيَآئِهٖ فَإِنَّ اللهَ يَنْظُرُ إِلٰى قُلُوْبِ أَوْلِيَآئِهٖ فِيْ كُلِّ وَقْتٍ فَإِذَا رَاٰى فِيْ قُلُوْبِهِمْ لِعَبْدٍ مَحَلًّا يَنْظُرُ إِلَيْهِ بِاللُّطْفِ وَإِذَا رَاٰى هِمَّةَ وَلِيٍّ مِنْ أَوْلِيَآئِهٖ لِشَأْنِ عَبْدٍ أَوْ سَمِعَ دُعَاءَ وَلِيٍّ فِيْ شَأْنِ شَخْصٍ يَأْبٰى إِلَّا الْفَضْلَ وَالْاِحْسَانَ إِلَيْهِ أَجْرٰى بِذٰلِكَ سُنَّتَهُ الْكَرِيْمَةَ۔

اللہ تعالیٰ جن بندوں کے قلوب کو اپنی ولایت کے لیے منتخب فرماتے ہیں تو اس کی علامات میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے دلوں میں ایسے شخص کی محبت ڈال دیتے ہیں۔ پس تحقیق اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے قلوب کو ہر وقت نگاہِ رحمت سے دیکھتے رہتے ہیں۔ پس جب اپنے اولیاء کے قلوب میں کسی بندے کی محبت دیکھتے ہیں تو اس بندے پر بھی نظرِ لطف ڈال دیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ جب اپنے اولیاء میں سے کسی ولی کی توجہ کسی بندے پر دیکھتے ہیں یا کسی ولی کی دعا کو کسی شخص کے لیے سنتے ہیں تو اس پر بھی اپنا فضل و احسان فرمادیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی سنتِ کریمہ اسی طرح جاری فرمادی ہے۔

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے: لَوْ أَنَّ وَلِيًّا مِّنْ أَوْلِيَآئِهٖ مَرَّ بِبَلْدَةٍ لَنَالَ بَرَكَةَ مُرُوْرِهٖ أَهْلُ تِلْكَ الْبَلْدَةِ حَتّٰى يَغْفِرَ اللهُ لَهُمْ۔[۵۹۹] یعنی تحقیق اگر کوئی ولی اولیاء اللہ میں سے کسی

---

۵۹۹ مرقاۃ المفاتیح: ۱۹۱/۵ (۲۲۸۸)، باب اسماء اللہ تعالیٰ من اسمہ عزوجل ''الولی''، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

شہر سے گزر جائے (اور قیام کی فرصت بھی نہ ہو) تو اس کے گزرنے کی برکت سے اس شہر کے لوگ محروم نہ رہیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان (اہلِ شہر) کی مغفرت فرمادے گا۔ (عدل کے لیے تو صلاحیت و استحقاق شرط ہے لیکن فضل کے لیے کوئی ضابطہ نہیں۔ از جامع)

صالحین کی بستی اور سامانِ مغفرت

عَنْ أَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: کَانَ فِیْ بَنِیْ إِسْرَائِیْلَ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَّتِسْعِیْنَ إِنْسَانًا ثُمَّ خَرَجَ یَسْأَلُ فَأَتٰی رَاهِبًا فَسَأَلَهٗ فَقَالَ لَهٗ هَلْ مِنْ تَوْبَةٍ؟ قَالَ لَا فَقَتَلَهٗ فَجَعَلَ یَسْأَلُ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ: إِئْتِ قَرْیَةَ کَذَا وَکَذَا فَأَدْرَکَهُ الْمَوْتُ فَنَاءَ بِصَدْرِهٖ نَحْوَهَا فَاخْتَصَمَتْ فِیْهِ مَلَائِکَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِکَةُ الْعَذَابِ فَأَوْحَی اللہُ إِلٰی هٰذِهٖ أَنْ تَقَرَّبِیْ وَأَوْحَی اللہُ إِلٰی هٰذِهٖ أَنْ تَبَاعَدِیْ وَقَالَ: قِیْسُوْا مَا بَیْنَهُمَا فَوُجِدَ إِلٰی هٰذِهٖ أَقْرَبَ بِشِبْرٍ فَغُفِرَ لَهٗ[۶۰۰]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص نے ننانوے انسانوں کو قتل کیا۔ پھر وہ ایک راہب کے پاس آیا اور سوال کیا کہ کیا ایسے شخص کے لیے توبہ ہے؟ راہب نے کہا نہیں! پس اس کو بھی قتل کر دیا۔ پھر اس نے ایک دوسرے شخص سے سوال کیا۔ اس نے کہا کہ فلاں (صالحین کی) بستی کی طرف جاؤ (وہاں تمہاری توبہ قبول ہو جائے گی) پس (راستہ ہی میں) اس کو موت نے پکڑ لیا۔ پس اس نے (مرتے وقت) اپنا سینہ اس بستی کی طرف کر دیا۔ پس اس شخص کے بارے میں رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں اختلاف ہوا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اِس (صالحین کی) بستی کی طرف وحی فرمائی کہ تو قریب ہو جا اور

---

[۶۰۰] صحیح البخاری: ۱/۴۹۳ (۳۴۸۴) باب قولہ عزوجل: ام حسبت ان اصحاب الکھف والرقیم، المکتبۃ المظھریۃ

اُس (معصیت کی) سرزمین کو حکم دیا کہ تو دور ہو جا۔ پس اللہ تعالیٰ نے (فرشتوں سے) فرمایا کہ تم ان دونوں زمینوں کی پیمایش کرو۔ پس پایا گیا وہ شخص صالحین کی بستی سے ایک بالشت زیادہ قریب۔ پس اس کو بخش دیا گیا۔ (متفق علیہ)

۱) ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ راہب عابد، زاہد، خلق سے کنارہ کش، خالق کی یاد میں مشغول تھا اور اس پر خوفِ الٰہی کا غلبہ تھا۔

۲) راہب نے جو توبہ نہ قبول ہونے کا کہا اس کی تین وجوہات ہو سکتی ہیں:

الف) إِمَّا جَهْلًا مِنْهُ بِعِلْمِ التَّوْبَةِ یا تو توبہ کے بارے میں صحیح علم سے بے خبر تھا۔

ب) وَإِمَّا لِغَلَبَةِ الْخَشْيَةِ عَلَيْهِ یا خشیت کے غلبہ کی وجہ سے۔

ج) وَإِمَّا لِتَصَوُّرِ عَدَمِ إِمْكَانِ إِرْضَاءِ خُصُوْمِهٖ عَنْهُ یعنی اس تصور کے سبب کہ مظلوم فریق کے راضی کرنے کا امکان نہ رہا تھا۔ اور اس نے راہب کو اس بنا پر قتل کیا کہ جب میری توبہ قبول ہی نہیں ہے تو ننانوے کے بجائے سو پورا کر دو۔[۱۰۱]

۳) ایک اشکال اور اس کا جواب: علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ اس شخص کی مغفرت پر ایک اشکال اصولِ شرع کے مطابق وارد ہوتا ہے اور وہ یہ کہ فَإِنَّ حُقُوْقَ بَنِيْ اٰدَمَ لَا تَسْقُطُ بِالتَّوْبَةِ بَلْ تَوْبَتُهَا أَدَاءُهَا إِلٰى مُسْتَحِقِّيْهَا کیوں کہ حقوق العباد صرف توبہ سے معاف نہیں ہوتے جب تک کہ اہلِ حقوق کو راضی نہ کیا جاوے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ إِنَّ اللهَ تَعَالٰى إِذَا رَضِيَ عَنْ عَبْدِهٖ وَقَبِلَ تَوْبَتَهٗ أَرْضٰى عَنْهُ خُصُوْمَهٗ وَرَدَّ مَظَالِمَهٗ۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے خوش ہو جاتے ہیں اور اس کی توبہ قبول فرماتے ہیں تو اس کی جانب سے اہلِ حقوق کو راضی کر دیں گے اور اہلِ حقوق کے حقوق کو اس بندے کی طرف سے خود ادا فرما دیں گے۔

۴) فضل بصورتِ عدل: گناہ کی بستی کو دور کرنے کا اور صالحین کی بستی کو قریب کرنے کا جو حکم فرمایا فَهٰذَا فَضْلٌ فِيْ صُوْرَةِ عَدْلٍ پس یہ فضل ہے عدل کی صورت میں صالحین کی بستی سے صرف ایک بالشت زیادہ قریب ہونے پر۔

[۱۰۱] مرقاۃ المفاتیح: ۲۳۸/۵-۲۳۹ (۲۳۲۷)، باب الاستغفار والتوبۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۵) اس کی مغفرت دلالت کرتی ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت پر طالبِ توبہ کے لیے۔ پھر تائب پر کس درجہ رحمت نازل ہوگی! رَزَقَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی تَوْبَۃً نَصُوْحًا اللہ تعالیٰ ہم سب کو توبۂ صادقہ خالصہ نصیب فرمائے، آمین۔

۶) وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِّمُسْلِمٍ: فَدُلَّ عَلٰی رَجُلٍ عَالِمٍ فَقَالَ فَإِنَّ بِھَا أُنَاسًا یَّعْبُدُوْنَ اللّٰہَ فَاعْبُدِ اللّٰہَ مَعَھُمْ...الخ[۶۰۲] مسلم کی روایت سے معلوم ہوا کہ وہ دوسرا آدمی عالم تھا جس نے کہا تھا کہ فلاں بستی میں کچھ بندے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہیں تم بھی جاکر ان کے ساتھ عبادت میں مشغول ہو جاؤ۔

۷) فِیْہِ تَفْضِیْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ[۶۰۳] اس حدیث سے عالم کی فضیلت ثابت ہوتی ہے عابد پر۔

تشریح حدیثِ مذکور از فتح الباری

جلد ۶، صفحہ ۵۱۷، از: علامہ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ:

۱) علامہ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس آدمی نے اتنے قتل کیے تھے اور جن جن لوگوں کا اس واقعہ میں ذکر ہے ان کے ناموں سے میں واقف نہیں ہوں۔ لفظ راہب سے اشارہ ہے کہ وہ شخص دینِ عیسوی پر تھا۔

۲) المعجم الکبیر للطبرانی میں روایت ہے کہ صالحین کی بستی کا نام نَصَرَۃ تھا اور دوسری بستی کا نام کفرۃ تھا۔[۶۰۴] حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ لَمَّا أَتَاہُ الْمَوْتُ نَاءَ بِصَدْرِہٖ نَاءَ[۶۰۵] أَیْ مَالَ إِلَی الْأَرْضِ الَّتِیْ طَلَبَھَا یعنی جب اس کو موت آنے لگی تو اپنا سینہ کھینچ کر صالحین کی اس بستی کی طرف کچھ اور قریب کر دیا۔

---

[۶۰۲] صحیح مسلم: ۳۵۹/۲، باب قبول توبۃ القاتل وان کثر قتلہ، ایچ ایم سعید

[۶۰۳] مرقاۃ المفاتیح: ۲۳۸/۵-۲۳۹ (۲۳۲۷)، باب الاستغفار والتوبۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

[۶۰۴] المعجم الکبیر: ۳۴/۱۳ (۷۶)، مکتبۃ ابن تیمیۃ، القاھرۃ

[۶۰۵] صحیح مسلم: ۳۵۹/۲، باب قبول توبۃ القاتل وان کثر قتلہ، ایچ ایم سعید

احقر عرض کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی اس ادائے بندگی پر فضل فرمادیا اور صالحین کی اس بستی کو حکم دے دیا کہ تَقَرَّبِیْ اے زمین! تو قریب ہو جا۔ اور معصیت کی بستی کو حکم فرمایا تَبَاعَدِیْ یعنی تو دور ہو جا۔ صالحین کی بستی پر کیوں کہ اہلِ تقرب تھے اس کو خطاب بھی تقرب سے کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے اس فضل پر بے ساختہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی دامت برکاتہم کا شعر یاد آگیا۔

حسن کا انتظام ہوتا ہے

عشق کا یوں ہی نام ہوتا ہے

یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سب انتظام ہوتا ہے اور بندوں کے اعمال اس کے لیے محض بہانہ ہوتے ہیں۔

۳) علامہ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے مشروعیتِ توبہ جمیع کبائر سے ثابت ہوتی ہے۔

۴) اور اشکال مسئلہ حقوق العباد کا حل یہ تحریر فرماتے ہیں: إِنَّ اللهَ تَعَالٰى إِذَا قَبِلَ تَوْبَةَ الْقَاتِلِ يَكْفُلُ بِرِضَا خَصَمِهٖ یعنی اللہ تعالیٰ نے جب قاتل کی توبہ قبول فرمالی تو اس کی طرف سے اہلِ حقوق کو راضی کر دینے کے لیے کفیل ہو جائیں گے۔

۵) اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ملائکۂ رحمت اور ملائکۂ عذاب کا کبھی اللہ تعالیٰ کے بندوں کے بارے میں اختلاف ہو جاتا ہے۔ اس بات میں کہ اس کو مطیع لکھیں یا عاصی حَتّٰى يَقْضِيَ اللهُ بَيْنَهُمْ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ فرماتے ہیں۔

۶) اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس زمین پر انسان کسی معصیت میں مبتلا ہو جائے، اس زمین سے ہجرت مستحب اور افضل ہے، دو وجہ سے: (۱) اس زمین پر اس گناہ کی پھر اس کو یاد آئے گی اور فتنہ میں مبتلا ہو جائے گا (۲) اس وجہ سے کہ گناہوں کے آثار و نشانات اس کو دوبارہ اس گناہ پر اعانت کریں گے اور برانگیختہ کریں گے۔ چناں چہ بعض روایات میں ہے کہ وَلَا تَرْجِعْ إِلٰى أَرْضِكَ فَإِنَّهَا أَرْضُ سُوْءٍ، فَفِيْهِ إِشَارَةٌ إِلٰى أَنَّ التَّائِبَ يَنْبَغِيْ لَهٗ مُفَارَقَةُ الْأَحْوَالِ الَّتِيْ

اِعْتَادَهَا فِیْ زَمَنِ الْمَعْصِیَۃِ، وَالتَّحَوُّلُ مِنْهَا کُلِّهَا، وَالْاِشْتِغَالُ بِغَیْرِهَا
ایک روایت میں ہے کہ اس شخص سے کہا گیا تو اس زمین پر دوبارہ مت لوٹنا کیوں کہ وہ زمین تیرے حق میں بُری ہے۔ پس اس روایت میں یہ اشارہ موجود ہے کہ جو شخص کسی گناہ سے توبہ کرے اس کو چاہیے کہ وہ اس گناہ کے لیے جن جن حالات کا معصیت میں عادی تھا ان سے مفارقت اختیار کرلے اور کلی طور پر اپنا رُخ پھیر لے اور اسبابِ معصیت سے دور ہو کر دوسرے جائز مشغلوں میں اپنے کو مصروف کر دے۔

۷) فِیْہِ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ اور اس حدیث سے عالم کی فضیلت عابد پر ثابت ہوتی ہے۔[۶۰۶]

تشریح حدیثِ مذکور از شرح مسلم

جلد ۲، صفحہ ۳۵۹، از: علامہ محی الدین ابوزکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ:

قَالَ الْعُلَمَاءُ فِیْ ھٰذَا اسْتِحْبَابُ مُفَارَقَۃِ التَّائِبِ الْمَوَاضِعَ الَّتِیْ أَصَابَ بِهَا الذُّنُوْبَ وَأَنْ یَّسْتَبْدِلَ بِهِمْ صُحْبَۃَ أَھْلِ الْخَیْرِ وَالصَّلَاحِ وَالْعُلَمَاءِ وَیَتَأَکَّدُ بِذَالِکَ تَوْبَتُهٗ[۶۰۷]

اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو شخص کسی گناہ سے توبہ کرے تو وہ اس گناہ کے مقامات سے اور اس گناہ پر مائل کرنے والے اشخاص سے مفارقت اختیار کرلے اور ان بُرے لوگوں کے بدلے اہلِ خیر اور اہلِ صلاح اور علماء کی صحبت اختیار کرے۔ ان اعمال کی برکت سے اس کی توبہ مضبوط ہو جائے گی۔

سننِ ابنِ ماجہ، صفحہ ۱۹۲ پر اس حدیث میں اس عبارت کا بھی اضافہ ہے:

أُخْرُجْ مِنَ الْقَرْیَۃِ الْخَبِیْثَۃِ الَّتِیْ أَنْتَ فِیْهَا إِلَی الْقَرْیَۃِ الصَّالِحَۃِ[۶۰۸]

---

۶۰۶ فتح الباری: ۶/۵۱۷ (۳۲۸۳)، باب قولہ تعالٰی ام حسبت ان اصحاب الکہف والرقیم، دار المعرفة
۶۰۷ شرح النووی: ۱۷/۸۳، باب قبول توبة القاتل وان کثر قتلہ، المطبعة المصریة، بالازھر
۶۰۸ سنن ابن ماجة: ۳۱۱ (۲۶۲۲)، باب ھل لقاتل مؤمن توبة، المکتبة الرحمانیة

اس عالم نے اس قاتل سے کہا کہ تو اس خبیث بستی سے جس میں کہ تو ہے نکل جا فلاں صالحین کی بستی کی طرف۔

فائدہ: بخاری شریف کی اس حدیث سے مقبولانِ بارگاہِ الٰہی اور اہل اللہ کی عظمتوں کا پتا چلتا ہے جنہوں نے اپنی خاک کو خالقِ افلاک پر فدا کیا۔ ایسی مبارک ہستیوں کی قیمتوں کا کیا کہنا کہ جس زمین پر یہ لوگ رہتے ہیں اس زمین کی برکت کا یہ عالم ہے کہ سو قتل کے مجرم کی مغفرت اور اس پر رحمت کا نزول اور اس کی توبہ کی قبولیت، جبکہ اس قادر مطلق اور غفّار اور توّاب اور ارحم الراحمین کی طرف سے ہر زمین پر ممکن تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایاتِ خاصّہ اور الطاف و کرم کے ظہور اور نزول کے لیے اہل اللہ کے رہنے سہنے کی سرزمین کو تجویز فرمایا۔ سبحان اللہ! جو اللہ کا ہو جاتا ہے وہ مالک کریم اس کی خاک کو تو عزت دیتا ہی ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ اس زمین کو بھی عزت بخشتا ہے جہاں ایسے مقبول بندے رہتے ہیں، اور اس کی قیمت کا اندازہ حدیثِ مذکور سے ہوتا ہے۔

برعکس اس کے جو لوگ اپنی مٹی کو مٹی کی حسین صورتوں پر، مٹی کے پراٹھوں اور کبابوں پر اور مٹی کے مکانوں اور مٹی کے نوٹ کی گڈیوں پر اور مٹی کے لباسوں پر اور مٹی کے بنگلوں اور موٹروں پر فدا ہو کر اپنے خالق اور مالک کو بھول گئے ان کی خاک ان تمام مٹیوں کے ساتھ مل کر مٹی ہو گئی۔ قیامت کے دن ان کی مٹی کے ساتھ یہی مٹیاں مثبت ہو جائیں گی اور میزان مٹی ہی آئے گا اور ان کی مٹی کا تمام مجموعہ مٹی ہی ہو گا۔ جیسا کہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

حیاتِ دو روزہ کا کیا عیش و غم
مسافر رہے جیسے تیسے رہے

احقر کو اپنا ایک پرانا شعر یاد آیا۔

کسی خاکی پہ مت کر خاک اپنی زندگانی کو
جوانی کر فدا اُس پر کہ جس نے دی جوانی کو

دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اہل اللہ اور صالحین کی محبت اور ان کی صحبت کی توفیق بخشیں۔

خوف و خشیتِ الٰہیہ

فوائدِ گریہ وزاری درجنابِ خالقِ باری جل جلالہٗ: توبہ کے آنسو اور اس کی قدر ومنزلت بدرگاہِ صمدیت ؎

بس ہے اپنا ایک نالہ بھی اگر پہنچے وہاں
گرچہ کرتے ہیں بہت سے نالہ و فریاد ہم

حکمِ بُکاء یعنی رونے کا حکم

عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِبْكُوْا فَإِنْ لَّمْ تَبْكُوْا فَتَبَاكَوْا[۲۰۹]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (اللہ کی محبت یا اس کے خوف سے) روؤ، اگر نہ روسکو تو رونے والوں کی شکل بنالو۔

تشریح: چوں کہ رونا بندے کا اختیاری فعل نہیں ہے، اس لیے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کو متوجہ کرنے کے لیے رونے کی شکل بنالینے کی ہدایت فرمائی کیوں کہ رونے والوں کی شکل بنالینا ہر شخص کے اختیار میں ہے اور ایسا شخص بھی اللہ کی رحمت سے محروم نہ رہے گا۔ غالب نے کیا خوب کہا ہے ؎

بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالبؔ
تماشائے اہلِ کرم دیکھتے ہیں

---

[۲۰۹] سنن ابن ماجة: ۳۴۶، باب الحزن والبکاء، المکتبة الرحمانية

جب دنیا کے کریموں کا یہ حال ہے کہ جن کا کرم اس کریم حقیقی کا مخلوق ہے، پھر حق تعالیٰ کے کرم کا کیا عالَم ہو گا؟

آنسوؤں کی فضیلت

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ یَّخْرُجُ مِنْ عَیْنَیْهِ دُمُوْعٌ وَاِنْ کَانَ مِثْلَ رَأْسِ الذُّبَابِ مِنْ خَشْیَةِ اللهِ ثُمَّ یُصِیْبُ شَیْئًا مِنْ حُرِّ وَجْهِهٖ اِلَّا حَرَّمَهُ اللهُ عَلَی النَّارِ[۱۱۰]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کسی مؤمن کی آنکھوں سے بوجہ خشیتِ الٰہی آنسو نکلتے ہیں اگرچہ وہ مکھی کے سر کے برابر ہوں تو ایسے بندے پر اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ حرام فرمادیتے ہیں۔

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مِنْ عَیْنَیْهِ أَوْ مِنْ اَحَدِهِمَا یعنی دونوں آنکھوں سے آنسو نکلیں یا ایک آنکھ سے۔[۱۱۱]

دُمُوْعٌ: أَیْ دَمَعَاتٌ أَقَلُّهَا الثَّلَاثُ آنسوؤں سے مراد کم از کم تین قطرے ہیں کیوں کہ دموع جمع ہے اور عربی میں جمع کے لیے کم از کم تین عدد ضروری ہیں۔

وَاِنْ کَانَ مِثْلَ رَأْسِ الذُّبَابِ: أَیْ کَمِّیَّةً وَکَیْفِیَّةً یعنی جو آنسو نکلیں وہ کم از کم تین ہوں اگرچہ ان کی مقدار مکھی کے سر کے برابر ہو۔

حُرُّ الْوَجْهِ: چہرے کا اگلا حصہ

اِلَّا حَرَّمَهُ اللهُ عَلَی النَّارِ: ضمیر مفعول عبد کی طرف راجع ہے، اور ممکن ہے کہ اس کے چہرے کی طرف راجع ہو۔ مراد اس سے بھی اس بندے کی ذات ہے۔ عربی محاورہ میں وجہ سے مراد ذات ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

---

[۱۱۰] سنن ابن ماجة:۳۱۹،باب الحزن والبکاء،المکتبة الرحمانیة

[۱۱۱] مرقاة المفاتیح:۵۴۲/۹(۵۳۵۹)،باب البکاء والخوف،دار الکتب العلمیة،بیروت

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهٗ

ہر شے فانی ہے سوائے خدا تعالیٰ کی ذات کے۔

حالِ راوی لکھنے کا معمول اس لالچ میں ہے کہ اولیاء اللہ کے تذکرے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

إِنَّ الرَّحْمَةَ تَنْزِلُ عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِيْنَ[۶۱۲]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے حالات

ان کی کنیت ابو اسحاق ہے۔ ان کے والد کا نام ابن وُہَیبِ الزہری القرشی ہے اور کنیت ابووقاص ہے۔ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔ سترہ سال کی عمر میں اسلام لائے۔ فرمایا کرتے تھے کہ كُنْتُ ثَالِثَ الْإِسْلَامِ میں تیسرا مسلمان ہوں اور فرمایا: أَنَا أَوَّلُ مَنْ رَمَى السَّهْمَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کے راستہ میں تیر چلایا۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہر جہاد میں شریک رہے۔ ان کی دعا کی قبولیت مشہور تھی جس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا فرمائی تھی اَللّٰهُمَّ سَدِّدْ سَهْمَهٗ وَأَجِبْ دَعْوَتَهٗ اے اللہ! سعد کے تیر کا نشانہ درست فرمادے اور ان کو مستجاب الدعوات بنادے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِرْمِ فِدَاكَ أَبِيْ وَأُمِّيْ اے سعد! تیر چلاؤ، میرے والدین تم پر فدا ہوں۔ اور اپنے والدین کے لیے یہ بات صرف حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے لیے فرمائی: وَلَمْ يَقُلْ ذَالِكَ لِأَحَدٍ غَيْرِهِمَا اور ان دونوں کے علاوہ کسی کے لیے یہ بات نہیں فرمائی۔ مدینہ کے قریب ''عتیق'' نام کی بستی میں وفات پائی جبکہ عمر سترّ سے کچھ زیادہ تھی۔ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ وَهُوَ اٰخِرُ الْعَشَرَةِ مَوْتًا یہ ان دس صحابہ میں باعتبار وفات کے آخری صحابی ہیں جن کے لیے جنت کی بشارت دی گئی تھی۔

---

[۶۱۲] مرقاة المفاتيح: ۵/۳۳۰ (۲۴۱۹)، باب الدعوات في الاوقات، دار الكتب العلمية، بيروت

حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے ان کو کوفہ کا گورنر مقرر فرمادیا تھااور صحابہ اور تابعین میں سے اکثر حضرات نے ان سے روایت کی ہے۔[۶۱۳]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حالات

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اَفْقَهُ الصَّحَابَةِ بَعْدَ الْخُلَفَاءِ الْاَرْبَعَةِ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ خلفائے راشدین کے بعد تمام صحابہ میں سب سے بڑے فقیہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کی کنیت عبد الرحمٰن ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ چھٹے مسلمان ہیں۔ كَانَ سَادِسًا فِي الْاِسْلَامِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسواک اور نعلین مبارک اور وضو کا انتظام سفر میں ان ہی کے سپرد فرماتے تھے اور ارشاد فرمایا کہ میں اپنی اُمت کے لیے راضی ہوں اس بات سے جس سے راضی ہیں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، اور ناراض ہوں اس بات سے جس سے ناراض ہیں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ وَكَانَ يُشْبِهُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَمْتِهٖ وَدَلِّهٖ وَهَدْيِهٖ اور آپ ظاہری صورت اور حلم و وقار اور سیرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی خدام میں تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دارارقم میں داخل ہونے سے پہلے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے قبل اسلام لائے تھے۔ خلافتِ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں کوفہ کے قاضی بنائے گئے۔ آخر میں مدینہ آگئے تھے۔ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ ساٹھ سال سے کچھ اوپر عمر پائی۔ ان سے خلفائے راشدین نے اور ان کے علاوہ دیگر صحابہ و تابعین نے روایت کی ہے۔[۶۱۴]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ بدر اور دیگر تمام غزوات میں شریک رہے اور ان کے جنتی ہونے کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی۔ یعنی

---

[۶۱۳] مرقاۃ المفاتیح:۱۱/۲۶۷(۶۱۱۲)،باب مناقب العشرۃ رضی اللہ عنھم،دار الکتب العلمیۃ،بیروت/ تھذیب الکمال فی اسماء الرجال:۱۰/۳۱۰(۲۲۲۹)،مؤسسۃ الرسالۃ

[۶۱۴] مرقاۃ المفاتیح:۱/۱۲۰(۴۹)،باب الکبائر وعلامات النفاق،المکتبۃ الامدادیۃ

مشھود بالجنّۃ ہیں۔ آٹھ سو احادیثِ نبویہ کی روایت ان سے ثابت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست سترّ ۷۰/ سورتیں یاد کی تھیں۔

حل اللغات: دَلٌّ: اچھی خصلت، یہ مصری لفظ ہے۔ سَمْتٌ: راستہ۔ ھَدْیٌ: راہ نمائی اور سیرت۔

نجات کا راستہ

عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: لَقِیْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: مَا النَّجَاۃُ؟ فَقَالَ: أَمْلِکْ عَلَیْکَ لِسَانَکَ وَلْیَسَعْکَ بَیْتُکَ وَابْکِ عَلٰی خَطِیْئَتِکَ[۱۵]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرکے سوال کیا کہ نجات کا راستہ کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی زبان کی حفاظت کرو اور بدونِ ضرورت اپنے گھر سے نہ نکلو اور اپنی خطاؤں پر روتے رہو۔

تشریح از مرقاۃ جلد ۹، صفحہ ۱۵۰: أَمْلِکْ عَلَیْکَ لِسَانَکَ، مضر باتوں سے زبان کو اس طرح قابو میں رکھو جس طرح مالک اپنے غلام کو۔ وَلْیَسَعْکَ بَیْتُکَ لام پر کسرہ اور سکون دونوں صحیح ہیں۔ بِأَنْ تَسْکُنَ فِیْہِ وَلَا تَخْرُجَ مِنْہُ إِلَّا لِضَرُوْرَۃٍ یعنی گھر میں رہو اور بدون ضرورت گھر سے باہر نہ نکلو۔ وَالْمُرَادُ الْاِشْتِغَالُ بِاللہِ وَالْمُؤَانَسَۃُ بِطَاعَتِہٖ وَالْخَلْوَۃُ مِنَ الْأَغْیَارِ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول رہو اس کی اطاعت میں اور اغیار سے خلوت میں رہو۔ فَإِنَّہٗ سَبَبُ الْخَلَاصِ مِنَ الشَّرِّ وَالْفِتْنَۃِ پس یہ تمام شر اور فتنہ سے خلاصی اور حفاظت کا ذریعہ ہے۔ وَلِذَا قِیْلَ ھٰذَا زَمَانُ السُّکُوْتِ وَمُلَازَمَۃِ الْبُیُوْتِ وَالْقَنَاعَۃِ بِالْقُوْتِ حَتّٰی یَمُوْتَ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ یہ زمانہ سکوت کا ہے اور گھروں سے چپکے رہنے کا ہے اور بقدر ضرورت معاش پر قناعت کا ہے، یہاں تک کہ موت آجاوے۔

---

[۱۵] جامع الترمذی: ۲/۶۶، باب ماجاء فی حفظ اللسان، ایچ ایم سعید

وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ: أَيْ اِبْكِ إِنْ تَقْدِرْ وَإِلَّا فَتَبَاكَ نَادِمًا عَلٰى مَعْصِيَتِكَ فِيْمَا سَبَقَ مِنْ اَيَّامِ حَيَاتِكَ

یعنی اپنی خطاؤں پر ندامت کے ساتھ رویا کرو اور اگر رونا نہ آوے تو رونے والوں کی شکل بنالو۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے رونے کے ساتھ ندامت کی قید لگائی ہے أَيْ اِنْدَمْ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ بَاكِيًا اپنی خطاؤں پر نادم ہو کر رویا کرو۔[۶۱۶]

سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا رونے والی آنکھوں کے لیے

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ عَيْنَيْنِ هَطَّالَتَيْنِ تَشْفِيَانِ الْقَلْبَ بِذُرُوْفِ الدُّمُوْعِ مِنْ خَشْيَتِكَ قَبْلَ أَنْ تَكُوْنَ الدُّمُوْعُ دَمًا وَّالْأَضْرَاسُ جَمْرًا[۶۱۷]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! مجھ کو ایسی دو آنکھیں عطا فرما جو آپ کے خوف سے خوب رونے والی ہوں اور خشیتِ الٰہیہ کے آنسوؤں کے قلب کو شفاء دینے والی ہوں، اس سے پہلے کہ آنسو (جہنم کے عذاب سے) خون ہو جائیں اور داڑھیں انگارے ہو جاویں۔

تشریح: جامع صغیر کی شرح فیض القدیر جلد ا، صفحہ ۱۴۳ پر اس حدیث کی تشریح کے سلسلہ میں محدثِ عظیم علامہ عبد الرؤوف مناوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

قَالَ الْحَافِظُ الْعِرَاقِيُّ: إِسْنَادُهُ حَسَنٌ[۶۱۸]

یعنی اس حدیث کے اسناد حسن ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کے خوف سے رونے والی آنکھیں نہایت مبارک آنکھیں ہیں کہ ایسی آنکھیں سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے مانگی ہیں۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ ایسی آنکھوں کو اس طرح مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

---

[۶۱۶] مرقاۃ المفاتیح: ۴/۹، باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

[۶۱۷] کنز العمال: ۱۸۴/۲ (۳۶۶۱)، باب فی جوامع الادعیۃ، مؤسسۃ الرسالۃ

[۶۱۸] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر: ۱۴۳/۲ (۱۵۳۰)، دار المعرفۃ، بیروت

اے خوشا چشمے کہ آں گریانِ اوست
اے ہمایوں دل کہ آں بریانِ اوست

(رومی رحمۃ اللہ علیہ)

یعنی وہ آنکھیں بہت مبارک ہیں جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے رو رہی ہیں اور وہ دل نہایت مبارک ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں تڑپ رہا ہے۔

کہ برابر می کند شاہِ مجید
اشک را در وزن باخونِ شہید

(رومی رحمۃ اللہ علیہ)

یعنی اللہ تعالیٰ ایسے آنسوؤں کو شہیدوں کے خون کے برابر وزن فرماتے ہیں۔

حضرت مرشدی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ علامہ عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ جب کوئی شیخ اپنی مجلس میں اللہ کے خوف سے اشکبار ہوتا ہے تو اس کے آنسوؤں سے طالبین کے قلوب میں تعلق مع اللہ کا باغ تر و تازہ اور ہرا بھرا ہو جاتا ہے۔ اس مضمون کو احقر نے اپنے ایک شعر میں بیان کیا ہے۔

وہ دل جو تیری خاطر فریاد کر رہا ہے
اُجڑے ہوئے دلوں کو آباد کر رہا ہے

اور خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں گرنے والے آنسوؤں کی قیمت بیان فرماتے ہیں۔

ستاروں کو یہ حسرت ہے کہ ہوتے وہ میرے آنسو
تمنا کہکشاں کو ہے میری آستیں ہوتی

اور فرماتے ہیں۔

جب فلک نے مجھ کو محرومِ گلستاں کر دیا
اشک ہائے خوں نے مجھ کو گل بداماں کر دیا

حضرت مرشدی شاہ پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولانا علی مہائمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے آنسوؤں سے چھوٹے چھوٹے چشمے بن گئے تھے اور ان ہی آنسوؤں سے خوشبودار پھول پیدا کیے گئے ہیں۔

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ اس طرح رونے کی تمنا بیان کرتے ہیں ؎

اے دریغا اشکِ من دریا بُدے
تا نثارِ دلبرِ زیبا شُدے

اے کاش! میرے آنسو دریا ہو جاتے تاکہ میں اس محبوبِ حقیقی پر قربان کر دیتا۔

ہر کجا بینی تو خوں بر خاک ہا
پس یقیں می داں کہ آں از چشمِ ما

جہاں کہیں بھی خاک پر تم خون گرا ہوا دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ میری آنکھوں سے گرا ہے۔

در جگر افتادہ ہستم صد شرر
در مناجاتم بہ بیں خونِ جگر

اے خدا! میرے جگر میں سینکڑوں غموں کی آگ پوشیدہ ہے اور میری مناجات میں آپ میرے جگر کا خون دیکھ لیجیے کہ میں کس درد کے ساتھ آپ سے دعا مانگ رہا ہوں۔

شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ کے خوف سے یا محبت سے خوب رونا آئے تو اس کا نام گرم بازاریِ عشق ہے۔

واقعۂ حضرت مرشدی: حضرت مرشدی شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ تہجد کی نماز میں دو رکعت کے بعد استغفار میں دیر تک رویا کرتے تھے۔ اور اپنی مجلس میں جب اللہ تعالیٰ کی کوئی بات شروع کرتے تو اللہ کا نام لیتے ہی آنسو نکل کر چہرۂ مبارک پر ٹھہرے رہتے تھے۔ پھر حضرت دونوں ہاتھوں سے ان آنسوؤں کو چہرے اور

داڑھی پر مَل لیتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں نے اپنے شیخ حکیم الامت تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ کو اسی طرح عمل کرتے دیکھا ہے۔

راقم الحروف نے حضرت شیخ کی حکایاتِ صحابہ میں یہ روایت دیکھی ہے کہ حضرت محمد بن المنکدر رضی اللہ عنہ اپنے آنسوؤں کو اپنے چہرے اور داڑھی پر مل لیتے تھے اور کہتے تھے کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ جہنم کی آگ اس جگہ کو نہیں چھوتی جہاں یہ آنسو پہنچتے ہیں۔

حکایت: کعبہ شریف میں ایک عالم نے احقر سے اپنا یہ غم بیان کیا کہ میرے آنسو خشک ہوگئے، مجھے کعبۃ اللہ میں رونا نہیں آرہا، اس کا مجھے بے حد غم ہے۔ احقر نے مشورہ دیا کہ آپ ملتزم پر جائیے وہاں کچھ اللہ والے اللہ کے خوف سے استغفار و گریہ وزاری میں مشغول ہیں، ان کی صحبت کے فیض سے آپ کو بھی رونا نصیب ہوجائے گا۔ کچھ دن کے بعد جب ان سے ملاقات ہوئی تو احقر کو بڑی دعائیں دیں اور خوش ہوکر فرمایا کہ میرا کام بن گیا اور **کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ**[۶۱۹] کا راز بھی منکشف ہوگیا۔

سنا ہے سنگ دل کی آنکھ سے آنسو نہیں بہتے
اگر سچ ہے تو دریا کیوں پہاڑوں سے نکلتے ہیں

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

رُلادوں سنگ دل کو بھی جو غم اپنا بیاں کردوں
اگر چاہوں تو پتھر سے بھی میں دریا رواں کردوں

کعبہ شریف میں احقر کا ایک شعر۔

جو گرے اِدھر زمیں پر مرے اشک کے ستارے
تو چمک اُٹھا فلک پر مری بندگی کا تارا

احقر کے چند دیگر اشعار۔

۶۱۹؎ التوبۃ:۱۱۹

زمینِ سجدہ پہ ان کی نگاہ کا عالَم
برس گیا جو برسنا تھا میرا خونِ جگر

ہر کجا گرید بہ سجدہ عاشقے
آں زمیں باشد حریم آں شہے

اللہ تعالیٰ کا عاشق زمین پر سجدہ میں جہاں کہیں بھی روتا ہے وہ زمین اللہ تعالیٰ کا حرم بن جاتی ہے۔

قطرۂ اشکِ ندامت در سُجود
ہمسری خونِ شہادت می نمود

میرا پیام کہہ دیا جا کے مکاں سے لامکاں
اے میری آہِ بے نوا تو نے کمال کر دیا

اللہ والوں کے نورِ باطن کو حاسدین نہیں بجھا سکتے۔ اس مضمون کو احقر نے اس طرح عرض کیا ہے۔

ایک قطرہ اگر ہوتا تو وہ چھپ بھی جاتا
کس طرح خاک چھپائے گی لہو کا دریا

حکایت: حضرت مرشدی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جونپور میں ایک مشاعرہ ہوا تھا جس میں یہ مصرعہ اس طرح دیا گیا تھا۔

کوئی نہیں جو یار کی لا دے خبر مجھے

جس پر ایک نوجوان لڑکے نے ایسا مصرعہ لگایا کہ اس کو نظر لگ گئی اور وہ تین دن میں مر گیا۔ وہ مصرعہ یہ تھا۔

اے سیلِ اشک تو ہی بہا دے اُدھر مجھے

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

حضرت مرشدی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بارہا سنا کہ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جس بادشاہ کے خزانہ میں کوئی موتی دوسرے ملک سے منگایا جاتا ہے اس کی قدر و منزلت خود بادشاہ بھی بہت کرتا ہے۔ ندامت کے آنسو جو گناہ گاروں کی آنکھوں سے زمین پر گرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے شاہی خزانہ میں قبول ہو جاتے ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے شاہی خزانہ میں صرف عزت و جلالتِ شان ہے، وہاں ندامت کے آنسو نہیں ہیں لہٰذا اپنے بندوں کے اشک ہائے ندامت کو دنیا سے درآمد کرکے بے انتہا قدر فرماتے ہیں، شرفِ قبول عطا فرماتے ہیں اور شہیدوں کے خون کے برابر وزن فرماتے ہیں۔ کسی شاعر نے خوب کہا ہے ؎

تابِ نظر نہیں تھی کسی شیخ و شاب میں
اُن کی جھلک بھی تھی مری چشمِ پُر آب میں

گریۂ ندامت اور گناہ گاروں کے آنسوؤں کی قیمت

حدیثِ قدسی کی روشنی میں

حدیثِ قدسی کی تعریف: هُوَ الْحَدِيْثُ الَّذِيْ يُبَيِّنُهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَفْظِهٖ وَيُنْسِبُهٗ إِلٰى رَبِّهٖ[۲۰] حدیثِ قدسی وہ حدیث ہے جس کو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے الفاظ میں بیان کریں اور اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کریں۔

علامہ آلوسی سید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر روح المعانی میں سورۂ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ فرشتے آسمانوں سے زمین پر گناہ گار بندوں کی توبہ اور ان کے رونے کی آواز سننے کے لیے مشتاقانہ آتے ہیں۔ فَفِي الْحَدِيْثِ الْقُدْسِيِّ:

۲۰؎ مرقاة المفاتيح: ۱/۲۳۰، كتاب الايمان، دار الكتب العلمية، بيروت

لَأَنِيْنُ الْمُذْنِبِيْنَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسَبِّحِيْنَ[۶۲۱]

حدیثِ قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے اپنے گناہ گار بندوں کی توبہ واستغفار میں رونے کی آواز تسبیح پڑھنے والوں کی بلند آوازوں سے زیادہ محبوب ہے۔

اس مضمون کو جلیلؔ شاعر نے اس طرح بیان کیا ہے؎

اے جلیلؔ آشکِ گناہ گار کے اِک قطرے کو
ہے فضیلت تری تسبیح کے سو دانوں پر

خشیت اور محبت کے آنسوؤں پر بروزِ محشر سایۂ عرش کی بشارت

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِيْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ اِمَامٌ عَادِلٌ وَشَابٌّ نَشَأَ فِيْ عِبَادَةِ رَبِّهٖ وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَّجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّيْ اَخَافُ اللهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ اَخْفٰى حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ[۶۲۲]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سات قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے سایۂ رحمت میں رکھیں گے جس دن کہ اللہ کی رحمت کے سائے کے علاوہ اور کوئی سایہ نہ ہو گا: (۱) امام عادل۔ (۲) وہ جوان جس کی جوانی اپنے رب کی عبادت میں پروان چڑھی۔ (۳) وہ آدمی جس کا قلب مساجد میں معلق ہو۔ (۴) وہ دو آدمی جنھوں نے اللہ کے لیے آپس میں محبت کی اور اسی محبت پر جمے رہے اور اسی محبت پر موت آئی۔ (۵) اور وہ آدمی جس کو صاحبِ

---

۶۲۱ کشف الخفاء ومزيل الالباس: ۲۹۸، رقم (۸۰۵)، فی باب حرف الهمزة مع النون / روح المعانی: ۱۹۶/۳۰، القدر (۴)، دار احياء التراث، بيروت

۶۲۲ صحيح البخاری: ۹۱/۱، باب من جلس فی المسجد ينتظر الصلٰوة، المكتبة المظهرية

نسب و حسب و صاحبِ جمال عورت نے شہوت کی طرف دعوت دی اور اس نے کہہ دیا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔(٦) اور وہ آدمی جس نے ایسا مخفی صدقہ دیا کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہوئی جو کچھ اس نے داہنے ہاتھ سے دیا۔(٧) اور وہ آدمی جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔

تشریح: حافظ علامہ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے بخاری کی شرح فتح الباری چودہ جلدوں میں تحریر فرمائی ہے۔ فتح الباری، جلد ۲، صفحہ ۱۴۳ تا ۱۴۷ پر اس حدیث کی شرح تحریر فرماتے ہیں:۱) سایہ سے مراد اللہ تعالیٰ کے عرش کا سایہ ہے۔ جیسا کہ دوسری روایت میں ''سَبۡعَۃٌ یُّظِلُّھُمُ اللہُ فِیۡ ظِلِّ عَرۡشِہٖ'' آیا ہے۔ اس حدیث کے راوی سلمان ہیں جو اسناد حسن سے وارد ہیں۔ ۲) جوان کو اس لیے خاص کیا کہ جوانی میں غلبۂ شہوت کے سبب عبادت مشکل ہوتی ہے پس جوان کی عبادت غلبۂ تقویٰ کی دلیل ہے۔ حدیثِ سلمان میں یہ عبارت ہے: أَفۡنٰی شَبَابَہٗ وَنَشَاطَہٗ فِیۡ عِبَادَۃِ اللہِ یعنی وہ جوان جو اپنی جوانی کو اور اپنے عیش و نشاط کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں فنا کردے۔ ۳) قلب کو مسجد میں معلق کرنا علامت ہے شدتِ محبت مع الحق کی، کہ جب گھر سے اتنی محبت ہے تو گھر والے سے یعنی اللہ تعالیٰ سے کتنی ہوگی؟ اور اس حدیث میں دلالت ہے مسجد میں رہ کر عبادت میں دیر تک مشغول رہنے کی اور ضرورتاً مسجد سے باہر رہتے ہوئے دل مسجد میں لگے رہنے کی۔ کیا خوب شعر ہے مولانا اسعد اللہ صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کا؎

گو ہزاروں شغل ہیں دن رات میں
لیکن اسعدؔ آپ سے غافل نہیں

اور احقر کا ایک شعر ہے جو اللہ والوں کی شان بیان کرتا ہے؎

دنیا کے مشغلوں میں بھی یہ باخدا رہے
یہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جدا رہے

۴) تَحَابَّا: بِتَشۡدِیۡدِ الۡبَاءِ أَصۡلُہٗ تَحَابَبَا أَیِ اشۡتَرَکَا فِیۡ جِنۡسِ الۡمَحَبَّۃِ، وَأَحَبَّ کُلٌّ مِّنۡھُمَا الۡاٰخَرَ حَقِیۡقَۃً لَا اِظۡھَارًا فَقَطۡ

ب پر تشدید ہے، اصل میں تَحَابَبَا۔ یعنی دو مسلمان اللہ کے لیے محبت میں شریک ہوں، اور ایک دوسرے سے حقیقی محبت کریں نہ کہ صرف اظہارِ زبانی۔

(اِجْتَمَعَا عَلٰی ذَالِكَ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ) أَیْ عَلَی الْحُبِّ الْمَذْكُوْرِ، وَالْمُرَادُ أَنَّهُمَا دَامَا عَلَی الْمَحَبَّةِ الدِّيْنِيَّةِ وَلَمْ يَقْطَعَاهَا بِعَارِضٍ دُنْيَوِيٍّ سَوَاءٌ اِجْتَمَعَا حَقِيْقَةً أَمْ لَا حَتّٰى فَرَّقَ بَيْنَهُمَا الْمَوْتُ

مراد یہ ہے کہ دو مسلمانوں کی محبت صرف دین کی خاطر سے ہو اور اس محبت کو دنیوی اغراض کی وجہ سے ضایع نہ کریں، اور آپس کا یہ اجتماع چاہے حقیقی ہو یا معنوی ہو یعنی چاہے ظاہری فاصلے ہوں مگر دل ملے ہوئے ہوں۔ یہاں تک کہ موت ہی اُن کو جدا کرے۔

فائدہ: احقر عرض کرتا ہے کہ دل کا ملنا بہت ضروری ہے ورنہ اگر قلوب نہ ملیں تو اجسام کا ملنا غیر مفید ہے۔ شاعر کہتا ہے ؎

آدمی آدمی سے ملتا ہے
دل مگر کم کسی سے ملتا ہے

۵) رَجُلٌ طَلَبَتْهُ امْرَاَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ الخ: أَیْ إِلٰی نَفْسِهَا یعنی اپنے نفس کی طرف دعوت دے، اور بروایت امام بیہقی فَعَرَضَتْ نَفْسَهَا عَلَيْهِ یعنی اس عورت نے اپنے نفس کو پیش کردیا، اور ظاہر یہ ہے کہ اس نے بُرائی کی طرف دعوت دی۔ وَبِهٖ جَزَمَ الْقُرْطُبِیُّ اور علامہ قرطبی کی بھی رائے یہی ہے۔ پس جس شخص نے اس کی دعوتِ گناہ کو رد کردیا اور کہہ دیا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، اس کو بھی روزِ محشر عرش کا سایہ نصیب ہوگا۔

٦) وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ اِخْفَاءً اس کی تشریح واضح ہے کہ مخلوق سے مخفی صدقہ کرنا چاہیے، اور اس کی محدثین رحمہم اللہ نے یہی مصلحت لکھی ہے کہ اخفاء کی بدولت ریا سے حفاظت رہتی ہے۔

تنہائی کے آنسوؤں کی قدر و منزلت

۷) وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ خَالِيًا أَيْ بِقَلْبِهٖ مِنَ التَّذَكُّرِ أَوْ بِلِسَانِهٖ مِنَ الذِّكْرِ
یعنی اللہ تعالیٰ کو دل میں یاد کیا یا زبان سے ذکر کیا۔ خلوت کی قید اس لیے ہے کہ تنہائی میں ریا سے حفاظت رہتی ہے۔

امام بیہقی کی روایت سے خلوت سے مراد غیر اللہ سے عدم التفات ہے یعنی طَهَارَةُ الْأَسْرَارِ مِنْ دَنَسِ الْأَغْيَارِ باطن کا غیر اللہ کی نجاست سے پاک ہونا۔ كذا فی الروح۔

اور عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی روایت وحماد بن زید کی روایت سے خلوت حِسّیہ مراد ہے۔ أَيْ فِيْ مَوْضِعٍ خَالٍ وَهِيَ أَصَحُّ یعنی تنہائی میں آنسو کا نکلنا اصح ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ذَكَرَ اللهَ بَيْنَ يَدَيْهِ ہے اور عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ذَكَرَ اللهَ فِيْ خَلَاءٍ ہے۔ علامہ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قولِ راجح یہی ہے کہ یہ فضیلت مذکورہ تنہائی میں رونے پر ہے۔

(فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ) أَيْ فَاضَتِ الدُّمُوْعُ مِنْ عَيْنَيْهِ، وَقَالَ الْقَارِيُّ رَحِمَهُ اللهُ فِي الْمِرْقَاةِ أَوْ مِنْ أَحَدِهِمَا[۶۲۳]

یعنی اس کی دونوں آنکھوں سے یا ایک آنکھ سے آنسو نکل پڑیں، اور آنکھوں کی طرف بہنے کی نسبت مجاز مرسل ہے جس کا نام تَسْمِيَةُ الْمَحَلِّ بِاسْمِ الْحَالِ جیسے نہر جاری ہے حالاں کہ پانی جاری ہے۔

یہ آنسو اگر مراقبۂ اوصافِ جلال سے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی خشیت سے ہیں اور اگر مراقبۂ اوصافِ جمال سے ہیں تو یہ رونا غلبۂ شوق سے ہے۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ روایت حماد بن زید میں فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ ہے

---

۶۲۳ مرقاة المفاتيح: ۵۴۲/۹ (۵۳۵۹)، باب البكاء والخوف، دار الكتب العلمية، بيروت

اور اسی طرح روایتِ بیہقی میں ہے۔ اور حاکم کی روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً اس طرح مروی ہے:

مَنْ ذَكَرَ اللهَ فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ حَتّٰى يُصِيْبَ الْأَرْضَ مِنْ دُمُوْعِهِ لَمْ يُعَذَّبْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

یعنی جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑیں اللہ کے خوف سے یہاں تک کہ زمین پر اس کے آنسو پہنچ جائیں تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو عذاب نہ دیں گے۔[۶۲۴]

ارشادِ نبوی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت پر ایک چڑیا دیکھی تو فرمایا **طُوْبٰى لَكِ يَا طَيْرُ** مبارک ہو اے چڑیا تجھ کو کہ تو درختوں پر پھرتی ہے اور درختوں کا پھل کھاتی ہے۔ **وَتَصِيْرُ إِلٰى غَيْرِ حِسَابٍ** اور تیرا کوئی حساب بھی نہیں ہے۔[۶۲۵]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خشیت

عامر بن ربیعہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ زمین سے ایک تنکا اُٹھایا اور فرمایا کہ کاش! میں یہ تنکا ہوتا۔ اے کاش! میں پیدا ہی نہ ہوتا۔ اے کاش! میرا وجود نہ ہوتا۔ اے کاش! میری ماں نے مجھے جنا ہی نہ ہوتا۔ کاش! میں **نَسْيًا مَّنْسِيًّا** ہوتا۔[۶۲۶]

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ارشاد

مَنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَّبْكِيَ فَلْيَبْكِ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَلْيَتَبَاكَ يعنى اَلتَّضَرُّعَ[۶۲۷]

---

[۶۲۴] فتح الباری:۲/۱۴۳-۱۴۷، دار المعرفة، بیروت

[۶۲۵] کنز العمال:۳/۷۱۰(۸۵۳۱)، کتاب الاخلاق من قسم الافعال، مؤسسة الرسالة

[۶۲۶] کنز العمال:۱۲/۶۱۹(۳۵۹۱۴)، باب فضائل الصحابة، من فضائل الفاروق رضی اللہ عنہ، مؤسسة الرسالة

[۶۲۷] کنز العمال:۳/۷۰۷(۸۵۲۳)، کتاب الاخلاق من قسم الافعال، مؤسسة الرسالة

یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر رونے کی استطاعت ہو تو رونا چاہیے اور اگر نہ رو سکے تو رونے والوں کی شکل بنالے۔ یعنی تضرع کرے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: إِذَا بَکٰی أَحَدُکُمْ مِنْ خَشْیَۃِ اللہِ فَلَا یَمْسَحْ دُمُوْعَہٗ وَلْیَدَعْھَا تَسِیْلُ عَلٰی خَدَّیْہِ یَلْقَی اللہَ بِھَا[۲۲۸]

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب تم میں سے کوئی اللہ کے خوف سے روئے پس اپنے آنسوؤں کو نہ پونچھے اور چھوڑ دے ان آنسوؤں کو کہ چہرے پر بہتے رہیں تو اللہ تعالیٰ سے اسی حالت میں ملے گا۔

حکایت حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ عشاء کے بعد سجدہ میں تمام رات یہ شعر پڑھتے تھے اور رویا کرتے تھے۔

اے خدا ایں بندہ را رسوا مکن
گر بدم من سرِّ من پیدا مکن

اے خدا! اس بندے کو رُسوا نہ فرما۔ اگرچہ میں سراپا بُرا ہوں لیکن آپ میرا عیب مخلوق پر ظاہر نہ فرمائیے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحب اس طرح روتے تھے کہ سننے والوں کا کلیجہ پھٹتا تھا۔ اتنا رونے کے باوجود اس رونے کو کم سمجھتے تھے اور یہ شعر پڑھتے تھے۔

روتی ہے خلق میری خرابی کو دیکھ کر
روتا ہوں میں کہ ہائے مری چشم تر نہیں

---

۲۲۸ کنز العمال: ۳/۸۰۰ (۸۵۲۵)، کتاب الاخلاق من قسم الافعال، مؤسسۃ الرسالۃ

اور یہ شعر بھی پڑھتے تھے ؎

بس ہے اپنا ایک نالہ بھی اگر پہنچے وہاں
گرچہ کرتے ہیں بہت سے نالہ و فریاد ہم

اور فرماتے تھے کہ نالے تو سب ہی وہاں پہنچتے ہیں، پہنچنے سے مراد یہ ہے کہ کوئی نالہ قبول ہو جائے تو کام بن جائے۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

چوں بگریم خلقہا گریاں شوند
چوں بنالم چرخ نالہ خواں شوند

جب میں روتا ہوں تو ایک خلق میرے ساتھ روتی ہے اور جب میں نالہ کرتا ہوں تو آسماں میرے نالوں میں شریک ہوتے ہیں۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا واقعہ

ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے تہجد پڑھی اور پھر بیٹھ کر بہت روئے۔ کہتے تھے اللہ ہی سے فریاد کرتا ہوں جہنم کی آگ کا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم نے آج فرشتوں کو رُلا دیا۔

وہ چشمِ ناز بھی نظر آتی ہے آج نم
اب تیرا کیا خیال ہے اے انتہائے غم

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب کا نہایت عمدہ شعر یاد آیا۔

تسلّی ہم گناہ گاروں کو حاصل ہو گئی احمدؔ
بجھا دیں گے جہنم کو یہ آنسو ہیں ندامت کے

فیضانِ محبت ہے یہ فیضانِ محبت
اب میں ہوں تری یاد ہے اور دیدۂ تر ہے

فائدہ: بعض وقت اہل اللہ ہنستے بھی ہیں اور مزاح بھی کر لیتے ہیں لیکن اس وقت بھی ان کا قلب اللہ کے دردِ محبت سے غافل نہیں ہوتا۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

لبوں پہ ہے گو ہنسی بھی ہر دم اور آنکھ بھی میری تر نہیں ہے
مگر جو دل رو رہا ہے پیہم کسی کو اس کی خبر نہیں ہے

اور حضرت مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

اس راز کی کسی کو بھی مطلق خبر نہیں
دل رو رہا ہے میرا مگر آنکھ تر نہیں

جب میں ہوں ان کے ذکر کی دولت سے مالا مال
کیوں غم ہو اپنے پاس جو لعل و گہر نہیں

اللہ کے نزدیک دو محبوب قطرے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک دو قطروں سے زیادہ کوئی قطرہ پسندیدہ نہیں۔ ایک آنسو کا قطرہ جو اللہ کے خوف سے نکلا ہو۔ دوسرا خون کا وہ قطرہ جو اللہ کے راستے میں گرا ہو۔[۲۲۹]

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی روایت کو اس شعر میں بیان فرمایا ہے ۔

کہ برابر می کند شاہِ مجید
اشک را در وزن با خونِ شہید

حق تعالیٰ گناہ گاروں کے اشکِ ندامت کو اور شہیدوں کے خون کو وزن میں برابر رکھتے ہیں۔

کیا ہی اچھا شعر کسی نے کہا ہے ۔

اس دل پہ خدا کی رحمت ہو جس دل کی یہ حالت ہوتی ہے
اک بار خطا ہو جاتی ہے سو بار ندامت ہوتی ہے

بے حساب مغفرت کی تدبیر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ سوال کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ

۲۲۹؎ جامع الترمذی: ۱/۲۹۶، باب ما جاء ای الناس افضل، ایچ ایم سعید

علیہ وسلم)! آپ کی اُمت میں کوئی ایسا بھی ہے جو بغیر حساب کتاب جنت میں داخل ہو؟ آپ نے فرمایا: ہاں! جو اپنے گناہوں کو یاد کر کے روتا ہے۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ کا ارشاد

حضرت کعب احبار کہتے ہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر میں اللہ کے خوف سے روؤں اور آنسو میرے رخسار پر بہنے لگیں یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ پہاڑ کے برابر سونا صدقہ کروں۔

تابِ نظر نہیں تھی کسی شیخ و شاب میں
ان کی جھلک بھی تھی میری چشم پُر آب میں

راقم الحروف احقر کے وہ چند اشعار جو اس موضوع سے متعلق ہیں۔

پھر نعرۂ مستانہ ہاں اے دلِ دیوانہ
زنجیرِ علائق پر پھر ضرب ہو رندانہ

پھر اشک بداماں ہو پھر چاکِ گریباں ہو
پھر صحرا نوردی کا دھرا کوئی افسانہ

مری زندگی کا حاصل مری زیست کا سہارا
ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا

یہی عاشقوں کا شیوہ یہی عاشقوں کی عادت
کبھی گریہ و بکا ہے کبھی آہِ سرد بھرنا

یہ تری عطا ہے یارب یہ ہے تیرا جذبِ پنہاں
مرا نالۂ ندامت ترے سنگ در پہ کرنا

مرا ہر خطا پہ رونا ہے یہی مری تلافی
تری رحمتوں کا صدقہ مرا جُرم عفو کرنا

مجھے کچھ خبر نہیں تھی ترا درد کیا ہے یارب
ترے عاشقوں سے سیکھا ترے سنگِ در پہ مرنا

تری شان جذب ہے یہ تری بندہ پروری ہے
مرے جان و دل کا تجھ کو ہمہ وقت یاد کرنا

کسی اہلِ دل کی صحبت جو ملی کسی کو اخترؔ
اسے آگیا ہے جینا اسے آگیا ہے مرنا

اے اشکِ ندامت میں ترے فیض پہ قرباں
برسا ہے جو عاصی پر یہ رحمت کا خزینہ

بہہ رہے ہیں اشک آنکھوں سے لہو کے رنگ میں
اللہ اللہ عشق کی یہ بے زبانی دیکھیے

ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

سَهْرُ الْعُيُوْنِ لِغَيْرِ وَجْهِكَ ضَايِعٌ
وَبُكَائُهُنَّ لِغَيْرِ فَقْدِكَ بَاطِلٌ

اے اللہ! تیرے غیر کے لیے آنکھوں کا جاگنا وقت کو ضایع کرنا ہے اور تیرے غیر کے لیے رونا آنسوؤں کو باطل کرنا ہے۔

بیان نالۂ گناہ گاراں

از مثنوی مولانا روم علیہ الرحمۃ

چوں بر آرند از پشیمانی حنین
عرش لرزد از انین المذنبین

جب گناہ گار بندے اللہ تعالیٰ کے خوف سے گریہ وزاری اور آہ و نالہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا عرش غلبۂ رحمت سے لرزنے لگتا ہے۔

ہم چنیں لرزد کہ مادر بر ولد
دست شاں گیرد و بالا می کشد

جس طرح کہ ماں کا دل اپنے بچے کے رونے سے غلبۂ شفقت و محبت سے کانپنے لگتا ہے اور دوڑ کر بچے کو گود میں لے لیتی ہے، اسی طرح حق تعالیٰ اپنے گناہ گار بندوں کی توبہ و استغفار پر رحم فرما کر نہ صرف یہ کہ ان کی خطائیں معاف فرما دیتے ہیں بلکہ اپنا مقرب اور محبوب بھی بنا لیتے ہیں۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ [۶۳۰] اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتے ہیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

از چنیں محسن نشاید نا اُمید
دست در فتراک ایں رحمت زنید

پس گناہ گاروں کو ایسے محسن مالک سے نااُمید نہ ہونا چاہیے بلکہ توبہ کے ذریعے اپنے ہاتھوں سے حق تعالیٰ کے دامنِ رحمت کو مضبوط پکڑ لینا چاہیے۔

اور مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب بندۂ گناہ گار یا خدا یا خدا کر کے استغفار کرتا ہے اور اس کا آہ و نالہ اور اس کے اخلاص کا دھواں آسمان تک جاتا ہے بلکہ گناہ گاروں کے نالوں کی خوشبو آسمانوں کو پار کر کے عرش تک پہنچتی ہے تو اس وقت فرشتے اللہ تعالیٰ سے سفارش کرتے ہیں کہ اے خدا! آپ کا بندۂ مؤمن تضرع کر رہا ہے اور آپ کے علاوہ کسی کو اپنا سہارا نہیں سمجھتا، آپ تو بیگانوں کو عطا فرماتے ہیں اس گناہ گار پر اپنی رحمت نازل فرما دیجیے اور اس کے آہ و نالوں کو شرفِ قبولیت عطا فرما دیجیے اور جو حاجت یہ پیش کر رہا ہے اس کو پورا فرما دیجیے۔ اور اے قاضی الحاجات! اس کی عطا میں تاخیر نہ فرمایئے۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو جواب دیتے ہیں ؎

نالۂ مؤمن ہمی داریم دوست
گو تضرع کن کہ ایں اعزازِ اوست

---

[۶۳۰] البقرۃ:۲۲۲

ہم مؤمن کے نالہ کو محبوب رکھتے ہیں۔ اس سے کہو کہ وہ آہ وزاری میں مشغول رہے۔ یہی اس کا اعزاز ہے۔ یہ تاخیرِ عطا عین یاری ہے نہ کہ اس کی خواری۔ اس غافل بندے کو یہی حاجت میرے پاس لائی ہے اور اس کی پیشانی کے بالوں کو پکڑے ہوئے میری چوکھٹ تک گھسیٹ کر لائی ہے۔ اگر میں اس کی حاجت کو جلد پورا کردوں گا تو پھر یہ غفلت کے لہو ولعب میں غرق ہوجائے گا۔

خوش ہمی آید مرا آوازِ او
واں خدایا گفتن وآں رازِ او

اس بندے کی گریہ وزاری مجھے بہت بھلی معلوم ہوتی ہے اور اس کا یاخدا کہنا اور اس کا راز و نیاز مجھے بہت پسند آتا ہے۔ طوطی اور بلبل کو اس کی خوش آوازی کے سبب قفس میں بند کرتے ہیں۔ اُلّو اور کوّے کو قفس میں کب بند کیا جاتا ہے؟ یہ جہاں مؤمن کے لیے عارضی قید خانہ ہے اور کافر کے لیے عارضی جنت ہے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر دعا کی قبولیت میں کبھی تاخیر ہو تو نااُمید نہ ہونا چاہیے۔ اور دعا جاری رکھنا چاہیے کہ اس بہانے سے مؤمن کو اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف بہت دن تک حاصل رہتا ہے۔ جیسا کہ خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اُمید نہ بر آنا اُمید بر آنا ہے
یہ عرضِ مسلسل کا کیا خوب بہانہ ہے

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ندامت کے آنسوؤں سے اور استغفار وتوبہ کی برکتوں سے بندہ بہت جلد اللہ تعالیٰ کے قربِ خاص سے نوازا جاتا ہے۔

نومید ہم مباش کہ رندانِ بادہ نوش
ناگہہ بیک خروش بہ منزل رسیدہ اند

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نااُمید نہ ہونا چاہیے کہ گناہ گار اپنے نالوں اور اشکِ ندامت سے ایک ہی پرواز میں قرب کی اس منزل تک پہنچ جاتا ہے کہ زاہدانِ خشک تو کیا اس قربِ

توبہ وندامت کے مقام سے ملائک بھی بے خبر ہیں۔

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم اسی مضمون کو اپنے اس شعر میں بیان فرماتے ہیں۔

کبھی طاعتوں کا سرور ہے کبھی اعترافِ قصور ہے
ہے مَلک کو جس کی نہیں خبر وہ حضور میرا حضور ہے

اسی کو حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مرکب توبہ عجائب مرکب است
بر فلک تازد بیک لحظ زپست

توبہ کی سواری عجیب وغریب سواری ہے جو گناہ گاروں کو گناہوں کی ظلمت اور پستی سے نکال کر سیکنڈوں میں عالمِ قرب اور عالمِ انوارِ حق میں پہنچاتی ہے اور فُجّار ابرار بن جاتے ہیں اور گناہ گار کا تاریک عالم، عالمِ انوار سے تبدیل ہو جاتا ہے۔

حضرت پرتاب گڑھی دامت برکاتہم کا شعر ہے۔

اُف کتنا ہے تاریک گناہ گار کا عالَم
انوار سے معمور ہے ابرار کا عالَم

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اشکبار آنکھیں اور خشیت والا دل عطا فرمائیں اور اس مقالہ کو شرفِ قبول عطا فرماویں اور اس کا نفع اپنے بندوں کے لیے عام و تام فرمائیں اور اس ناکارہ کے لیے صدقۂ جاریہ بنائیں، آمین۔

العارض محمد اختر عفا اللہ عنہ

۱۳/ محرم الحرام ۱۴۰۶ھ - ۲۹/ ستمبر ۸۵ء

اسمِ اعظم کی تحقیق

قرآن وحدیث کی روشنی میں

نوٹ: اسمِ اعظم کے ذریعہ جو بھی دعا مانگی جائے فوراً قبول ہوتی ہے۔

۱) ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَقَدْ قَالَ الْقُطْبُ الرَّبَّانِیُّ الشَّیْخُ السَّیِّدُ عَبْدُ الْقَادِرِ الْجِیْلَانِیُّ: اَلْاِسْمُ الْأَعْظَمُ هُوَ اللهُ بِشَرْطِ أَنْ تَقُوْلَ: اللهُ وَلَيْسَ فِيْ قَلْبِكَ سِوَى اللهِ[۶۳۱]

یعنی فرمایا قطب ربانی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی نے کہ اسمِ اعظم اللہ ہی ہے بشرطیکہ تو اللہ اس طرح کہے کہ قلب غیر اللہ سے خالی ہو۔

جیسا کہ بزرگ شاعر خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

دل مرا ہو جائے اک میدانِ ہُو
تو ہی تو ہو تو ہی تو ہو تو ہی تو

غیر سے اُٹھ جائے بالکل ہی نظر
تو ہی تو آئے نظر دیکھوں جدھر

اور مرے دل میں بجائے آب و گل
دردِ دل ہو دردِ دل ہو دردِ دل

یہ اشعار خواجہ صاحب حالتِ ذکر میں نہایت کیف کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ مطلب یہ کہ تمام موجودات کی فنائیت کے استحضار کے ساتھ یعنی تمام موجودات کو کالمعدوم سمجھتے ہوئے اللہ کا نام لو جیسا کہ آفتاب کے نکلنے کے بعد ستارے کالمعدوم ہو جاتے ہیں۔ اسی کو خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

---

[۶۳۱] مرقاۃ المفاتیح: ۷۵/۱، باب أسماء اللہ تعالیٰ، المکتبۃ الامدادیۃ

جب مہر نمایاں ہوا سب چھپ گئے تارے
وہ ہم کو بھری بزم میں تنہا نظر آئے

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب فرماتے ہیں۔

میں ان کے سوا کس پہ فدا ہوں یہ بتا دے
لا مجھ کو دکھا ان کی طرح کوئی اگر ہے

مرضی تری ہر وقت جسے پیش نظر ہے
پھر اس کی زباں پر نہ اگر ہے نہ مگر ہے

یہی حقیقت وحدۃ الوجود کی بھی ہے کہ جب سالک کے قلب میں اللہ کے قرب کا آفتاب طلوع ہوتا ہے اور اس سلطانِ حقیقی کی کبریائی اور عظمتوں کا جھنڈا لہراجاتا ہے تو ساری کائنات اس کی نظر سے گر جاتی ہے۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑ گئی لو شمعِ محفل کی
پتنگوں کے عوض اُڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

بس ایک بجلی سی پہلے کوندی پھر اس کے آگے خبر نہیں ہے
مگر جو پہلو کو دیکھتا ہوں تو دل نہیں ہے جگر نہیں ہے

ہر تمنّا دل سے رخصت ہوگئی
اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ صاحب کے اس آخری شعر پر فرمایا تھا کہ اگر میرے پاس ایک لاکھ روپیہ ہوتا تو میں خواجہ صاحب کو انعام میں دے دیتا۔ اصغر گونڈوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اب نہ کہیں نگاہ ہے اب نہ کوئی نگاہ میں
محو کھڑا ہوا ہوں میں حسن کی جلوہ گاہ میں

ترے جلووں کے آگے ہمتِ شرح وبیاں رکھ دی
زبانِ بے نگہہ رکھ دی نگاہِ بے زباں رکھ دی

۲) عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا كَرَبَهُ أَمْرٌ يَقُوْلُ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيْثُ[۶۳۲]

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بے چینی وپریشانی ہوتی تھی تو آپ کثرت سے پڑھتے تھے **يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ...الخ**

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ، جلد۵، صفحہ ۲۲۱ پر ان کلمات کے اندر اثر اسمِ اعظم کا تحریر فرمایا ہے۔ اور علامہ نووی نے بھی اسی کو اختیار فرمایا ہے۔ یہی روایت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حاکم اور ابن السنی نے نقل کی ہے، اور امام نسائی نے حضرت علی سے مرفوعاً روایت کی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ آپ حالتِ سجدہ میں **یاحی یاقیوم** کو بار بار پڑھتے تھے۔

۳) عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دَعْوَةُ ذِي النُّوْنِ إِذْ دَعَا رَبَّهُ وَهُوَ فِيْ بَطْنِ الْحُوْتِ "لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحٰنَكَ إِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ" لَمْ يَدْعُ بِهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ فِيْ شَيْءٍ إِلَّا اسْتَجَابَ لَهُ رواه احمد والترمذی[۶۳۳]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام نے جب اپنے رب سے دعا مانگی درآنحالیکہ وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے **لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ... الخ** نہیں مانگا کسی مؤمن نے اس کلمہ کے ذریعہ کسی حاجت کو مگر اللہ تعالیٰ نے اسے قبول فرمالیا۔

تشریح: ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، جلد۵، صفحہ ۱۰۳ پر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے ساتھ مؤید ہے

---

۶۳۲ کنز العمال: ۶۵۹/۲ (۵۰۰۲)، أدعیة الهم والخوف، مؤسسة الرسالة

۶۳۳ جامع الترمذی: ۱۸۸/۲، ابواب جامع الدعوات عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ایچ ایم سعید

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ پس ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو اس گھٹن سے نجات دی اور ہم اسی طرح ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں۔[۶۳۴]

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے پارہ ۱۷، صفحہ ۸۵ پر لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ..الخ کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی اسی روایتِ مذکورہ کو تحریر فرمایا ہے اور لکھا ہے:

أَخْرَجَ ابْنُ أَبِيْ حَاتِمٍ عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ ذَالِكَ اِسْمُ اللهِ تَعَالَى الْأَعْظَمُ

یعنی یہ آیتِ مذکورہ اللہ تعالیٰ کا اسمِ اعظم ہے، اور فرماتے ہیں: وَقَدْ شَاهَدْتُّ أَثَرَ الدُّعَاءِ بِهٖ وَلِلّٰهِ تَعَالَى الْحَمْدُ حِيْنَ أَمَرَنِيْ بِذَالِكَ مَنْ أَظُنُّ وِلَايَتَهٗ وَكَانَ قَدْ أَصَابَنِيْ مِنَ الْبَلَاءِ مَا اللهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ بِهٖ وَفِيْ شَرْحِهٖ طُوْلٌ وَّأَنْتَ مَلُوْلٌ۔[۶۳۵]

مفسرِ عظیم علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تحقیق میں نے اس کلمہ کے ذریعے دعا کی قبولیت کے اثر کو خود مشاہدہ کیا اور سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے اور اس کلمہ سے دعا مانگنے کا حکم مجھے ایک ایسے بزرگ نے کیا جن کو میں اللہ تعالیٰ کا ولی گمان کرتا ہوں اور میں ایک ایسی بلا میں مبتلا تھا جس کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ جس کی شرح میں طول ہے اور اے مخاطب تو ملول ہے۔

۴) علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر روح المعانی، پارہ ۲۷، صفحہ ۹۶ سورۃ القمر میں عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: وَلِهٰذَيْنِ الْاِسْمَيْنِ الْجَلِيْلَيْنِ شَاْنٌ لِاسْتِجَابَةِ الدُّعَاءِ عَلٰى مَا فِيْ بَعْضِ الْاٰثَارِ یعنی مَلِيْكٌ اور مُقْتَدِرٌ ان دونوں ناموں میں قبولیتِ دعا کا اثر ہے۔

مَلِيْكٍ: أَيْ مَلِكُ عَظِيْمِ الْمُلْكِ وَهُوَ صِيْغَةُ مُبَالَغَةٍ یعنی ملکِ عظیم کا مالک۔

مُقْتَدِرٍ: أَيْ قَادِرُ عَظِيْمِ الْقُدْرَةِ عظیم طاقت والا قادر۔

[۶۳۴] مرقاۃ المفاتیح: ۵/۱۰۳، باب اسماء اللہ تعالیٰ، المکتبۃ الامدادیۃ

[۶۳۵] روح المعانی: ۱۷/۸۵، الانبیآء (۸۸)، دار إحیاء التراث، بیروت

ایک عجیب واقعہ

أَخْرَجَ ابْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ وَأَنَا أَرٰى اِنِّيْ أَصْبَحْتُ فَإِذَا عَلَيَّ لَيْلٌ طَوِيْلٌ وَلَيْسَ فِيْهِ أَحَدٌ غَيْرِيْ فَنِمْتُ فَسَمِعْتُ حَرَكَةً خَلْفِيْ فَفَزِعْتُ فَقَالَ: يٰأَيُّهَا الْمُمْتَلِئُ قَلْبُهٗ فَرِقًا لَا تَفْرَقْ أَوْلَا تَفْزَعْ، وَقُلْ اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ مَلِيْكٌ مُّقْتَدِرٌ مَا تَشَاءُ مِنْ أَمْرٍ يَّكُوْنُ ثُمَّ سَلْ مَا بَدَا لَكَ. قَالَ فَمَا سَأَلْتُ اللهَ شَيْئًا إِلَّا اسْتَجَابَ لِيْ

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ تابعی فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں داخل ہوا اور یہ سمجھا کہ صبح ہوگئی ہے لیکن پتا چلا کہ ابھی بہت رات باقی ہے اور مسجد میں میرے علاوہ کوئی نہ تھا پس میں سو گیا۔ پس میں نے اپنے پیچھے کوئی حرکت محسوس کی جس سے میں ڈر گیا۔ ہاتفِ غیبی نے کہا کہ اے وہ شخص جس کا دل خوف سے بھرا ہوا ہے مت ڈر اور پڑھ اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ مَلِيْكٌ مُّقْتَدِرٌ مَّا تَشَاءُ مِنْ أَمْرٍ يَّكُوْنُ اس کے بعد تجھے جو حاجت بھی ہو اللہ تعالیٰ سے مانگ لے۔

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان ناموں کے ذریعہ میں نے اللہ تعالیٰ سے جو بھی دعا مانگی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔

حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مقام پر حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کے اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے اپنے لیے یہ دعا مانگی اور هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا کی سنت ادا کی۔ یعنی جب کسی مقبول بندے پر کوئی نعمت دیکھے تو اپنے لیے بھی دعا مانگ لے۔ حضرت آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کی عبارت یہ ہے: اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ مَلِيْكٌ مُّقْتَدِرٌ مَا تَشَاءُ مِنْ أَمْرٍ يَكُوْنُ فَأَسْعِدْنِيْ فِي الدَّارَيْنِ وَكُنْ لِيْ وَلَا تَكُنْ عَلَيَّ وَانْصُرْنِيْ عَلٰى مَنْ بَغٰى عَلَيَّ وَأَعِذْنِيْ مِنْ هَمِّ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ وَشَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ[٦٣٦]

---

[٦٣٦] روح المعاني: ٢٧/٩٦، القمر (٢٢)، دار إحياء التراث، بيروت

اے اللہ! آپ ملیک اور مقتدر (مالک عظیم الملک اور قادر عظیم القدرت) ہیں۔ آپ جو چاہتے ہیں وہ ہو جاتا ہے۔ پس دونوں جہاں میں مجھ کو نیک بخت بنا دیجیے اور آپ میرے خاص ہو جائیے اور آپ میرے خلاف نہ ہوں اور میری مدد فرمائیے آپ ان لوگوں پر جو مجھ پر ظلم و زیادتی کریں، پناہ نصیب فرمائیے قرض کے غم سے اور لوگوں کے غلبہ پالینے سے اور دُشمنوں کے طعن و تشنیع سے اور اے اللہ! رحمت اور سلام نازل فرما ہمارے آقا اور سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی آل پر اور ان کے اصحاب پر اور تمام تعریفیں اللہ ربّ العالمین کے لیے خاص ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان دونوں اسمِ اعظم ملیک اور مقتدر کے صدقہ میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ دعا ہم سب کے لیے بھی قبول فرماویں، آمین۔

۵) کلمات مندرجہ ذیل وہ اسمِ اعظم ہے کہ جس کے اسمِ اعظم ہونے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی قسم اُٹھائی ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے روح المعانی، سورۃ الرحمٰن، پارہ ۲۷، صفحہ ۱۱۰ پر یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ کی تفسیر فرماتے ہوئے بروایت ترمذی و ابوداؤد و نسائی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل فرمائی ہے:

عَنْ أَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ أَنَّہٗ کَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرَجُلٌ یُّصَلِّیْ ثُمَّ دَعَا فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ أَسْأَلُكَ بِأَنَّ لَكَ الْحَمْدَ لَا اِلٰہَ اِلَّا أَنْتَ الْمَنَّانُ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ فَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِہٖ أَتَدْرُوْنَ بِمَا دَعَا؟ قَالُوْا: اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ أَعْلَمُ قَالَ: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَقَدْ دَعَا اللّٰہَ بِاسْمِہِ الْأَعْظَمِ الَّذِیْ إِذَا دُعِیَ بِہٖ أَجَابَ وَإِذَا سُئِلَ بِہٖ أَعْطٰی[۶۳۷]

۶۳۷؎ سنن ابی داؤد: ۱/۲۱۰، ایچ ایم سعید

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ (حضرت انس رضی اللہ عنہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا۔ پھر اس نے دعا کی اور کہا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ..الخ (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں بوجہ اس کے کہ تمام تعریفیں صرف آپ ہی کے لیے ہیں، نہیں ہے کوئی معبود سوائے تیرے، آپ بہت احسان کرنے والے ہیں، خالق ہیں آسمان و زمین کے، ذوالجلال والاکرام ہیں یعنی تمام موجودات سے مطلق مستغنی اور تمام مخلوقات پر فضلِ تام فرمانے والے ہیں۔ اے حقیقی زندہ! اے سنبھالنے والے!) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ کیا جانتے ہو اس شخص نے کن کلمات کے ذریعہ دعا مانگی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ و رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! تحقیق اس شخص نے دعا کی ہے اللہ کے اس اسمِ اعظم کے ساتھ کہ جس کے ذریعہ جب بھی دعا مانگی جائے تو اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں اور اس کے ذریعہ جو سوال کیا جائے اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں۔

ذُوالْجَلَالِ: أَیْ صَاحِبُ الْاِسْتِغْنَاءِ الْمُطْلَقِ۔ یعنی وہ ذات جو تمام موجودات سے مطلق مستغنی ہو۔

وَالْاِکْرَامِ: أَیْ صَاحِبُ الْفَضْلِ التَّامِّ۔[۲۳۸] یعنی وہ ذات جو تمام موجودات و مخلوقات پر فضلِ تام فرمانے والی ہو۔

۶) علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۂ اخلاص کی تفسیر کرتے ہوئے پارہ ۳۰، صفحہ ۲۶۷ پر یہ حدیث نقل فرمائی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کے اسمِ اعظم ہونے پر اللہ تعالیٰ کی قسم اُٹھائی ہے:

إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا يَّقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَسْأَلُكَ بِأَنِّیْ أَشْهَدُ أَنَّكَ أَنْتَ اللهُ الَّذِیْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ الْأَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ يَلِدْ

---

۲۳۸ روح المعانی: ۲۷/۱۰۹، الرحمٰن (۲۹)، دار إحیاء التراث، بیروت

وَلَمۡ یُوۡلَدۡ وَلَمۡ یَکُنۡ لَّهٗ کُفُوًا أَحَدٌ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِیۡ نَفۡسِیۡ بِیَدِهٖ لَقَدۡ سَأَلَ اللهَ بِاسۡمِهِ الۡأَعۡظَمِ الَّذِیۡ إِذَا دُعِیَ بِهٖ أَجَابَ وَإِذَا سُئِلَ بِهٖ أَعۡطٰی[۶۳۹]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا اَللّٰھُمَّ إِنِّیۡ أَسۡأَلُكَ...الخ (اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں اس وسیلہ سے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ہی اللہ ہیں۔ نہیں ہے کوئی معبود سوائے آپ کے۔ آپ وہ ذات ہیں جو ایک ہے اور بے نیاز ہے اور جس کے اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کے برابر ہے۔) پس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ تحقیق اس شخص نے اللہ سے سوال کیا اللہ کے اُس اسمِ اعظم کے ذریعہ سے کہ جب بھی اس کے ذریعہ دُعا مانگی جائے تو اللہ تعالیٰ قبول فرمالیتے ہیں، اور جو سوال کیا جائے اللہ تعالیٰ عطا فرمادیتے ہیں۔

صمد کی تعریف

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صمد کی تفسیر اس طرح فرمائی ہے:
اَلۡمُسۡتَغۡنِیۡ عَنۡ کُلِّ أَحَدٍ وَّ الۡمُحۡتَاجُ إِلَیۡهِ کُلُّ أَحَدٍ[۶۴۰] صمد وہ ذات ہے جو ہر ایک سے مستغنی ہو اور ہر ایک اس ذات کا محتاج ہو۔

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی دامت برکاتہم کے چند اشعار

کسی کی یاد میں اب آنکھ میری پُرنم ہے
کسی کا نام مرے زخمِ دل کا مرہم ہے
ضرور لے کے ہم اُٹھیں گے گوہرِ مقصود
کہ آستانِ کرم پہ ہمارا سر خم ہے

---

[۶۳۹] روح المعانی:۳۰/۲۶۷،الاخلاص،دار إحیاء التراث،بیروت

[۶۴۰] روح المعانی:۳۰/۲۷۴،الاخلاص،دار إحیاء التراث،بیروت

خوشی ہے ان کی خوشی ان کا غم مرا غم ہے
بہ فیضِ عشق مرے دل کا اب یہ عالم ہے
خلوصِ دل سے پکارے اگر کوئی ان کو
ہر ایک نام ہی ان کا پھر اسمِ اعظم ہے

۷) حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ان دونوں آیتوں میں اسمِ اعظم ہے:

وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ [۴۱]

الٓمّٓ ﴿۱﴾ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ﴿۲﴾ [۴۲]

۸) ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سورۂ حشر کی آخری آیات میں اسمِ اعظم ہے: وَقَدْ قَالُوْا: اٰخِرُ سُوْرَةِ الْحَشْرِ مُشْتَمِلٌ عَلَى اسْمِ اللهِ الْاَعْظَمِ [۴۳]

قبولیتِ دعا کی عظیم الشان تدبیر

علامہ شامی ابنِ عابدین رحمہ اللہ شامی، جلد ۱، صفحہ ۳۸۴ (مطبوعہ کوئٹہ، پاکستان) پر تحریر فرماتے ہیں: إِنَّ تَقْدِيْمَ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الدُّعَاءِ أَقْرَبُ إِلَى الْاِجَابَةِ لِمَا بَعْدَهَا مِنَ الدُّعَاءِ فَإِنَّ الْكَرِيْمَ لَا يَسْتَجِيْبُ بَعْضَ الدُّعَاءِ وَيَرُدُّ بَعْضَهٗ دعا سے پہلے درود شریف پڑھنے سے دعا جلد قبول ہوتی ہے کیوں کہ کریم کی شان سے یہ بعید ہے کہ دعا کے بعض حصہ کو قبول کرلے اور بعض کو رَد کردے۔

الشیخ ابو اسحاق الشاطبی فرماتے ہیں کہ اَلصَّلَاةُ عَلٰی رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُجَابَةٌ عَلَى الْقَطْعِ، وَإِذَا اقْتَرَنَ بِهَا السُّؤَالُ شُفِعَتْ بِفَضْلِ اللهِ تَعَالٰى فِيْهِ فَقُبِلَ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا اللہ تعالیٰ کے

---

[۴۱] البقرة: ۱۶۳

[۴۲] اٰل عمرٰن: ۱-۲، سنن ابن ماجة: ۴۱۰ (۳۸۵۵)، باب اسم الله الاعظم، المكتبة الرحمانية

[۴۳] مرقاة المفاتيح: ۱۷۵/۵ (۲۲۸۸)، باب اسماء الله تعالىٰ، دار الكتب العلمية، بيروت

یہاں قطعی قبول ہے۔ پس جب کوئی دعا اس مقبول عمل کے ساتھ متصل ہو جاتی ہے تو یہ درود شریف اس شخص کی حاجت کے بارے میں شفاعت کرتا ہے، پس وہ درخواست مقبول ہو جاتی ہے۔

شیخ ابو سلیمان درانی فرماتے ہیں کہ مَنْ أَرَادَ أَنْ يَّسْأَلَ اللهَ حَاجَتَهٗ فَلْيُكْثِرْ بِالصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَسْأَلُ اللهَ حَاجَتَهٗ وَلْيَخْتِمْ بِالصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ اللهَ يَقْبَلُ الصَّلَاتَيْنِ وَهُوَ اَكْرَمُ مِنْ أَنْ يَّدَعَ مَا بَيْنَهُمَا جو شخص یہ ارادہ کرے کہ اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کا سوال کرے، اس کو چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کی کثرت کرے پھر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت مانگے اور آخر میں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے کیوں کہ اللہ تعالیٰ اوّل و آخر کے دونوں درود کو قبول فرماتے ہیں اور اس کریم سے یہ بعید ہے کہ اوّل و آخر کے درود کو قبول فرمالیں اور درمیان کی دعا کو رَد کردیں۔

نیز ابو سلیمان درانی آگے چل کر فرماتے ہیں کہ كُلُّ الْأَعْمَالِ فِيْهَا الْمَقْبُوْلُ وَالْمَرْدُوْدُ إِلَّا الصَّلَاةَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّهَا مَقْبُوْلَةٌ غَيْرُ مَرْدُوْدَةٍ یعنی ہر اعمال میں امکان ہوتا ہے کہ وہ مقبول ہوں یا غیر مقبول ہوں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا تحقیق کہ یہ عمل مقبول ہے کبھی غیر مقبول نہیں ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ إِذَا دَعَوْتَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ فَاجْعَلْ فِيْ دُعَائِكَ الصَّلَاةَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ الصَّلَاةَ عَلَيْهِ مَقْبُوْلَةٌ وَ اللهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَكْرَمُ مِنْ أَنْ يَّقْبَلَ بَعْضًا وَيَرُدَّ بَعْضًا جب اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو تو اپنی دعا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھو کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا عند اللہ مقبول ہے، اور اللہ تعالیٰ کے کرم سے یہ بعید ہے کہ وہ بعض دعا کو قبول فرمالیں اور بعض کو رَد کردیں۔

درود شریف کی قبولیت کی حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صیغہ مضارع کے ساتھ

جس میں شان تجدد استمراری کی ہے اور جملہ اسمیہ کے ساتھ جس میں دوام اور ثبوت ہوتا ہے اور اِنَّ کی تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ[۶۴۴] جس سے معلوم ہوا کہ اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ لَا يَزَالُ مُصَلِّيًا عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یعنی اللہ تعالیٰ ہمہ وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت نازل فرماتے رہتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤمن بندوں پر احسان فرمایا کہ انہیں درود شریف کا حکم فرمایا تاکہ ان کو الصلاۃ علی النبی کا شرف اور فضیلت حاصل ہو جائے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کی طرف سے دواماً نزولِ رحمت کے سبب تمام ماسوی اللہ کی جانب سے مستغنی ہیں۔

پس مؤمن کا اللہ تعالیٰ سے نزولِ رحمت کی دعا مانگنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر (یعنی درود شریف پڑھنا) قطعی قبول ہے۔ فَاغْتَنِمْ هٰذَا التَّحْرِيْرَ الْعَظِيْمَ الَّذِيْ هُوَ مِنْ فَيْضِ الْفَتَّاحِ الْعَلِيْمِ[۶۴۵]

ہر پریشانی میں نمازِ حاجت کا معمول بنانا چاہیے

جب کوئی خاص ضرورت پیش آئے جس کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہو یا کسی انسان سے ہو تو سب سے پہلے وضو سنت کے موافق کرے، پھر دو رکعت نماز خوب اطمینان سے اور سکون سے پڑھے، پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے، پھر درود شریف پڑھے، پھر دعائے ذیل کم از کم ایک مرتبہ یا زیادہ جس قدر پڑھنا چاہے پڑھے اور اپنی خاص حاجت کے لیے دعا کرے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَسْأَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ
وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ

---

۶۴۴ الاحزاب:۵۶

۶۴۵ ردالمحتار علی الدر المختار: ۲/۲۳۲-۲۳۳، کتاب الصلٰوۃ، باب صفۃ الصلٰوۃ، مطلب فی ان الصلٰوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہل ترد ام لا؟ دار عالم الکتب، الریاض

وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ[۶۴۶]

حلیم و کریم کی تعریف

حلیم کے معنیٰ محدثِ عظیم ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بیان فرمائے ہیں **اَلَّذِیْ لَا یُعَجِّلُ بِالْعُقُوْبَةِ** حلیم وہ ذات ہے جو سزا میں جلدی نہ کرے۔ اور کریم کی تعریف یہ بیان فرمائی ہے **اَلَّذِیْ یُعْطِیْ بِغَیْرِ اسْتِحْقَاقٍ وَبِدُوْنِ الْمِنَّةِ**[۶۴۷] کریم وہ ذات ہے جو بدونِ استحقاق عطا فرمادے۔

پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظِ دعا آپ کی نبوت کی دلیل ہیں کہ جس موقع پر اللہ تعالیٰ کی جس صفت کے ظہور کی ضرورت ہوتی ہے اسی نام سے اللہ کو ادعیۂ احادیث میں پکارا گیا ہے۔ اور یہ ادائے بندگی صرف نبی ہی سکھا سکتا ہے۔ پس حلیم و کریم ان دونوں ناموں سے گناہ گاروں کا حجاب رفع ہوگیا اور اُمید بندھ گئی کہ خطاکاروں کی دعا بھی ضرور قبول ہوگی کیوں کہ اللہ تعالیٰ نالائقوں کو بھی بدونِ استحقاق عطا فرمادیتے ہیں۔ جیسا کہ کریم کی تعریف بیان کی گئی۔

نوٹ: بہتر یہ ہے کہ نمازِ حاجت پڑھنے سے پہلے دو رکعت نمازِ توبہ پڑھ کر گناہوں سے خوب توبہ و استغفار کرے کیوں کہ جس کریم سے کوئی نعمت لینا ہوتی ہے پہلے اس کو راضی کرنا ضروری ہے۔ اس کے بعد پھر دو رکعت نمازِ حاجت پڑھ کر مندرجہ بالا دعا پڑھے اور اپنی حاجت کے لیے دعا کرے۔

دعا مانگنے کا مسنون طریقہ

سینہ کے سامنے ہاتھ اُٹھائیں اور ہتھیلیاں آسمان کی طرف رہیں کیوں کہ دعا کا قبلہ آسمان ہے، دونوں ہاتھوں میں تھوڑا سا فاصلہ ہو۔[۶۴۸]

---

[۶۴۶] جامع الترمذی: ۱/۱۰۸، باب ما جاء فی صلٰوۃ الحاجۃ، ایچ ایم سعید

[۶۴۷] مرقاۃ المفاتیح: ۳/۳۷۱ (۱۳۲۷)، باب التطوع، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

[۶۴۸] رد المحتار علی الدر المختار: ۲/۲۱۵، کتاب الصلٰوۃ، باب صفۃ الصلٰوۃ، مطلب فی اطالۃ الرکوع للجائی، دار عالم الکتب، بیروت، الریاض

اور دعا کے بعد دونوں ہاتھوں کو چہرے پر مَل لیں۔[۶۴۹]

یہ نیک فال ہے گویا شاہی عطیہ مل گیا اور سر آنکھوں پر رکھ لیا اور سر آنکھوں پر لگالیا۔ یہ ادائے بندگی عجیب ہے اور کیا ہی محبوب ہے۔ دعا کی ابتدا اپنے نفس سے کریں، پھر والدین کو، پھر تمام مسلمانوں کو شامل کریں۔

اوّل و آخر درود شریف پڑھنے سے دعا جلد قبول ہوتی ہے جس کی تفصیل اوپر گزر چکی۔[۶۵۰]

دو رکعت صلوٰۃِ حاجت پڑھ کر صلوٰۃِ حاجت کی دعا پڑھنا بھی جلد حاجت روائی کا ذریعہ ہے۔

دعا کا آہستہ مانگنا اور تضرع سے یعنی گڑگڑا کر مانگنا اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَۃً[۶۵۱]

چلتے پھرتے نعرۂ مغفرت

چلتے پھرتے تھوڑی تھوڑی دیر میں یہ نعرہ ہلکی آواز سے لگالیا کرے یَا حَلِیْمُ یَا کَرِیْمُ یَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَۃِ صفتِ حلیم کی تجلی سے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ان شاء اللہ محفوظ رہے گا، اور صفتِ کریم کی تجلی سے نااہلیت کے باوجود اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوگا، اور وَاسِعُ الْمَغْفِرَۃِ کی صفت کے ظہور سے ہماری محدود خطاؤں پر ان کی غیر محدود شانِ مغفرت کا ظہور اس طرح گناہوں کو اُڑادے گا جیسے تھوڑا سا بارود پہاڑوں کو اُڑادیتا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

تیرا اک جھونکا نسیمِ لطف کا
دم کے دم میں کردے ان سب کو ہوا

---

۶۴۹ جامع الترمذی: ۱۷۶/۲، باب رفع الایدی عند الدعاء، ایچ ایم سعید

۶۵۰ ردالمحتار علی الدر المختار: ۲۳۲/۲-۲۳۳، کتاب الصلوٰۃ، باب صفۃ الصلوٰۃ، مطلب فی ان الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھل ترد ام لا؟ دار عالم الکتب، الریاض

۶۵۱ الاعراف: ۵۵

یہ جو کھڑا پہاڑ ہے سر پہ مرے گناہ کا
وہ جو اگر کرم کریں ہے مری اک آہ کا

گناہ گاروں کے دعا مانگنے میں حجاب اور اس کا علاج

بعض لوگ غالب کا یہ شعر پڑھتے ہیں ؎

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالبؔ
شرم تم کو مگر نہیں آتی

اس شعر نے بعض لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے دور کر دیا اور وہ مایوس ہو گئے کہ جب ہم سے ایسے بڑے بڑے گناہ ہو گئے تو اب کس منہ سے کعبہ جائیں کہ اب توبہ کرتے ہوئے شرم آتی ہے، یہ سخت نادانی ہے کیوں کہ حیا کی حقیقت ہے کہ أَنَّ مَوْلَاكَ لَا يَرَاكَ حَيْثُ نَهَاكَ[۶۵۲] حیا یہ ہے کہ تیرا مولیٰ تجھے اس حالت میں نہ دیکھے جس سے تجھے اس نے منع کیا ہے۔ یہ نادانی قابلِ تعجب ہے کہ گناہ کے وقت تو حیا نہ آئی اور اب توبہ کرتے ہوئے حیا آرہی ہے۔ یعنی جہاں حیا آنی چاہیے تھی وہاں تو نہ آئی اور جہاں نہیں آنی چاہیے تھی وہاں حیا آرہی ہے حالاں کہ حالتِ توبہ میں بندوں کو دیکھنا حق تعالیٰ کو محبوب ہے۔ قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں: اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ[۶۵۳] یعنی اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔

حضرت مولانا شاہ محمد احمد پرتاب گڑھی دامت برکاتہم نے غالب کے اس شعر کی اصلاح فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں ؎

میں اسی منہ سے کعبہ جاؤں گا
شرم کو خاک میں ملاؤں گا

---

[۶۵۲] مرقاۃ المفاتیح: ۱/۷۰، کتاب الایمان، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

[۶۵۳] البقرۃ: ۲۲۲

ان کو رو رو کے میں مناؤں گا

اپنی بگڑی کو یوں بناؤں گا

حضرت یعقوب علیہ السلام کی وہ دعا جس کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سکھایا تھا:

تفسیر روح المعانی میں حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو معاف کر دیا اور لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ[٦٥٤] کا علان کر دیا تو بھائیوں نے کہا کہ اے ابا جان! اور اے ہمارے بھائی! آپ لوگوں نے تو معاف کر دیا، لیکن اگر اللہ تعالیٰ نے ہم کو معاف نہ فرمایا تو آپ حضرات کا عفو ہم کو کچھ مفید نہ ہوگا۔ اس لیے آپ حضرات اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ ہماری خطاؤں کی معافی بذریعہ وحی نازل فرمادیں، چوں کہ انبیاء علیہم السلام ارحم البریّۃ یعنی ارحم الخلائق ہوتے ہیں، اس لیے حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ[٦٥٥]

عن قریب تمہارے لیے اپنے رب سے دعائے مغفرت کروں گا، بے شک وہ غفور رحیم ہے۔

حضرت حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ **سوف** تاخیر کے لیے آتا ہے، پس وقتِ قبولیت یعنی تہجد کے وقت کا انتظار فرمایا۔

حضرت آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَقَامَ الشَّيْخُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَقَامَ يُوْسُفُ عَلَيْهِ السَّلَامُ خَلْفَهٗ وَقَامُوْا خَلْفَهُمَا أَذِلَّةً خَاشِعِيْنَ فَدَعَا وَأَمَّنَ يُوْسُفُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

پس حضرت یعقوب علیہ السلام آگے قبلہ رو دعا کے لیے کھڑے ہوئے اور حضرت

---

٦٥٤ یوسف:۹۲

٦٥٥ یوسف:۹۸

یوسف علیہ السلام ان کے پیچھے اور ان کے پیچھے سب بھائی کھڑے ہوئے اور نہایت ذلت اور خشوع کے ساتھ دعا کی لیکن بیس سال تک دعا قبول نہ ہوئی۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور یہ دعا سکھائی:

یَا رَجَاءَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَا تَقْطَعْ رَجَائَنَا، یَا غِیَاثَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَغِثْنَا، یَا مُعِیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِنَّا، یَا مُحِبَّ التَّوَّابِیْنَ تُبْ عَلَیْنَا[۶۵۶]

اے ایمان والوں کی اُمید! ہماری امیدوں کو قطع نہ فرمائیے۔ اے ایمان والوں کے فریاد رس! ہماری فریاد کو سن لیجیے۔ اے ایمان والوں کے مددگار! ہماری مدد کیجیے۔ اے توبہ کرنے والوں سے محبت کرنے والے! ہمارے اوپر توجہ فرمائیے۔

یہ دعائیں جب بوقتِ سحر کیں تو توبہ قبول ہوگئی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پورے مضمون کو شرفِ قبول عطا فرما کر اُمتِ مسلمہ کے لیے اس کا نفع عام و تام فرمائیں، آمین۔

العارض

محمد اختر عفا اللہ عنہ

۲۸/ محرم الحرام ۱۴۰۶ھ

۶۵۶؎ روح المعانی: ۱۳/۵۶، یوسف (۹۸)، دار إحیاء التراث، بیروت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

بزمِ اشرف کا چراغ

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحب عارفی رحمۃ اللہ علیہ
خلیفۂ اجل حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

مقامِ عارف باللہ؎

اے خیالِ دوست اے بیگانہ ساز ماسوا
اس بھری محفل میں تو نے مجھ کو تنہا کر دیا
(عارفیؔ)

حضرت عارف باللہ کا یہ شعر آپ کے مقامِ تعلق مع اللہ کا غماز ہے۔ بقول حضرت اصغر گونڈوی رحمۃ اللہ علیہ؎

اصغرؔ سے ملے لیکن اصغرؔ کو نہیں دیکھا
سنتے ہیں کہ کچھ کچھ وہ شعروں میں نمایاں ہے

مقامِ تَبَتُّل کی تفسیر

خلق سے انقطاعِ تعلق یعنی مقامِ تبتل کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ تعلقاتِ ضروریہ سے کنارہ کش اور حقوقِ واجبہ مخلوقات سے دستبردار ہو جائے۔ یہ راہبانہ تصوف محض جاہلانہ ہے۔ حضرت حکیم الامت مجدد الملت نے بیان القرآن میں مقامِ تبتل کی جو تفسیر تحریر فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ ’’تبتل نام ہے تعلقات ماسوی اللہ پر اللہ تعالیٰ کا تعلق غالب ہو جائے۔‘‘ جیسا کہ جگر صاحب فرماتے ہیں؎

میرا کمالِ عشق بس اتنا ہے اے جگرؔ
وہ مجھ پہ چھا گئے میں زمانہ پہ چھا گیا

اور اصغرؔ گونڈوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؎

اب نہ کہیں نگاہ ہے اب نہ کوئی نگاہ میں
محو کھڑا ہوا ہوں میں حسن کی جلوہ گاہ میں

حسنِ اخلاق کی تعریف

مُدَارَاۃُ الْخَلْقِ مَعَ مُرَاعَاۃِ الْحَقِّ[٦٥٧]

حضرت عارف باللہ ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر حضرت حکیم الامت مجدد الملت رحمۃ اللہ علیہ کی تیس سالہ صحبت کے فیضان سے اللہ تعالیٰ کی محبت کا ایسا ہی غلبہ تھا۔ اس نسبت مع اللہ کی برکت سے حضرت خلقِ خدا پر جہاں سراپا شفیق اور محسن تھے وہاں اتنا ہی درجہ اپنے معمولاتِ خلوت پر جبلِ استقامت تھے۔ حضرت کی مجلس میں یہ بات محسوس ہوتی تھی کہ آپ بیک وقت حقوقِ خلق اور حقوقِ خالق کا پورا پورا استحضار رکھتے تھے۔ احباب کے ساتھ شفقت اور رحمت کا ایسا رنگ تھا جو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا جلتا تھا۔ جیسا کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب سراپا رحمت و شفقت تھے، خفا ہونا اور ڈانٹنا تو جانتے ہی نہ تھے، لیکن آپ کا فیض عام اور تام تھا۔ آپ کے فیضانِ صحبت سے کوئی محروم نہ ہوتا تھا۔

علمائے عصر کا رجوع جس طرح حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ہوا تقریباً اسی طرح پاکستان کے جلیل القدر علماء کافی تعداد میں اصلاح و تربیت کے لیے آپ سے منسلک تھے۔ حضرت نے کبھی اپنے کو مخدوم نہیں سمجھا اور ارشاد فرمایا کہ سندِ اجازت دراصل سندِ خادمیت ہے، سندِ مخدومیت نہیں۔ اور فرمایا کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ میں راہ نما ہوں مگر بھائی ایک شعر سنو؎

---

[٦٥٧] مرقاۃ المفاتیح:۲۷۱/۹(۵۰۷۳)،باب الرفق والحیاء وحسن الخلق،دار الکتب العلمیۃ،بیروت

ہم سفر مجھ کو سمجھتا تھا کہ میں ہوں راہ نما
اور خود اس کے سہارے پر چلا جاتا ہوں میں
(عارفیؔ)

روحانی طاقت کا استعمال نفس کے ساتھ جہاد میں ہے

حضرت فرماتے تھے کہ نوافل اور اذکار اور اوراد سے قلب میں جو انوار پیدا ہوتے ہیں اس سے ایک روحانی طاقت پیدا ہوتی ہے لیکن اس طاقت کا استعمال بارگاہ خلوتِ حق میں نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ حسنِ اخلاق سے پیش آنا، بے جا غصہ کو ضبط کرنا، بد نظری سے آنکھوں کو محفوظ رکھنا، مخلوق کی خطاؤں کو معاف کرنا، شہوت اور غضب سے مغلوب نہ ہونا، کسی کو حقیر نہ سمجھنا، انتقام نہ لینا، اپنے کو مخلوق کا خادم سمجھنا، اکرامِ مؤمن کرنا، اپنے کو بڑا نہ سمجھنا وغیرہ وغیرہ میں ہے۔ اگر خلوت میں ذاکر و شاغل ہے اور مخلوقِ خدا پر ظالم اور مغلوب الغضب ہے تو اس شخص نے روحانی طاقت کا صحیح استعمال نہیں کیا۔

شانِ رحمتِ حق

حضرت عارف باللہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ پوری کراچی کا پیشاب پاخانہ سمندر میں گرتا ہے اور سمندر کی ایک موج سب پاک کر دیتی ہے۔ پس اپنے معاصی کی غلاظتوں اور نجاستوں سے مایوس نہ ہونا چاہیے، دل سے توبہ و استغفار، ندامت اور اشکبار آنکھوں سے کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے غیر محدود سمندر کی ایک موج ہماری مغفرت کے لیے کافی ہے۔ اور فرماتے کہ اگر گناہ تم سے نہیں چھوٹتے تو استغفار و توبہ کا سلسلہ مت چھوڑو۔

شیطان محبت سے محروم تھا

حضرت فرماتے کہ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ شیطان کے

اندر تین عین تھے عارف، عابد، عالم مگر عاشق کا عین نہ تھا، اس لیے برباد ہو گیا۔ پھر ہنس کر فرمایا کہ چوتھا عین عاشق کا نہ ہونے سے اس کا عین غین ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کی محبت بڑی نعمت ہے جو اہلِ محبت ہی کی صحبت سے عطا ہوتی ہے۔ عابد ہونا تو ظاہر ہی ہے کہ ہزاروں سال عبادت کی تھی، عالم ہونا بھی ظاہر ہے کہ تمام نبیوں کی شریعتوں کی جزئیات وکلیات سے باخبر ہے، اور عارف ہونے کی دلیل یہ ہے کہ عین عتاب کے وقت اس نے مہلتِ حیات مانگی کیوں کہ جانتا تھا اللہ تعالیٰ تائثرات سے پاک ہیں۔

کیا سلوک صرف بزرگوں کی نظر سے تکمیل پاتا ہے؟

ایک دفعہ فرمایا کہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد سے جو عرض کیا تھا۔

آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کند

یعنی کیا ممکن ہے کہ میرے اوپر آپ ایک نگاہِ کرم ڈال دیں، تو کیا اس آرزو سے تکمیلِ سلوک ہو گئی تھی؟ اس کا جواب حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے شعر میں دیا ہے۔ وہ شعر یہ ہے۔

کیمیا ایست عجب بندگی پیر مغاں
خاک وا گشتم وچندیں درجاتم دادند

یعنی شیخ کی صحبت میں رہ کر اس کے مشوروں کے مطابق ذکر و شغل کرنا اور نفس کے رذائل کی اصلاح کرانا اور عجب و کبر کو خاک میں ملانے سے سلوک کی تکمیل ہوتی ہے۔

ایک بار فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ملنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ اللہ والوں سے راہ ورسم پیدا کرو، پھر یہ شعر فرمایا۔

ان سے ملنے کی ہے یہی اِک راہ
ملنے والوں سے راہ پیدا کر

اور اس کے بعد یہ شعر پڑھا۔

ان ہی کو وہ ملتے ہیں جن کو طلب ہے
وہی ڈھونڈتے ہیں جو ہیں پانے والے

ہر پریشانی کا علاج

فرمایا کہ اگر کوئی سخت مرض یا پریشانی ہو تو پانچ سو بار یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ پڑھ کر دعا کرنا چاہیے۔

علاجِ بلا

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک سخت بلا آنے والی ہے یعنی آسمان سے چاند گاڑی گرنے والی ہے۔ فرمایا کہ ۷۸۶؍ مرتبہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اور آیت الکرسی پڑھ کر یہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق کی جان و مال کو اس سے بچالیں اور تمام عالَم کے مسلمانوں کے گھروں کا حصار کرلو۔

تدبیرِ مغفرت

فرمایا کہ جب خطا ہو جائے فوراً اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ کہو۔ تمام زندگی اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ کہتے رہو اور معافی مانگتے رہو اور رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ کہتے رہو۔ یہ سرکاری مضمون معافی کا ہے۔ ہماری خطائیں محدود اور ان کی مغفرت لامحدود، استغفار کی طاقت کو معمولی مت سمجھو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آخری عمر میں پاک وصاف ہو کر مروگے۔ جب رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ پڑھو تو یہ تصور کرو کہ غیر محدود مغفرت ورحمت کی ہمارے اوپر بارش ہوگئی اور ہماری سب خطائیں معاف ہوگئیں۔ یہ تریاق ہے گناہ کے زہر کا۔ جب گناہ کا زہر کھایا تو تریاق کھانے میں کیوں دیر کرتے ہو؟ فوراً استغفار کا تریاق کھاؤ۔ یہ ان کا عطا فرمودہ تریاق ہے۔ ان کی طاقت کے سامنے گناہوں کی کیا طاقت ہے؟ استغفار کے بعد اپنی مغفرت کا سو فیصد امیدوار رہنا چاہیے۔

اتباعِ سنّت کا انعام

فرمایا کہ اتباعِ سنت کا اہتمام کیا کرو۔ کیا آپ کے باپ دادا میز کرسی پر کھاتے تھے؟ اب کیا ہو گیا ہے کہ آپ کو فرش پر سنت کے مطابق کھانے میں عار ہے؟ محمد علی جناح مرحوم کی انگریزی تقریر سے انگریز بھی شرماتے تھے کہ ہم ایسی نہیں بول سکتے، مگر آخر میں شیروانی پاجامہ ٹوپی پہنتے تھے، اور ہمارے نوجوانوں کو کیا ہو گیا ہے کہ کوٹ پتلون ٹائی اور داڑھی صاف؟ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ یہ مسلمان ہیں یا عیسائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب قیامت کے دن حاضری دو گے تو کیا پسند کرتے ہو کہ بابو بن کر کوٹ، ٹائی پتلون، داڑھی مونچھ صاف، اس طرح سے پیش ہو کر کہو گے کہ یارسول اللہ! میں آپ کا اُمتی ہوں۔ ارے کس منہ سے کہو گے! جلدی اصلاح کرلو۔ اور فرمایا کہ کھانے پینے، سونے جاگنے، استنجا کرنے اور ہر کام میں سنت کا خیال رکھو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو سیکھنے اور ان پر عمل کرنے کے لیے ہماری کتاب اسوۂ ''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم'' کا مطالعہ کرو۔ ایک ایک سنت کو اپناؤ۔ اتباعِ سنت کو معمولی نہ سمجھو، اللہ تعالیٰ کا اتباعِ سنت پر وعدہ ہے **یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ** اللہ تعالیٰ تم سے محبت فرمائیں گے۔ عجیب انعام ہے۔ ہماری اتباعِ سنت ناقص ہوگی مگر اللہ تعالیٰ جب محبت فرمائیں گے تو کامل فرمائیں گے کیوں کہ وہ نقص سے پاک ہیں، ان کا کوئی کام ناقص نہیں ہو سکتا۔

دعا مانگنے کا عجیب مضمون

فرمایا کہ جب دعا مانگتے مانگتے تھک جاؤ تو یوں عرض کرو کہ اب آپ بدون مانگے ہم کو سب دے دیجیے کیوں کہ ہم تو تھک گئے اب مانگنے کی طاقت نہیں۔

فائدہ: جامع کہتا ہے کہ یہ مضمون آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

تربیتِ روحانی اور ذکر

فرمایا کہ جسمانی غذا نگلنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ تمام بدن میں غذا

بن کر پہنچ جاتی ہے۔ سفید بالوں کو سفید غذا، کالے بالوں کو کالی غذا، اسی طرح ذکر کرنے کے بعد یہ غذائے روحانی اللہ تعالیٰ کے فضل سے روح کو تربیت دے گی۔ آپ سے کچھ مطلب نہیں، جس طرح غذائے جسمانی کھانے کے بعد آپ سے کچھ مطلب نہیں۔

فرمایا کہ ایک صاحب نے لکھا کہ آپ تو شیخ بن گئے اور مسندِ خلافت پر فائز ہو گئے۔ میں نے ان کو لکھا اور فی البدیہہ یہ شعر موزوں ہو گیا۔

دیکھ کر میرا مذاق خدمت جام و سبو
میکدہ والے مجھے پیرِ مغاں کہنے لگے

نعمتِ الٰہیہ کی قدر

فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس نعمت کے اجزائے کثیرہ سے ہم اپنی حاجت پوری کرتے ہیں اس نعمت کے اجزائے قلیلہ کو ضائع کرتے ہوئے دیکھ کر دل لرز جاتا ہے۔

تکلیف سے نجات کا ایک وظیفہ

ایک صاحب نے کہا کہ میرا تبادلہ بہت تکلیف دہ جگہ پر ہو رہا ہے تو فرمایا ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھیں:

رَبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّ اَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّ اجۡعَلۡ لِّیۡ
مِنۡ لَّدُنۡکَ سُلۡطٰنًا نَّصِیۡرًا[۶۵۸]

حضرت علامہ سیّد سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

فرمایا کہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے جب پہلی ملاقات کی اور اس وقت میں بھی حاضر تھا تو سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ کچھ نصیحت فرمایئے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ جیسے

۶۵۸؎ الاسراء:۸۰

فاضل کو کیا نصیحت کروں، لیکن اپنے بزرگوں سے جو کچھ سنا ہے اسی کا تکرار کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ تمام تصوف کا حاصل اپنے کو مٹا دینا ہے۔ بس سید صاحب پر گریہ طاری ہو گیا۔ میں نے اسی وقت یہ شعر کہا۔

بہت چاہا نہ ظاہر ہو کسی پر رازِ ضبطِ غم
دو آنسو کہہ گئے لیکن شکستِ دل کا افسانہ
(عارفیؔ)

اس کے بعد یہ اشعار سنائے۔

نہ چھوڑا شائبہ تک دل میں احساسِ دو عالم کا
معاذ اللہ محبت کا یہ اندازِ حریفانہ
خبر کیا تھی بنائے گی محبت ایسا دیوانہ
مجھے بننا پڑے گا خود محبت ہی کا افسانہ
(عارفیؔ)

پھر سید صاحب تھانہ بھون گئے۔ تین دن مجلس میں شریک ہوئے۔ تیسرے دن کھڑے ہو کر سہ دری پر ہاتھ رکھ کر رونے لگے۔ فرمایا تمام عمر جس کو علم سمجھا تھا اب معلوم ہوا کہ سب جہل تھا۔ علم تو ان بڑے میاں کے پاس ہے۔ اور سیّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

جانے کس انداز سے تقریر کی
پھر نہ پیدا شبۂ باطل ہوا
آج ہی پایا مزہ قرآن میں
جیسے قرآں آج ہی نازل ہوا

علماء کی تربیت کے لیے عجیب اور مفید مثال

حضرت عارف باللہ نے فرمایا کہ علماء کے علوم کی مثال ایسی ہے جیسے بریانی کے اجزاء سب دیگ میں ہوتے ہیں مگر خوشبودار کھانے کے قابل نہیں۔ دم کی ضرورت

ہے۔ماہر فن آنچ کم کر کے دم دیتا ہے۔ایک منٹ قبل یہ دیگ کالعدم خاموش بے نام ونشان تھی، دم کے بعد ایک ہی منٹ میں خوشبوئے بریانی نے محلہ بھر میں ہلچل مچادی۔ علمائے کے سینوں میں یہ علوم مثل اجزائے بریانی ہیں۔ کسی اہل اللہ کی صحبت سے جب اس کو دم دے دیا جاتا ہے پھر ان کے سینوں سے ایسے علوم و معارف بیان ہوتے ہیں کہ علماء ظاہر محو حیرت ہو جاتے ہیں۔اسی کو حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے ؎

قال را بگذار مردِ حال شو
پیشِ مرد کاملے پامال شو

بینی اندر خود علومِ انبیاء
بے کتاب و بے معید و اوستا

گر تو سنگِ خارہ و مرمر بوی
گر بصاحبِ دل رسی گوہر شوی

تاثیر صحبتِ اہلِ دل

اور فرمایا کہ لوہا پارس پتھر کی خاصیت سے جس طرح سونا بن جاتا ہے اسی طرح اللہ والوں کی صحبت میں منجانب اللہ ایسی خاصیت ہوتی ہے کہ انسان رفتہ رفتہ حقیقی معنوں میں انسان بن جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک بار مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اہل اللہ کی صحبت سے کیا ملتا ہے؟ اس کو کیسے سمجھادوں؟ پھر یہ شعر پڑھا ؎

آہن کہ بپارس آشنا شد
فی الفور بصورت طلا شد

لوہا جب پارس پتھر سے متصل ہوتا ہے فوراً سونا بن جاتا ہے۔اب یہ بات کیسے سمجھادوں کہ لوہا سونا کیوں بن جاتا ہے اور کیسے بن جاتا ہے؟ لوہے کو چاہیے کہ بیٹھ کر تجربہ کرلے۔

پھر حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آگ کے متعلق پانچ سو

صفحات پر لکھی ہوئی کتاب پڑھ ڈالیے، گرمی نہیں ملے گی، لیکن انگیٹھی کے پاس بیٹھ جایئے تو آگ کی گرمی بھی ملے گی اور آگ کی کتاب بھی سمجھ میں آجائے گی۔

دولتِ عشق

فرمایا کہ دولتِ عشق ہر ایک کو عطا نہیں فرماتے، اور یہ شعر پڑھا ؎

سرمد غمِ عشق بوالہوس را نہ دہند
سوزِ غمِ پروانہ مگس را نہ دہند

اے سرمد! اللہ تعالیٰ اپنی محبت کا غم اہلِ ہوس حریصِ دنیا کو نہیں عطا فرماتے اور پروانے کا سوزِ غم مکھیوں کو نہیں عطا فرماتے۔

اور فرمایا کہ حکیم الامت فرمایا کرتے تھے کہ راہِ عشق سے سلوک طے کرنا آسان ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس شعر میں فرمایا گیا ہے ؎

صنمارہ قلندر سزوار بمن نمائی
کہ دراز و دور دیدم رہ و رسم پارسائی

اے محبوب مرشد! مجھے اللہ تعالیٰ کی محبت کا راستہ دکھایئے کہ یہ راستہ مجھے بہت محبوب ہے، اور خشک راستہ بدون محبت کے بہت دراز معلوم ہوتا ہے۔

پھر فرمایا: لیکن راہِ عشق سے یہ مراد نہیں ہے کہ ہم راہِ شریعت سے بے پروا ہو جائیں، بلکہ عشق سے راہِ شریعت پر چلنا آسان ہو جائے گا، بدون عشق شریعت پر چلنا مشکل ہوتا ہے۔

حاصلِ تصوف

فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ سلوک اور تصوف کا حاصل صرف یہ ہے کہ طاعت کے وقت ہمت کر کے طاعت کو بجالائے اور معصیت کے تقاضے کے وقت ہمت کر کے معصیت سے رُک جائے، اس سے تعلق مع اللہ پیدا ہوتا ہے، محفوظ رہتا ہے، ترقی کرتا ہے۔

دورِ حاضر کی ترقی کا مفہوم

فرمایا کہ دورِ حاضر کی ترقی یہ ہے: ایجادات اور اسبابِ تعیش کی فراوانی اور اخلاق سور و کتوں سے بُرے، حسد، بغض، کینہ، جہازوں کا اغوا، آدمیوں کا اغوا، ڈاکہ، چوری، ہر اشتہار اور ہر سائن بورڈ پر عورت کی تصویر، عورتوں کا پیٹ کھلا، بازو کھلے، اس بے حیائی اور بے شرمی کا نام ترقی و تہذیب ہے۔ نوجوان لڑکے لڑکی کا مخلوط تعلیم حاصل کرنا۔ حد ہے اس بے حیائی کی۔

کثرتِ مصافحہ سے عجب کا علاج

حضرت عارف باللہ نے فرمایا کہ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک بار لوگوں کے مصافحہ کی کثرت سے نفس میں عجب کے آثار محسوس ہوئے تو میں نے مصافحہ کی یہ نیت نفس کی اصلاح کے لیے کی کہ یااللہ! میں ان لوگوں سے اس لیے مصافحہ کرتا ہوں کہ شاید آپ کے کسی نیک بندے کے ہاتھ میں میرا ہاتھ آجائے اور وہ سبب میری نجات اور مغفرت کا بن جائے۔

ایک عبرتناک واقعہ

فرمایا کہ نواب مولوی محسن الملک علی گڑھ کالج کے سیکریٹری تھے۔ کالج کو یونیورسٹی بنانے کی منظوری کے لیے لارڈ کرزن وائسرائے کے محل میں گئے۔ ساتھ دو بیرسٹر لے گئے۔ مغرب کا وقت ہوا۔ تنہا وائسرائے لاؤنج میں نماز پڑھی۔ ان بیرسٹروں نے وائسرائے سے کہا: حضور! یہ مولوی صاحب دقیانوسی آدمی ہیں، آدابِ شاہی سے واقف نہیں، ہم لوگ شرمندہ اور معافی کے خواستگار ہیں کہ انہوں نے یہاں نماز شروع کردی۔ وائسرائے سگریٹ پیتا رہا اور خاموش رہا۔ جب محسن الملک صاحب نماز پڑھ کر آئے تو وائسرائے کھڑا ہوگیا اور مولوی صاحب کو کرسی پر بٹھا کر پھر خود بیٹھا اور کہا کہ مولوی صاحب! آپ سے دل بہت خوش ہوا۔ وائسرائے لاؤنج کی تاریخ

میں پہلی مرتبہ خدا کا نام لیا گیا۔ یہ بیرسٹر مسلمان ہیں یا منافق ہیں اگر آپ کی خاطر ملحوظ نہ ہوتی تو ان کو کان پکڑ کر نکال دیتا جو خدا کی عبادت سے معافی طلب کر رہے ہیں ہم کو خوش کرنے کے لیے۔

تلافی مافات

فرمایا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ اور اَسۡتَغۡفِرُ اللہَ سے شیطان کی کمر ٹوٹ جاتی ہے کیوں کہ شیطان نے ایمان کو نقصان پہنچایا اس کی تلافی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ سے ہوگئی۔ پھر اس نے اعمال کو نقصان پہنچایا اس کی تلافی اَسۡتَغۡفِرُ اللہ سے ہوگئی۔

تعمیرِ باطن کی اہمیت

مولانا محمد رفیع صاحب مہتمم دارالعلوم کراچی نے ایک دفعہ دعا کی درخواست کی کہ تحفیظ القرآن کی چھت پڑنی ہے۔ فرمایا دعا کرتا ہوں، لیکن اس تعمیر کی تکمیل تو دوسرے بھی کرسکتے ہیں مگر تعمیرِ باطنی کی تکمیل کا اہتمام ضروری ہے کیوں کہ اس کام کو دوسرا نہیں کرسکتا۔

استغراق اور اختیار

فرمایا کہ ایک صاحب نے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ میرے لیے استغراقِ دائمی کی دعا کردیجیے۔ حضرت نے تحریر فرمایا کہ میں تو اس سے حفاظت چاہتا ہوں کیوں کہ استغراق میں مجبور ہوجاؤں گا اور مختار نہ رہوں گا اور اختیار سے ایک بار سبحان اللہ کہنا استغراق اور غلبۂ حضوری بے اختیاری والی سے بہتر سمجھتا ہوں۔

بعض مشہور مصرعہ کا تکملہ

فرمایا کہ بعض وقت ایک مصرع مشہور ہوجاتا ہے اور دوسرا مشہور نہیں ہوتا۔ جیسے کہ۔

مے خانہ کا محروم بھی محروم نہیں ہے

اس کا پہلا مصرعہ یہ ہے۔

مستی کے لیے بوئے مئے تند ہے کافی

اسی طرح یہ مصرعہ بہت مشہور ہے۔

در کارِ خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست

اس کا پہلا مصرعہ یہ ہے۔

آں دم کہ دل بعشق دہی خوش دمے بود

حقِ عظمت اور حقِ محبت

فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ فرائض و واجبات حقِ عظمتِ الٰہیہ ہیں اور مستحبات حقِ محبتِ الٰہیہ ہیں۔ یہ سن کر ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن نے فرمایا کہ مستحبات کا مادّہ بھی محبت ہے اور بابِ استفعال طلب کے لیے ہوتا ہے۔

فرمایا کہ اللہ کا راستہ جان کی بازی لگانے کا ہے۔ میرا شعر ہے۔

جائز نہیں اندیشۂ جاں عشق میں اے دل
ہشیار کہ یہ مسلکِ تسلیم و رضا ہے

(عارفؔ)

بزرگوں سے تعلق

فرمایا کہ حضرت تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہمیشہ اپنے بڑوں سے وابستہ رہے اور اپنے کو کبھی مستقل بالذات نہ سمجھے، جو اپنے کو مستقل بالذات سمجھتا ہے وہ مستقل بدذات ہو جاتا ہے۔

فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے تین کتابیں درسیات کے علاوہ پڑھی ہیں: حاجی امداد اللہ صاحب، مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہم اللہ۔

جملہ پریشانیوں کا عجیب حکیمانہ علاج

فرمایا کہ میں نے جونپور سے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا کہ بیمار ہوں، مقروض ہوں۔ تمام خط پریشانیوں سے بھرا تھا۔ اس خط کا جواب مشفق سے مشفق معالج یہی لکھتا کہ صدمہ ہوا، دل سے دعا کرتا ہوں، یہ وظیفہ پڑھ لیا کرو، مگر ہمارے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا جواب لکھا کہ سبحان اللہ! رُخ بدل دیا۔ حضرت نے لکھا کہ حالاتِ موجودہ میں بدون استحقاق جو نعمتیں آپ کو حاصل ہیں آپ نے اس خط میں ان کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ اگر وہ بھی سلب ہو جائیں تو کس قدر مصائب کا سامنا ہو! اس جواب نے میرا رُخ بدل دیا، تمام پریشانیاں سکون سے تبدیل ہو گئیں۔

فرمایا کہ ہر نعمت پر شکر کی عادت ڈالیے، اس پر ترقیٔ نعمت کا وعدہ ہے اور معاصی سے بھی حفاظت رہے گی۔ شکر کی چار صورتیں ہیں:

۱) احساسِ شکر یعنی دل میں یہ خیال کرنا کہ بدون استحقاق عطا ہوا ہے۔ یہ احساسِ شکر ہے۔

۲) زبان سے اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ کہنا۔

۳) نعمت کا استعمال صحیح ہو مثلاً بینائی کو اچھے کاموں میں لگائے، کسی کو حسد کی نظر سے، حقارت کی نظر سے، شہوت کی نظر سے اگر دیکھا تو یہ ناشکری ہو گی کیوں کہ استعمال غلط ہے۔

۴) نعمت جس واسطہ سے حاصل ہو اس کا بھی شکر ادا کرنا اور زبان سے جزاک اللہ کہنا۔

جو شخص شکر کے یہ چار اعمال کرے گا معاصی سے بھی محفوظ رہے گا۔

تکرارِ نصائح کا اِفادہ

فرمایا کہ اللہ والوں کے نصائح کا اگر تکرار ہو تو یہ تکرار بھی نافع ہے۔ تکرارِ نصائح سے گھبرانا یا تکرار علومِ نافعہ سے متوحش ہونا اس کی فطرت کا نقص ہے، اس کا

قلب سقیم ہے، اس کو علاج کرانا چاہیے کیوں کہ خالقِ فطرت انسانیت نے اپنے کلام کو تکرارِ آیات کے ساتھ نازل فرمایا ہے، پس فطرتِ انسانیت کے لیے پند و نصائح کا بار بار ہونے کا نافع ہونا ظاہر ہے۔

طرزِ اصلاح کے متعلق ضروری تنبیہ

فرمایا کہ اشرف السوانح حصۂ دوم میں حضرت والا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس طریق اصلاح بطرزِ سیاست کے متعلق ایک ضروری تنبیہ منقول ہے وہ یہ کہ ہر شخص اس طرز کے اختیار کا ہرگز اہل نہیں لہٰذا عام مصلحین اس کے اختیار کرنے کی ہرگز جرأت نہ کریں ورنہ کورانہ تقلید کرکے اپنا اور طالبینِ اصلاح کا بھی ناس کریں گے۔

مشائخ بھی اپنی اصلاح سے مستثنٰی نہیں

فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شیخ صاحبِ نظر صحیح ہو وہ بھی اپنے واسطے کسی شیخ کو تجویز کرے، اپنے احوالِ خاصّہ میں اس کی رائے پر عمل کیا کرے، اپنی رائے سے عمل نہ کرے کیوں کہ اپنی رائے میں ایک پہلو پر نظر ہوتی ہے اور دوسرے کی ہر پہلو پر نظر رہتی ہے، اگر کسی کو دوسرا شیخ نہ ملے تو وہ اپنے چھوٹوں ہی سے مشورہ کرلیا کرے، جب مشائخ کے لیے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ بھی اپنا بڑا کسی کو بنالیں تو غیر مشائخ کے لیے تو بہت ہی زیادہ ضرورت ہے۔

صحبتِ اہل اللہ اس زمانے میں فرضِ عین ہے

فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اس زمانے میں اہل اللہ کی صحبت کو میں فرضِ عین کہتا ہوں اور فتویٰ دیتا ہوں کہ اس زمانے میں اہل اللہ اور خاصانِ حق کی صحبت اور ان سے تعلق رکھنے کے فرضِ عین ہونے میں کسی کو کیا شبہ ہوسکتا ہے؟ اور تجربہ سے معلوم ہوا کہ آج کل ایمان کی سلامتی کا ذریعہ صرف اہل اللہ کی صحبت ہے۔ اس تعلق کے بعد بفضلہٖ تعالیٰ کسی جادو کا اثر نہیں ہوتا۔

یہ چند باتیں احقر نے حضرت کی زبان مبارک سے جو سنی تھیں اُمتِ مسلمہ کے لیے مفید سمجھ کر ضبط کر دیں۔

حضرت کی رحلت سے ہم سب خدّام کے قلوب میں لوڈشیڈنگ کی طرح اچانک نور کی کمی محسوس ہوئی۔ اہل اللہ کے انتقال سے شعوری اور غیر شعوری طور پر ہر خاص و عام کا قلب متأثر ہوتا ہے۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے احقر کا تعلق ۱۹۵۰ء سے تھا۔ حضرت جونپور سے پھولپور تشریف لایا کرتے تھے اور اپنے اشعار عارفانہ حضرت شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو بہت کیف سے سنایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات کو ساعۃً فساعۃً متزائداً امتبار کاً متصاعداً ابلند فرمائیں اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔

تمام زندگی حضرت کی سراپا اس سوال کا جواب تھی کہ اہل اللہ کی صحبت سے کیا ملتا ہے؟ حضرت کے خلفاء کی خاصی تعداد ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مجالسِ ارشاد سے مخلوق کو استفادہ کی توفیق بخشیں اور شرفِ قبول عطا فرمائیں۔

جنازہ میں تقریباً تمام اکابر علماء اور طلباء اور صلحاء نیز عمائد شہر، بادشاہ سے لے کر فقیر تک تقریباً ہر طبقہ کا آدمی شریک تھا۔ حضرت عارف باللہ بزبانِ حال یہ شعر پڑھتے ہوئے منزلِ آخرت کی طرف عازمِ سفر ہوئے ؎

شکریہ اے قبر تک پہنچانے والو شکریہ
اب اکیلے ہی چلے جائیں گے اس منزل سے ہم

حضرت شاہ مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ انتقال سے قبل اپنے پسماندگان کی تسلی کے لیے اپنے روزنامچہ میں یہ شعر تحریر فرماگئے تھے ؎

لوگ کہتے ہیں کہ مظہر مر گیا
اور مظہر در حقیقت گھر گیا

حضرت خواجہ صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قطعہ بھی ایسے موقع پر یاد آتا ہے جو

نہایت باعثِ عبرت ہے۔

یہ عالم عیش و عشرت کا یہ دنیا کیف و مستی کی
بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی

جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی
بس اتنی سی حقیقت ہے فریبِ خواب ہستی کی

کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ بن جائے

اور اسی حقیقت کے ترجمان حضرت کے یہ دو شعر ہیں۔

عارفی زندگی افسانہ در افسانہ ہے
صرف افسانوں کے عنوان بدل جاتے ہیں

ہم دیکھتے ہی رہ گئے نیرنگِ صبح و شام
عمر فسانہ ساز گزرتی چلی گئی

حضرت عارف باللہ کی حسب ذیل تصانیف اُمت کے لیے باعثِ ہدایت اور حضرت کے لیے ان شاء اللہ تعالیٰ صدقۂ جاریہ ہیں: ۱) اسوۂ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۲) آثر حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ ۳) بصائر حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ ۴) معارف حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ ۵) معمولاتِ یومیہ ۶) احکامِ میت۔ اللہ تعالیٰ خلق کو ان کتب سے استفادہ کی توفیق بخشیں۔ یہ تمام کتابیں دراصل حضرت حکیم الامت کی تمام تر تعلیمات کا خلاصہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ احقر کے اس مقالہ کو شرفِ قبول بخشیں۔

العارض

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

۲۳؍ رجب المرجب ۱۴۰۶ھ، گلشن اقبال، کراچی

خبردار! آنے والا وقت قریب آرہا ہے

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ[۶۵۹]

ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔

ہر انسان اپنی مدتِ معینہ تک زندہ رہنے کے بعد بالآخر مرے گا، یہ نظامِ فطرت ہے اور ہر قوم اس پر متفق ہے۔ ہم روزبروز اپنی موت کے قریب آتے جارہے ہیں۔ آج کا دن بھی جو گزرا وہ ہماری زندگی سے کم ہوگیا اور ہم ایک دن اور موت کے قریب پہنچ گئے۔ اسی طرح جب ایک ایک دن اپنی زندگی کا پورا ہوجائے گا تو موت آجائے گی اور ہم قبروں میں پہنچ جائیں گے۔ قبر حیاتِ انسانی کے بعد موت کی پہلی سخت ترین منزل ہے۔ وہ برابر نوعِ انسانی کا انتظار کررہی ہے۔ چناں چہ جب مردہ قبر میں دفنایا جاتا ہے تو قبر اس کے کفن کو پھاڑ دیتی ہے، خون چوس لیتی ہے، گوشت کو کھالیتی ہے، بدن کے ٹکڑے کردیتی ہے اور آدمی کے جوڑ جوڑ کو الگ کردیتی ہے۔

دنیا کا قیام بہت تھوڑا ہے لیکن اس کا دھوکا بہت ہی زیادہ ہے۔ اس کا زندہ بہت ہی جلد مرجائے گا۔ دنیا کا تمہاری طرف متوجہ ہونا دھوکے میں نہ ڈال دے۔ تم دیکھتے ہو کہ یہ کتنی جلدی منہ پھیر لیتی ہے۔ ناسمجھ وہ ہے جو اس کے دھوکے میں پھنس جائے۔ کہاں گئے وہ لوگ جنہوں نے بڑے بڑے شہر آباد کیے۔ بڑی بڑی نہریں نکالیں اور باغات بنائے اور بہت تھوڑے دن رہ کر سب کچھ چھوڑ کر چلے گئے۔ وہ اپنی صحت اور تندرستی سے دھوکے میں پڑگئے۔ صحت کے بہتر ہونے سے ان کے اندر نشاط پیدا ہوگیا اور وہ گناہوں میں مبتلا ہوگئے۔ اس سے بڑا بدنصیب کون ہوگا جس کے ہاتھوں میں سب کچھ ہو مگر دل میں کچھ نہیں، جو دنیا کو سب کچھ دے جائے اور ساتھ کچھ نہ لے جائے، جو انسانوں کے درمیان خوش حال رہا ہو مگر جب خدا کے حضور میں حاضر ہو تو اس کو بھوکے ننگے بھکاریوں کی صف میں کھڑا کردیا جائے۔

---

۶۵۹ اٰل عمرٰن: ۱۸۵

خدا کی قسم! وہ لوگ مال کی کثرت کی وجہ سے قابلِ رشک تھے۔ ہزاروں رکاوٹوں کے باوجود وہ خوب مال کماتے تھے اور جمع کرتے تھے اور اس مال کو جمع کرنے میں ہر قسم کی تکالیف کو خوشی سے برداشت کرتے تھے لیکن اب دیکھو کہ مٹی نے ان کے جسموں کا کیا حال کر دیا۔ کیڑوں نے ان کے جوڑوں اور ہڈیوں کا کیا حال بنادیا؟ وہ لوگ اونچی اونچی مسہریوں اور نرم نرم گدوں پر خادموں کے درمیان آرام کرتے تھے۔ عزیز واقارب، رشتہ دار اور پڑوسی ہر وقت دلداری کو رہتے تھے، لیکن اب کیا ہورہا ہے؟ آواز دے کر ان سے پوچھو کہ کیا گزر رہی ہے؟ غریب امیر سب ایک میدان میں پڑے ہوئے ہیں۔ مال داروں کو ان کے مال نے کیا دیا؟ غریبوں کو ان کی غریبی نے کیا نقصان پہنچایا؟ ان کی زبان جو بہت چہکتی تھی اس کا حال پوچھ! ان کی روشن آنکھیں جو ہر طرف دیکھتی تھیں کیا ہوئیں؟ ان کے خوبصورت چہرے کا حال پوچھ کیا ہوا؟ ان کی نرم کھال والے جسم کہاں چلے گئے۔ کیڑوں نے ان کا کیا حشر بنادیا؟

آہ! کہاں گئے ان کے وہ خُدّام (نوکر چاکر) جو ہر وقت حاضر رہتے تھے؟ کہاں ہیں ان کے وہ خیمے اور کمرے؟ کہاں ہیں ان کے وہ مال اور خزانے جن کو جمع کر کے رکھتے تھے؟ ان کی شان وشوکت نے قبر میں جاتے وقت کوئی توشہ بھی نہ دیا۔ ان کی قبر میں کوئی بستر اور تکیہ بھی نہ بچھادیا۔ قبر پر سایہ کے لیے کوئی درخت اور پھلواری بھی نہ لگادی۔

آہ! اب وہ بالکل اکیلے اور اندھیرے میں پڑے ہیں، اب ان کے لیے رات دن برابر ہیں، نہ کسی سے مل سکتے ہیں نہ کسی کو اپنے پاس بلاسکتے ہیں۔ کتنے نازک بدن مرد اور عورتیں تھیں۔ آج ان کے بدن سڑ گئے، اعضا ایک دوسرے سے جُدا ہوگئے۔ آنکھیں نکل کر گر پڑیں۔ منہ میں پانی پیپ اور لہو بھرا ہوا ہے۔ سارے بدن میں کیڑے رینگ رہے ہیں۔ ادھر یہ اس حال میں پڑے ہیں اور ان کے وارثان مزے اُڑا رہے ہیں۔ بیٹوں نے مکان اور جائیداد پر قبضہ کرلیا اور وارثوں نے مال تقسیم کیا۔

ہاں! مگر بعض خوش نصیب ایسے بھی ہیں جنھوں نے اس دھوکے کے گھر یعنی دنیا میں قبر کو یاد رکھا اور اپنے لیے توشہ جمع کیا اور اپنے پہنچنے سے پہلے اپنا سامان بھیج دیا۔ وہ اپنی قبر میں مزے اُڑا رہے ہیں۔ تروتازہ چہروں کے ساتھ راحت و آرام کے ساتھ۔

زندگی کی جس رگ وپے میں دنیا پرستی رچی ہوئی ہو، بسی ہوئی ہو کیا اس سے اس بات کی توقع کی جاسکتی ہے کہ بستر جان کنی پر ہونٹ سے نکلے ہوئے آخری الفاظ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کی گواہی دے رہے ہوں گے؟

اے وہ شخص جو کل قبر میں جائے گا تجھے آخر کس چیز نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے؟ کیا تجھے یہ اُمید ہے کہ یہ کمبخت دنیا تیرے ساتھ رہے گی۔ تیرے یہ وسیع مکان اور باغ، تیرے یہ نرم بستر اور گرمی سردی کے کپڑے تیرے ساتھ جائیں گے۔ یاد رکھ! جب ملک الموت آکر مسلط ہو جائے گا کوئی چیز اس کو ٹال نہ سکے گی۔ افسوس صد افسوس! اے وہ شخص جو آج اپنے مرنے والے باپ، بھائی اور بیٹے کے کفن کا انتظام کر رہا ہے کل کو تجھے یہ سب کچھ پیش آنا ہے۔

مال و اولاد تری قبر میں جانے کو نہیں
تجھ کو دوزخ کی مصیبت سے چھڑانے کو نہیں
جز عمل قبر میں کوئی بھی تیرا یار نہیں
کیا قیامت ہے کہ تو اس سے خبردار نہیں

یوں تو دنیا دیکھنے میں فتنہ ساماں تھی مگر
قبر میں جاتے ہی دنیا کی حقیقت کھل گئی

ہو رہی ہے عمر مثل برف کم
چپکے چپکے رفتہ رفتہ دم بدم
سانس ہے اک رہرو ملک عدم
دفعتاً اک روز یہ جائے گا تھم

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

دنیا کیا ہے؟

دنیا کی فنائیت اور بے ثباتی کا فسانہ اور اردو اشعار عارفانہ کا تازیانہ

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبد الحی صاحب عارفی رحمۃ اللہ علیہ

تحریر: احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

عارفی زندگی افسانہ در افسانہ ہے
صرف افسانوں کے عنوان بدل جاتے ہیں
ہم دیکھتے ہی رہ گئے نیرنگِ صبح و شام
عمرِ فسانہ ساز گزرتی چلی گئی

حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی دامت برکاتہم

گیا میں بھول گلستاں کے سارے افسانے
دیا پیام کچھ ایسا سکوتِ صحرا نے

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

ہو رہی ہے عمر مثلِ برف کم
چپکے چپکے رفتہ رفتہ دم بدم

رنگ رلیوں پہ زمانے کی نہ جانا اے دل
یہ خزاں ہے جو باندازِ بہار آئی ہے

یہ عالم عیش و عشرت کا یہ دنیا کیف و مستی کی
بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں در اصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی
بس اتنی سی حقیقت ہے فریبِ خوابِ ہستی کی

کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ بن جائے

کسی کو رات دن سرگرم فریاد و فغاں پایا
کسی کو فکرِ گوناگوں ہر دم سرگرداں پایا
کسی کو ہم نے آسودہ زیر آسماں پایا
بس اک مجذوب کو اس غم کدہ میں شادماں پایا
غموں سے بچنا ہو تو آپ کا دیوانہ بن جائے

نظیر اکبر آبادیؔ

کئی بار ہم نے یہ دیکھا کہ جن کا
مُشکّیں بدن تھا معطر کفن تھا
جو قبر کہن اُن کی اُکھڑی تو دیکھا
نہ عضوِ بدن تھا نہ تارِ کفن تھا

اکبر الٰہ آبادیؔ

قضا کے سامنے بے کار ہوتے ہیں حواس اکبرؔ
کھلی ہوتی ہیں گو آنکھیں مگر بینا نہیں ہوتیں

احقر کے اشعارؔ

یوں تو دنیا دیکھنے میں کس قدر خوش رنگ تھی
قبر میں جاتے ہی دنیا کی حقیقت کھل گئی

یہ چمن صحرا بھی ہوگا یہ خبر بلبل کو دو
تاکہ اپنی زندگی کو سوچ کر قرباں کرے

ان کے عارض کو لغت میں دیکھو
کہیں مطلب نہ عارضی نکلے

دھوکا نہ دے مجھے کہیں دنیائے بے ثبات
آئی خزاں ہے رنگِ بہاراں لیے ہوئے

آکر قضا باہوش کو بے ہوش کرگئی
ہنگامۂ حیات کو خاموش کرگئی

چند عبرتناک اشعار (مگر صاحبِ کلام کے نام یاد نہیں)۔

جو چمن میں گزرے تو اے صبا یہ کہنا بلبلِ زار سے
کہ خزاں کے دن بھی ہیں سامنے نہ لگانا دل کو بہار سے

افسردگیٔ گل پہ ہنسی جب کوئی کلی
آواز دی خزاں نے کہ تو بھی نظر میں ہے

دبا کے چل دیے سب قبر میں دعا نہ سلام
ذرا سی دیر میں کیا ہوگیا زمانے کو

مال و اولاد تیری قبر میں جانے کو نہیں
تجھ کو دوزخ کی مصیبت سے چھڑانے کو نہیں
جز عمل گور میں کوئی بھی ترا یار نہیں
کیا قیامت ہے کہ تو اس سے خبردار نہیں

رہ کے دنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت
موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے
جو بشر آتا ہے دنیا میں یہ کہتی ہے قضا
میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے

آئے تھے کس کام کو کیا کر چلے
تہمتیں چند اپنے سر پر دھر چلے
واں سے پرچہ بھی نہ لائے ساتھ میں
یاں سے سمجھانے کو لے دفتر چلے

آخرت کی فکر کرنی ہے ضرور
جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور
زندگی اک دن گزرنی ہے ضرور
قبر میں میت اُترنی ہے ضرور

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

آنے والی کس سے ٹالی جائے گی
جان ٹھہری جانے والی جائے گی
روح رَگ رَگ سے نکالی جائے گی
تجھ پہ اک دن خاک ڈالی جائے گی

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

درسِ مثنوی حضرت جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ

شعر (۱)

سوئے آہوئے بصیدی تافتی
خویش را در صید خوکے یافتی

اے سالک! تو کبھی ہرن کے شکار کے لیے دوڑا اور تو تکبر اور ناز میں تھا کہ آج میں ہرن کا شکار کروں گا لیکن اچانک ہرن کے شکاری کو ایک جنگلی سور جھاڑی سے نکل کر اپنے منہ میں دبا کر اپنے نوکیلے دانتوں سے چبانے لگتا ہے۔ اس کا سارا ناز دھرا رہ جاتا ہے اور حیران رہ جاتا ہے کہ یہ کیا ہوا۔

یعنی جو سالک نسبت مع اللہ اور حصولِ دولت تعلق مع اللہ کے لیے شیخ سے وابستہ ہو کر ذکر و عبادت میں مشغول ہوتا ہے، کبھی نفس و شیطان اس کو جنگلی سور کی طرح صورت پرستی کے عذاب میں مبتلا کر دیتے ہیں یعنی کسی عورت یا نوجوان مرد کی محبت میں مبتلا ہو کر انتہائی ذلت اور پستی کے ساتھ پیشاب اور پاخانہ کے مقام پر اپنی زندگی کے ایام ولیالی (دن ورات) ضایع کر کے خَسِرَ الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃَ کا مصداق بن جاتا ہے، لیکن توبہ کی سواری پر بیٹھ کر یہ شخص پھر پستی سے بلندی کی طرف اُڑ سکتا ہے۔

فلنعم ما قال الرومیؒ رحمہ اللہ ؎

مرکب توبہ عجائب مرکب است
تا فلک تازد بیک لحظہ زپست

توبہ کی سواری عجیب بابرکت سواری ہے جو گناہ گار کو آنِ واحد میں گناہ کی ذلت کے غار سے نکال کر حق تعالیٰ کی بارگاہِ قرب میں پہنچا دیتی ہے۔ اور گناہ گار کی آہ و زاری و اشکِ ندامت اللہ تعالیٰ کے یہاں نہایت محبوب ہے۔ گناہ گاروں کے آہ و نالہ سے دریائے رحمت میں اس طرح جوش آتا ہے کہ دم میں کافر صد سالہ فخر اولیاء ہو جاتا ہے ؎

جوش میں آئے جو دریا رحم کا
گبر صد سالہ ہو فخر اولیاء

حدیثِ قدسی: علامہ آلوسی السید محمود مفتی بغداد اپنی تفسیر روح المعانی پارہ نمبر ۳۰ سورۂ اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ کی تفسیر میں حدیثِ قدسی نقل کرتے ہیں:

لَأَنِيْنُ الْمُذْنِبِيْنَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسَبِّحِيْنَ[۶۶۰]

حدیثِ قدسی میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ گناہ گاروں کا رونا مجھے تسبیح پڑھنے والوں کی بلند آوازوں سے زیادہ محبوب ہے۔ شاعر جلیل اسی کو کہتا ہے ؎

اے جلیل اشک گناہ گار کے ایک قطرے کو
ہے فضیلت تری تسبیح کے سو دانوں پر

شعر (۲)

تیر سوئے راست پرّانیدہ
سوئے چپ رفتہ است تیرت دیدہ

اے شخص! تونے تیر کو داہنی طرف چلایا مگر تونے دیکھا کہ تیرا تیر بائیں طرف اُڑا جارہا ہے۔ یعنی اے سالک! تجھے اپنی تدبیر پر ناز نہ کرنا چاہیے۔ تدبیر کا مفید نتیجہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے لہٰذا تیر چلانے سے پہلے دعا کرنی چاہیے کہ میرا تیر میری منزل تک پہنچا دیجیے یعنی میری تدبیر کو صحیح منزل تک رسائی نصیب فرمائیے۔ عجب اور کبر کی نحوست سے جب اللہ تعالیٰ کی رحمت اور نصرت ہٹ جاتی ہے تو تدبیر کا اثر اُلٹا ہوجاتا ہے ؎

از قضا سر کنگبیں صفرا فزود
روغنِ بادام خشکی می نمود

سکن جبیں جو باعتبار تدبیر کے قاطعِ صفراء ہے قضائے حق سے باعتبار انجام زیادتی صفراء کا سبب بن جاتی ہے۔

---

۶۶۰ کشف الخفاء ومزیل الالباس: ۲۹۸، رقم (۸۰۵)، فی باب حرف الھمزۃ مع النون / روح المعانی: ۱۹۶/۳۰، القدر (۴)، دار احیاء التراث، بیروت

شعر (۳)

گہہ نماید روضہ قعر چاہ را
گہہ چو کابوسے نماید ماہ را

خود بینی اور تکبر کی نحوست سے قلب کی بصیرت میں فساد آجاتا ہے جس کی وجہ سے بصارت فاسد ہو جاتی ہے اور حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھنے لگتا ہے۔ اہل اللہ اور مقبولانِ بارگاہ کے چہرۂ انور بدبختوں کو منحوس اور بُرے نظر آتے ہیں اور اہل باطل کے چہرے ان کو محبوب اور منور معلوم ہوتے ہیں۔ اس ابتلا کا سبب اس کے باطن کا کبر اور اعراض ہوتا ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا قہر انبیاء اور اولیاء کے چاند کے جیسے چہروں کو کابوس (ڈراؤنی شکل) دکھاتا ہے اور کنویں کی تاریکی کو خوشنما باغ دکھاتا ہے ۔

اشقیاء را دیدۂ بینا نبود
نیک و بد در دیدہ شاں یکساں نمود

بدبخت لوگوں کی چشمِ بصیرت خراب تھی اور ظاہری بصارت باطنی بصارت کے تابع ہے۔ پس فسادِ باطن اور فسادِ قلب کے سبب ان کی آنکھوں میں نیک و بد کی پہچان نہ تھی اور بُروں کو نیک اور نیکوں کو بُرا سمجھنے لگے ۔

ہمسری با انبیاء بر داشتند
اولیاء را ہمچو خود پنداشتند

اپنی شقاوت اور کورِ باطنی اور قلبی فساد یعنی عجب و تکبر کے سبب انبیاء علیہم السلام کی برابری کرنے لگے اور اولیاء اللہ کو حقارت کی نظر سے دیکھا اور ان کو اپنی طرح قیاس کیا۔

جیسا کہ حکایت ہے کہ ایک حبشی نے جنگل میں ایک آئینہ کسی مسافر کا گرا ہوا دیکھا اور اس کے اندر اپنی کالی صورت لانبے لانبے دانت اور موٹے موٹے ہونٹوں کو دیکھ کر آئینہ کو گالی دے کر کہا کہ کمبخت، بد صورت، منحوس ایسی بد شکل تیری ہے۔ جبھی تو جنگل کے ویرانے میں کسی نے پھینک دیا ہے۔ اگر حسین ہوتا تو گھروں میں لوگ تجھ کو آراستہ کر کے رکھتے۔ اس ظالم کو خبر نہ تھی کہ اس آئینہ میں خرابی نہ تھی بلکہ یہ

ہماری ہی صورت کا عکس ہے۔ چناں چہ ابوجہل کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا چہرۂ مبارک نہایت بُرا نظر آتا تھا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر مجھ کو آفتاب چلتا ہوا نظر آتا ہے۔

شعر (۴)

چوں مُقلّب بود حق اَبْصَار را
او بگرداند دل و افکار را

اللہ تعالیٰ کی ذات مقلِّب الابصار بھی ہے اور مقلبِ قلوب و افکار بھی ہے لہٰذا کثرت سے یہ دعا مانگنی چاہیے:

اَللّٰھُمَّ أَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ وَأَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ[۶۶۱]

اے اللہ! ہم کو حق کو حق دکھا اور باطل کو باطل دکھا اور حق کے اتباع کی اور باطل سے بچنے کی توفیق نصیب فرما۔

شعر (۵)

از شراب قہر چوں مستی دہی
نیستہا را صورت ہستی دہی

اے خدا! جب آپ کسی پر اس کی کسی شامت عمل کے سبب عذاب نازل فرمانا چاہتے ہیں تو فانی صورتیں اس کو نہایت مہتم بالشان معلوم ہوتی ہیں اور ایسے شخص کی مٹی مٹی کی صورتوں پر مٹی ہو جاتی ہے اور فانی اجسام قبروں میں بے نام و نشاں ہو کر عاشقوں کے لیے باعثِ حسرت و ندامت اور ضیاع سرمایۂ زندگانی بن جاتے ہیں۔ احقر کا ایک شعر ہے ؎

کسی خاکی پہ مت کر خاک اپنی زندگانی کو
جوانی کر فدا اُس پر کہ جس نے دی جوانی کو

۶۶۱؎ التفسیر لابن کثیر: ۱/۲۸۱/ المغنی عن حمل الاسفار للعراقی: ۲/۳۶۶

شعر (۶)

گر ز صورت بگزری اے دوستاں
گلستان است گلستان است گلستاں

اے سالکینِ کرام! اگر صورت پرستی کے عذاب سے تم نجات پا جاؤ تو تمہاری روح کے سامنے ہر وقت اللہ تعالیٰ کے قرب کا باغ ہی باغ نظر آئے گا۔

شعر (۷)

الغیاث از ابتلایت الغیاث
شد ذکور از ابتلایت چوں اناث

اے خدا! میں فریاد کرتا ہوں۔ اپنی رحمت سے میرا امتحان نہ لیجیے۔ آپ کے امتحان سے پناہ چاہتا ہوں۔ بڑے بڑے مرد جب آپ کے امتحان میں مبتلا ہوئے تو مؤنث ہوئے یعنی فیل ہو گئے۔

شعر (۸)

یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ اھْدِنَا
لَا افْتِخَارَ بِالْعُلُوْمِ وَالْغِنَا

اے فریاد کرنے والوں کی فریاد کو پہنچنے والے! مجھ کو اپنے علوم پر کوئی فخر نہیں اور آپ کی رحمت سے بوجہ علم کے کوئی استغنا نہیں، کیوں کہ اگر آپ کا فضل شاملِ حال نہ ہو تو علم اور عمل میں فاصلے ہو جاتے ہیں اور علم کے باوجود آدمی بد عمل رہتا ہے اور کبر و عناد سے مغلوب ہو کر حق کو قبول نہیں کرتا اور حرص و طمع اور جاہ کی خاطر حقائق سے اعراض کرتا ہے۔ اس لیے آپ اپنی رحمت اور اپنی ہدایت کو ہر نفس میرے شاملِ حال رکھیے اور مجھ کو میرے نفس کے حوالے نہ فرمائیے۔

علاجِ عشقِ مجازی سے متعلق خصوصی ہدایات

۱) دو رکعت صلوٰۃِ حاجت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے بالحاح و زاری اپنی اصلاح و استقامت

طلب کرنا اور یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ[۶۶۲] کثرت سے پڑھنا۔ یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِیْثُ[۶۶۳] کا وِرد کثرت سے معمول رہے۔ اس کے علاوہ ذکر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہ پانچ سو بار عطر لگا کر نہایت مجرب ہے۔

۲) رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا ... الخ[۶۶۴] بعد نمازِ فرض تین بار پڑھنا۔

۳) اس مرض کا علاج معشوق سے دور رہنے کے سوا اور کچھ نہیں۔ جس شخص سے عشق ہو اس سے سلام و کلام، خط و کتابت، اس کو دیکھنا، اس کا قلب میں خیال قصداً لانا سب ترک کردے، اور اس کی موت اور اس کی لاش کے سڑنے پھٹنے اور شکل بگڑ جانے کا خیال جمائے اور اپنی موت و شکل کے بگڑنے اور قبر و میدانِ حشر کے سوال و جواب کو سوچا کرے۔

۴) جو محبت عارضی شکل سے ہے اور عاشق و معشوق دونوں مست ہیں۔ عاشق لذتِ حرام سے اور معشوق لذتِ حرام اور مالی منفعت سے، لیکن یہ بالکل عارضی ہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جو محبت آپس میں نفس کے لیے یعنی شہوت کے لیے ہوتی ہے اس کا انجام نفرت اور عداوت ہوتا ہے۔ کچھ ہی دن بعد دونوں عاشق و معشوق ایک دوسرے کی نگاہ میں نہایت ذلیل معلوم ہوں گے۔

اور بقول حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ کے لیے فاعل اور مفعول ایک دوسرے کی نظر میں ذلیل ہو جاتے ہیں۔ پھر چند دن اور چند لمحات کی لذت کے لیے عمر بھر کی عزت کو ضایع کرنا سخت حماقت ہے۔ مالی منفعت کے عوض آبرو دینا بھی نہایت نادانی ہے کیوں کہ چند دن کے بعد نفرت ہو جاوے گی۔ پھر حرام لذت اور مالی منفعت دونوں سے محرومی ہو جاوے گی، اور اگر تقویٰ سے رہے اور ایسی صورت سے دوری اختیار کرے اور صبر کرے اس معشوق سے جس کو دیکھنے سے مغلوب ہو جاتا ہے۔ پس چند دن کی عارضی مشقت اُٹھا لینے سے نہایت سکون کی اور عزت کی حیات ملتی

[۶۶۲] جامع الترمذی: ۳۶/۲، باب ما جاء ان القلوب بین اصبعی الرحمٰن، ایچ ایم سعید

[۶۶۳] کنز العمال: ۱۳۹/۲ (۳۴۹۸)، الباب الثامن: الدعاء، الفصل الخامس: أدعية المؤقتة، الفرع الثالث: أدعية الصباح والمساء، مؤسسة الرسالة

[۶۶۴] اٰل عمرٰن: ۸

ہے۔اس طرح سے تمام عمر ایک دوسرے کے لیے مفید اور معین ہوسکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لیے ایک دوسرے کی مالی مدد بھی کریں گے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت ہمیشہ قائم رہتی ہے اور قلب میں ایک دوسرے کے لیے عزت رہتی ہے تو اعانت کی بھی توفیق ہوتی ہے، اور نفسانی محبت سے جب عزت ختم ہوجاتی ہے تو مالی اعانت کو بھی جی نہ چاہے گا۔

۵) صالحین کی صحبت کا اہتمام رہے۔ اگر ممکن ہو تو ایک دینی دوست بنالو اور اس کو اپنے اوپر نگراں رکھو اور اسی طرح سے برعکس۔ یعنی ایک دوسرے کو بھلی بات سکھائے اور بُرائی سے روک ٹوک کرے۔

٦) اکابر سے دعا کی درخواست کرتا رہے۔

علاجِ عشقِ مجازی

(منظوم)

دل کو دے کے حسن فانی پر نہ اُجڑا جائے گا
حسن کا اُجڑا ہوا منظر نہ دیکھا جائے گا

یہ حسیں تجھ کو کبھی آباد کرسکتے نہیں
تیرے دل کو جز الم کچھ شاد کرسکتے نہیں

عشق صورت ہے عذابِ نارِ عاشق کے لیے
زندگی کس درجہ ہے پُر خار فاسق کے لیے

صورتِ گل ہیں مگر خاروں سے بڑھ کر پُر اَلم
صورتاً ان کا کرم عاشق پہ ہے صد ہا ستم

اے خدا کشتی مری طوفانِ شہوت سے بچا
ان حسینوں کے عذابِ نارِ اُلفت سے بچا

چار دن کی چاندنی پر میرؔ مت جانا کبھی
آفتابِ حق سے ظلمت میں نہ تم آنا کبھی

عارض و گیسو کی ہیں یہ عارضی گل کاریاں
چند دن میں ہوں گی یہ ننگِ خزاں پھلواریاں

ان کے چہروں سے نمک کچھ دن میں جب جھڑ جائے گا
میر اُن کو دیکھ کر تو شرم سے گڑ جائے گا

ایک دن بگڑا ہوا جغرافیہ ہوگا صنم
دیکھ کر جس کو تو ہوگا محوِ حسرت محوِ غم

مال و دولت دین و ایماں آبرو و چین و وقار
سب لٹا کے ایک دن ہوگا یقیناً شرمسار

بارہا دیکھا کہ کیسے کیسے خورشید و قمر
چند دن گزرے کہ آئے وہ خمیدہ سی کمر

آہ جن آنکھوں سے شربتِ روح افزا تھا عیاں
چند دن گزرے کہ ان آنکھوں سے اُٹھتا تھا دھواں

سرخی رُخسار جو تھی آہ کل برگ گلاب
عاشقوں کا دل تھا جس کو دیکھ کر مثل کباب

چند دن گزرے کہ وہ چہرے ہونّق ہوگئے
عاشقوں کے چہرۂ الفت بھی احمق ہوگئے

ڈھونڈتا ہے میر اب اُن کے لبوں کی سرخیاں
پر نظر آئیں فقط چہرے پہ ان کے جھرّیاں

ان کی زلفِ سیاہ پر جب سے سفیدی چھاگئی
ہر کلی اخترؔ غمِ حسرت سے پھر مرجھاگئی

نفس کی تعریف اور اس کی اَقسام

قرآنِ پاک کی روشنی میں

حقیقتِ نفس: صاحب روح المعانی فرماتے ہیں:

إِنَّ النَّفْسَ بِطَبْعِهَا كَثِيْرَةُ الْمَيْلِ إِلَى الشَّهَوَاتِ

نفس اپنی طبیعت کے اعتبار سے شہوات کی طرف کثرت سے مائل ہونے والا ہے۔

علامہ ابو حفص کا قول نقل کرتے ہیں اَلنَّفْسُ كُلُّهَا ظُلْمَةٌ وَسِرَاجُهَا التَّوْفِيْقُ

نفس اپنی ذات کے اعتبار سے سراپا ظلمت ہے اور اس کا چراغ اور نور توفیقِ الٰہی ہے۔[۶۶۵]

شارحِ مشکوٰۃ حضرت ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَلْجَسَدُ كَثِيْفٌ وَالرُّوْحُ لَطِيْفٌ وَالنَّفْسُ بَيْنَهُمَا مُتَوَسِّطَةٌ فَهِيَ بِالْأَعْمَالِ الصَّالِحَةِ تَكُوْنُ لَطِيْفَةً وَّبِالْأَعْمَالِ السَّيِّئَةِ تَكُوْنُ كَثِيْفَةً[۶۶۶]

جسم کثیف ہے اور روح لطیف ہے اور نفس ان دونوں کے درمیان متوسط ہے۔ پس اعمالِ صالحہ سے لطیف ہوجاتا ہے اور نافرمانیوں سے کثیف ہوجاتا ہے۔ یعنی اس میں لطافتِ روحانی اور کثافتِ جسمانی دونوں کو قبول کرنے کی صلاحیت ہے۔

اور حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَلنَّفْسُ هِيَ الْمَرْغُوْبَاتُ الطَّبْعِيَّةُ غَيْرُ الشَّرْعِيَّةِ

نفس مرغوباتِ طبعیہ غیر شرعیہ کا نام ہے۔

قرآنِ پاک میں نفس کی پانچ قسمیں بیان کی گئی ہیں:

(۱) امّارہ (۲) لوّامہ (۳) مطمئنہ (۴) راضیہ (۵) مرضیّہ۔

---

[۶۶۵] روح المعانی: ۱۳/۸۷، یوسف (۹۶)، دار إحیاء التراث، بیروت

[۶۶۶] مرقاۃ المفاتیح: ۱/۲۴۵ (۱۶۷)، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، المکتبۃ الامدادیۃ

نفس امّارہ بالسوء

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں تحریر فرماتے ہیں: نفس امّارہ یعنی کثیر الامر بالسوء، بُرائی کی طرف بہت حکم کرنے والا۔ اَلسُّوْءَ پر الف لام جنس کا ہے پس قیامت تک جتنی قسمیں بُرائی کی پیدا ہوں گی اس میں داخل ہیں (کیوں کہ جنس وہ کلی ہے جو انواعِ مختلف الحقائق پر مشتمل ہو) اِلَّا مَارَحِمَ رَبِّیْ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں یہ مَا مصدریہ ظرفیہ زمانیہ ہے۔ أَیْ فِیْ وَقْتِ رَحْمَةِ رَبِّیْ مطلب یہ ہے کہ نفس کی ذاتی خاصیت یہی ہے کہ وہ بُرائی کا کثرت سے حکم دینے والا ہے لیکن جن حضرات پر اللہ تعالیٰ کی رحمتِ خاصّہ کا سایہ ہوتا ہے وہ مستثنیٰ ہیں۔ چناں چہ انبیاء علیہم السلام کے نفوس اس سے مستثنیٰ ہیں اور وہ معصوم ہیں۔[۶۶۷]

اولیائے کرام کے تحفظ کا سبب

اور چوں کہ اولیاء اللہ پر بھی حق تعالیٰ کی رحمت کا خاص سایہ ہوتا ہے، اس لیے وہ نفس کے شرور سے محفوظ رہتے ہیں اور احیاناً صدورِ خطا پر اُن کو فوراً توبہ کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے۔ نفس امارہ کی اصلاح کا صحبتِ اہل اللہ سے خاص تعلق ہے۔

ارشاد امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو اہلِ علم حضرات اللہ والوں سے اپنے نفس کی اصلاح نہیں کراتے ان کا نفس حُبِّ جاہ سے پھول کر کپّا ہو جاتا ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مواعظ میں اکثر اکبر الٰہ آبادی کا یہ شعر نہایت وجد سے پڑھا کرتے تھے۔

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

---

[۶۶۷] روح المعانی ۱۳: ۲/ یوسف (۵۳)، دار احیاء التراث، بیروت

ارشاد حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ والوں کی صحبت کی برکت سے تقویٰ اور دین کا راستہ سہل اور لذیذ ہو جاتا ہے۔ احقر کو ایک شعر یاد آیا جس میں اللہ والوں کی صحبت کا نافع ہونا بیان ہوا ہے؎

مجھے سہل ہو گئیں منزلیں کہ ہوا کے رُخ بھی بدل گئے
ترا ہاتھ ہاتھ میں آ گیا تو چراغ راہ کے جل گئے

انا کو فنا کرنے پر حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم کا شعر؎

نہ جانے کیا سے کیا ہو جائے میں کچھ کہہ نہیں سکتا
جو دستارِ فضیلت گم ہو دستارِ محبت میں

نفسِ لوّامہ

نفسِ لوّامہ وہ نفس ہے جس کو اپنی خطاؤں پر ندامت اور خود کو ملامت کی توفیق ہو جاوے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ نفسِ امّارہ نفسِ مطمئنہ نہیں ہوتا جب تک کہ وہ نادم ہو کر پہلے لوّامہ نہ ہو۔ صوفیا کا ارشاد ہے کہ نفسِ لوَّامہ نفسِ امّارہ کے اوپر ہے اور نفسِ مطمئنہ سے نیچے ہے۔ اور لوّامہ کا نام تائبہ بھی ہے کہ وہ ندامت اور اپنی ملامت کے نور سے اس قابل ہے کہ اب وہ آگے ترقی کر کے نفسِ مطمئنہ ہو سکتا ہے۔ پس نفسِ امارہ کا نفسِ لوّامہ ہونا گویا حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف رجوع اور اِنابت اور حق تعالیٰ کی محبوبیت کا نقطۂ آغاز ہے، لیکن حق تعالیٰ نے اس ابتدائی درجہ اِنابت کی بھی اس درجہ قدر فرمائی کہ اس کی قسم اُٹھائی وَ لَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ[۶۶۸] اور قسم ہے نفسِ لوّامہ کی کیوں کہ حق تعالیٰ شکور ہیں جس کی شرح حضرت ملّا علی قاری

---

[۶۶۸] القیٰمۃ:۲

رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہے:

اَلَّذِیْ یُعْطِی الْأَجْرَ الْجَزِیْلَ عَلَی الْعَمَلِ الْقَلِیْلِ[۶۶۹]

شکور وہ ہے جو تھوڑے عمل پر کثیر جزاء عطا فرمادے۔ اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں میں سے ایک شکور بھی ہے۔

نفسِ لوّامہ وہ ہے جو ندامت کے نورِ قلب سے منور ہو اور جب بھی اس سے خطا ہوتی ہے تو اپنے اوپر انتہائی ملامت کرتا ہے اور آہ و زاری اور استغفار و توبہ سے تدارک کرتا ہے۔

اور نفسِ مطمئنہ وہ نفس ہے جو اخلاقِ رذیلہ سے تزکیہ اور تصفیہ پاکر اخلاقِ حمیدہ سے آراستہ ہو اور گناہوں کے تقاضوں کی کشمکش سے نجات پاکر سکون و اطمینان کی سانس لے۔ برعکس لوّامہ میں نفس اور روح میں جنگ جاری رہتی ہے۔ جیسا کہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ہے شوق و ضبطِ شوق میں دن رات کشمکش
دل مجھ کو میں ہوں دل کو پریشاں کیے ہوئے

(مجذوبؔ)

صاحبِ تفسیر مظہری، جلد ۹ اور ۱۰، صفحہ ۲۶۱ پر تحریر فرماتے ہیں کہ نفسِ امّارہ نفسِ مطمئنہ اس وقت ہوتا ہے جب اخلاقِ رذیلہ غصہ، کبر، شہوت کو مغلوب کیا جاوے اور اخلاقِ حمیدہ سے متصف ہوجاوے كَمَا أَنَّ الْكَلْبَ لَا يُمْكِنُ طَهَارَتُهٗ إِلَّا بِوُقُوْعِهٖ فِي الْمِلْحِ وَفَنَائِهٖ فِيْهَا وَبَقَائِهٖ بِصِفَاتِ الْمِلْحِ حَتّٰى يَصِيْرَ حَلَالًا طَيِّبًا[۶۷۰] جیسا کہ کتّا پاک نہیں ہوسکتا جب تک کہ نمک کی کان میں نہ گرے اور پھر مر کر فنا ہوکر نمک نہ بن جاوے اور جب نمک بن جاوے گا پھر حلال و طیب ہوجائے گا۔ اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

---

[۶۶۹] مرقاۃ المفاتیح: ۵/۱۸۲ (۲۲۸۸)، باب اسماء اللہ تعالیٰ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت
[۶۷۰] التفسیر المظہری: ۱۰/۲۶۱، الفجر (۲۸)، مکتبۃ الرشیدیۃ، الباکستان

نفسِ خود را کُش جہانے زندہ کن

خواجۂ کشتہ است او را بندہ کن

اپنے نفس کو مغلوب اور کشتہ کرو، اس فنائے نفس سے تم فنا نہ ہوگے بلکہ اس فنائے نفس کی بدولت ایسی حیاتِ قلبی عطا ہوگی جس کی برکت سے ایک جہاں تمہارے فیضانِ محبت سے حیاتِ ایمانی سے مشرف ہوگا۔ اس نفس غلام نے اپنے آقا یعنی روح کو غلام بنا رکھا ہے، اس کو اپنی حقیقت پر لانے کی ہمت کرو یعنی اس کو غلام بناؤ۔

وہ دل جو تیری خاطر فریاد کر رہا ہے

اجڑے ہوئے دلوں کو آباد کر رہا ہے

ویرانۂ حیات کی تعمیر کر گئی

روئیداد زندگی کسی خانہ خراب کی

ترے ہاتھ سے زیرِ تعمیر ہوں میں

مبارک مجھے میری ویرانیاں ہیں

(اختر)

نفسِ لوّامہ جب اپنی خطاؤں پر ندامت سے توبہ کرتا ہے تو مؤمن گناہ گار کے استغفار و توبہ اور اس کے آہ و نالوں کا کیا مقام ہے؟ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ پارہ ۳۰ سورۂ انّا انزلنا کی تفسیر میں یہ حدیثِ قدسی تحریر فرماتے ہیں:

لَأَنِیْنُ الْمُذْنِبِیْنَ أَحَبُّ إِلَیَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسَبِّحِیْنَ[۶۷۱]

اس حدیثِ قدسی میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ گناہ گاروں کے آہ و نالے اور ان کا گریہ مجھے تسبیح کی آوازوں سے زیادہ محبوب ہے۔

۶۷۱؎ کشف الخفاء ومزیل الالباس: ۲۹۸، رقم (۸۰۵)، فی باب حرف الھمزۃ مع النون / روح المعانی: ۳۰/۱۹۶، القدر (۴)، دار احیاء التراث، بیروت

اے جلیل اشکِ گناہ گار کے اک قطرے کو
ہے فضیلت تری تسبیح کے سودانوں پر
جب فلک نے مجھ کو محرومِ گلستاں کردیا
اشک ہائے خوں نے مجھ کو گل بداماں کردیا

(مجذوبؔ)

تفسیر نفسِ مطمئنہ

علامہ قرطبی نے جلد ۲۰، صفحہ ۵۷ پر اس کی تین تفسیریں کی ہیں:

پہلی تفسیر: اَلْاٰمِنَۃُ مِنْ عَذَابِ اللہِ نفسِ مطمئنہ وہ نفس ہے جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے امن میں ہو، جس کی تفصیل یہ ہے کہ گناہوں سے قلب میں عذاب اور بے چینی رہتی ہے۔ جیسا کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے ؎

گر گرفتار صفات بد شدی
ہم تو دوزخ ہم عذابِ سرمدی

اگر تم کسی گناہ کی عادت میں مبتلا ہو تو سمجھ لو کہ تمہاری ذات خود جہنم ہے۔

اور ہر نافرمانی کا اثر یہی ہوتا ہے کہ دل پر عذاب اور کلفت کی مار ہوتی ہے اور یہ دنیا ہی میں دوزخ والی زندگی گزارتا ہے۔

بادشاہ جب کسی ملک پر حملہ کرتا ہے تو بادشاہ کو گرفتار کرتا ہے، چھوٹوں کو پکڑنا اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہے۔ پس احکم الحاکمین اپنے نافرمانوں کے اس حصہ سے عذاب کا آغاز فرماتے ہیں جو جسم کے تمام اعضا کا بادشاہ ہے یعنی قلب کو بے چین اور پریشان رکھتے ہیں۔ چناں چہ مثال کے لیے ایک واقعہ ہے ایک عشقِ مجازی کے مریض اور غیر اللہ سے دل لگانے والے نے بیان کیا کہ ہر وقت دل پریشان رہتا ہے، نیند بھی نہیں آتی، ہر وقت اسی مردار کا خیال ستاتا ہے۔ احقر نے ان کو اپنا یہ شعر سنایا جو عشقِ مجازی کے انجام کا ترجمان ہے ؎

ہتھوڑے دل پہ ہیں مغزِ دماغ میں کھونٹے
بتاؤ عشقِ مجازی کے مزے کیا لوٹے

اس عارضی صورت سے دل لگانا سخت حماقت ہے۔ احقر کا اسی مضمون پر یہ شعر ہے۔

ان کے عارض کو لغت میں دیکھو
کہیں مطلب نہ عارضی نکلے

چہرے کا جغرافیہ ایک دن بدل جاتا ہے جس کے ساتھ اہلِ محبت کی تاریخ بھی بدل جاتی ہے۔ احقر کا ایک عجیب شعر اس حقیقت کا ترجمان ہے۔

اُدھر جغرافیہ بدلا اِدھر تاریخ بھی بدلی
نہ ان کی ہسٹری باقی نہ میری مسٹری باقی

دوسری تفسیر: اَلنَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ أَیِ الْعَارِفَةُ الَّتِیْ لَا تَصْبِرُ عَنِ اللهِ تَعَالٰی طَرْفَةَ عَیْنٍ۔

نفسِ مطمئنہ وہ نفس ہے کہ جس کو حق تعالیٰ کی معرفت کا وہ مقامِ عالی عطا ہو جس سے حق تعالیٰ کے ساتھ ایسی شدید محبت (جو کہ لوازمِ معرفت سے ہے) ہو جاوے کہ بدون ان کی یاد کے ایک پل کو چین نہ آوے۔ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ حق تعالیٰ کے عاشقین کی تفسیر اس طرح فرماتے ہیں: اَلَّذِیْنَ لَا لَذَّةَ لَهُمْ إِلَّا بِذِکْرِهٖ جن کو کائنات میں ذکر اللہ کے بغیر چین حاصل نہ ہو۔

ترے غم کے سوا ممکن نہیں تھا
گزرتے دن مری جانِ حزیں کے
(اختؔر)

کوئی مزہ مزہ نہیں کوئی خوشی خوشی نہیں
تیرے بغیر زندگی موت ہے زندگی نہیں
(مجذوبؔ)

تیسری تفسیر: اَلنَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ بِذِکْرِ اللہِ تَعَالٰی وَطَاعَتِہٖ[٦٧٢] نفسِ مطمئنہ وہ نفس ہے جس کو صرف حق تعالیٰ کی یاد اور اطاعت ہی سے چین ملتا ہو۔

تراذکر ہے مری زندگی ترا بھولنا مری موت ہے

اطمینان کی لغوی تحقیق

علامہ امام راغب اصفہانی نے اپنی کتاب ''المفردات'' میں لکھا ہے کہ اطمینان نام ہے سکون وثبات اور استقرار بعد الاضطراب کا۔

یعنی نفسِ امّارہ اور لوّامہ میں جو بے سکونی اور پریشانی تھی وہ چین اور سکون سے بدل گئی۔ جس طرح قطب نما کی سوئی جب قطب شمالی سے منحرف ہوتی ہے تو بے چین اور متحرک رہتی ہے اور جب رُخ صحیح قطب شمالی کی طرف ہو جاتا ہے تو ٹھہر جاتی ہے۔ اسی کا نام استقرار بعد الاضطراب ہے۔

نفسِ مطمئنہ کی ایک عارفانہ تفسیر

از تفسیر مظہری، جلد ۹ اور ۱۰، صفحہ ۲۶۱

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ جن کو شاہ عبد العزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وقت کا امام بیہقی فرمایا کرتے تھے اور جو حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ بھی ہیں، اپنی تفسیر مظہری میں نفسِ مطمئنہ کی تعریف یوں فرماتے ہیں: اَلنَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ فِیْ ذِکْرِ اللہِ تَعَالٰی وَطَاعَتِہٖ یعنی نفسِ مطمئنہ وہ ہے جو ذکر اللہ میں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اطمینان پاوے کَمَا تَطْمَئِنُّ السَّمَکَۃُ فِی الْمَاءِ[٦٧٣] جیسا کہ مچھلیاں پانی میں اطمینان پاتی ہیں نہ کہ پانی سے یا پانی کے ساتھ۔ مثلاً اگر کسی مچھلی کا تمام جسم پانی میں ہو، صرف سر یا صرف ایک اعشاریہ حصہ جسم کا پانی سے

---

٦٧٢ تفسیر القرطبی: ۲۰/۵۷، الفجر (۲۷)، دار الکتب المصریۃ، القاھرۃ

٦٧٣ التفسیر المظھری: ۱۰/۲۶۱، الفجر (۲۶)، مکتبۃ الرشیدیۃ، الباکستان

کھلا رہے تو اس کو موت معلوم ہو گی اور اس کی حیات خطرے میں ہو گی۔ اسی طرح سر سے پیر تک مؤمن جب ذکر اللہ کے نور میں غرق ہو گا تو حیاتِ حقیقی اور حیاتِ ایمانی اور حیاتِ روحانی سے مشرف ہو گا۔ اگر ایک عضو بھی ذکر سے غافل یا ایک عضو بھی نافرمانی میں مبتلا ہے تو اس کی حیاتِ ایمانی خطرے میں ہو گی۔

صاحبِ تفسیر مظہری **اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ** کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ **بذکراللہ** معنیٰ میں **فی ذکراللہ** کے ہے یعنی اتنا کثرت سے ذکر کرے کہ ذکر میں غرق ہو جاوے اور کثرتِ ذکر متعدد آیات سے منصوص ہے۔ **وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ**[۶۶۴] وغیرہا، اور قلیل ذکر کو منافقین کی علامت قرار دیا گیا۔ **وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا**[۶۶۵] اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص یہ چاہے کہ منافقین کے رجسٹر سے اس کا نام خارج ہو جائے تو وہ کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔ اسی لیے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ والے دریائے جلال کی گہرائیوں میں رہنے والی مچھلیاں ہیں۔

ماہیانِ قعرِ دریائے جلال

جو مچھلیاں تھوڑے پانی میں رہتی ہیں وہ گرمیوں میں جب سورج کی شعاعوں سے پانی شدید گرم ہو جاتا ہے تو بے ہوش ہو جاتی ہیں اور لوگ ان کا شکار کر کے کھا جاتے ہیں۔ اسی طرح جو لوگ ذکر کم کرتے ہیں اور ان کا دریائے نور گہرا نہیں ہوتا، ان کو معاشرے کے زہریلے اثرات تباہ کر دیتے ہیں۔ اور جو مچھلیاں گہرے پانی میں رہتی ہیں تو آفتاب کی گرمی سے جب اوپر کا پانی گرم ہو جاتا ہے تو دریا کی گہرائی کے ٹھنڈے پانی میں پناہ لے لیتی ہیں۔ یہی حال ان سالکین کا ہے جو کہ قلباً اور قالباً سراپا خدا تعالیٰ پر فدا ہیں۔ ان کے سینہ میں دریائے نور بہت گہرا ہوتا ہے، ہر وقت وہ اس کی ٹھنڈک میں پُر سکون ہیں۔

---

[۶۶۴] الانفال: ۴۵

[۶۶۵] النسآء: ۱۴۲

وہ گرمیِ ہجراں وہ تری یاد کی خنکی
جیسے کہ کہیں دھوپ میں سایہ نظر آئے

اور کیا خوب کسی شاعر نے کہا ہے ؎

شاہوں کے سروں میں تاجِ گراں سے دردسا اکثر رہتا ہے
اور اہلِ صفا کے سینوں میں اِک نور کا دریا بہتا ہے

نفسِ مطمئنہ کو وہ راحت قلب میں عطا ہوتی ہے جس کے سامنے ہفت اقلیم کی سلطنت ہیچ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کے قلوب کو یہ نعمت عطا فرماتے ہیں۔ جیسا کہ روح المعانی میں ہے:

فَإِنَّ السَّكِيْنَةَ لَا تَنْزِلُ إِلَّا عَلٰى قُلُوْبِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْأَوْلِيَاءِ[٧٧٦]

پس تحقیق کہ سکینہ نازل ہوتا ہے انبیاء اور اولیاء کے قلوب پر۔

سکینہ کی تعریف

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَلسَّكِيْنَةُ نُوْرٌ يَّسْتَقِرُّ فِي الْقَلْبِ وَبِهٖ يَثْبُتُ التَّوَجُّهُ إِلَى الْحَقِّ وَصَاحِبُهٗ يَتَخَلَّصُ عَنِ الطَّيْشِ[٧٧٧]

سکینہ ایک نور ہے جو دل میں مستقر ہو جاتا ہے اور اس نور کی برکت سے ہر وقت حق تعالیٰ کی طرف توجہ قائم رہتی ہے اور جمعیتِ قلب عطا ہوتی ہے۔ اس کیفیت کو حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی دامت برکاتہم نے خوب بیان فرمایا ہے ؎

شکر ہے دردِ دل مستقل ہو گیا
اب تو شاید مرا دل بھی دل ہو گیا

---

٧٧٦ روح المعانی:۲۶/۱۲۹-۱۳۰، التوبۃ (۲۵)، دار احیاء التراث، بیروت

٧٧٧ روح المعانی:۱۱/۲۵، دار احیاء التراث، بیروت

اور حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ہم تم ہی بس آگاہ ہیں اس ربطِ خفی سے
معلوم کسی اور کو یہ راز نہیں ہے

احقر نے اس نعمت کو دو شعروں میں اس طرح عرض کیا ہے جو تعلق مع اللہ کی دولت کا عجیب ترجمان ہے ؎

دُشمنوں کو عیش آب و گل دیا
دوستوں کو اپنا دردِ دل دیا
اُن کو ساحل پر بھی طغیانی ملی
مجھ کو طوفانوں میں بھی ساحل دیا

(اخترؔ)

"بذکر اللہ" سے مراد "فی ذکر اللہ" ہے جس کا حاصل غرق فی النور ہونا ہے۔ صاحب تفسیر مظہری نے فی ذکر اللہ سے نہایت معرفت کی بات پیش فرمائی ہے جو عاشقوں کے لیے قابلِ وجد ہے جس کی اس حدیث سے بھی تائید ہورہی ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَّفِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّعَنْ یَّمِیْنِیْ نُوْرًا وَّعَنْ شِمَالِیْ نُوْرًا وَّخَلْفِیْ نُوْرًا وَّمِنْ أَمَامِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا وَّفِیْ عَصَبِیْ نُوْرًا وَّفِیْ لَحْمِیْ نُوْرًا وَّفِیْ دَمِیْ نُوْرًا وَّفِیْ شَعْرِیْ نُوْرًا وَّفِیْ بَشَرِیْ نُوْرًا وَّفِیْ لِسَانِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ فِیْ نَفْسِیْ نُوْرًا وَّأَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْنِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ مِنْ فَوْقِیْ نُوْرًا وَّمِنْ تَحْتِیْ نُوْرًا اَللّٰھُمَّ أَعْطِنِیْ نُوْرًا"[۶۷۸]

اے اللہ! عطا فرما میرے دل میں نور اور میری بینائی میں نور اور میری شنوائی میں نور اور

۶۷۸ جامع الاصول فی احادیث الرسول: ۴/۲۱۳-۲۱۴ (۲۱۸۹)، الکتاب الاول فی الدعاء فی الصلوٰۃ مطلقا مشترکا ،مکتبۃ الحلوانی

میری داہنی طرف نور اور میرے بائیں طرف نور اور میرے پیچھے نور اور میرے سامنے نور اور عطا فرما میرے لیے ایک خاص نور اور میرے اعصاب میں نور اور میرے گوشت میں نور اور میرے خون میں نور اور میرے بالوں میں نور اور میرے پوست میں نور اور میری زبان میں نور اور کردے میری جان میں نور اور مجھے نورِ عظیم عطا فرما اور مجھے سراپا نور بنادے اور کردے میرے اوپر نور اور میرے نیچے نور۔ یااللہ! مجھے نور عطا فرما۔

اسی کو حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مثنوی میں بیان کرتے ہیں۔

نورِ او در یمن و یسر و تحت و فوق
بر سرم بر گردنم مانند طوق

حق تعالیٰ کا نور میرے داہنے بائیں نیچے اوپر ہے اور میرے سر پر اور میری گردن میں مانند طوق ہے۔

ہر چیز میں عکس رُخ زیبا نظر آیا
عالم مجھے بس جلوہ ہی جلوہ نظر آیا
(مجذوبؔ)

یہاں تو ایک پیغامِ جنوں پہنچا ہے مستوں کو
ان ہی سے پوچھیے دنیا کو جو دنیا سمجھتے ہیں
(اصغرؔ)

نفسِ مطمئنہ کو لوٹنے کا حکم ”اِلٰی رَبِّکِ“ کے عنوان سے کیوں ہے؟

یٰۤاَیَّتُہَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّۃُ ﴿٢٧﴾ ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرۡضِیَّۃً[۶۷۹]

اے نفسِ مطمئنہ! لوٹ تو اپنے رب کی طرف۔

تفسیر روح المعانی میں ہے کہ اِلٰی رَبِّکِ فرمایا اِلَی اللّٰہِ نہیں فرمایا تاکہ مزید

۶۷۹؎ الفجر:۲۷-۲۸

لطف، لذت اور فرحت کے ساتھ لوٹنا ہو، کیوں کہ اس عنوان کا حاصل یہ ہے کہ تم کسی اجنبی ذات کی طرف نہیں جارہے ہو، بلکہ تم اپنے جسم و روح دونوں کی تربیت کرنے والے اور پالنے والے کے پاس جارہے ہو، لہٰذا شاداں و فرحاں لوٹ آؤ کیوں کہ پالنے والے سے طبعی محبت ہوتی ہے اور اس سے طبیعت بھی خوب مانوس ہوتی ہے۔

اِلٰی رَبِّكِ أَیْ إِلٰی مَحَلِّ عِنَایَتِهٖ تَعَالٰی وَ مَوْقِفِ كَرَامَتِهٖ عَزَّ وَجَلَّ لَكِ لِأَنَّ لِلسُّعَدَاءِ قَبْلَ الْحِسَابِ كَمَا يُفْهَمُ مِنَ الْأَخْبَارِ مَوْقِفًا فِی الْمَحْشَرِ مَخْصُوْصًا يُكْرِمُهُمُ اللهُ تَعَالٰی بِهٖ[۶۸۰]

اے نفسِ مطمئنہ! لوٹ اپنے رب کی طرف یعنی حق تعالیٰ کی عنایات کے مقام کی طرف اور مقامِ تکریم و عزت کی طرف کیوں کہ نیک بندوں کو قبل حساب جیسا کہ احادیث سے سمجھا جاتا ہے میدانِ محشر میں مقامِ عزت و اکرام دیا جائے گا جو دوسروں کو نہ ملے گا۔

رَاضِیَةً: اور یہ نفس مطمئنہ نہایت مسرور ہو گا اللہ تعالیٰ کے غیر متناہی انعامات کو دیکھ کر اور آسان حساب اور قبولِ اعمال سے (جس طرح کسٹم سے چھوٹ کر آدمی اپنے اندر فرحت محسوس کرتا ہے)۔

مَرْضِیَّةً: اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوں گے۔ تفسیر روح المعانی میں اس مقام پر یہ اشکال پیش کیا ہے کہ بندے کی رضا کو کیوں مقدم کیا گیا؟ تو جواب یہ دیا ہے کہ یہ ترقی ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ہے اور یہ آیت تحریر فرمائی ہے وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللهِ اَكْبَرُ[۶۸۱] اللہ تعالیٰ کی رضا ہر شے سے بڑی نعمت ہے۔

احقر کے قلب میں بزرگوں کی دعاؤں کی برکت سے ایک بات اور آئی ہے وہ یہ کہ جنت کی تمام نعمتوں سے بھی زیادہ عاشقوں کو اس بات سے زیادہ خوشی ہوگی کہ ہمارا مالک بھی ہم سے راضی اور خوش ہے کیوں کہ کریم مالک کبھی کسی درجہ ناراضگی کے

۶۸۰؎ روح المعانی: ۳۰/۱۳۰، الفجر (۲۷-۲۸)، دار إحياء التراث، بيروت

۶۸۱؎ التوبة: ۷۲

باوجود اپنے کرم سے کچھ دے دیا کرتا ہے، لیکن عشاق کو یہ غم کھاجاتا ہے کہ نہ جانے ہمارامالک خوش بھی ہے یا نہیں۔ بس اپنی رضا سے مطلع فرماکر جنت کو سوجنت بنادیا۔

فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ ﴿۲۹﴾ وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ[۶۸۲]

داخل ہوجا میرے خاص بندوں میں فِیۡ زُمۡرَۃِ عِبَادِیَ الصَّالِحِیۡنَ الۡمُخۡلَصِیۡنَ لِیۡ اس آیت میں اشارہ ہے روحانی سرور اور سعادتِ روحانی کی طرف کیوں کہ نیک ساتھی سے روح کو کمال اُنس اور فرحت عطا ہوتی ہے اور جسمانی فرحت کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جنت میں داخل ہوجا اور نعمتوں سے استفادہ کر۔ (روح المعانی)

میرے مرشد شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اس آیت سے پتا چلتا ہے کہ اہل اللہ کی صحبت اور معیت جنت سے بھی بڑی نعمت ہے کیوں کہ صالحین کے ساتھ الحاق کو پہلے بیان فرمایا اور جنت کو بعد میں، اور عقلاً بھی یہ بات واضح ہے کہ مکین افضل ہوتا ہے مکان سے۔ اس موقع پر احقر کو اپنا ایک شعر فارسی کا یاد آیا۔

میسر چوں مرا صحبت بجانِ عاشقاں آید
ہمیں بینم کہ جنت بر زمیں از آسماں آید

جب کسی عاشقِ حق اللہ والے کی صحبت مل جاتی ہے تو ایسا لطف محسوس ہوتا ہے کہ گویا جنت آسمان سے زمین پر اُتر آئی ہے۔

اللہ والوں کی شان میں احقر کے دو شعر۔

مری زندگی کا حاصل مری زیست کا سہارا
ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا
مجھے کچھ خبر نہیں تھی ترا درد کیا ہے یاربّ
ترے عاشقوں سے سیکھا ترے سنگِ در پہ مرنا

میرے مرشد حضرت شاہ عبدالغنی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ امام شافعی فرمایا کرتے تھے

---

[۶۸۲] الفجر:۲۹-۳۰

کہ جب سے یہ خبر ملی ہے کہ جنت میں دوستوں سے ملاقات ہوگی تو جنت کا شوق اور بڑھ گیا۔ جب محبت ہوتی ہے تو ملاقات کا لطف یہ ہوتا ہے جس کو حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

پیش ما باشی کہ بخت ما بود
جانِ ما از وصلِ تو صد جاں شود

اے دوست! آپ میرے سامنے رہیں تو میری خوش قسمتی ہوگی کہ آپ کی ملاقات سے میری جان خوشی سے سو جان معلوم ہوتی ہے۔

کوئی جلا بُھنا سوختہ جان اللہ تعالیٰ کا سچا عاشق اگر مل جاوے تو اس کی صحبت میں کیا مزہ ملتا ہے۔

عشقِ مولیٰ در بیانت یافتم
جانِ صد مجنوں بجانت یافتم
(اختؔر)

الحمدللہ! قرآن پاک میں نفس کے پانچ اقسام امّارہ، لوّامہ، مطمئنہ، راضیہ، مرضیہ کی تفسیر حق تعالیٰ کے فضل سے مختصر انداز میں ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس مقالہ کو شرفِ قبول عطا فرمائیں، آمین۔

محمد اختر عفا اللہ عنہ
۱۴/ محرم الحرام ۱۴۰۷ھ

وصیت نامہ برائے اولادِ نسبی واحبابِ خصوصی

از: محمد اختر عفا اللہ عنہ

۱) دنیا میں اپنے کو مسافر سمجھیے اور پردیس کی کمائی وطنِ آخرت بذریعۂ عبادات بھیجتے رہیے۔

۲) ہر روز موت کا استحضار اور دھیان رکھیے۔

رہ کے دنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت
موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے
جو بشر آتا ہے دنیا میں یہ کہتی ہے قضا
میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے

۳) نماز پنجگانہ باجماعت کا اہتمام رکھیے اور حالتِ نماز میں نماز کی سنتوں کی پابندی کیجیے اور خارجِ صلوٰۃ بھی سننِ عادیہ اور ادعیۂ مسنونہ کا اہتمام رکھیے۔

۴) بعد نمازِ فجر اور بعد نمازِ مغرب سورۂ اخلاص، سورۂ فلق، سورۂ ناس تین تین مرتبہ پڑھنے کا معمول بنائیے۔ بشارتِ حدیث کے مطابق تمام مخلوق کے شر سے حفاظت رہے گی۔

۵) گاہ گاہ قبرستان میں حاضر ہو کر دل میں آخرت کی یاد بڑھائیے اور دنیائے فانی کا تماشا دیکھ کر عبرت حاصل کیجیے۔

کئی بار ہم نے یہ دیکھا کہ جن کا
مُشیَّن بدن تھا مُبیّض کفن تھا
جو قبر کہن اُن کی اُکھڑی تو دیکھا
نہ عضوِ بدن تھا نہ تارِ کفن تھا

۶) ہر روز قرآن شریف کی تلاوت کا معمول بنائیں اور کسی قاری صاحب سے قرآن شریف کے حروف کی صحت کی مشق بھی کیجیے۔ قرآن شریف کے چار حقوق ہمیشہ

یاد رکھیں: محبت، عظمت، تلاوت مع الصحۃ، احکام کی متابعت۔

۷) اپنے گھروں میں بے پردگی، تصویر، ٹیلی ویژن، گانا بجانا ہرگز قریب نہ آنے دیں۔

۸) اکابر میں سے جس سے مناسبت ہو ان سے اصلاحِ نفس کا تعلق بھی کرلیں اور گاہ گاہ ان کی صحبت میں حاضری دینے کا اہتمام بھی رکھیں اور ان سے پوچھ کر تھوڑی دیر ہر روز ذکر اللہ بھی کرلیا کریں۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اللہ تعالیٰ سے محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا نام پاک نہایت محبت سے لیں۔

۹) تمام گناہوں سے حفاظت کا اہتمام رکھیں۔ بالخصوص بد نظری، غیبت اور بد گمانی سے۔ اگر کبھی خطا ہو جائے تو دو رکعت صلوٰۃِ توبہ پڑھ کر نہایت ندامت اور اشکبار آنکھوں سے استغفار اور توبہ کریں۔ روح المعانی، پارہ ۳۰، تفسیر سورۂ قدر میں حدیثِ قدسی منقول ہے:

لَأَنِیْنُ الْمُذْنِبِیْنَ أَحَبُّ إِلَیَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسَبِّحِیْنَ[۶۸۳]

یعنی گناہ گاروں کا گریۂ ندامت تسبیح پڑھنے والوں کی آوازوں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے۔

۱۰) حقوق العباد کی کوتاہیوں کو اہلِ حقوق سے معاف کرالیں اور اگر مالی حقوق ہوں تو ان کی ادائیگی کی فکر کریں۔

۱۱) کوئی بھی پریشانی یا حاجت پیش آئے دن میں کئی بار صلوٰۃ الحاجت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے الحاح سے مانگنے کا معمول بنائیں اور احباب صالحین سے بھی دعا کی گزارش کریں اور کبھی کبھی دو رکعات صلوٰۃِ حاجت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے اپنی اصلاح کی درخواست کریں اور اس کی محبت طلب کریں اور یہ شعر پڑھیں ؎

کوئی تجھ سے کچھ کوئی کچھ مانگتا ہے

الٰہی میں تجھ سے طلب گار تیرا

۶۸۳؎ کشف الخفاء ومزیل الالباس: ۲۹۸، رقم (۸۰۵)، فی باب حرف الھمزۃ مع النون/روح المعانی: ۳۰/۱۹۶، القدر (۴)، دار احیاء التراث، بیروت

تجھی کو جو یاں جلوہ فرما نہ دیکھا
برابر ہے دنیا کو دیکھا نہ دیکھا

۱۲) کسی کا قرض یا کسی کی امانت ہو، تاریخ کے ساتھ نوٹ بک پر تحریر کرلیں اور اپنے حافظہ پر بھروسہ نہ کریں اور اس مقام پر اپنے دستخط بھی کردیں۔

۱۳) ہر روز تین مرتبہ قُلْ ھُوَ اللہ شریف اور سورۂ یٰسین پڑھ کر اپنے والدین، اساتذہ اور مشایخ اور تمام اُمتِ مسلمہ کو ایصالِ ثواب کریں۔ اور تین مرتبہ قل ھو اللہ شریف اور اوّل و آخر تین تین بار درود شریف پڑھ کر صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مبارک کو ایصالِ ثواب کریں۔

۱۴) اپنی ذات سے کسی مخلوق کو اذیت نہ پہنچائیں۔ یہاں تک کہ چیونٹی پر بھی پاؤں جان بوجھ کر نہ رکھیں۔ چیونٹی پر پاؤں رکھنا ایسا ہے جیسے کسی انسان پر ہاتھی پاؤں رکھ دے۔ مخلوق کو اذیت دینے والا رجسٹر ابرار سے خارج کردیا جاتا ہے۔ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ابرار کی تفسیر میں فرمایا۔ ابرار وہ ہیں جو نہیں دیتے ہیں اذیت چیونٹیوں کو بھی اور نہیں راضی ہوتے شر سے۔ یہ بات علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے عمدۃ القاری میں لکھی ہے۔

۱۵) مخلوقِ خدا کی تکلیف کو دیکھ کر اگر کچھ مدد نہ کرسکیں تو دعا ضرور کریں اور ہمیشہ مخلوقِ خدا پر رقیق القلب، رحیم المزاج، حلیم الطبع رہیں۔ اور اولاد کی تربیت میں اکابر سے مشورہ لیتے رہیں اور تدبیر سے زیادہ دعا کا اہتمام رکھیں اور اکابر سے بھی دعا کراتے رہیں۔

۱۶) ایک مشت شرعی داڑھی کا اہتمام نہایت ضروری ہے۔ اس سے کم رکھنے والا دائرۂ فسق سے خارج نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح پائجامہ یا لنگی ٹخنہ سے نیچے ہرگز نہ کریں۔ سر پر انگریزی بال ہرگز نہ رکھیں۔ حدیث شریف میں ہے:

كُلُّ أُمَّتِيْ مُعَافًى إِلَّا الْمُجَاهِرِيْنَ[۶۸۴]

---

۶۸۴ صحیح البخاری: ۲/۸۹۶ (۶۰۹۸)، فی باب ستر المؤمن علی نفسہ، المکتبۃ المظہریۃ

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرا ہر اُمتی قابلِ معافی ہے سوائے اُن لوگوں کے جو کھلم کھلا گناہ کرتے ہیں۔ مذکورہ وضع شرعی کے خلاف رہنا اپنے گناہوں کا کھلم کھلا اعلان ہے۔

۱۷) جس شہر یا گاؤں میں میرا انتقال ہو اسی شہر یا گاؤں کے عام قبرستان میں دفن کیا جائے۔ غسل دیتے وقت ناف سے گھٹنے تک پردہ کا اہتمام کیا جائے جس کی صورت یہ ہے کہ دونوں طرف سے دو آدمی چادر کو کھینچ کر جسم سے ذرا اونچا پکڑے رہیں۔

۱۸) جنازہ میں شرکت کے لیے کسی کا انتظار نہ کیا جائے۔ جتنے افراد آسانی سے موجود ہوں نمازِ جنازہ پڑھ کر جلد از جلد قبرستان پہنچانے کی کوشش کریں۔

۱۹) منہ دکھانے کی رسم سے احتیاط کریں۔

۲۰) قبر میں سنت کے مطابق ٹھیک داہنی کروٹ پر قبلہ رو لٹادیا جائے اس طرح کہ پورا سینہ قبلہ کی طرف ہو، میت کو سیدھا لٹا کر صرف چہرے کو قبلہ کی طرف کر دینے کا دستور غلط ہے۔

۲۱) ایصالِ ثواب کے لیے کوئی اجتماع نہ کیا جائے۔ احباب اپنی اپنی جگہ پر حسب توفیق ایصالِ ثواب کریں۔ (بدنی طور پر یا مالی طور پر)

۲۲) ہر روز میرے لیے میرے جملہ احباب کم از کم تین بار قل ھو اللہ شریف پڑھ کر احقر کو بخش دیا کریں۔

فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ خَيْرَ الْجَزَاءِ

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

مؤمن کی استقامت پر انعاماتِ الٰہیہ

(قرآنِ مجید کی روشنی میں)

از افادات

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ترتیب و تحریر: محمد اسماعیل (فرانسیسی، ری یونین)

فاضل جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، ضلع سورت (ہند)

اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا[٦٨٥]

جن لوگوں نے دل سے اقرار کرلیا کہ ہمارا ربّ حقیقی صرف اللہ ہے، پھر اس پر مستقیم رہے۔ اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کفار کی بدحالی و بد مآلی کا ذکر فرمایا۔ اب اس آیت میں مؤمنین کا حسن مآل و حسن حال کا ذکر فرمایا۔ اور پھر اخلاق و اعمالِ صالحہ کی ترغیب دی جس سے ان کی خوشحالی و نیک مآلی میں ترقی ہو۔

میرے استاذ محترم حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس جملہ کو جملہ اسمیہ سے فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جملہ اسمیہ دوام پر دلالت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے شروع ہی میں اشارہ فرمایا کہ مؤمنین کی شان یہ ہے کہ اس جملہ کو کہنے کے بعد اس پر قائم و دائم رہیں۔ یعنی اسلوبِ بیان کی بلاغت میں ترغیبِ استقامت موجود ہے۔

اِسۡتَقَامُوۡا کی تفسیر: علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر مظہری میں لکھا ہے کہ استقامت سے مراد اَلۡاِعۡتِدَالُ وَعَدَمُ الزَّیۡغِ وَالۡاِنۡحِرَافِ عَنِ الۡحَقِّ[٦٨٦] یعنی میانہ روی اختیار کرنا اور حق سے انحراف نہ ہو خواہ اعتقاد میں یا اخلاق میں یا اعمال میں۔ اسی وجہ سے حق کے راستہ کو صراطِ مستقیم کہتے ہیں کہ وہ ایسا راستہ ہے جو

٦٨٥ فصلت: ٣٠

٦٨٦ التفسیر المظھری: ٢٩٢/٨، حٰمٓ السجدۃ (٣٠)، مکتبۃ الرشیدیۃ، الباکستان

اپنے سالک کو مطلوب تک پہنچاتا ہے۔ پس اس لفظ مختصر میں جمیع شرائع شامل ہیں۔ یعنی امتثالِ اوامر واجتناب عن المعصیات علیٰ سبیل الدوام والثبات، یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کا بجالانا اور معاصی سے پرہیز کرنا دائمی طور پر اور گناہ کے صادر ہونے کے بعد استغفار وتوبہ کرنے کا التزام دوام کے خلاف نہیں ہے یعنی خطاؤں کی تلافی کا ذریعہ ہے۔ اسی وجہ سے جب سفیان بن عبد اللہ الثقفی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا قُلْ لِّیْ فِی الْاِسْلَامِ قَوْلًا لَا أَسْأَلُ عَنْهُ أَحَدًا بَعْدَكَ یعنی یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھ کو اسلام کے بارے میں ایک ایسی بات بتادیجیے کہ کبھی بھی آپ کے بعد کسی سے سوال نہ کروں۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ[٦٨٧] یعنی کہو کہ میں ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر پھر اس پر مستقیم رہو۔

اس حدیث کے ذیل میں حضرت مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مرقاۃ میں لکھا ہے کہ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ جَوَامِعِ الْكَلِمِ الشَّامِلِ لِأُصُوْلِ الْاِسْلَامِ الَّتِیْ هِیَ التَّوْحِيْدُ وَالطَّاعَةُ یعنی یہ حدیث جوامعِ کلم ہے جو اسلام کے اصول کو مشتمل ہے اور اسلام کے اصول توحید وطاعت ہیں۔ پس اس حدیث میں اعمالِ قلوب اور قوالب دونوں داخل ہیں۔

صوفیا فرماتے ہیں: اَلْاِسْتِقَامَةُ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ كَرَامَةٍ یعنی استقامت ہزار کرامت سے بہتر ہے۔ (مرقاۃ، جلد: ۱، صفحہ: ۸۴)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اَلْاِسْتِقَامَةُ عَلَى الصِّرَاطِ فِی الدُّنْيَا صَعْبٌ كَالْمُرُوْرِ عَلٰى صِرَاطِ جَهَنَّمَ، وَكُلٌّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا أَدَقُّ مِنَ الشَّعْرِ وَأَحَدُّ مِنَ السَّيْفِ[٦٨٨]

یعنی استقامت دنیا میں ایسا مشکل امر ہے جیسے کہ پل صراط پر گزرنا اور یہ دونوں بال سے بھی باریک اور تلوار سے بھی تیز ہیں۔ تو جو بھی اس دنیا میں اس پر چلے گا تو بدرجۂ اولیٰ وہ

---

٦٨٧ صحیح ابن حبان: ۳/۲۲۱ (۹۹۲)، باب الادعیة، مؤسسة الرسالة، بیروت

٦٨٨ مرقاة المفاتیح: ۱/۸۴-۸۵، کتاب الایمان، المکتبة الامدادیة

پل صراط پر چل سکے گا کیوں کہ مشق کرنے کے بعد کام کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں:

اَلْاِسْتِقَامَۃُ لَا تُتَصَوَّرُ بِدُوْنِ فَنَاءِ الْقَلْبِ وَالنَّفْسِ وَحُصُوْلِ الْمَعْرِفَۃِ بِاللہِ[۶۸۹]

یعنی استقامت کا تصور نہیں ہو سکتا جب تک قلب اور نفس کی خواہشاتِ ممنوعہ غیر شرعیہ کو فنا نہ کرے اور معرفتِ الٰہی حاصل نہ کرے۔یہی وجہ ہے کہ جب حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تلاوت فرماتے تھے تو فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبُّنَا فَارْزُقْنَا الْاِسْتِقَامَۃَ[۶۹۰]

اے اللہ! تو ہمارا رب ہے مجھے استقامت نصیب فرمادے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ رئیس الصوفیا تھے۔ ان کو حضرت انس رضی اللہ عنہ یا مولانا الحسن سے خطاب فرماتے تھے۔ ان کا تابعین میں بہت اونچا مقام تھا۔ ایک سو بیس صحابہ کی زیارت کا شرف حاصل تھا۔

تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا

فرشتے ان پر اُتریں گے اور خوشخبری دیں گے کہ نہ اندیشہ کرو اور نہ رنج کرو۔ ملائکہ کب اُترتے ہیں؟ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے حضرت زید بن اسلم کے حوالہ سے کہ تین وقتوں میں فرشتے اُترتے ہیں۔ مرتے وقت، پھر قبر میں، پھر بعث کے وقت۔ آگے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان تین مواقع کے علاوہ دوسرے مواقع میں بھی اُترتے ہیں۔ ملائکہ ان مواقع میں مؤمنین سے فرمائیں گے: لَا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا یعنی نہ اندیشہ کرو مستقبل کا اور نہ غم کرو ماضی کا۔[۶۹۱]

---

۶۸۹ التفسیر المظھری:۸/۲۹۲،فصلت(۳۱)،مکتبۃ الرشیدیۃ،الباکستان

۶۹۰ التفسیر المظھری:۸/۲۹۳،فصلت(۳۱)،مکتبۃ الرشیدیۃ،الباکستان

۶۹۱ روح المعانی:۲۴/۱۲۱،فصلت،دار إحیاء التراث،بیروت

خوف اور حزن کی تعریف

علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر کبیر میں لکھا ہے:

اَلْخَوْفُ عِبَارَةٌ عَنْ تَاَلُّمِ الْقَلْبِ بِسَبَبِ تَوَقُّعِ حُصُوْلِ مَضَرَّةٍ فِي الْمُسْتَقْبَلِ

یعنی خوف نام ہے کہ دل کو تکلیف ہو آیندہ کے مضرات کے اندیشے سے۔

اَلْحُزْنُ عِبَارَةٌ عَنْ تَاَلُّمِ الْقَلْبِ بِسَبَبِ فَوْتِ نَفْعٍ كَانَ مَوْجُوْدًا فِي الْمَاضِيْ[۶۹۲]

یعنی حزن قلب کی اس بے چینی کا نام ہے جو کسی نفع کے فوت ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ یعنی چوں کہ مال اور اولاد سے آدمی کو بہت خوشی ہوتی ہے اب اس کے چھوٹنے کا غم ہوتا ہے۔ اب اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ تم آخرت کی آنے والی ہولناکیوں سے اندیشہ نہ کرو اور نہ دنیا کے مال و اولاد کے چھوٹنے پر رنج کرو کیوں کہ آگے تمہارے لیے امن ہے مستقبل کے خطرات سے اور نعم البدل ہے ماضی کے تمام مافات سے۔

نعم البدل کیا ہے؟ ارشاد فرمایا:

اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ[۶۹۳]

یعنی تم جنت کے ملنے پر خوش رہو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا دنیا میں رسولوں کی زبان پر۔ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ مؤمن موت کے وقت اور قبر میں اور بعث کے وقت اہوال اور فزعِ شدید سے نہیں گھبرائے گا بلکہ اٰمن القلب اور ساکن الصدر رہے گا۔ یعنی اطمینان اور سکون سے رہے گا۔

میرے استاذ محترم حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے لَا تَخَافُوْا کو مقدم فرمایا اور لَا تَحْزَنُوْا کو مؤخر یعنی مستقبل کی مصیبت

---

۶۹۲ التفسیر الکبیر: ۲۷/۵۶۱، فصلت (۳۰)، دار إحیاء التراث، بیروت

۶۹۳ فصلت: ۳۰

سے نجات کو مقدم فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کی فطرت ہے کہ مستقبل کے خطرات کی زیادہ فکر رہتی ہے تو اس ترتیب میں رعایتِ فطرتِ انسانیہ ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس آیت میں جہنم کا بھی ذکر نہیں فرمایا حالاں کہ نعم البدل جنت کا ذکر فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آدمی کبھی ایک لفظ سے بھی گھبرا جاتا ہے باوجود اس کے کہ اُس کو امن کی خوشخبری دی گئی۔ جیسے کہ کوئی میزبان کہے مہمان سے کہ آپ تشریف لائیے، اچھے اچھے کھانے کھلائیں گے اور آپ کی سابقہ خطاؤں پر آپ کی پٹائی نہ کریں گے تو اس عنوان سے وحشت اور کلفت ہوگی، چوں کہ حق تعالیٰ کریم میزبان ہیں اس لیے لَا تَخَافُوْا مِنْ جَهَنَّمَ نہیں فرمایا۔ سزا کا ذکر ہی نہیں فرمایا اور جنت سے مسرور فرمایا۔ قرآنِ پاک کی اس بلاغت سے پتا چلتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے:

نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ[۶۹۴]

ہم تمہارے رفیق تھے دنیا میں، اور آخرت میں بھی رہیں گے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اولیاء کم فی الدنیا یعنی دنیا میں دوستی سے مراد أَعْوَانُكُمْ فِيْ أُمُوْرِكُمْ وَنُلْهِمُكُمُ الْحَقَّ وَنُرْشِدُكُمْ إِلٰى مَا فِيْهِ خَيْرُكُمْ وَصَلَاحُكُمْ ہم تمہارے مددگار تھے دنیا میں اور حق کا الہام کرتے تھے اور تمہاری راہ نمائی کرتے تھے ان چیزوں کی طرف جن میں تمہارے لیے خیر اور بھلائی تھی۔ اور اولیاء کم فی الاخرۃ یعنی آخرت میں دوستی سے مراد نُمِدُّكُمْ بِالشَّفَاعَةِ[۶۹۵] کہ ہم تمہارے لیے شفاعت کریں گے۔ اور يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ... الخ[۶۹۶] یعنی فرشتے ہر دروازے سے داخل ہوجائیں گے اور سلام سلام کہیں گے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ملائکہ مؤمنین کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ جیسے کہ حدیث کا مفہوم ہے کہ اگر انسان کی حفاظت پر فرشتے مقرر نہ ہوتے تو انسان ختم ہوگیا ہوتا جنات وغیرہ کے شرور سے اور ان کی ایذاء رسانی سے۔

---

۶۹۴ فصلت:۳۱

۶۹۵ روح المعانی:۱۲۱/۲۴،فصلت،دار إحیاء التراث،بیروت

۶۹۶ الرعد:۲۳

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں لکھا ہے کہ مصائب اور حوادث میں مؤمن کو صبر کی طاقت اور سکینہ کا محسوس ہونا ملائکہ ہی کا فیض ہے۔ آج کل پوری دنیا میں ہم سنتے رہتے ہیں کہ امریکا، فرانس وغیرہ میں جب لوگ زندگی سے مایوس ہو جاتے ہیں یا حوادثِ عظیمہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو خودکشی کرتے ہیں، لیکن ان ظالموں کو خبر نہیں کہ۔

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

اور عجیب بات یہ ہے کہ اب تک کسی نے نہیں سنا کہ کسی بزرگ یا متقی نے مایوسی کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے خودکشی کرلی ہو۔ راز اس میں یہ ہے کہ مصائب اور حوادث کے وقت میں ملائکہ ان بزرگوں کے دلوں کو سہارا و سکون دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر سکینہ نازل فرماتا ہے جس کی وجہ سے ان کو اس حالت میں بھی سکون رہتا ہے، جس طرح واٹر پروف گھڑی پانی میں ڈال دی جائے تو پانی اس کے اندر نہیں جاتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے قلوب کو غم پروف کر دیتا ہے اور خودکشی کے جرمِ عظیم سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ سکینہ کا نزول اور ملائکہ کا فیض اس وقت ہو گا جبکہ آسمان کے مالک کو خوش رکھا جائے، اس لیے کہ یہ دونوں نعمتیں آسمان سے تعلق رکھتی ہیں۔ یعنی سکینہ آسمان سے اُترتا ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سکینہ نہیں اُترتا مگر انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کے قلوب پر، یہ مضمون اس آیت کی تفسیر میں ہے:

هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔[۶۹۷]

وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْۤ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ[۶۹۸]

تمہارے لیے اس جنت میں جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا موجود ہے اور نیز تمہارے لیے اس میں جو مانگو گے موجود ہے۔

---

۶۹۷ روح المعانی: ۱۲۹/۲۶-۱۳۰، الفتح (۴)، دار احیاء التراث، بیروت

۶۹۸ فصلت: ۳۱

تَشْتَهِيْ اور تَدَّعُوْنَ میں فرق

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

بَيْنَهُمَا عُمُوْمٌ وَّ خُصُوْصٌ مِنْ وَجْهٍ إِذْ قَدْ يَشْتَهِي الْمَرْءُ مَا لَا يَطْلُبُهٗ كَالْمَرِيْضِ يَشْتَهِيْ مَا يَضُرُّهٗ وَلَا يُرِيْدُهٗ[۶۹۹]

یعنی ان دونوں کے درمیان میں عموم و خصوص من وجہٍ کی نسبت ہے۔ کبھی آدمی کسی چیز کی خواہش کرتا ہے لیکن طلب نہیں کرتا ہے۔ جیسے کہ مریض خواہش کرتا ہے اس چیز کی جو اس کو نقصان پہنچاتی ہے لیکن طلب نہیں کرتا ہے۔

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ جنت میں طلب اضطراری ہو یا اختیاری دونوں علی السواء پوری ہوں گی۔

یعنی قلب کی خواہش پوری ہوگی اور زبان سے درخواست والی خواہش بھی پوری ہوگی۔ حدیث شریف میں آتا ہے:

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّكَ لَتَنْظُرُ إِلَى الطَّيْرِ فِي الْجَنَّةِ فَتَشْتَهِيْهِ فَيَخِرُّ بَيْنَ يَدَيْكَ مَشْوِيًّا[۷۰۰]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں اگر کسی پرندہ کو اُڑتے ہوئے دیکھوگے اور تمہارا جی چاہتا ہے کہ اس کو کھالوں تو فوراً تمہارے سامنے بھنا ہوا اور گرما گرم گر جائے گا۔

دوسری حدیث میں ہے:

عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ

---

[۶۹۹] روح المعانی: ۱۲۲/۲۴، فصلت (۳۱)، دار إحياء التراث، بيروت

[۷۰۰] المغنى عن حمل الاسفار: ۱۲۶۴/۲، القول فى صفة الجنة: مكتبة طبرية، الرياض

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الرَّجُلَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ يَتَمَنَّى الْوَلَدَ فَيَكُوْنُ حَمْلُهُ وَرَضَاعُهُ وَفِطَامُهُ وَشَبَابُهُ فِيْ سَاعَةٍ وَّاحِدَةٍ[۱۰۱]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اہلِ جنت ولد کی تمنا کرے گا تو ایک ہی وقت میں حمل اور پھر وضعِ حمل پھر دودھ پینا پھر دودھ چھوڑنا پھر جوان ہونا سب علی الفور ہو جاوے گا۔

نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ[۱۰۲]

یہ بطور مہمانی کے ہو گا غفور رحیم کی طرف سے۔ یعنی یہ نعمتیں اکرام کے ساتھ ملیں گی جس طرح مہمان کو ملتی ہیں۔ **غفور** کے بعد **رحیم** لاکر اس طرف اشارہ ہے کہ یہ نعم البدل تمہارے اعمال کے بدلہ میں نہیں ہے، بلکہ شانِ رحمتِ الٰہی کی وجہ سے ہے۔ اور کس طرح ہمارے اعمال جنت کا بدل و جزاء ہو سکتے ہیں، کیوں کہ ہمارے اعمال محدود عمر کے ہیں اور جنت میں ہم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ نعم البدل حقیقت میں عطا ہے ربّ العالمین کی طرف سے۔ جیسے کہ دوسری آیت میں مصرح ہے **جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا**[۱۰۳] یہ جزا تمہارے رب کی طرف سے ہے مگر حقیقتاً یہ عطا ہے۔ ان دو صفت غفور اور رحیم کی شان سے اپنے بندوں کی ندامت بھی دور کرنا ہے تاکہ خوب لطف لے کر جنت کی نعمتیں استعمال کریں اور اپنی خطاؤں کو یاد کر کے غمگین اور شرمندہ نہ رہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس مقالہ کو شرفِ قبول عطا فرماویں، آمین۔

---

[۱۰۱] التفسیر المظہری: ۸/۲۹۴، فصلت (۳۳)، مکتبۃ الرشیدیۃ، الباکستان / الترغیب والترهیب للاصبهانی: ۱/۵۴۲، (۹۹۸)، باب فی الترغیب فی الجنۃ والتشمیر لطالبها، دار الحدیث، القاهرة

[۱۰۲] فصلت: ۳۲

[۱۰۳] النبا: ۳۶

مجاہدہ کا مفہوم اور اس کے ثمرات

قرآنِ پاک کی روشنی میں

از افادات: استاذی المحترم حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہٗ

مرتبہ: اسماعیل فرانسیسی

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ [۴۰۴]

اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم ان کو اپنے قرب و ثواب (یعنی جنت) کے راستے ضرور دکھائیں گے جس سے وہ جنت میں جا پہنچیں گے۔

مجاہدہ کی تحقیق: مجاہدہ جہد سے مأخوذ ہے جس کا معنٰی ہے کوشش کرنا اور اپنی طاقت کو خرچ کرنا۔ حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہدہ کی یہ تعریف فرمائی ہے کہ ترکِ معاصی اور تقلیلِ مباحات۔ خواجہ صاحب کا شعر ہے ؎

پہنچنے میں ہوگی جو بے حد مشقت
تو راحت بھی کیا انتہائی نہ ہوگی

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا کی تفسیر

اَلْمُرَادُ بِهِ الَّذِیْنَ بَذَلُوْا وُسْعَھُمْ وَطَاقَتَھُمْ فِیْ مُحَارَبَةِ الْكُفَّارِ وَمُخَالَفَةِ النَّفْسِ وَالْھَوٰی [۴۰۵]

یعنی وہ لوگ ہیں جو اپنی کوشش اور طاقت کو کفار اور نفس اور خواہشاتِ غیر شرعیہ کی مخالفت میں خرچ کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہاد کی دو قسم ہیں۔ ایک قسم کفار کے ساتھ جہاد کرنا اور دوسری قسم اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنا۔

۴۰۴؎ العنکبوت:۶۹

۴۰۵؎ التفسیر المظھری:۷/۲۱۶، العنکبوت (۶۹)، مکتبۃ الرشیدیۃ، الباکستان

نفس کے ساتھ جہاد جہادِ اکبر ہے

ان دونوں میں سے نفس کے ساتھ جہاد کرنا جہادِ اکبر ہے اور کفار کے ساتھ جہاد جہادِ اصغر ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت نقل کی ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے:

قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزَاۃٍ فَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ: قَدِمْتُمْ خَیْرَ مَقْدَمٍ وَقَدِمْتُمْ مِنَ الْجِھَادِ الْأَصْغَرِ إِلَی الْجِھَادِ الْأَکْبَرِ قَالُوْا: وَمَا الْجِھَادُ الْأَکْبَرُ؟ قَالَ: مُجَاھَدَۃُ الْعَبْدِ ھَوَاہُ[۶۰۶]

یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے کسی غزوہ کی واپسی میں فرمایا کہ آپ لوگ جہادِ اصغر سے فارغ ہو کر جہادِ اکبر کی طرف آئے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ جہادِ اکبر سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ بندے کا جہاد کرنا اپنے نفس کے ساتھ۔

میرے استاذِ محترم حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ نفس کے ساتھ جہاد کرنے کو جہادِ اکبر اس لیے فرمایا کہ کفار کے ساتھ جہاد کرنے کی صورت میں تلوار صرف اعضا پر پڑتی ہے اور یہ جہاد صرف میدانِ جنگ میں پایا جاتا ہے بخلاف نفس کے ساتھ جہاد میں دل پر تلوار چلتی ہے جو بادشاہ ہے تمام اعضا کا اور یہ تلوار دل پر ہر وقت چلتی ہے، اس لیے کہ نفس انسان کو لیے ہوئے پھرتا ہے اور گناہ کا تقاضا ہر وقت انسان کو ہوتا ہے۔ کیا خوب فرمایا ہے عارف باللہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جس میں مجاہدہ کی حقیقت خوب واضح فرمائی ہے ؎

ہے شوق وضبطِ شوق میں دن رات کشمکش
دل مجھ کو میں ہوں دل کو پریشاں کیے ہوئے

۶۰۶؎ الجامع الصغیر من حدیث البشیر النذیر: ۲/۳۸۰ (۶۱۰۷)، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

نہ چت کر سکے نفس کے پہلواں کو
تو یوں ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے نہ ڈالے

ارے اس سے کشتی تو ہے عمر بھر کی
کبھی وہ دبالے کبھی تو دبالے

جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی
بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے

یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے
جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

نفس کی تین جامع تعریفیں

۱) علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب روح المعانی میں لکھا ہے:

اَلنَّفْسُ کُلُّهَا ظُلْمَةٌ وَسِرَاجُهَا التَّوْفِيْقُ[۷۰۷]

یعنی نفس تمام کا تمام ظلمت ہے اور اس کا چراغ توفیقِ الٰہی ہے۔

اور توفیق کسے کہتے ہیں؟ مولانا اعزاز علی صاحب استاذ فقہ و ادب دارالعلوم دیوبند نے تین طرح سے فرمائی ہے:۱) تَوْجِيْهُ الْأَسْبَابِ نَحْوَ الْمَطْلُوْبِ الْخَيْرِ یعنی اسباب کو متوجہ کر دینا مطلوب خیر کی طرف۔ ۲) تَسْهِيْلُ طَرِيْقِ الْخَيْرِ وَتَسْدِيْدُ طَرِيْقِ الشَّرِّ یعنی خیر کے راستے کو آسان کر دینا اور شر کے راستے کو بند کر دینا۔ ۳) خَلْقُ الْقُدْرَةِ عَلَى الطَّاعَةِ[۷۰۸] یعنی طاعت کی ہمت اور طاقت پیدا کر دینا۔

۲) ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مرقاۃ میں لکھا ہے کہ اَلْجَسَدُ کَثِيْفٌ

۷۰۷؎ روح المعانی:۱۳/۸،یوسف(۹۶)،دار إحیاء التراث،بیروت

۷۰۸؎ شرح مقامات للشیخ اعزاز علی:۴۲،مطبوعۃ دیوبند

وَالرُّوۡحُ لَطِيۡفٌ وَالنَّفۡسُ مُتَوَسِّطَةٌ بَيۡنَهُمَا وَتَكُوۡنُ النَّفۡسُ لَطِيۡفَةً بِالۡأَعۡمَالِ الصَّالِحَةِ[۵۰۹] یعنی انسان کا جسم کثیف ہے اور روح لطیف ہے اور نفس ان دونوں کے درمیان ہے اور نفس اعمالِ صالحہ کی وجہ سے لطیف ہو جاتا ہے۔

۳) سب سے آسان اور بہترین تعریف حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ نفس مرغوباتِ طبعیہ غیر شرعیہ کو کہتے ہیں۔

فِيۡنَا کی تفسیر

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تفسیر مظہری میں اس کی چار عمدہ تفسیریں تحریر فرمائی ہیں:

۱) فِي ابۡتِغَاءِ مَرۡضَاتِنَا یعنی وہ لوگ کفار اور نفس کے ساتھ جہاد کرتے ہیں اپنے رب کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اور اخلاص کے ساتھ، نہ کہ دوسروں کو دکھانے کے لیے۔

۲) فِي نُصۡرَةِ دِيۡنِنَا یعنی ہمارے دین کی نصرت میں مشقت برداشت کرتے ہیں۔

۳) فِي امۡتِثَالِ أَوَامِرِنَا یعنی ہمارے حکموں کو بجالانے میں کوشش کرتے ہیں۔

۴) فِي الۡاِنۡتِهَاءِ عَنۡ مَّنَاهِيۡنَا[۵۱۰] یعنی ہماری حرام کی ہوئی چیزوں سے بچنے کی کلفت برداشت کرتے ہیں۔

ان چار ستونوں پر جہاد فی سبیل اللہ کی عمارت ہے۔

بہت گو ولولے دل کے ہمیں مجبور کرتے ہیں
تری خاطر گلے کا گھونٹنا منظور کرتے ہیں

۵۰۹؎ مرقاۃ المفاتیح: ۲۴۵/۱ (۱۶۷)، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، المکتبۃ الامدادیۃ

۵۱۰؎ التفسیر المظہری: ۲۱۶/۷، العنکبوت (۶۹)، مکتبۃ الرشیدیۃ

لَنَهۡدِیَنَّهُمۡ سُبُلَنَا کی تفسیر

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

أَیْ سُبُلَ السَّیْرِ إِلَیْنَا وَالْوُصُوْلِ إِلٰی جَنَابِنَا بِلَا کَیْفٍ[۱۱]

یعنی ہم ان کو ایسا راستہ دکھائیں گے جو ہم تک پہنچاتا ہے اور ہماری بارگاہ تک، لیکن یہ ایسا راستہ ہے جس کی ناپ تول ممکن نہیں ہے یعنی بلا کیف و کم ہے اور صرف اہلِ بصائر کی بصیرت ہی اس کا ادراک کر سکتی ہے۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس آیت کا مطلب ہے وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْ مَا عَلِمُوْا لَنَهْدِیَنَّهُمْ إِلٰی مَا لَمْ یَعْلَمُوْا[۱۲] یعنی وہ لوگ جو کوشش کرتے ہیں ان چیزوں میں جو وہ جانتے ہیں تو ہم ان کو وہ چیزیں دکھائیں گے جن کا ان کو پتا نہیں ہے۔ بعض روایات میں بھی اسی قسم کا مضمون وارد ہے:

مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ وَرَّثَهُ اللّٰهُ عِلْمَ مَا لَمْ یَعْلَمْ[۱۳]

یعنی جو اپنے علم پر عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ایسا علم عطا کرے گا جس کو اُس نے سیکھا نہیں۔

وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ

بے شک اللہ تعالیٰ کی رضا و رحمت ایسے خلوص والوں کے ساتھ دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی ہے۔(بیان القرآن)

معیتِ الٰہی سے مراد نصرت اور معونت ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

۱۱؎ روح المعانی:۱۴/۲۱، العنکبوت (۶۹)، دار احیاء التراث، بیروت

۱۲؎ التفسیر المظھری:۱۶/۷، العنکبوت، مکتبۃ الرشیدیۃ، الباکستان

۱۳؎ المغنی عن حمل الاسفار:۴۳/۱ (۱۶۸)، مکتبۃ طبریۃ

مَنْ جَاهَدَ بِكُلِّيَّتِهٖ وَشَرَاشِرِهٖ فِيْ ذَاتِهٖ عَزَّوَجَلَّ تَجَلّٰى لَهُ الرَّبُّ عَزَّ اسْمُهُ الْجَامِعُ فِيْ صِفَةِ النُّصْرَةِ وَالْاِعَانَةِ تَجَلِّيًا تَامًّا[۱۷۱۴]

یعنی جو کلی طور پر مجاہدہ کرتا ہے اور مجاہدہ کرتے کرتے جان کی بازی لگا دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی تجلی تامّہ اس کو ڈھانپ لیتی ہے۔

تفسیر مظہری میں لکھا ہے کہ قَالَتِ الصُّوْفِيَّةُ: اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ۔ مَعِيَّةً غَيْرَ مُتَكَيِّفَةٍ يُدْرِكُهَا بَصَائِرُ أَهْلِ الْبَصَارَةِ[۱۷۱۵] یعنی صوفیائے کرام رحمہم اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی معیت ایسی چیز ہے جو غیر متکیفہ ہے (یعنی جس کی ناپ تول ممکن نہیں ہے) جس کا صرف اہلِ بصیرت ہی ادراک کرسکتے ہیں۔ جیسے کہ مولانا روم نے فرمایا ہے۔

اتصالے بے تکیف بے قیاس
ہست ربّ النّاس با جانِ ناس

فائدہ: مجاہدہ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے مخلصین کا درجہ دیا ہے اور نفس کے ساتھ اپنی معیت اور نصرت کا وعدہ فرمایا ہے۔ جیسا کہ آیتِ مذکورہ میں وارد ہے۔ پہلے مجاہدہ کا ذکر پھر خوشخبری معیتِ حق کی۔

مُحْسِنِيْنَ کا ترجمہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مخلصین فرمایا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جو لوگ صرف وظائف پڑھتے ہیں اور گناہ ترک کرنے کا مجاہدہ نہیں کرتے بلکہ مجاہدوں سے بھاگتے ہیں یہ سالکین مخلصین نہیں ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا مخلص بندہ وہی کہلائے گا جو رضائے حق کے لیے تکالیف اُٹھائے گا۔

پہنچنے میں ہوگی جو بے حد مشقت
تو راحت بھی کیا انتہائی نہ ہوگی

۱۷۱۴ روح المعانی: ۲۱/۱۵، العنکبوت (۶۹)، دار إحیاء التراث، بیروت

۱۷۱۵ التفسیر المظهری: ۷/۲۱۷، العنکبوت (۶۹)، مکتبة الرشیدیة، الباکستان

سنیں یہ بات میری گوشِ دل سے جو میں کہتا ہوں
میں ان پر مرمٹا تب گلشنِ دل میں بہار آئی

(حضرت مولانا پرتاب گڑھی دامت برکاتہم)

ناظرین کرام سے درخواست ہے کہ احقر مؤلف محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے عافیتِ دارین اور حسنِ خاتمہ اور مغفرتِ بے حساب کی دعا فرمادیں۔

جَزَاکُمُ اللہُ تَعَالٰی اَحۡسَنَ الۡجَزَاءِ
رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ
وَتُبۡ عَلَیۡنَا اِنَّکَ اَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ

العارض

محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال نمبر ۲، کراچی

اصلاح کا آسان نسخہ

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

دو رکعت نفل نماز توبہ کی نیت سے پڑھ کر یہ دعا مانگو:

”اے اللہ! میں آپ کا سخت نافرمان بندہ ہوں۔ میں فرماں برداری کا ارادہ کرتا ہوں مگر میرے ارادے سے کچھ نہیں ہوتا اور آپ کے ارادے سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میری اصلاح ہو مگر ہمت نہیں ہوتی۔ آپ ہی کے اختیار میں ہے میری اصلاح۔ اے اللہ! میں سخت نالائق ہوں، سخت خبیث ہوں، سخت گناہ گار ہوں، میں تو عاجز ہو رہا ہوں، آپ ہی میری مدد فرمائیے۔ میرا قلب ضعیف ہے۔ گناہوں سے بچنے کی قوت نہیں ہے، آپ ہی قوت دیجیے۔ میرے پاس کوئی سامانِ نجات نہیں، آپ ہی غیب سے میری نجات کا سامان پیدا کر دیجیے۔ اے اللہ! جو گناہ میں نے اب تک کیے ہیں، انہیں آپ اپنی رحمت سے معاف فرمائیے۔ گو میں یہ نہیں کہتا کہ آئندہ ان گناہوں کو نہ کروں گا، میں جانتا ہوں کہ آئندہ پھر کروں گا، لیکن پھر معاف کرالوں گا۔“

غرض اسی طرح سے روزانہ اپنے گناہوں کی معافی اور عجز کا اقرار، اپنی اصلاح کی دعا اور اپنی نالائقی کو خوب اپنی زبان سے کہہ لیا کرو۔ صرف دس منٹ روزانہ یہ کام کر لیا کرو۔ لو بھائی دوا بھی مت پیو۔ بدپرہیزی بھی مت چھوڑو۔ صرف اس تھوڑے سے نمک کا استعمال سوتے وقت کر لیا کرو۔ آپ دیکھیں گے کہ کچھ دن بعد غیب سے ایسا انتظام ہو جائے گا کہ ہمت بھی قوی ہو جائے گی، شان میں بٹہ بھی نہ لگے گا اور دشواریاں بھی پیش نہ آئیں گی۔ غرض غیب سے ایسا سامان ہو جائے گا کہ جو آپ کے ذہن میں بھی نہیں ہے۔

❀❀❀❀

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گراں قدر ملفوظات، الہامی علوم ومعارف، قرآن وحدیث کے عاشقانہ لطائف اور سلوک وتصوف کے نہایت باریک ولطیف مسائل کا بیش بہا خزانہ ہوتے ہیں۔ آپ کا ایک ایک ملفوظ عاشقانِ خدا کے لیے مثلِ آبِ حیات کے ہے جس کے گھونٹ گھونٹ میں حیاتِ نو عطا ہوتی ہے۔

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی حیات مبارکہ کے مختلف ایام میں ''محبت ومعرفت'' کے عنوان سے متعدد مضامین جمع فرماتے رہے۔ یہ ارشادات تفکر اور ذہنی کاوش کا نتیجہ نہیں بلکہ وارداتِ غیبیہ اور الہام من اللہ ہیں۔ آپ نے ان قیمتی موتیوں کو اس کتاب ''کشکولِ معرفت'' کے دامن میں سمو دیا ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ چوں کہ معرفت کے لیے محبت لازم ہے، اس لیے اس کتاب کے عنوان کے لیے صرف لفظِ معرفت پر اکتفا کیا گیا اور مختلف النوع مضامین ہونے کی وجہ سے لفظ کشکول کا انتخاب کر کے اس مجموعہ کا نام ''کشکولِ معرفت'' رکھا گیا۔

www.khanqah.org